سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ

ماہ و سال کے آئینہ میں

مؤلف: سکندر نقشبندی
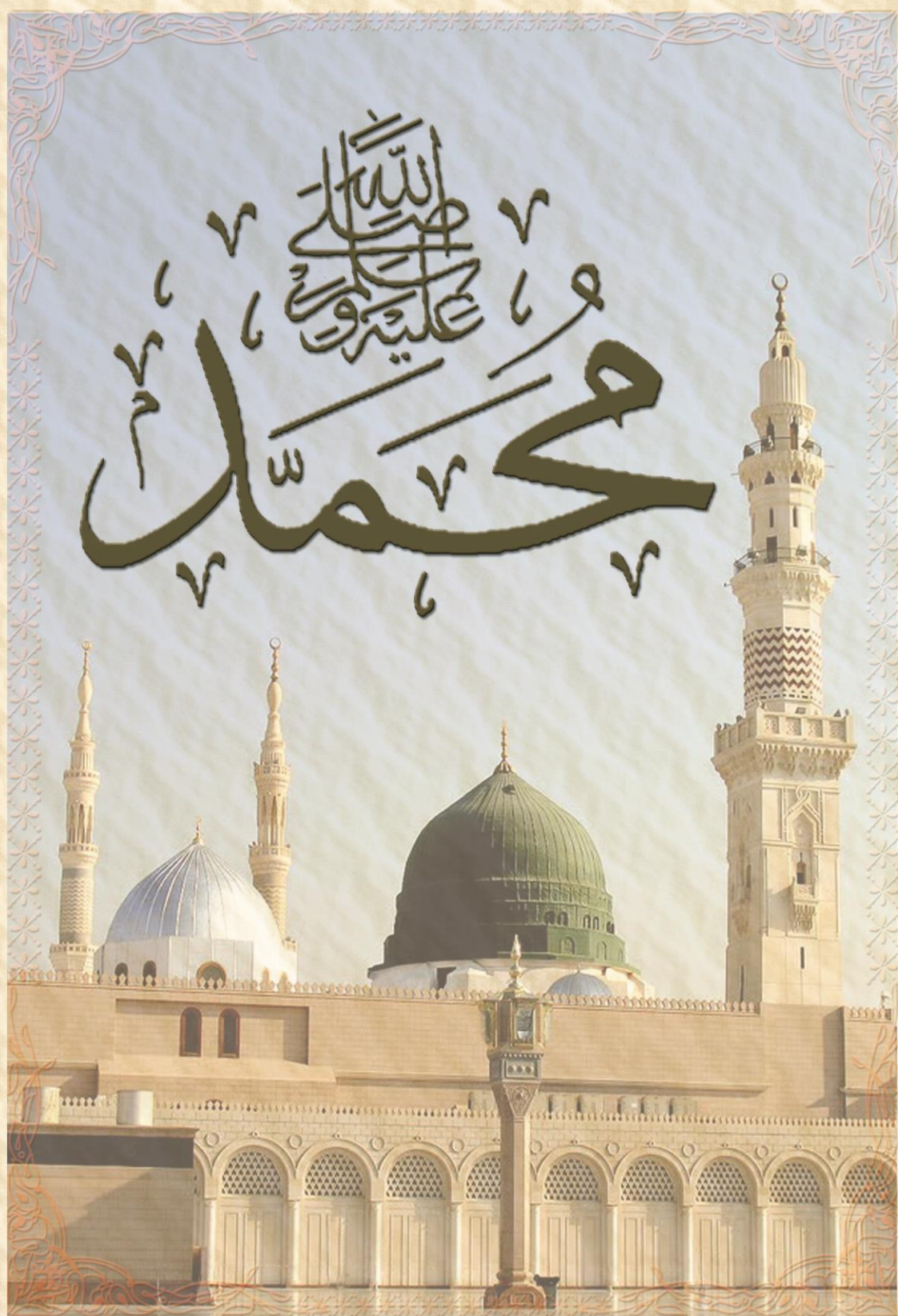
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد

وّعلی آل محمد کما صلّیت

علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم

انّک حمید مّجید ؕ

اللّٰھمّ بارک علی محمّد وّعلی

آل محمّد کما بارکت علی

ابراھیم وعلی آل ابراھیم

انّک حمید مّجید ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از

سیدی مرشدی ومولائی شیخِ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حضرت حافظ منیر احمد خان نقشبندی مدظلہٗ برکاۃٗ عالیہ

سندھ یونیورسٹی ۔ جام شورو ۔ پاکستان

باسمہ تعالیٰ حامداً ومصلّیاً

محترم سکندر نقشبندی صاحب نے یہ کتابِ مستطاب " سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ " اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے تحریر فرمائی ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجھ ناکارہ بےعلم وعمل سے درخواست کی کہ اسے پڑھ کر چند سطریں اس کے بارے میں تحریر کروں۔ مختصر وقت میں اتنی ضغیم کتاب کا پورا پڑھنا تو میرے لئے مشکل تھا البتہ طائرانہ نظر ڈالی اور میں کہہ سکتا ہوں کہ محترم سکندر نقشبندی صاحب نے اس کتاب میں مستند حالات وواقعات جمع کئے ہیں اور کتاب عوام اور خواص کے پڑھنے کی ہے۔ ماشاءاللہ سخت محنت اور مسلسل کاوشوں سے مرتب ہوئی ہے اور بعض ایسی تفصیلات ہیں جو عام کتابوں میں نہیں ملتی ہیں۔

حضورِ انور ﷺ کی ذاتِ گرامی سے یہ رشتہ بےشمار سعادتوں کا پیش خیمہ ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ انشاءاللہ محترم سکندر نقشبندی صاحب موصوف کے قلم سے اور دل کی گہرائیوں سے اسی مبارک مقصد کے لئے مزید تصانیف منصۂ شہودِ بر آئیں گی۔

سکندر صاحب کی سیرتِ طیبہ سے وابستگی، شغف اور اس سفر کی جانگدازیوں کا اندازہ ان کی اس نادر تالیف سے بخوبی واضح ہے۔ جس کو انہوں نے جہود جہیدہ سے آراستہ وپیراستہ اور منقش ومزین کردیا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ پر بےشمار کتابیں ہر زبان میں لکھی گئی ہیں، لکھی جارہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ لیکن سیرتِ سید المرسلین ﷺ ایک ایسا موضوع ہے کہ اس کے ہر اچھے لکھنے والے نے اپنی تالیف میں کوئی نہ کوئی امتیازی پہلو یا

انفرادیت نمایاں طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب ہٰذا بھی اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے بہت بیش قیمت ہے کہ اس میں سیرت النبی ﷺ کو سنین کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے جس سے قاری کو بہت سہولت و آسانی سے ہر واقعہ کے زمانے کا علم ہو سکے گا۔

میری دلی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ سکندر نقشبندی صاحب کو بیش از بیش انعامات اور اعلیٰ سے اعلیٰ فلاح دارین سے نوازے اور ان کے اعزہ اور اسباط کو بھی ہر طرح فائز المرام فرمائے۔

بجاہ رحمۃ للعالمین ﷺ

احقر ۔ منیر احمد خاں

۹/ اپریل ۲۰۱۴ء

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

پیش لفظ

محترم سکندر نقوی صاحب کی کتاب مستطاب " سیرت رسول اعظم " اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے تحریر فرمائی ہے

این سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجھ ناکارہ بے علم و عمل کو حکم دیا [illegible] چند سطریں اس کے بارے میں لکھ دیں۔ مختصر وقت میں اتنی ضخیم کتاب کا پڑھنا تو میرے لیے مشکل تھا البتہ طائرانہ نظر ڈالی اور میں کہہ سکتا ہوں کہ محترم سکندر نقوی صاحب نے کتاب [illegible] حالات و واقعات جمع کیے ہیں اور کتاب عوام اور خواص کے پڑھنے کی ہے

ماشاءاللہ بہت محنت اور سلسلہ کا وسنین سے مرتب ہوئی ہے اور بعض ایسی تفصیلات ہیں جو عام کتابوں میں نہیں ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہر شعبہ بے شمار سعادتوں کا سرچشمہ ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ان شاء اللہ محترم سکندر صاحب موصوف کے قلم سے اور دل کی گہرائیوں سے اسی مبارک مقصد کے لیے مزید تصانیف منصۂ شہود پر آئیں گی

سکندر صاحب کی سیرت طیبہ سے وابستگی، شغف اور اس سفر کی جانکاہ [illegible] ان کی اس نادر تالیف سے بخوبی واضح ہے۔ جس کو انہوں نے [illegible] سے آراستہ و پیراستہ اور منقش و مزین کر دیا ہے

سیرت نبوی پر بے شمار کتابیں ہر زمانے میں لکھی گئی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی، لیکن سیرت سید المرسلین ایک ایسا موضوع ہے کہ اس کے ہر لکھنے والے اپنی تالیف میں کوئی نہ کوئی امتیازی پہلو یا انفرادیت نمایاں طور پر پیش کرنے کی کوشش ضرور کی ہے

کتاب ہذا بھی اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے بہت بیش قیمت ہے کہ اس میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنین کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے جس سے قاری کو بہت سہولت و آسانی سے ہر واقعہ کا حصول آسانی سے ہو سکے گا۔

میری دلی دعاء ہے اللہ تعالیٰ سکندر نقوی صاحب کو بیش از بیش انعامات اور اعلیٰ سے اعلیٰ فلاح دارین سے نوازے اور ان کے اعزہ اور اسباط کو بھی ہر طرح فائز المرام فرمائے

بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

احقر منیر احمد خاں

۹ اپریل ۲۰۱۴ء

کتاب ہٰذا کے بارے میں محترم بزرگانِ دین کے ارشادات:

پیرِ طریقت حضرت خواجہ محمد شاہ صاحب قریشی فضلی دامت برکاتہٗ

سجادہ نشین و عالمی امیر جماعت نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علیٰ رحمت للعالمین ۔ اما بعد

لِسانِ محمد ﷺ سے جب اللہ رب ذوالجلال نے اپنا تعارف سننے کا ارادہ فرمایا تو ! لمحوں میں کائنات کو وجود بخشا۔ ذرہ ذرہ کو اپنے کمالات، اختیارات و قدرت کا علم دیا اور ساتھ اپنے محبوب کی تعظیم و محبت اور اتباع کا حکم دیا۔ خالقِ کائنات کا تعارف تو ازل سے تھا لیکن اس نے اپنے محبوب کا تعارف بھی خوب کرایا۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تک تمام انبیاء کو اعلیٰ مراتب کے ساتھ مقامات سے بھی نوازا۔ انہوں نے بھی بعثت کا حق ادا کیا۔ رب العالمین کے ساتھ ساتھ رحمت العالمین کا بھی تعارف کرایا۔ تمام آسمانی صحف اور کتب کے ذریعہ بھی تعارف کرایا۔ آخر میں اولین اور آخرین کے نبی مکرم ﷺ پر اپنا قدیم اور روشن و منور و مکمل قرآن اتارا۔ جس کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ آقا علیہ السلام کی سیرت پر مبنی ہے۔ بلکہ پورے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی شان اور صفات اور مقامات اور حالات و واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اگر رب چاہتے تو اپنے محبوب کو علیحدہ مستقل نور کی شکل میں بنا سکتے تھے۔ لیکن فرمایا! **لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا** ☆ جب ربِ ذوالجلال نے انسانوں میں اپنا نورانی پیغمبر بھیجا تو انسانوں کو اشرف المخلوقات کا شرف بخشا۔ فقیر اکثر سوچتا ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اپنے عطاء و عنایات کی حد کر دی ورنہ اپنا محبوب بھی کوئی کسی کو دیتا ہے) اللہ تعالیٰ کی دیگر لاتعداد نعمتوں کے علاوہ ہمارے لئے عظیم نعمت ہمارے نبی مکرم شفیع اعظم (ﷺ) ہیں۔ جن کی تریسٹھ سالہ زندگی کے بے مثال لمحات عرب اور عجم میں قابلِ دید اور قابلِ تعریف اور قابلِ تقلید ہیں۔ جنھوں نے سرِ تسلیم خم کیا صدیقؓ، فاروقؓ، غنیؓ، حیدرؓ، واصحاب کالنجوم بنے۔ اور رضاء الٰہی کے تمغے انہی کو ملے۔ جنت کے دروازے انہی کی اتباع سے کھلیں گے۔ اور ان کے انکار اور عداوت سے جہنم بھرے گی۔ زیرِ نظر کتاب (سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ ماہ و سال کے آئینہ میں) محترم و مکرم جناب سید سبط سکندر نقوی نقشبندی مدظلہ نے خوب

محنت سے مرتب کی ہے۔ جس سے ان کی آقا علیہ السلام سے الفت، رغبت اور محبت عشقِ و جنون کی حد، نسبت کے فیضان سے عیاں ہے۔ ہمیں بھی اس نسبت پر ناز ہے۔

نسبتِ مصطفیٰ (ﷺ) بھی بڑی چیز ہے — جس کو نسبت نہیں اس کی بخشش نہیں

لہٰذا رب العالمین کی حمد اور رحمت العالمین (ﷺ) کی سیرتِ طیبہ کا احاطہ کرنا ہر دور میں محال رہا ہے

بس فقیر کہتا ہے! کہ جو میرا ہے وہی تو اللہ کا محبوب ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ اپنی شان کو ہر لمحہ بڑھاتے ہیں ساتھ ہی اپنے محبوب کی شان کو بڑھاتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّا أَعۡطَيۡنَاكَ الۡكَوۡثَرَ (1)فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ (2)إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡأَبۡتَرُ (3)

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔۱۔ تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔۲۔

کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے اولا درہے گا۔۳۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہ علیہ الف الف السلام کی شان کے ساتھ ساتھ صاحبِ کتاب ہٰذا حضرت سکندر نقشبندی صاحب کی شان بھی بلند فرمادیں اور پڑھنے والوں کو بھی محروم نہ فرمائیں۔(آمین)

آخر میں فقیر مولانا عبدالمجید توحیدی صاحب کے لئے بھی دعا گو ہے اور تمام تقاریز لکھنے والوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ قبول اور مقبول فرمادیں۔ اور اس کتاب سے مکمل استفادہ حاصل کرنے کی توفیق بخشیں۔(آمین)

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء اللّٰہ ذو الفضل العظیم

العبدالفقیر

دستخط

خادم علومِ نبویہ و سلاسلِ اربع الباطنیہ

خانقاہِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ

مسکین پور شریف، ضلع مظفر گڑھ پنجاب، پاکستان

0300-2438476

انجمن دارالعلوم فضلیہ
مسکین پور شریف، ضلع مظفر گڑھ۔
فون: 620066، 422047
موبائل: 103778، 438476

حوالہ: ________ تاریخ: ________

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رحمۃ العالمین۔ اما بعد۔

لسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جب رب ذوالجلال نے اپنا تعارف سننے کا ارادہ فرمایا۔ محوں میں کائنات کو وجود بخشا۔ ذرہ ذرہ کو اپنے کمالات اور اختیارات و قدرت کا علم دیا۔ اور ساتھ اپنے محبوب کی تعظیم و محبت و اتباع کا حکم دیا۔ خالق کائنات کا تعارف تو ازل سے تعارف تھا۔ لیکن آپ نے اپنے محبوب کا تعارف بھی خوب کرایا۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تک تمام انبیاء کو احکام اور آپ کے ساتھ مقامات سے بھی نوازا۔ انہوں نے بھی بعثت کا حق ادا کیا۔ رب العالمین کے ساتھ رحمۃ للعالمین کا تعارف بھی کروایا۔ تمام آسمانی صحف و کتب کے ذریعہ بھی تعارف کروایا۔ آخر میں اولین و آخرین کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا قدیم اور روشن و منور و مکمل کلام اتارا جس کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آقا علیہ السلام کی سیرت طیبہ پر مبنی ہے۔ بلکہ پورے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی جگہ جگہ شان اور صفات اور مقامات اور حالات و واقعات بیان فرمائے ہیں۔ اگر وہ چاہتے تو اپنے محبوب کو مستقل صحیفہ نور کی شکل میں بنا سکتے تھے۔ لیکن فرمایا۔ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا۔ جب رب ذوالجلال نے انسانوں میں اپنا نورانی پیغمبر بھیجا تو ان کو اشرف المخلوقات کا شرف بخشا۔ فقیر اکثر سوچتا ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر عطاء و عنایت کی حد کر دی ہے۔ ورنہ اپنا محبوب بھی کوئی کسی کو دیتا ہے) اللہ تعالیٰ کی دیگر لاتعداد نعمتوں کے علاوہ ہمارے لیے عظیم نعمت ہمارے نبی مکرم شفیع اعظم ہیں۔ جن کی تربیت کے تئیس سالہ بے مثال ثمرات عرب و عجم میں قابل دید قابل تعریف و قابل تقلید ہیں۔ جنہوں نے سر تسلیم خم کیا صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ غنی رضی اللہ عنہ حیدر رضی اللہ عنہ و اصحاب کالنجوم بنے اور رضاء الٰہی کے تمغے انہی کو ملے اور جنت کے دروازے انہی کی اتباع سے کھلیں گے۔ اور ان کے انکار و عداوت سے جہنم بھڑکے گی۔

زیر نظر کتاب (مجموعہ سیرت طیبہ۔ ماہ و سال کے آئینہ میں) محترم و مکرم جناب سلطان سکندر نقوی نقشبندی مدظلہ
نے بھی خوب محنت سے مرتب کی ہے۔ جس سے ان کی آقا علیہ السلام سے الفت و رغبت و محبت
عشق جنوں کی حد تک نسبت کے فیضان سے عیاں ہے۔ ہمیں بھی اسی نسبت پر ناز ہے۔

؎ نسبت مصطفیٰ بھی بڑی چیز ہے ؛ جس کو نسبت نہیں اسکی بخشش نہیں

بخدا رب العالمین کی حمد اور رحمۃ العالمین کی سیرت طیبہ کا مکمل احاطہ کرنا ہر دور میں محال
رہا ہے۔ : بس فقیر کہتا ہے۔ جو میرا محبوب ہے۔ وہی تو اللہ کا محبوب ہے۔
جیسے اللہ تعالیٰ اپنی شان کو ہر لمحہ بڑھاتے ہیں ساتھ ہی اپنے محبوب کی شان کو بڑھاتے ہیں۔
(سورۃ الکوثر) دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ امت محمدیہ علیہ الف الف سلام کی شان کے ساتھ
صاحب کتاب ہذا حضرت صاحب کی شان بھی بلند فرمادیں۔ بہرحال تکمیل والوں کو بھی محروم نہ فرمادیں آمین
آخر میں فقیر حضرت مولانا عبد المجید صاحب کا توضیح کی کے لیے بھی دعاگو ہے و تمام تقاریظ لکھنے والوں کے لیے بھی۔ آمین
اللہ تعالیٰ قبول و مقبول فرمادیں۔
اور اس کتاب سے مکمل استفادہ حاصل کرنے
کی توفیق بخشیں۔ آمین

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

العبد الحقیر

[دستخط]

خادم علوم نبویہ [illegible] الا طلبہ
خانقاہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ
مسکین پور شریف ضلع مظفر گڑھ پنجاب پاکستان
0300 2438476

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از

متکلّمِ اسلام محترم جناب الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ!

خلیفۂ مجاز حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ اور حضرتِ اقدس مولانا سید محمد امین شاہؒ

سر پرستِ اعلیٰ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا، مرکزی ناظم اعلیٰ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان،

چیف ایگزیکیوٹو احناف میڈیا سروس

تاریخ: 7 مارچ 2014

نحمدہ، و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

خدا تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے بعد اس کائنات کی عظیم ہستی سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، سرکارِ دو جہاں، امام الانبیاء، ختم الرسل، محبوبِ کبریا، جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جن وانس کی تخلیق کا مقصد عبادتِ خداوندی ہے تو اس کا سبب آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ نوحِ انس وجن کی ہدایت کے لئے اللہ رب العزّت نے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس کی انتہاً نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر ہوتی ہے۔ آپ ﷺ خاتم النبیین، سلسلہِ نبوت آپ علیہ السلام پر ہی ختم ہوا۔ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کی پیروی دنیا کی کامیابی اور آخرت کی کامرانی کا سبب ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو خدا تعالیٰ نے عظیم نعمت سے تعبیر فرمایا ہے، ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا (آل عمران:164)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنین پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

اور آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو اس امت کے لئے نمونہ قرار دیا ہے۔

ارشاد ہوا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات بہترین نمونہ ہے۔

اس لئے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے مختلف گوشوں کا تذکرہ کرنا، حیاتِ طیبہ کے مختلف احوال کا بیان کرنا، اپنی محفلوں میں حضور علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کا درس دینا، آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی بات کرنا، آپ ﷺ کے خاندان، اخلاقِ حمیدہ، خصائل و عادات، صحابہ اکرام رضی اللہ عنھم، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن، اولاد، معجزات، غزوات، معراج، عبادات، ریاضات غرض زندگی کے مختلف لمحات کا ذکر کرنا باعثِ سعادت اور رحمت کے نزول کا ذریعہ ہے۔ حضرات اکابرینِ امت کی زندگی آپ ﷺ کی محبت کا تذکرہ اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے سے بھری پڑی ہے۔ علماء امت نے آپ ﷺ کے آفاقی پیغام کی سب سے زیادہ حفاظت کی اور درجہ بدرجہ امت کے اگلے طبقہ تک پہنچائی۔ اگر انسان بنظرِ انصاف دیکھے تو آنحضرت ﷺ کی سیرت پر اسلاف امت کی تالیفات اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ ان کی زندگیاں اس ورثہ کی حفاظت میں صرف ہوئی ہیں۔

اکابرین کی ان کتب میں امام ترمذیؒ کی شمائل، علامہ نورالدین السمہودی کی وفاء الوفا، حافظ ابونعیم الاصفہانی کی دلائل النبوۃ، حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی نشر الطیب، مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، مولانا محمد ذکریا کاندھلوی کی خصائل نبوی ﷺ، قاضی محمد زاہد الحسینی کی رحمتِ کائنات وغیرہ شامل ہیں۔

زیرِ نظر کتاب " سیرتِ رسولِ آعظم ﷺ ماہ وسال کے آئینہ میں " برادرم محترم جناب سید سبط سکندر نقوی حنفی زید مجدہ کی تالیف ہے۔ موصوف سلسلہ نقشبندیہ میں راہِ سلوک طے کر رہے ہیں۔ پیشہ کے اعتبار سے انجینیر ہیں، اللہ تعالیٰ نے علم و عمل اور علماء و صلحاء کی صحبت عطا فرمائی ہے جن کا مظہر زیرِ نظر کتاب ہے۔ موصوف کی تعلیم میں اس بات کا تذکرہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے 1984ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے عربی کے دو کورسز کئے، 1987ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے تفسیر القرآن کا کورس کیا ہے۔ مزید برآں کہ اپنی اس تصنیف کو اپنی ذاتی معلومات کی حد تک محدود نہ رکھا بلکہ اہلِ علم حضرات کی خدمت میں پیش کیا تاکہ اصلاح و ترمیم کے مراحل سے گزر کر ممکن درجہ صحت کے مقام پر فائز ہو۔

مختلف خصوصیات سے مزین اس کتاب کا امتیاز جو راقم کی نظر میں واقعی قابلِ ذکر ہے کہ مؤلف بڑی عرق ریزی اور کوشش سے سیرتِ نبویہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے مختلف واقعات کو ماہ وسال کی کڑی میں پرو دیا ہے اور جہاں تک میسر ہوا اس کی مطابقت سنِ عیسوی سے بھی کردی ہے۔ یوں واقعات کا تسلسل قاری کو اس دور کی یادوں میں کھو دینے پر مجبور کرتا ہے۔ ولادت سے نبوت تک، نبوت سے ہجرت اور ہجرت سے وفات تک کے تین ادوار کے حالات جمع ہو کر اس کتاب کے حسن کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

راقم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا، بعض چیزیں جو قابلِ اصلاح وترمیم نظر آئیں فاصل مؤلف کو لکھ بھیجیں جو انہوں نے وسعتِ ظرفی اور فراخدلی سے قبول فرمائیں ہیں، اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ کتاب کی افادیت اور گوناگوں خصوصیت کی پیشِ نظر ضروری ہے کہ اسے قارئین کا وسیع حلقہ میسر آئے، احباب اسے ملاحظہ فرمائیں۔ یقیناً سیرت کے مختلف گوشے اور احوال سامنے آئیں گے جس سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت میں اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو جزاء خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

محتاجِ دعا

دستخط

محمد الیاس گھمن

Molana
Muhammad Ilyas Ghumman
E-mail: ilyasghumman@gmail.com
www.ahnafmedia.com
Cell: 0300-4677615

سرپرست اعلی مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا ● مرکزی ناظم اعلی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان ● چیف ایگزیکٹو احناف میڈیا سروس

تاریخ: 7 مارچ 2014 حوالہ:______

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

خدا تعالی کی ذات گرامی کے بعد اس کائنات کی عظیم ہستی سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، سرکارِ دوجہاں، امام الانبیاء، ختم الرسل، محبوبِ کبریا، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن وانس کی تخلیق کا مقصد عبادتِ خداوندی ہے تو اس کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ نوعِ انس وجن کی ہدایت کے لیے اللہ رب العزت نے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس کی انتہاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، سلسلۂ نبوت آپ علیہ السلام ہی پر ختم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کی پیروی دنیا کی کامیابی اور آخرت کی کامرانی کا سبب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو خدا تعالی نے عظیم نعمت سے تعبیر فرمایا ہے، ارشادِ باری ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا الآیۃ

(آل عمران: 164)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنین پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اس امت کے لیے نمونہ قرار دیا ہے،

— (۱) —

ارشاد ہوا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

(الاحزاب: 21)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف گوشوں کا تذکرہ کرنا، حیاتِ طیبہ کے مختلف احوال کا بیان کرنا، اپنی محفلوں میں حضور علیہ السلام کی سیرت مبارکہ کا درس دینا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی بات کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان، اخلاقِ حمیدہ، خصائل و عادات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، اولاد، معجزات، غزوات، معراج، عبادات، ریاضات غرض زندگی کے مختلف لمحات کا ذکر کرنا باعثِ سعادت اور رحمتوں کے نزول کا ذریعہ ہے۔ حضرات اکابرین امت کی زندگی آپ علیہ السلام کی محبت کے تذکرہ اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے سے بھری پڑی ہے۔ علماءِ امت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آفاقی پیغام کی سب سے زیادہ حفاظت کی اور درجہ بدرجہ امت کے اگلے طبقہ نے یہ امانت پچھلے طبقہ تک پہنچائی۔ اگر انسان بنظرِ انصاف دیکھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اسلاف امت کی تالیفات اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ ان کی زندگیاں اس ورثہ کی حفاظت میں صرف ہوئی ہیں۔

اکابرین کی ان کتب میں امام ترمذی کی شمائل، علامہ نور الدین السمہودی کی وفاء الوفاء، حافظ ابونعیم الاصبہانی کی دلائل النبوۃ، علامہ جلال الدین سیوطی کی الخصائص الکبریٰ، قاضی ابوالفضل عیاض کی الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، علامہ ابن ہشام کی السیرۃ النبویۃ، علامہ احمد بن محمد القسطلانی کی المواھب اللدنیۃ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ، حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی نشر الطیب،

مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، قاضی محمد زاہد الحسینی کی رحمتِ کائنات وغیرہ شامل ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "سیرتِ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ وسال کے آئینہ میں" برادرم محترم جناب سید سبط سکندر نقوی حنفی زید مجدہ کی تالیف ہے۔ موصوف سلسلہ نقشبندیہ میں راہِ سلوک طے کر رہے ہیں۔ پیشہ کے اعتبار سے انجنیئر ہیں، اللہ تعالیٰ نے علم وعمل اور علماء وصلحاء کی صحبت عطا فرمائی ہے جن کا مظہر زیرِ نظر کتاب ہے۔ موصوف کی تعلیم میں اس بات کا تذکرہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے 1986ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے دو عربی کورسز کیے، 1987ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے تفسیر القرآن کا کورس کیا ہے۔ مزید برآں کہ اپنی اس تصنیف کو اپنی ذاتی معلومات کی حد تک محدود نہ رکھا بلکہ اہلِ علم حضرات کی خدمت میں پیش کیا تاکہ اصلاح وترمیم کے مراحل سے گزر کر ممکن درجہ صحت کے مقام پر فائز ہو۔

مختلف خصوصیات سے مزین اس کتاب کا امتیاز جو راقم کی نظر میں واقعی قابلِ ذکر ہے کہ مؤلف نے بڑی عرق ریزی اور کوشش سے سیرتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مختلف واقعات کو ماہ وسال کی کڑی میں پرو دیا ہے اور جہاں تک میسر ہوا اس کی مطابقت سنِ عیسوی سے بھی کر دی ہے۔ یوں واقعات کا تسلسل قاری کو اس دور کی یادوں میں کھو دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ولادت سے نبوت ملنے تک، نبوت سے ہجرت اور ہجرت سے وفات تک کے تین ادوار کے حالات جمع ہو کر اس کتاب کے حسن کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

راقم نے اس کتاب کا مطالعہ کیا، بعض چیزیں جو قابلِ اصلاح وترمیم نظر آئیں فاضل مؤلف کو لکھ بھیجیں جو انہوں نے وسعتِ ظرفی اور فراخ دلی سے قبول فرمائیں ہیں، اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ کتاب کی افادیت اور گوناگوں خصوصیات

(۳)

کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ اسے قارئین کا وسیع حلقہ میسر آئے، احباب اسے ملاحظہ فرمائیں یقیناً سیرت کے مختلف گوشے اور احوال سامنے آئیں گے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت میں اضافہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

محتاجِ دعا

محمد الیاس گھمن

شیخ الحدیث حافظ علامہ ابوعمار زاہدالراشدی مدظلہٗ

استاذالحدیث جامعہ نصرۃالعلوم ۔گوجرانوالہ۔ پاکستان

نحمدہٗ تبارک و تعالیٰ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین

امابعد!

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ہزاروں پہلو ہیں جن پر اہل علم نے ہر دور میں محنت و کاوش کی ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز کا ایک نمایاں پہلو ہے

انہی میں سے ایک پہلو تاریخی ترتیب اور سنین کے حساب سے سیرت طیبہ کے واقعات کا تذکرہ ہے جس پر ہمارے فاضل دوست سید سبط سکندر نقوی نقشبندی نے محنت و کاوش کی ہے اور ایک معلوماتی اور مرتب ذخیرہ جمع کر دیا ہے جو ان کے لیے یقیناً ذخیرۂ آخرت اور قارئین کے لیے استفادہ و نفع کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے نفع بخش بنائیں آمین یا رب العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۳۱ مارچ 23 ۲۰۱۴ء

تقریظ

از

شیخ الحدیث حافظ علامہ ابوعمار زاہدالراشدی مدظلہٗ

استاذالحدیث جامعہ نصرۃالعلوم ۔گوجرانوالہ۔ پاکستان

نحمدہ تبارک وتعالیٰ ونصلی ونسلم علیٰ رسول الکریم وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

امابعد!

جناب سرورکائنات ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے ہزاروں پہلو ہیں جن پر اہلِ علم نے ہر دور میں محنت وکاوش کی ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا جو نبی اکرم ﷺ کے اعجاز کا ایک نمایاں پہلو ہے۔

انہی میں سے ایک پہلو تاریخی ترتیب اورسنین کے حساب سے سیرتِ طیبہ کے واقعات کا تذکرہ ہے جس پر ہمارے فاضل دوست سید سبط سکندر نقوی نقشبندی نے محنت وکاوش کی ہے اور ایک معلوماتی اور مرتب ذخیرہ جمع کیا ہے جو ان کے لئے یقیناً اور قارئین کے لئے استفادہ اور نفع کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے نفع بخش بنائیں۔ ؂ امین یارب العالمین ؂

ابوعمار زاہدالراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۳۱/مارچ ۲۰۱۴ء

پیرِ طریقت یادگارِ اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ فیاض احمد سواتی مدظلہٗ

باسمہٖ تعالیٰ

حامداً ومصلیاً! امابعد

"سیرت رسول اعظم ﷺ ماہ وسال کے آئینہ میں" کا جستہ جستہ مقامات سے مطالعہ کیا، مؤلف جناب سید سبط سکندر نقوی نقشبندی صاحب نے خوب محنت سے اپنے موضوع کو نبھایا ہے۔ کچھ باتوں کی نشاندہی اس مسودہ کے مختلف مقامات میں احقر نے کر دی ہے، انہیں ضرور دیکھ لیں۔ اگر حوالہ جات میں بقید صفحہ اور جلد نمبر کا اضافہ ہو جائے تو سونے پر سہاگہ ہوگا، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے بافیض بنا دے، اور دین و دنیا اور آخرت کی جملہ بھلائیوں کا ذریعہ بنا دے آمین یارب العالمین۔

احقر محمد فیاض خان سواتی

مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

باسمہٖ تعالیٰ

حامداً ومصلیاً! امابعد

"سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ ماہ وسال کے آئینہ میں" کا جستہ جستہ مقامات سے مطالعہ کیا، مؤلف جناب سید سبط سکندر نقوی نقشبندی صاحب نے خوب محنت سے اپنے موضوع کو نبھایا ہے۔ کچھ باتوں کی نشاندہی اس مسودہ کے مختلف مقامات میں احقر نے کردی ہے، انہیں ضرور دیکھ لیں۔ اگر حوالہ جات میں بقید صفحہ اور جلد نمبر کا اضافہ ہو جائے تو سونے پر سہاگہ ہوگا، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے بافیض بنا دے اور دین ودنیا اور آخرت کی جملہ بھلائیوں کا ذریعہ بنادے۔ آمین یارب العالمین

احقر محمد فیاض خان سواتی

مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

31-3-2014

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ

مہتمم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا، مفتیِ اعظم سرگودھا

رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان، مسئول وفاق المدارس العربیہ پاکستان سرگودھا ڈویژن

Muhammad Tahir Masood

Mohtamim: Jamia Miftah-ul-Uloom Sargodha-Pakistan.
Member : Maglis-e-Amla Wifaqul Madaris Al-Arabia Pakistan.
Masaool : Wifaqul Madaris Al-Arabia Pakistan. Sargodha Division.

محمد طاہر مسعود

○ مہتمم :۔۔۔ جامعۃ مفتاح العلوم، سرگودھا۔
○ رکن :۔۔۔ مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیۃ پاکستان
○ مسئول : وفاق المدارس العربیۃ پاکستان۔ سرگودھا ڈویژن

تاریخ ________

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

اس جہاں رنگ و بو میں حق تعالیٰ نے انسانیت کی رہنمائی کیلئے ہر زمانہ میں اپنے مقرب بندوں انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا۔ خوش نصیب انکے دامن سے وابستہ ہو کر کامیاب ہوگئے۔ بدنصیب اُن سے کنارہ کش رہے۔

اس مقدس اور زریں سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک آنے والے جن و انس کیلئے ھادی و رھنما ھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور تعلیمات مینارۂ نور ھیں، انہیں سے ہدایت اور حق تعالیٰ کی خوشنودی ملتی ہے،

اسی اہمیت کے پیش نظر ہر زمانہ میں علماء و صلحاء نے نسبت نبوی حاصل کرنے کیلئے سیرت کے کسی نہ کسی گوشہ پر قلم اُٹھایا ہے، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان غیر محیط ہے، نہ اسکا احاطہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی حق ادا کیا جا سکتا ہے، خوش نصیبی اور سعادت کے حصول کیلئے اہل نظر و فکر نے اپنے اپنے طور پر سعی کی ہے۔

زیر نظر کتاب "سیرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ و سال کے آئینہ میں" کا مسودہ جو ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا مفتی سخاوت علی صاحب مدظلہم نے ہمارے پاس بھیجا، یہ جناب سید سبط سکندر نقشبندی زید مجدہم کی تصنیف ہے۔ آپ نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ کے اعتبار سے ماشاء اللہ مفصل انداز میں مرتب کیا ہے، جو لائق صد تحسین کارنامہ ہے،

بندہ اس تصنیف پر جناب سید سبط سکندر صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور تمام مسلمانوں سے گذارش ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں، اپنے ایمانوں کو جلا بخشیں، اپنے ماحول میں سنت اور سیرت کا چراغ روشن کریں،

دعا ہے حق تعالیٰ اسے مصنف کیلئے صدقہ جاریہ اور تمام مسلمانوں کیلئے رہنمائی کا ذریعہ بنائے، پوری اُمت مسلمہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[دستخط]

۲۴/۵/۱۴۳۵ھ

جامعۃ مفتاح العلوم سرگودھا چوک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا پاکستان
Ph: 048-3213297 - 3220758　Fax: 048-3212111　Mob: 0300-9600464　0321-9600464

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہٗ

مہتمم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا، مفتیِ اعظم سرگودھا

رکن مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان، مسئول وفاق المدارس العربیہ پاکستان سرگودھا ڈویژن

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد

اس جہاں رنگ و بود میں حق تعالیٰ نے انسانیت کی رہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں اپنے مقرب بندوں انبیاء اکرام علیہم السلام کو بھیجا۔ خوش نصیب ان کے دامن سے وابستہ ہو کر کامیاب ہوگئے، بدنصیب اس سے کنارہ کش رہے۔

اس مقدس اور زریں سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ آپ ﷺ قیامت تک آنے والے جن وانس کے لئے ہادی ورہنما ہیں۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور تعلیمات مینارۂ نور ہیں، انہیں سے ہدایت اور حق تعالیٰ کی خوشنودی ملتی ہے۔

اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہر زمانے میں علماء اور صلحاء نے نسبتِ نبوی (ﷺ) حاصل کرنے کے لئے سیرت کے کسی نہ کسی گوشہ پر قلم اٹھایا ہے، سیرتِ النبی ﷺ کا عنوان غیر محیط ہے، نہ اس کا احاطہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی حق ادا کیا جا سکتا ہے، خوش نصیبی اور سعادت کے حصول کے لئے اہلِ نظر و فکر نے اپنے اپنے طور پر سعی کی ہے۔

زیرِ نظر کتاب " سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ ماہ و سال کے آئینہ میں " کا مسودہ جو ہمارے فاضل دوست حضرت مولٰینا مفتی سخاوت علی صاحب مدظلہم نے ہمارے پاس بھیجا، یہ جناب سید سبط سکندر نقشبندی زید مجدہم کی تصنیف ہے۔ آپ نے سیرتِ رسول ﷺ کو تاریخ کے اعتبار سے ماشاء اللہ مفصل انداز میں مرتب کیا ہے، جو لائقِ صد تحسین کارنامہ ہے۔

بندہ اس تصنیف پر جناب سید سبط سکندر صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور تمام مسلمانوں سے گذارش ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں، اپنے ایمان کو جلا بخشیں، اپنے ماحول میں سنت اور سیرت کا چراغ روشن کریں۔

دعا ہے حق تعالیٰ اسے مصنف کے لئے صدقہ جاریہ اور تمام مسلمانوں کیلئے رہنمائی کا ذریعہ بنائے، پوری اُمت مسلمہ کو نبی کریم ﷺ کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد طاہر مسعود

۲۴/ ۵/ ۱۴۳۵ھ

ترجمانِ اہلِ سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ
مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید عبدالقدوس ترمذی
Syed Abdul Qadoos Tirmzi
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
Jamiah Haqqaniah Sahiwal Sargodha
فون: 048-6786002
048-6786899

التاریخ ۲۳ رجب ۱۴۳۵ھ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بعد الحمد والصلوٰۃ۔

احقر کو محترم جناب مسعود نقشبندی کی تصنیف لطیف ”سیرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم“ کی زیارت کا بتوسط عزیز محترم مولوی سعادت علی سلمہ اللہ تعالیٰ موقع ملا۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ فاضل مؤلف نے اس مبارک کتاب کو ماہ و سال کے اعتبار سے ترتیب فرمایا۔ اس کیلئے انہوں نے جو محنت اور کوشش کی ہے وہ یقیناً قابل داد اور لائق تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرماویں اور کتاب مستطاب کے فیض سے ہم سب کو مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرماویں۔ آمین۔

چونکہ احقر اس کتاب کو پورے طور پر پڑھنے کی سعادت حاصل نہیں کر سکا اور نہ جناب مؤلف سے براہ راست نیاز حاصل ہے اس لئے ہر دو کے متعلق تفصیلی رائے نہیں دے سکتا بلکہ محض دعائیہ کلمات لکھنے کی سعادت پر اکتفا کرتا ہے جن حضرات اہل علم نے کتاب کو مکمل پڑھا ہے یقیناً وہی پورے طور پر اس کے متعلق رائے دے سکتے ہیں اور اظہار کر چکے ہیں۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے اور انتہائی مستحسن ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسیہ سے متعلق کسی مضمون یا

کتاب کا تحریر کرنا کسی سعادت سے کم نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ
یہ کہیں اہم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنی عملی
زندگی میں اپنایا جائے اس کے لیئے اس کتاب سے بھی راہنمائی لی جا سکتی ہے
اور کتب سیرت کے علاوہ کتب فقہ و حدیث سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے
سیرت طیبہ پر اگرچہ بہت سی مستند کتابیں پہلے بھی موجود ہیں
لیکن زیر نظر کتاب اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں سیرت طیبہ
کو تاریخ کے انداز میں پیش کیا گیا ہے جو پڑھنے والوں کے لیئے
یقیناً باعث مسرت ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دیں
اور پڑھنے والوں کو سیرت کے اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

[illegible]

جامعہ [illegible]

ترجمانِ اہلِ سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہٗ
مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

التاریخ: ۲۳/جمادی الاول ۱۴۳۵ھ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

بعد الحمد و الصلوٰۃ

احقر کو محترم جناب سکندر نقشبندی کی تصنیفِ لطیف " سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ کی زیارت بتوسط عزیز محترم مولفہ سخاوت علی سلمہ اللہ تعالیٰ موقعہ ملا یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ فاضل موصوف نے اس مبارک کتاب کو ماہ وسال کے آئینہ میں مرتب فرمایا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے جو محنت اور کوشش کی ہے وہ یقیناً قابلِ داد اور لائقِ تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرماویں اور کتابِ مستطاب کے فیض سے ہر ایک کو مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرماویں آمین۔ چونکہ احقر اس کتاب کو پورے طور پر پڑھنے کی سعادت حاصل نہیں کرسکا اور نہ ہی جناب مؤلف سے براہ راست نیاز حاصل ہے اس لئے ہر دو کے متعلق تفصیلی رائے نہیں دے سکتا بلکہ محض دعائیہ کلمات لکھنے کی سعادت پر اکتفا کرتا ہے۔ جن حضرات اھلِ علم نے کتاب کو مکمل پڑھا ہے یقیناً وہی پورے طور پہ اس کے متعلق اپنی رائے گرامی کا اظہار کرسکتے ہیں۔ البتہ اتنی بات بدیہی اور اظہر من الشمس ہے کی حضرت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے متعلق کسی مضمون یا کتاب کا تحریر کرنا کسی سعادت سے کم نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ کہیں اہم ہے کہ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا جائے اس کے لئے اس کتاب سے راہنمائی لی جاسکتی ہے اور کتبِ سیرت کے علاوہ کتبِ فقہ وحدیث سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ سیرتِ طیبہ پر اگرچہ بہت سی مستند کتابیں پہلے بھی موجود ہیں لیکن زیرِ نظر کتاب اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں سیرتِ طیبہ کو تاریخ کے انداز میں پیش کیا گیا ہے جو پڑھنے والوں کے لئے یقیناً باعثِ مسرت ہے۔
اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دیں اور پڑھنے والوں کو سیرت کے اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں آمین

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہٗ
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

عالم باعمل استاذ العلماء شیخ الحدیث مفتی شفقت علی دامت برکاتہ

DAR-UL-ULOOM SARGODHA

Nisar Town (Near Awan Chowk New Satellite Town) Sargodha. Ph : 048 - 3221970

نثار ٹاؤن (نزد اعوان چوک نیو سیٹلائٹ ٹاؤن) سرگودھا

حوالہ نمبر ______

تاریخ ۲۲-۵-۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوبِ کبریا سرورِ کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک بہت بڑی سعادت اور عبادت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کی توفیق مل جاتی ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھنے والے جتنا لکھیں وہ کم ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کے بارے دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "کان خلقہ القرآن" گویا آپ عملی قرآن ہیں۔

جس طرح قرآن پاک کے عجائبات ختم نہیں ہو سکتے اسی طرح آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر جو لکھے، جتنا لکھے آخر کار اسے یہی لکھنا پڑے گا "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک ایسی چیز سوچی جا سکے جو بظاہر ناممکن لگتی ہے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ آپ کا اتنا وسیع حلقہ کہ کم و بیش سوا لاکھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت لیکن کسی کو آپ کی کسی عادتِ مبارکہ اور ادا پر کوئی ادنیٰ سا بھی اعتراض نہ ہوا، بلکہ اسی نہج پر کہ آپ پر ایمان نہ لانے والے بھی آپ کو صادق و امین کہتے تھے "سبحانہ ما اعظم شانہ"۔

اللہ تعالیٰ برادرِ عزیز مفتی سخاوت علی جو حفظہ اللہ کو جزائے خیر دے کہ ان کے واسطہ سے "سیرتِ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ و سال کے آئینہ میں" مؤلفہ محترم و مکرم جناب سکندر نقشبندی حفظہ اللہ کو دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، ماشاء اللہ مؤلف زید مجدہ نے خوب محنت کی اور مزید بہتر انداز اپنایا کہ مسلمانوں کے لیے سیرت کے واقعات کو محفوظ کرنے کا سہل اور آسان انداز اختیار کیا اپنایا ہے۔
اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں۔
جملہ مسلمانوں کو اس کتاب سے خوب خوب استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شفقت علی عفی عنہ
مدیر دار العلوم سرگودھا

عالم باعمل استاذ العلماء شیخ الحدیث مفتی شفقت علی دامت برکاتہٗ

مدیر دارالعلوم سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوبِ کبریا، سرورِ کونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ مبارک بہت بڑی سعادت اور عبادت ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں آقا ﷺ کے تذکرہ کی توفیق مل جاتی ہے۔

نبی پاک ﷺ پر لکھنے والے جتنا لکھیں وہ کم ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ ﷺ کے اخلاق وعادات کے بارے دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! **کان خلقہ القرآن** گویا آپ ﷺ عملی قرآن ہیں۔

جس طرح قرآن پاک کے عجائبات ختم نہیں ہوسکتے اسی طرح آقا ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر جو لکھے جتنا لکھے کم ہے۔ آخر کار اسے یہی لکھنا پڑے گا " بعداز خدا بزرگ توی قصہ مختصر "

میرے آقا ﷺ کی یہی ایک چیز سوچی جائے جو بظاہر ناممکن لگتی ہے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ آپ (ﷺ) کا اتنا وسیع حلقہ کہ کم وبیش سوا لاکھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت لیکن کسی کو آپ ﷺ کی کسی عبارت مبارکہ اور ادا پر کوئی ادنیٰ سا بھی اعتراض نہ ہوا، بلکہ اس پر مزید یہ کہ آپ (ﷺ) پر ایمان نہ لانے والے بھی آپ (ﷺ) کو صادق و امین کہتے تھے۔ " سبحانہ ما اعظم شانہٗ

اللہ تعالیٰ برادرعزیز مفتی سخاوت علی صاحب حفظہ اللہ کو جزائے خیر دے کہ ان کے واسطہ سے " سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ ماہ وسال کے آئینہ میں " مؤلفہ محترم جناب سکندر نقشبندی حفظہ اللہ کو دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ماشاءاللہ مؤلف زید مجدہٗ نے خوب محنت کی اور مزید بہتر انداز اپنا کر مسلمانوں کے لئے سیرت کے واقعات کو محفوظ کرنے کا سہل اور آسان انداز اپنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں۔

جملہ مسلمانوں کو اس کتاب سے خوب خوب استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شفقت علی عفی عنہٗ

مدیر دارالعلوم سرگودھا

لسانِ ناموسِ رسالت حضرت مولانا مفتی سخاوت علی خاں مدظلہٗ

فاضل دارالعلوم کراچی ۔ پاکستان

مرکزی امیر تحفظِ ختمِ نبوّت انٹاریو: کینیڈا، ناظمِ اعلیٰ اقراء کلچرل کمیونیٹی سینٹر: ٹورنٹو۔کینیڈا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ

وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْآخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ☆(سورۃ سبا ۔ ۱)

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہیں (جوسب چیزوں کا مالک ہے یعنی وہ) کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور آخرت میں بھی اُسی کی تعریف ہے اور وہ حکمت والا اور خبردار ہے

والصلاۃ والسلام علیٰ سید نا و نبیّنا محمد صلیٰ للّٰہ و علیٰ آلِ و اصحابہ اجمعین .

اما بعد

تجربہ شاہد ہے کہ انسان پر جب کوئی فکر غالب آتی ہے تو دن رات کی انہی گھڑیوں میں انقلاب آجاتا ہے۔ ایک معمولی سا سفر درپیش ہو تو پھر دیکھئے کہ وقت، ساعت اور لمحات کی کتنی قدر ہوتی ہے۔ اپنے اردگرد سے بےخبر ہوکر تمام عوارض اور مسائل کو نظرانداز کر کے انسان اپنے مقصد اور منزل کی طرف توجہ دیتا ہے۔ یہ دراصل اس استحضار وفکر کا نتیجہ ہوتا ہے جو کسی بھی مقصد اور مطلب کی دھن، شدید فکر اور داعیہ سے پیدا ہوتا ہے۔ عظیم مقصد وعزائم دریا اور سمندر کی وہ لہریں ہیں جن کے سامنے چھوٹے بڑے مسائل اور الجھنیں خش وخاک کی طرح بہہ جاتی ہیں۔

یہ بڑی خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہے کہ ہمارے محترم ومکرم برادرعزیز جناب سید سکندر نقوی نقشبندی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سعادت حاصل ہوئی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی سیرت پر لکھنے کی توفیق عطا ہوئی۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم

رسول اللہ ﷺ بشر تھے اور ایک بشر کو دنیا میں جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب کچھ افضل البشر ﷺ کو بھی پیش آیا۔ آپ ﷺ کھاتے تھے، پیتے تھے، سوتے تھے، ہنستے تھے، روتے تھے، سردی گرمی محسوس کرتے تھے۔ رنج وراحت سے اثر لیتے تھے۔ بیوی بچوں سے تعلق رکھتے تھے۔ دوستوں و رفیقوں سے ملتے تھے، خرید وفروخت کرتے

تھے۔

دشمنوں سے مقابلہ بھی کرتے تھے اور درگزر بھی کرتے تھے۔ مؤلف نے ان تمام باتوں کو تاریخ کے اعتبار سے جمع فرمایا ہے جو کہ ایک بہت بڑی محنت طلب کام ہے۔ یعنی اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا کون سا عمل کس وقت اور کہاں واقعہ ہوا ہے۔ جیسے قرآن کا شانِ نزول ہے۔ جب کسی پڑھنے والے کو کسی آیت کا شانِ نزول معلوم ہو تو اس کو اس آیت کی منفرد معرفت حاصل ہوتی ہے اور دلچسپی بھی پیدا ہوتی ہے۔ نماز کب فرض ہوئی، تحویلِ قبلہ کب ہوا، روزہ کب فرض ہوا، شراب کب حرام ہوئی، زنا پر پابندی کب لگی، اگر یہ سب چیزیں آپ تلاش کرنا چاہیں تو ایک بہت بڑا کتب خانہ درکار ہوگا اور نہ جانے کتنے ایام لگ جائیں۔ وہ تمام باتیں آپ کو اس ایک کتاب میں مل جائیں گی۔ الحمدللہ

بلاشبہ مؤلف کے خلوصِ نیت کا یہ جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ اسباب و ذرائع محدود ہونے کے باوجود یہ چشمۂ فیض جاری وساری ہے۔ سکندر نقشبندی صاحب نے سیرتِ رسول ﷺ پر کتاب لکھ کر اپنے آپ کو قیامت تک کے لئے زندہ کرلیا ہے۔ جب تک کتاب باقی رہے گی مؤلف کا نام باقی رہے گا۔ مثل مشہور ہے جس کا کردار زندہ ہے وہ آدمی زندہ ہے۔ کیونکہ کردار سے قومیں زندہ رہتی ہیں۔ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم آج تک زندہ ہیں بلکہ قیامت تک زندہ رہیں گے اس لئے کہ ان کا کردار زندہ ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اکابر کی اتباع بھی ہے کہ بزرگانِ دین آخر و فرصت میں تفسیر لکھتے ہیں یا سیرتِ رسول ﷺ پر لکھتے ہیں۔

اس کتاب کی بہت ساری خصوصیات ہیں ان خصوصیات میں ایک یہ ہے کہ مناظرِ اسلام، متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب نے پوری کتاب کو بذاتِ خود پڑھا اور اس کو پسند فرمایا۔

قارئیں سے گذارش ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نصرت شاملِ حال رکھے اور اس سلسلہ فیض رسانی کو تاابد باقی رکھے۔ اس سرچشمۂ فیض کو عام وشام فرمائیں۔آمین

فقط

سخاوت علی

فاضل دارالعلوم کراچی ۔ پاکستان

تقریظ

از

مولانا حافظ عبدالقیوم فریدی امام واستاد مرکز دعوۃ الاسلامی

(جامی مسجد ۔مسی ساگا) انٹاریو۔کینیڈا

الحمدللہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علیٰ رسول الکریم

امابعد

سیرتِ رسول اعظم ﷺ کا امتیاز اوراس کے مؤلف محترم سکندر نقشبندی صاحب کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں آپ ﷺ کی پوری زندگی ، پیدائش سے لے کر رفیقِ اعلیٰ کی ملاقات تک تمام حالات و واقعات اور احکامات و ہدایت کو تقویم (تاریخ) کی ترتیب کے ساتھ قلمبند کئے ہیں۔ تاریخ پرنگاہ رکھنے والوں اور تاریخی واقعات سے دلچسپی رکھنے والوں اوراس سے استفادہ حاصل کرنے والوں کے لئے بہت بڑی سہولت فراہم کردی ہے۔

قرآن وسنت دینِ اسلام کے دو بنیادی ستون ہیں۔ ان کو سمجھنے کے لئے سیرتِ رسول ﷺ کا مطالعہ صرف ضروری ہی نہیں بلکہ اسے فرضِ عین سمجھتا ہوں۔ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیرتِ رسول ﷺ کو پڑھے بغیر اور سمجھے بغیر عام آدمی نہ دینِ اسلام کو سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہوسکتا ہے۔

محترم سکندر نقشبندی صاحب نے سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ میں ہمارے آقائے دو جہاں ﷺ کی زندگی جو تمام جہاں والوں کے لئے ایک کھلی کتاب ہے اور انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔اور پھر ربِ کائنات نے تو تمام انسانوں کے لئے اپنے حبیب محمد ﷺ کو نمونہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔

محترم سکندر نقشبندی صاحب نے سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ کو جس آسان زبان اور نہایت دلنشیں انداز میں پیش کیا ہے وہ بہت ہی قابلِ قدر ہے۔

آپ ﷺ کی پیدائش ہو یا لڑکپن، آپکی جوانی کی مرحلہ ہو یا مکہ میں بکریاں چرانے کا واقعہ یا پھر اپنے چچا کی رفاقت میں شام کا سفر ، یا میسرہ غلام کے ساتھ تجارت کا سفر، آپ ﷺ کی بعثت کا واقعہ یا پھر مکہ میں اعلانِ کلمۃ اللہ کے دوران اہلِ مکہ کے ساتھ حالات و واقعات یا پھر طائف کا دعوتی سفر ہو یا عام الحزن کی تکلیف دہ مرحلہ، ہجرت کا واقعہ ہو یا جبلِ ثور میں قیام، مدینہ منورہ میں مہاجرین اور انصار کے ساتھ مواخات کا معاہدہ ہو یا یہودِ مدینہ کے میثاق کا واقعہ،

غزوات ہوں یا امن کے معاہدات، نبی ﷺ کی سیاسی معاملات میں راہنمائی یا معاشی امور میں ہدایات یا معاشرے کے تعلیم وتربیت میں آپ ﷺ کا قائدانہ رول ہو، آپ ﷺ کی عبادات یا عام لوگوں سے معاملات ہوں، صلح حدیبیہ کا تاریخی واقعہ ہو یا فتح مکہ، حجۃ الوداع ہو یا پھر آپ ﷺ کا اپنے رفیقِ اعلیٰ کے پاس جانا ہو۔

ان تمام واقعات کے علاوہ انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتمائی احوال کو سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ کی تحریر میں مؤلف نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ اسلوب جہاں پڑھنے والوں کو صحیح اور مستند معلومات فراہم کرتا ہے وہیں اس کی تربیت کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حق کے متلاشی کی پیاس وطلب میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ سکندر صاحب کے اس عملِ عظیم کو شرفِ قبولیت فرما کر انہیں دارین میں اجرِ کثیر عطا فرمائے۔ اور کل قیامت کے دن اپنے حبیب جنابِ محمد ﷺ کی شفاعت کے ساتھ آپ ﷺ کی رفاقت کی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

آخر میں تمام احباب سے گزارش ہے کہ سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ کو خود بھی پڑھیں اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی پڑھوا کر دین ودنیا کی سعادتیں حاصل کریں۔(آمین)

کی محمد (ﷺ) سے وفا تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حافظ عبد القیوم

سیرتِ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

ماہ و سال کے آئینہ میں

مؤلف سید سبط سکندر نقوی حنفی نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ

تالیف: سکندر نقشبندی

ٹیلیفون: (001) 647 890 1317
(001) 416 622 1317
sikande.naqshbandi@gmail.com

سرورق: محمد راشد مسی ساگا۔ کینیڈا
تعداد: ایک ہزار
سنِ طباعت: 2014ء
قیمت: Rs.950/-

کتاب ملنے کیلئے رابطہ

مختار احمد (کراچی پاکستان) 0300-2380285

نفیس الحسن جیلانی (کراچی پاکستان) 0300-3512712

عبدالرشید خان (ورجینیا امریکہ) (001) 703-726-9099

منور نقوی (سڈنی آسٹریلیا) 0614-2490-4151

قیصر نقوی (ٹورنٹو کینیڈا) (001) 647-898-4640

* * * * * *

لے آؤٹ اور ڈیزائن: عبدالمبین خان مطبع: اے آر پرنٹرز، کراچی، پاکستان۔

سیرتِ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

☆☆☆☆☆

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے

حیاء اور ایمان دونوں ھی کو ایک دوسرے سے ملا دیا گیا ھے اس لئے جھاں ان میں سے ایک نھیں ھوتا تو وھاں دوسرے کو بھی رھنے نھیں دیا جاتا

(مستدرک حاکم۔ حدیث 58۔ درجہ: صحیح۔ کتاب الایمان۔ راوی: ابن عمر رضی اللہ عنہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

نحمدہٗ و نصلّی عَلی رسُول کَریم

قلم ہے آبلہ پہ مدح ابھی باقی ہے
ورق تمام ہوا مدح ابھی باقی ہے

محترم سکندر نقشبندی صاحب میرے پیر بھائی ہیں کہ ہم دونوں کو حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی غلامی کا شرف حاصل ہے۔ اور اب ان کی جانشین حضرت ڈاکٹر منیر احمد صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم پیشہ میں ایک ہیں۔ یعنی دونوں انجینیر ہیں کچھ عرصہ سے میرا تعارف جناب سکندر صاحب سے بس اتنا ہی تھا۔ لیکن جب ان کی زیر نظر تصنیف "سیرت رسول اعظم" ﷺ کا مسودہ انہوں نے بھجوایا تو میں حیرت میں پڑ گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ آپ نے کراچی یونیورسٹی سے اسلامیات میں ایم۔اے کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سیرت طیبہ ﷺ پر اتنی ضخیم تالیف ایک انجینیر کے قلم سے حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے الہانہ محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ محض خدا کا فضل ہے کہ وہ اپنے حبیب (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ذکر عالی کے لیے جسے چاہے چن لے اور جسے چاہے توفیق دے اور لطف کی بات یہ کہ یہ توفیق بھی انہیں کینیڈا جیسے ملک میں عطا کی گئی۔ وہاں کی سردی اچھے اچھے ایمان والوں کی حرارت کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔سکندر صاحب نے 1972 سن عیسوی میں انجینیر نگ میں ڈپلومہ کیا اور پھر 22 سال پاکستان اسٹیل مل میں ملازمت کی اور پھر اپنے شوق میں 1987 سن عیسوی میں کراچی یونیورسٹی سے اسلامیات میں ایم۔اے کیا۔انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے تفسیر قرآن کا کورس کیا۔ اس سے پہلے وہ 1984 سن عیسوی میں عربی زبان کے دو کورسز علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے کر چکے تھے۔ سکندر صاحب 2006 سن عیسوی سے ٹورنٹو کینیڈا میں مقیم ہیں اور باوجود اس کے کہ یہاں اردو زبان میں اسلامی کتب لکھنے کا ماحول نہیں ہے۔ پھر بھی سیرت پر اتنی جامع کتاب کی تصنیف کر دی جو محض فضل الٰہی اور

اللہ پاک کی توفیق اور حضورِ اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی نظرِ کرم کے سوا کچھ بھی نہیں۔

کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت جو اس کتاب کو کتبِ سیرت ﷺ میں ایک بلند مقام دلاتی ہے وہ تقویم ہے۔ مصنف نے بڑی تحقیق وتفتیش کے بعد تمام واقعات کے ماہ وسال لکھ دیے ہیں۔ اس میں ہجرت سے پہلے نبوی اور نبوی سے پہلے میلادی سال لکھ کر ہر واقعہ کی تاریخ کا تعین کر دیا ہے اس پر مصنف نے مزید اضافہ عیسویں سال لکھ کر کر دیا ہے نبوی اور میلادی سے پہلے عیسویں کیلنڈر موجود تھا۔ اس لئے اسے ہجری کیلنڈر کے ساتھ شامل کرنے سے واقعات کو تاریخی تسلسل سے دیکھا جا سکتا ہے اور پڑھنے والوں کے لئے عیسویں تاریخ کی تلاش میں جو دقت پیش آتی تھی وہ بھی حل ہوگئی۔

یہ کتاب سیرت النبی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا ایک گلدستہ عظیم ہے جہاں پر مستند مصادر سیرت ﷺ سے گل سجائے گئے ہیں اس طرح ایک اچھی خاصی تفصیل جمع ہوگئی ہے سوائے ان واقعات کے جن کی مصنف کو ماہ وسال کی تحقیق نہ مل سکی چنانچہ جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان میں تفاسیر قرآن، کتب احادیث، سیرت اور تاریخ اسلام کی اکثر کتابیں شامل ہیں۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ حضور (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا ہر واقعہ علیحدہ علیحدہ موتیوں کی لڑی میں جوڑ دیا ہے۔ ضروری نہیں کہ پڑھنے والا شروع سے آخر تک سلسلہ وار ہی پڑھے وہ ہر واقعہ تاریخ کی روشنی میں تلاش کر سکتا ہے۔ یا اگر کسی واقعہ کی تاریخ وسال درکار ہو تو وہ بھی مل سکتی ہے۔

چوتھی خصوصیت اس کتاب کی عام فہم زبان کا استعمال ہے زمانے کے ساتھ ساتھ اخباری یا عوامی اردو کا رواج آ گیا ہے اور آج کے پڑھنے والے کے لئے دقیق اردو کا پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہو گیا ہے۔ سکندر صاحب نے روزآنہ کی بول چال میں یہ سیرتِ رسولِ اعظم ﷺ کا تحفہ امتِ مسلمہ کے اردو دان حضرات کی خدمت میں پیش کر کے وقت کا اہم تقاضہ پورا کیا ہے۔

کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلے میں وہ واقعات جمع کئے گئے ہیں جن کی ولادت نبوی یا میلادی تاریخ میسر آسکی دوسرے حصہ میں نبوتِ عظمیٰ سے لے کر ہجرت تک کے واقعات ہیں اور اس کے بعد ہجرت سے وفات النبی ﷺ تک واقعات قلمبند ہیں۔ ہر اسلامی تاریخ کے ساتھ عیسویں تاریخ بھی درج ہے۔ کچھ اہم واقعات جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے رونما ہوئے لیکن ان کی

تاریخ کی تحقیق نہیں ہے اس لئے وہ ٹیکسٹ میں شامل نہ ہو سکے اگر یہ واقعات میں شامل ہو جاتے اور ان کے ماہ و سال مل جاتے تو کتاب سیرت کی تکمیل میں اہم پیش رفت ہوتی اس بات کی وضاحت مندرجہ ذیل چند واقعات سے بخوبی ہوتی ہے۔

ہادی اعظم حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے لوگوں کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا کس قدر انتظار تھا خاص طور پر یہود کو اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدگرامی حضرت مالک بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک دن بنی عبدالاشہل کے پاس آیا تا کہ اس سے بات چیت کر سکوں ان دنوں ہم باہمی صلح صفائی کر کے جنگ کو روکے ہوئے تھے (جو قبل از اسلام دورانِ جاہلیت میں ہمارے درمیان ہوتی رہی تھیں) تو میں نے یوشع یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ ظہور وولادت قریب آ چکا ہے جن کو احمد پکارا جائے گا۔ جو حرم مکہّ سے ظہور پزیر ہوں گے۔ اس پر خلیفہ بن ثعلبہ اشہلی نے بطور مزاح واستہزاء کہا! اس نبی کی صفت وشان کیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ وہ درمیانہ قد ہوں گے نہ بہت طویل اور نہ بالکل پست قامت، ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہوں گی۔ وہ چادر اوڑھیں گے اور گدھے کو بھی اپنی سواری کا شرف بخشیں گے اور یہ شہر (مدینہ منورہ) ان کا مقام ہجرت ہوگا۔

حضرت مالک بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرماتے ہیں میں اپنی قوم بنوخُدرہ کی طرف لوٹا اور میں ان دنوں یوشع یہودی کی باتوں پر تعجب کا اظہار کرتا تھا تو میں نے ایک دوسرے آدمی کو یوں کہتے ہوئے سنا کہ تمہارے خیال میں صرف یوشع یہ بات کرتا ہے۔ یہ تو یثرب (مدینہ منورہ) کے تمام یہودی کہتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت مالک بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں گھر سے نکلا اور بنوقریظہ (یہود کا قبیلہ) کے پاس آیا تو ان سب نے دورانِ گفتگو نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کیا۔ اس پر زہیر بن باطا نے کہا کہ وہ سرخ ستارہ جو صرف نبی کے ظہور ولادت کے وقت طلوع ہوتا ہے وہ طلوع ہو چکا ہے اور اب سوائے احمد مجتبیٰ علیہ سلام کے اور کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور مدینہ منورہ ان کا دارالہجر ۃ ہے۔

حاکم نے مستدرک میں حدیث نقل کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا اے اللہ! میں تجھ کو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری خطا معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! تم کو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا کیسے معلوم ہوا۔ حضرت آدم علیہ سلام نے فرمایا! میں نے سر اٹھا کر عرش کے پایوں پر نظر ڈالی تو یہ الفاظ لکھے ہوئے دیکھے

لَاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

اس سے میں نے خیال کیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس شخص کا نام ملایا ہے وہ ضرور تجھ کو محبوب ترین خلق ہوگا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ! اے آدم (علیہ السلام) تو نے سچ کہا

'' اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا ''

حاکمؒ نے اسی حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تشریف آوری سے پہلے اس قسم کے کئی واقعات اور بشارتیں تاریخ میں ملتی ہیں جس میں آپ ﷺ کی آمد کی خوش خبریاں دی گئیں چونکہ ان واقعات کے ماہ و سال کا تعین نہیں ہے۔ اس لئے فاضل مصنف انہیں کتاب میں شامل نہ کر سکے۔

کتاب کا نام "سیرت رسولِ اَعظم ﷺ" بھی خوب ہے پہلے یہ عنوان استعمال نہیں ہوا اور حقیقت کے قریب ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے اس اسم اعظم میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ چونکہ علامہ اقبال جب ایف۔اے میں پڑھتے تھے تو ان کے والد صاحب شیخ نور محمد نے نصیحت کرتے ہوئے انہیں فرمایا جو کہ علامہ کے الفاظ میں اس طرح ہے

''انسانیت کو جس معراج پر پہنچانا فطرت کا مقصود ہے اس کا نمونہ ہمارے سامنے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ سلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ سلام تک ہر نبی محمد صلّی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف مدارج تھے۔ وہ سلسلے گویا تکمیل محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کے منازل تھے بنیادی اصول ہر جگہ ایک تھا۔ البتہ شعورِ انسانی کا ارتقاء کے ساتھ ساتھ فروعات کی تکمیل ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم مکمل ہو گئے اور بابِ نبوت بند ہو گیا۔ انسانیت اپنی معراج کبریٰ تک پہنچ گئی اب ہر انسان کے سامنے معراجِ انسانیت کا نمونہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔

علامہ اقبال اپنی فارسی نعت شریف میں یوں فرماتے ہیں

ترجمہ: آپ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے ہی زندگی کا شباب ہے۔ تیرا ظہور اس کائنات کی زندگی کے خواب کی تعبیر ہے۔

اے زمین! انہی کی بارگاہ سے تجھے شرف حاصل ہوا اور اے آسماں! تو انہی کی قدم بوسی سے بلند و بالا ہوا۔ آپ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم ہی کے روئے روشن سے تمام جہت روشن ہیں۔ کیا ترکستان، کیا تاجیک، کیا عرب اور کیا ہند۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم ہی کے وجود سے اس کائنات کا پایہ بلند ہے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کا فقر ہی اس کائنات کا سرمایہ عظیم ہے۔

میرے عزیز محترم سکندر نقشبندی کے اصرار پر یہ تعارف لکھنے کی سعادت مجھے عطا ہوئی اور اس بہانے اس کتاب میں کچھ حصہ پڑ گیا۔ اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے حبیب پاک محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اس کتابِ سیرت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور سکندر صاحب کو دنیا و آخرت کی نعمتیں عطا فرمائیں۔ ان کے ساتھ مجھے اور کتاب کے ہر پڑھنے والے کو شامل فرمائیں۔ (آمین ثم آمین)

ڈاکٹر اقبال علی
نیوارک۔ کیلی فورنیا۔ امریکہ
۲۴ ستمبر ۲۰۱۳ء

سابق پروفیسر: این۔ای۔ڈی یونیورسٹی آف انجینیر نگ کراچی۔ پاکستان
شاہ فہد جامعہ البیڑ ول المعادن۔ الزھران۔ سعودی عرب
یونیورسٹی آف انجینیر نگ اینڈ ٹیکنالوجی۔ لاہور۔ پاکستان

☆☆☆

اپنے دل کی بات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُ ہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ
نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسَنَاوَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مِنْ یَّھْدِ ہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ
وَ مِنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِ یَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہُ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَ ہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّد نَا وَسَنَدَ نَا وَ نَبِیِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدً ا عَبْدُ ہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا
کَثِیْرًا کَثِیْرًا ☆ اَمَّابَعْدُ
فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰل اِبْرَاھِیْمِ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اَبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ☆

فخرِ موجودات ، سرورِ کائنات، شافعِ محشر، خاتم المرسلین ، سیدالکونین، امام الانبیاء، رحمت للعالمین، ساقیِ کوثر، سید العرب والعجم حضرتِ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اس قدر لکھا، پڑھا اور کہا گیا ہے کہ اب آنے والے زمانے کا کوئی شخص ان کے مقام ومرتبہ میں نہ کوئی اضافہ کرسکتا ہے نہ ایسی کوئی توصیف کرسکتا ہے جو کہ پہلے سے نہ کی گئی ہو۔ لیکن اس کے باوجود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں قیامت تک لکھا، کہا اور سنا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ☆ (سورۃ الم نشرح ۔۴)

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کر دیا

اس کتاب کے لکھنے میں جو جذبہ کارفرما تھا اس کی مثال اس بڑھیا کی سی ہے جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے لئے کھوٹے سکّے لے کر چلی تھی۔ لوگوں نے اس سے کہا کے تو بیوقوف ہوگئی ہے ان کھوٹے سکّوں سے یوسف (علیہ السلام) کو خریدنے چلی ہے جبکہ بڑے بڑے سردار اور رئیس ان کے خریدنے کے لئے بے تاب ہیں اس پر بڑھیا نے تاریخی جواب دیا کہ مجھے بھی معلوم ہے کے میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ میں حضرت یوسف (علیہ سلام) کو خرید سکوں لیکن اتنا تو ہو جائے گا کہ جب بھی حضرت یوسف (علیہ سلام) کے خریداروں کا نام آئے گا تو اس میں میرا بھی نام آئے گا اور تاریخ نے ثابت کر دیا کہ کتابوں میں مالدار لوگوں کے نام موجود نہیں ہیں لیکن اس بڑھیا کا قصہ موجود ہے۔

اللہ تعالٰی سے میری یہ التجاء ہے کہ میری اس ٹوٹی پھوٹی کوشش کو اس بڑھیا کے کھوٹے سکوں کی طرح قبول فرما لے اور میرے لئے اسے شفاعت کا ذریعہ بنا دے ورنہ اعمال کی وجہ سے کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخیر دنوں میں فرمایا کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنّت، دین کو سمجھنے کے لئے یہ دونوں چیزیں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں ان کو پسِ پشت ڈال کر کوئی بھی دین کو سمجھ ہی نہیں سکتا اور گمراہی کا شکار ہو جائے گا اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے ان کو مدنظر رکھتے ہوئے دین کی تعلیم حاصل کرے۔ کتاب و سنّت کو سمجھنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور حالات کے بارے میں علم ہو۔

سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات وصفات کے بارے میں لکھنے والے کو جو لذّت و تسکین ملتی ہے اس کا اندازہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ دنیا کی وہ واحد ہستی ہیں جن کے بارے میں آج چودھا سو سال گزر جانے کے باوجود ان کی ظاہری و باطنی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جن کے بارے میں موجودہ دور کے کسی بھی مشہور شخص سے زیادہ لوگ نہ جانتے ہوں۔ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ہر

حیثیت سے انسانیت کو مکمل ہدایت مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا

اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا☆ (سورۃ الاحزاب۔21)

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔

دین کے ہر ہر شعبہ میں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ کرنے سے راہنمائی ملے گی اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک پہلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہی ہوئی ایک ایک بات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا ایک ایک عمل ہر وقت ذہن نشین رکھے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ہمیشہ حضور اکرم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنے زیرِ مطالعہ رکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مختصر سی زندگی میں ایک بہت بڑی ٹیم تیار کردی جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دین کو دوسروں تک اسکی اصل ہیئت اور حالت میں پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس طرح سے تعریف کی کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور میرے صحابہؓ کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے اور اسی پر چل کر ہی دنیا و آخرت کی فلاح کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

سب سے مختصر اور جامع سیرت رسول ﷺ اگر کسی نے بیان کی ہے تو وہ ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ ہیں جنہوں نے فرمایا (کان خلقہ القرآن) آپؓ نے اس مختصر سے جملے میں ایک عظیم الشان سمندر کو کوزے میں بند فرمادیا۔

اس کتاب کے لکھنے کی تحریک دراصل اس کی انفرادیت کی وجہ سے ہوئی یہ کتاب تقویم کی ترتیب سے لکھی گئی ہے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدائش سے لے کر دنیا سے پردہ فرمانے تک جس ترتیب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں جو واقعات اور احکامات ہوئے ہیں اسے اسی

ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ بعض قاریوں کو اس کتاب میں شاید ربطہ نہ محسوس ہو۔ لیکن اگر اس بات کو مدِ نظر رکھ کر کتاب پڑھی جائے کہ جو واقعہ جس ترتیب سے ہوا اس کو اسی طرح لکھ دیا گیا ہے تو امید ہے کہ پڑھنے والے کو ان واقعات میں تسلسل اور ربط محسوس ہوگا۔ انشا اللہ قاری کو اس بات میں دلچسپی معلوم ہوگی کے کون سا حکم کس حکم کے بعد آیا یا کون سا واقعہ پہلے ہوا اور کون سا بعد میں۔ سب سے اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں واقعات اور احکامات اتنی کثرت سے اچانک تبدیل ہوئے ہیں اور ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردِ عمل بالکل حالات کے مطابق ہوتا ہے جو کسی بھی دوسرے انسان کے لئے ممکن نہیں ہے کہ بیک وقت متضاد باتوں میں اپنے جذبات احساسات اور عمل کو اعتدال میں دکھ سکے۔

سیرتِ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا موضوع ہے کہ اس کے ہر لکھنے والے نے اپنی تالیف میں کوئی نہ کوئی امتیازی پہلو یا انفرادیت نمایاں طور پر پیش کرنے کی کوشش نہ کی ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ کوئی اپنی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام پہلوؤں، گوشوں اور جہتوں کا ممکن طور پر احاطہ کر سکے۔ لیکن رسولوں کے حالات ہی امت کے لئے اصل ہدایت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پچھلے انبیاءؑ کے تذکرے کئے ان کے حالاتِ زندگی کا ذکر کیا گیا اور ان کے اہم واقعات بڑی تفصیل سے بیان لئے گئے۔ کوئی واقعہ یا ذکر ایسا نہیں ہے۔ جس میں انسانوں کے لئے نصیحت یا عبرت کا پہلو نہ نکلتا ہو۔

پچھلی امتوں کے پاس اپنے انبیاء اکرام کے جو واقعات و حالات محفوظ ہیں اس میں بے شمار ردو بدل ہو گئی ہیں جو انسانوں کو ہدایت کی طرف لے جانے کے بجائے گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ سلام کے انتقال کے تقریباً تین سو (۳۰۰) سال بعد توریت لکھی گئی اور تقریباً ایسا ہی انجیل کے ساتھ ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی زندگی کے صرف تین سال کے حالات تاریخ سے معلوم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر یہ احسان کیا ہے کہ قرآنِ کریم میں ان انبیاء اکرام کے حالات و واقعات کو کاٹ چھانٹ کر بالکل اصل شکل میں پیش کر دیئے ہیں جو قرآن کریم میں ہونے کی وجہ سے قیامت تک کے

لئے محفوظ ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ☆ (سورۃ الحجر۔۹)

ترجمہ: ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اس سے نہ صرف قرآن بلکہ حضور اکرام (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی پوری حیاتِ طیبہ محفوظ ہو گئی۔ مثلاً قرآن میں چوری، سود، شراب، زنا اور دوسرے احکامات کا ذکر آیا مگر اس کی تفصیل رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بیان کی اب اس قرآنی حکم کی وجہ سے وہ تمام تفصیل بھی محفوظ ہو گئیں ورنہ اگر احکام رہ جائیں اور ان پر عملدرآمد کیسے کیا جائے یہ معلوم نہ ہو تو احکام بھی بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى (۳) اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى (۴) (سورۃ النجم۔۴،۳)

ترجمہ: اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں (۳) وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ (۴)

اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا ہے اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ☆

(سورۃ النساء۔۶۴)

ترجمہ: ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آ جاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے۔ تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے (۶۴)

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ

عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ☆ (سورۃ النساء۔۸۰)

ترجمہ: اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جو منہ پھیر لے تو ہم نے آپ (ﷺ) کو کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔(۸۰)

اطاعت کا تعلق محبت وعقیدت سے ہے اگر کسی کے دل میں کسی کی محبت وقلبی تعلق نہ ہو تو اس کی بات پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اگر محبت اور عقیدت ہو تو انسان اس کی باتوں پر سچے دل سے عمل کرتا ہے اور اس میں خوشی اور راحت محسوس کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا!

قَلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَا تَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنوُبَكُمۡ ط وَا للّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ☆ (سورۃ آلِ عمران ۔۳۱)

ترجمہ: کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔(۳۱)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی امت کو صرف پوجا پاٹ کے خشک طریقے نہیں سکھلائے بلکہ مکمل زندگی گزارنے کا ضابطۂ اخلاق بتایا۔ جس میں ایمانات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کا مکمل نظام موجود ہے۔ جو رہتی دنیا تک قائم ودائم رہے گا۔ اس نظام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ کسی خاص خطۂ ارض، کسی خاص زبان بولنے والوں کیلئے یا کسی خاص قوم کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ تمام عالم کے لئے ہے۔ ان احکامات میں اتنی وسعت اور لچک ہے کہ ہر خطے کے لوگ اس پر عمل کرنا چاہیں تو ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے سوائے سُستی اور انکار کے۔

اگر کوئی شخص دنیا وآخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی چاہتا ہے تو اس کے پاس رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اسوۃ حسنہ کی پیروی کرنے کے علاوہ اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ایک مسلمان پر اللہ تعالیٰ نے دوہری ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ خود بھی سیدھے راستہ پر چلے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّا سِ تَاْمُرُوْنَ بِا لْمَعْرُوْفِ وَتَنْهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِا للّٰه ط وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ☆ (آلِ عمران ۔ ١١٠)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو بُری باتوں سے روکتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔ (١١٠)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کبریا (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مقام شفاعت اور بلند درجہ عطا فرمایا ہے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے محبت مسلمانوں پر فرض قرار دی گئی ہے۔

اس دورِ حاضر میں صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ تمام انسانیت کو سیرتِ نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اخلاقی، تمدنی، معاشرتی راہنمائی کی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے اس کی ضرورت اور اہمیت کا احساس کرتے ہوئے قرآن کریم کی تدوین کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو محفوظ بنانے کی سرتوڑ کوششیں کیں اور قیامت تک آنے والی امتِ مسلمہ پر احسان عظیم کیا۔ مسلمانوں کو اس بات پر فخر ہے اور دنیا کو چیلنج بھی ہے کہ ایسی کوئی ہستی نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے نہیں گزری جن کے حالات زندگی اتنی جامعیت اور احتیاط کے ساتھ محفوظ کئے گئے ہوں اور نہ قیامت تک ایسی کوئی ہستی کے آنے کی توقع ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال و افعال تحقیق کے ساتھ لکھنے والوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے اور ملنے والوں میں تیرہ ہزار شخصیات ایسی ہیں جن کے نام و حالات محفوظ ہیں اور اہم بات یہ ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا زیادہ رواج نہ تھا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عادت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنتے تھے لکھ

لیا کرتے تھے قریش نے ان کو منع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی غیظ وغضب کی حالت میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی میں اور تم سب کچھ لکھتے جاتے ہو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس بات پر لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم لکھ لیا کرو اور اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق نکلتا ہے۔ (ابوداؤد)

امام زہریؒ جو کہ امام بخاریؒ کے شیخ الشیوخ ہیں انہوں نے حدیث وروایات حاصل کرنے کے لئے بڑی محنتیں کیں۔ وہ مدینہ منورہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جاتے، جوان، بوڑھے، مرد، عورت، جو مل جاتا یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وحالات پوچھتے اور ان کو تحریر کرتے تھے۔ مشہور مورخ وسیرت نگار محمد بن اسحٰقؒ انہی کے شاگردوں میں سے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے مدنی دور میں دینِ اسلام کی تبلیغ، ترقی و ترویج کے لئے اور اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں کو ظلم اور جبر سے نکالنے کے لئے مختلف غزوات کئے اور سرایا بھیجے۔ (غزوات ان جنگی مہموں کو کہتے ہیں جن میں حضورِ اکرم ﷺ بنفسِ نفیس شریک ہوئے ہوں اور سرایا۔ یہ سریہ کی جمع ہے۔ ان جنگی مہمات کو کہتے ہیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ اکرامؓ کو لشکر دے کر دشمن کے خلاف بھیجا ہو)۔ کتبِ سیرۃ اور تاریخ اسلام کی مختلف کتابوں میں ان غزوات اور سرایا کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں بعض غزوات اور سرایا ایسے ہیں جو مختلف کتابوں میں مختلف ناموں سے لکھے گئے ہیں۔ قاری کو یہ دقت پیش آتی ہے کہ وہ انہیں دو مختلف واقعات سمجھتا ہے جبکہ وہ ایک ہی واقعہ ہوتا ہے۔ ان تمام غزوات اور سرایا کو تحقیق کر کے ان کے مختلف نام ایک ساتھ لکھ دیے ہیں تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے یہ دو مختلف ناموں سے مشہور واقعہ دراصل ایک ہی ہے۔

اس کتاب کے لکھنے میں میرے شفیق و مربیّ شیخ حضرت ڈاکٹر حافظ منیر احمد نقشبندی دامت برکاتہٗ کی دعاؤں اور ان کے روحانی فیوض و برکات کی وجہ سے بہت ہمت وحوصلہ ملا ورنہ میں اپنے اندر اتنی قدرت

وصلاحیت نہ پا تا تھا علاوہ ازیں میری پہلی کتاب ’’دل کی اقسام‘‘ کا مثبت ردعمل دیکھ کر اپنی کم مائیگی کے سبب سیرت پر قلم اٹھانے میں جو ہچکچاہٹ تھی اسے بھی اللہ تعالیٰ نے دور فرما کر شرحِ صدر کر دیا۔

میں دل کی گہرائیوں سے اپنے رب کریم کا شکرگزار ہوں کہ اس نے ’’سیرت رسول اعظم ﷺ‘‘ کی کتابی شکل ممکن بنا کر مجھے ایک بہت عظیم سعادت نصیب کی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کے بارے میں ضرور کہنا چاہوں گا کہ فی زمانہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جاننا صرف ضروری نہیں بلکہ فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ناکارہ کی کوشش کو محض اپنے لطف وکرم سے قبول فرمائے اس کتاب کو ہم سب کے لئے اصلاح کا ذریعہ بنائے اور یہ میرے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہو۔ (آمین ثم آمین)

طالبِ دعا

سکندر نقشبندی

19 شعبان المعظم 1434 ہجری بروز جمعۃ المبارک

بمطابق 28 جون 2013ء

ٹورنٹو ۔ کینیڈا

Tel: (001) 647 - 890 - 1317

Email: sikander.naqshbandi@gmail.com

حصہ اول

بترتیب سنۃ میلادی

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

من وجھک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کانَ حقه،

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

(حافظ شیرازیؒ)

1.1۔ ولادتِ حضرت عبداللہ والد ماجد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تاریخ: 545ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سلسلہ نسب محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مّرہ بن کعب بن لُوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن فہر بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُدو بن المقوم بن تارخ بن یشجب بن یعرب بن ثابت بن اسمٰعیلؑ بن ابراہیم علیہ السلام۔ (فتح الباری)

حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام فاطمہ عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ ہے۔

حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں عبداللہ سب سے خوبصورت، پاکدامن اور چہیتے تھے۔ آپ کی ولادت سے حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں کی تعداد دس ہوگی تھی۔ حضرت عبداللہ کے بھائی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچاؤں کے نام حارث، زبیر، ابوطالب، حمزہؓ، ابولہب، عیداق، مقوم، صفار اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔

حضرت عبداللہ کی بہنوں کے نام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں کے نام بیضاء (ام حکیم)، بّرہ، عاتکہ، صفیہؓ، اروٰی اور امیمہ ہیں حضرت ابوطالب اور حضرت زبیر ماں کی طرف سے سگے بھائی تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ ان کے دس بیٹے ہوگئے تو وہ ایک بیٹے کو اللہ کے نام سے ذبح کردیں گے۔ آپ کے دس بیٹے ہوگئے۔ جب سب جوان ہو گئے تو حضرت عبدالمطلب نے قرعہ ڈالا تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ آپ چھیری لے کر ان کو ذبح کرنے کو تیار ہوگئے۔ مگر لوگوں کے کہنے پر مزید تحقیق کرنے کے لئے ایک کاہنہ عورت کے پاس گئے اس عورت نے پوچھا تمہارے ہاں قتل ناحق کا خون بہا کتنا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ دس اونٹ، اس نے کہا قرعہ ڈالو۔ اگر اونٹ پر آئے تو اونٹ ذبح کردینا۔ اگر آپ کے بیٹے پر آئے تو اونٹوں کی تعداد بڑھادینا۔ اس طرح قرعہ ڈالنے سے ہر دفعہ قرعہ حضرت عبداللہ پر نکلتا تھا تو آپ دس اونٹ بڑھا دیتے تھے اس طرح کرتے کرتے سو (۱۰۰) اونٹ ہوگئے تو قرعہ اونٹوں پر نکلا تو حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے بدلے سو اونٹ ذبح کئے اور تمام مکہ والوں کو اس کا گوشت کھلایا اور اس طرح (حضرت عبداللہ) ذبیح اللہ کے لقب

سے مشہور ہو گئے۔ خاص بات یہ ہوئی کہ اس واقعہ کہ بعد سے قتل ناحق کی دیت سو اونٹ مقرر ہو گئی۔

حضرت عبداللہ کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی جبکہ کسریٰ نوشیروان کے ملک اور حکمرانی کو چوبیس (۲۴) سال گزر چکے تھے .جب آپ کی عمر مبارک چوبیس سال ہوئی تو آپ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہو گیا، حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عمر اس وقت تقریباً (۱۷) برس تھی۔ حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبیلہ زہرہ کے رئیس وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب کی صاحبزادی تھیں جو اپنے چچا وہیب بن عبدمناف کا پاس رہتی تھیں۔ حضرت آمنہؓ کے چچا کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام ہالا تھا۔ ان سے حضرت عبدالمطلب نے نکاح کیا۔ ایک ہی محفل میں دونوں نکاح ہوئے۔ حضرت ہالا حضرت حمزہؓ کی والدہ تھیں جو آپ ﷺ کے رضائی بھائی اور چچا تھے۔ (طبقات الکبریٰ)

حضرت ایوب بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ قریش کے قافلہ تجارت میں شام کی طرف نکلے جب تجارت سے فارغ ہوئے تو واپسی پر مدینہ طیبہ سے گزر ہوا، حضرت عبداللہ ان دنوں بیمار تھے قافلے کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے اس لیے اپنی ننھیال میں بنی عدی بن نجار میں ٹھہر گئے۔ آپ وہاں ایک ماہ تک بیماری کی حالت میں رہے۔ دوسرے لوگ مکہ پہنچ گئے حضرت عبدالمطلب نے ان کے متعلق قافلے والوں سے پوچھا انہوں نے بتایا کہ وہ اپنی ننھیال میں ٹھہر گئے ہیں۔ ہم نے انہیں بیماری کی حالت میں چھوڑا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے اور ان کے بھائی حارث کو بھیجا تا کہ حال دریافت کریں اور ان کو اپنے ساتھ لے کر مکہ آئیں۔ جب وہ وہاں پہنچے تو ان کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کو دارنابغہ میں دفن کیا جا چکا تھا یہ بنی عدی بن نجار کا ایک مکان تھا۔ حضرت عبداللہ کا انتقال 571ء میں ہوا اس وقت آپ کی عمر پچیس (25) سال تھی حضرت حارث کو بہت دکھ ہوا اور وہ غمگین مکہ واپس لوٹ آئے اور اپنے والد حضرت عبدالمطلب کو آپ کے انتقال کی خبر دی۔

1.2 ۔ واقعہ اصحاب الفیل

محرم 1 سنہ میلادی ، 571ء

یمن کا حکمران ابرہہ بن الاشرم (صباح حبشی) تھا۔ اس نے یمن میں ایک عبادت خانہ بنایا اور اس کی خوب زیبائش اور آرائش کی اس نے کہا کہ میں تمام حاجیوں سے کہوں گا کہ اس عبادت گاہ کا حج کیا کریں اور اس کو مرکز سمجھیں۔ جب اہل عرب کو معلوم ہوا تو وہ بد بخت بادشاہ ابرہہ خانہ کعبہ کی عظمت اور عزت کو ختم کرنا چاہتا ہے تو ان میں سے ایک شخص اس کی عبادت گاہ پہنچا اور اس مصنوئی کعبہ میں قضائے حاجت کر دی۔ ابرہہ کو جب پتہ چلا تو وہ غیظ وغضب سے آگ بگولا ہو گیا اور اس نے قسم کھائی مکہ جا کر وہاں کعبہ کو (نعوذ باللہ) مسمار کر دوں گا۔ چنانچہ وہ ایک لشکر لے کر جس میں نو (9) یا تیرا (13) ہاتھی اور ساٹھ (60) ہزار فوج کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ کرنے لئے نکلا۔

مکّہ کے قبائل اس کا مقابلہ نہ کر سکے اس لئے وہ بغیر مزاحمت کے آگے بڑھتا گیا۔ جب مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادیِ محسر پہنچا تو اس کا ہاتھی بیٹھ گیا۔ اس نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ وہاں قریب قریش کے جانور اور اونٹ چرا کرتے تھے اس نے وہ تمام لوٹ لئے کہا کہ آدمی مکہ بھیج کہ معلوم کرو کہ یہاں کا سردار کون ہے اور اس کو بتلاؤ کہ ہم (نعوذ باللہ) خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے آئے ہیں۔ اس وقت خانہ کعبہ کے متولی حضرت عبدالمطلب حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دادا تھے ان کو پیغام پہنچا دیا گیا حضرت عبدالمطلب نے فرمایا! واللہ نہ ہم ابرہہ سے جنگ کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ ہمارے اندر اتنی قوت و طاقت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا با عزت اور با کرامت گھر ہے اس کے خلیل حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا گھر ہے وہ خود حفاظت فرمائے گا۔ وہ اس پر قادر ہے اور اس کی حفاظت ضرور کرے گا۔

حضرت عبدالمطلب کو ابرہہ کہ پاس لایا گیا اس نے عزت و اکرام کیا۔ پوچھا کوئی حاجت اور عزت ہو تو بتاؤ آپ نے کہا میرے دوسو اونٹ جو تم نے لوٹ لئے ہیں وہ واپس کر دو۔ جب ابرہہ کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے ترجمان کے ذریعہ سے کہا کہ میں نے تمہاری وجاہت اور شوکت و عظمت و ہیبت دیکھ کر بہت متاثر ہوا تھا اور تمہارا جواب سن کر سارا تاثر زائل ہو گیا۔ مجھے تعجب ہے کہ تم دوسو اونٹ کا مطالبہ کرتے ہو اور وہ گھر جو تمہارا اور تمہارے آباؤ کا اجداد کا دین ہے اسے نظر انداز کرتے ہو۔ حالانکہ میں اس کے گرانے کے لئے آیا

ہوں۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ان اونٹوں کا میں مالک ہوں اس لئے مطالبہ کر رہا ہوں اور اس گھر کے مالک ہم نہیں اور نہ وہ ہماری حفاظت وپناہ میں ہے اس کا مالک اور ہے وہ ضرور اس کی حفاظت کرے گا۔ حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس سے اٹھے اور قریش کے پاس آئے ان کو مکہ مکرمہ سے نکل کر پہاڑ کی کھائیوں میں پناہ لینے کا حکم دیا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کرنے لگے۔ دوسری طرف جب ابرہہ نے مکہ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی اس کا ہاتھی جس کا نام محمود تھا وہ بیٹھ گیا انتہائی کوشش اور مارنے پیٹنے کے باوجود وہ آگے جانے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا اور اگر یمن کی طرف واپس جانے لگتے تو واپسی کے لئے دوڑنے لگتا تھا ان کی یہ کوشش ابھی جاری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے جھنڈ بھیج دیے۔ ہر پرندے کے پاس تین تین کنکریاں تھیں ایک چونچ میں دو پنجوں میں بظاہر یہ کنکریاں چنے کے اور مسور کے دانے کے برابر تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ تاثیر رکھی تھی کہ جس کو لگیں وہ موقع پر ہی ہلاک ہو جاتا جب کنکریوں کی یہ بوچھاڑ دیکھی تو لشکر بھاگ کھڑا ہوا کوئی گھائی میں جا کر مرا اور کوئی میدانی علاقہ میں جا کر مرا۔ ابرہہ بھی واپسی کی طرف بھاگا اس کے جسم میں ایک مہلک مرض پیدا ہو گیا جس سے اس کی انگلیاں کٹ کر گر گئیں اور جب وہ واپس صنعاء پہنچا تو کمزوری اور لاغری کی وجہ سے چوزے کی مانند ہو گیا تھا حتیٰ کے اس کا سینہ پھٹ گیا اور اس کا دل باہر آ گیا اور ذلت اور رسوئی کے ساتھ عبرتیں چھوڑ کر جہنم واصل ہوا۔ (الوفا)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیلِ ο اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَ ھُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍο
وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡھِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ο تَرۡمِیۡھِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍο
فَجَعَلَھُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ☆

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کے تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا ان کے مکر کو بے کار نہیں کر دیا۔ اور ان پر

پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے۔ جو انہیں مٹی اور پتھر کی کنکریاں مار رہے تھے۔ پس انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔

1.3۔حضرت بی بی آمنہ کا خواب

1 سنہ میلادی ، 571ء

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا! میں اپنے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ میری ماں نے جب میں پیٹ میں تھا ایک خواب دیکھا تھا کہ ان کے بدن سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محل روشن ہوگئے۔ ابن سعد نے حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معدان تابعی سے روایت کی ہے اور حضرت عرباض (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ساریہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے سنا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور خاتم النبیین اس وقت سے ہوں جب میرے باپ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ میں اس کی تفصیل بتاتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ اسی طرح پیغمبر کی مائیں خواب دیکھا کرتی ہیں۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے وقت خواب دیکھا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محل روشن ہوگئے ہیں۔

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت مبارک پڑھی۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًاO

وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًاO (سورۃ الاحزاب۔45،46)

ترجمہ: اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ ﷺ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا آگاہ کرنے والا بھیجا ہے (45) اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ (46)۔

1.4 ۔ ولادت باسعادت

1 ہ میلادی ، پہلا دن ، 571 ء

بروز پیر بمطابق 20 اپریل 571ء ربیع الاول کا مہینہ تاریخ 9 یا 12 اس کے علاوہ بھی بیان کی گئی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے وقت ایوان کسریٰ کے 14 کنگرے گر گئے ۔ مجوس کا آتش کدہ فارس بجھ گیا۔ دریائے سادہ خشک ہوگیا۔ (بیہقی)

حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت سے مروی ہے کہ میں بوقت سحر ایک فارع نامی ٹیلے پر موجود تھا کہ اچانک بہت تیز اور بلند ترین آواز میرے کانوں میں پڑی۔ غور کیا کہ آواز کدھر سے آرہی ہے تو ایک یہودی مدینہ طیبہ کے ٹیلوں پر سے ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا ہے اور ہاتھ میں ایک آگ کا شعلہ ہے سب لوگ دوڑ کر اس کے پاس جمع ہوگئے اور پوچھنے لگے کے تجھے کیا مصیبت آ گئی ہے کیوں چلا رہا ہے بولا یہ ستارہ احمد مجتبیٰ (ﷺ) والا طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ ظہور نبوت کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء (علیہ سلام) میں سے صرف محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی تشریف لانے والے ہیں۔ لوگوں نے اس پر ہنسنا شروع کردیا اور اس بات پر حیرانی کا اظہار کیا۔ (الوفا)

حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے حاملہ ہونے سے ولادت تک کبھی کسی قسم کی مشقت اور تکلیف محسوس نہیں کی اور مجھے حکم دیا گیا کے میں ان کا نام احمد ﷺ رکھوں۔ حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتی ہیں کہ جب مجھے مخصوص اور زچگی والی کیفیت طاری ہوئی تو مجھے ستارے یوں نظر آنے لگے جسے بالکل قریب ہوگئے ہوں اور مجھ پر گرنے والے ہیں۔ جب میں نے ان کو جنم دیا تو ایسا نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے مکان وحجرہ روشن ہوگیا حتیٰ کہ جدھر دیکھتی تھی نور ہی نور تھا۔

حضرت شفا جو حضرت عبد الرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عوف کی والدہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ہاتھوں آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آواز بلند فرمائی جیسے کہ ولادت کے بعد بچے آواز نکالتے ہیں تو میں نے ایک آواز دینے والے کو یوں کہتے ہوئے سنا رحمکَ ربکَ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور میرے چاروں طرف نور سے روشن ہوگیا۔ آپؓ کا شمار سب سے پہلے ایمان

لانے والوں میں سے ہے۔

حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ جب میں نے بیٹے کو جنم دیا تو وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے اور آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر مٹھی میں مٹی لی اور سجدے کی طرف مائل ہوئے۔ ولادت کے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناف کٹی ہوئی تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے اور اس میں سے دودھ کا فوارہ پھوٹ رہا تھا۔ حضرت وہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن زمعہ کی پھوپی سے روایت ہے کہ جب حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جنم دیا تو خوشخبری سنانے کے لئے ایک آدمی حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا وہ اس وقت حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی اولاد اور دیگر قریش کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالمطلب خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور گھر آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گود میں اٹھایا اور خانہ کعبہ کے اندر لے گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے دعا کرتے رہے۔

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بوقت ولادت مختون تھے اور مسکرا رہے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دادا نے جب دیکھا تو کہا میرے بیٹے کی عجب شان ہوگی۔ والدہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بہن ہالہ بنت وہب حضرت عبدالمطلب کی بیوی تھیں اور حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ تھیں اس رشتہ سے حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چچا ہونے کے ساتھ خالہ زاد بھائی بھی تھے۔

1.5 ۔ حضرت ثوبیہ کی رضاعت

1 سنہ میلادی ، پہلا دن ، 571ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابولہب کی آزاد کردہ کنیز حضرت ثوبیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی رضاعت میں دے دیے گئے ۔حضرت ثوبیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمطلب اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالاسد مخزومی کو بھی دودھ پلایا تھا۔ (زرقانی)

حضرت ثوبیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے شادی کے بعد تک مدینہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتی رہتی تھیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے لباس اور دوسری اشیاء ارسال کرتے رہتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مسلمان ہوئیں کہ نہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خواب میں دیکھا کہ ابولہب بُرے حال میں ہے۔ آپ نے حال دریافت کیا تو کہنے لگا کہ دنیا سے رخصت ہوکر یہاں آیا تو کوئی راحت و آسائش نصیب نہیں ہوئی صرف اتنا ہے کہ ثوبیہ کے آزاد کرنے کے لئے جس اُنگلی سے اشارہ کیا تھا اس سے مجھے ٹھنڈا پانی پلایا گیا۔ (صحیح بخاری، فتح الباری، البدایہ والنہایہ)

1.6۔ نامِ مبارک کا انتخاب

1 سنہ میلادی ، ساتواں دن ، 571ء

دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام محمد رکھا اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد رکھا۔

1.7 ۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت

1 سنہ میلادی ، آٹھواں دن ، 571ء

قبیلہ بنی سعد بن بکر کی خاتون حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت ابی ذویب کو رضاعت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے شوہر کا نام حضرت حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالعزیٰ اور کنیت ابو کبشہ تھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رضاعی بہن بھائی عبداللہ، انیسہ، حذامہ یا جذامہ انہی کا لقب شیما تھا۔ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گود میں کھلاتی تھیں۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ ﷺ کے

چچیرے بھائی حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالے سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رضاعی بھائی تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا پورا گھرانہ مسلمان ہوگیا تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں اور میرا شوہر رضاع کے لئے بچے حاصل کرنے والی عورتوں کی جماعت کے ساتھ گھر سے نکلے میری سواری انتہائی کمزور اور لاغر تھی سب سواریوں سے پیچھے چل رہی تھی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ اس لئے کوئی کھانے پینے کے قابل شے نظر نہ آئی تھی۔ ہمارے ساتھ ایک عمر رسیدہ اونٹنی بھی تھی جو ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھی۔ میرا بچہ بھی بھوک سے ساری رات چیختا رہتا تھا۔ اس کے رونے کی وجہ سے ہم بھی سو نہیں سکتے تھے۔ نہ میرے پستانوں میں اتنا دودھ تھا کہ اس کو پورا ہو اور نہ میری اونٹنی اتنا دودھ دیتی تھی۔ مگر ہم اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں تھے اور امید لگائے ہوئے تھے کہ اللہ کوئی نہ کوئی صورت ضرور پیدا فرمائے گا کہ ہماری یہ تنگ دستی خوش حالی میں تبدیل ہو گی۔ جب ہم سب سے آخیر میں مکہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ جتنے بچے قابل رضاعت تھے وہ دوسری عورتوں نے لے لئے ہیں صرف ایک بچہ باقی رہ گیا ہے۔ جو یتیم ہے جب دوسری عورتوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے خیال کیا کے اس کا انعام اور خرچہ کم ملے گا اس لئے چھوڑ دیا تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ خالی ہاتھ واپس جانا ٹھیک نہیں تو میں نے اپنے خاوند سے کہا میں یہ یتیم بچہ لے کر واپس جاؤں گی۔ میں ان کے گھر گئی انہیں اٹھایا اور چھاتی سے لگایا اور اپنے خاوند کے پاس لے آئی اور کہا کہ ان کے صدقے اللہ ہمیں خیر و برکت عطا فرمائے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دودھ پلانے کے لئے سینہ کے ساتھ لگایا تو پستان دودھ سے بھرپور معلوم ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خوب سیر ہو کر پیا اور پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رضاعی بھائی نے بھی خوب پیا۔ جو پہلے اکیلے سیراب نہ ہوتے تھے صبح اٹھ کر انٹنی کو دیکھا کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ حارث نے اس سے اتنا دودھ نکلا جتنا درکار تھا حتیٰ کہ دونوں میاں بیوی نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ وہ رات ہمارے لئے خیر و برکت والی تھی جس میں ہم سب پیٹ بھر کر سیراب ہوئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے شوہر حضرت حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بولے اے حلیمہ! تو نے

بڑے مقدس اور مبارک بچے کو حاصل کیا ہے۔ ہمارے بچے بھی میٹھی نیند کے ساتھ سو رہے ہیں اور ہمارا پیٹ بھی بھرا ہوا ہے۔

حضرت حلیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ بچے کو لے کر جب ہم واپسی کے لئے چلے تو ہماری اُنٹنی سب سے تیز بھاگ رہی تھی ہم تمام قافلے والوں سے آگے نکل گئے۔ قافلے کے دوسرے لوگ آواز دے دے کر آہستہ چلنے کو کہہ رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ یہ وہی سواری ہے جس پر تم یہاں آئے تھے یہ تو بالکل بدل گئی۔ اس طرح ہم مسافت طے کرتے ہوئے بنی سعد بن بکر کی آبادی میں اپنے گھر کو پہنچے۔ رفتہ رفتہ ہماری خشک سالی اور قحط سالی سرسبز اور شادابی میں بدل گئی۔ زمین پر بھی خوب سبزہ لہرانے لگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں حلیمہ کی جان ہے یہ صرف ہمارے لئے ہو رہا تھا۔ ہماری بکریاں پیٹ بھر کر شام کو واپسی آتیں اور ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کے اپنے جانور اس چراہ گاہ میں کیوں نہیں چراتے جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔

1.8۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ سے ملاقات

2ھ میلادی ، عمر: 2سال ، 572ء

دوسال کی عمر میں حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دودھ چھڑا دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرے بچوں کے مقابلہ میں صحت منداور دوگنا بڑے لگتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ کے پاس لے کر آئیں لیکن مکہ میں وبا پھیلنے کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پھر واپسی حضرت حلیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ بھیج دیا۔

1.9۔ولادتِ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خلیفۂ اول

3ھ میلادی ، عمر مبارک:3 سال ، 573ء

حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ولادت 573ء میں ہوئی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ ﷺ سے ڈھائی سال چھوٹے تھے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام عبداللہ تھا اور کنیت ابو بکر اور لقب صدیق اور عتیق تھے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام عبدالکعبہ تھا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد کا نام ابوقحافہ عثمان بن عامر ہے اور مرّہ بن کعب پر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سلسلہ نسب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔ آپؓ کی چار پشتوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعلق قریش کے قبیلہ بنوتیمؓ سے تھا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ کا نام حضرت ام الخیر سلمٰی بنت صخر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔ آپؓ کی صاحبزادی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وجہ سے آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سسر بھی ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتقال 22/17 جمادی الاخرہ 13ھ ہجری بمطابق اگست 634ء کو ہوا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روضۂ رسول میں آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے انتقال کہ وقت آپ کے والد اور والدہ دونوں حیات تھے۔ آپؓ کی اولاد میں تین بیٹے عبداللہؓ، عبدالرحمٰنؓ، اور محمدؓ ہیں اور تین بیٹیاں حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں۔ آپؓ کی ازواج میں حضرت ام رومان (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عمیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت حبیبہ بنتِ خارجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں۔

1.10۔ واقعہ شقِ صدر

4ھ میلادی ، عمر مبارک 4 سال ، 574ء

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں چار سال رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اپنے رضاعی بہن بھائی کے ساتھ مال مویشی چرانے

جاتے تھے۔ جو گھر کے قریب ہی ہوتے تھے ایک موقعہ پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس دو فرشتے حضرت جبرائیلؑ اور حضرت میکائیلؑ آئے۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زمین پر لٹا کر سینہ مبارک چاک کیا اور سیاہ رنگ کا لوتھڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سینے کے اندر سے برف کے پانی سے دھویا جو ایک سنہری برتن میں تھا۔ دھونے کے بعد قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینے پر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگا دی۔ (سیرتِ المصطفیٰ ﷺ)

مہرِ نبوت: بعض روایات میں ہے کہ مہرِ نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علماء بنی اسرائیل آپ ﷺ کو اسی علامت سے جانتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ شقِ صدر کے بعد لگائی گئی۔ پہلا قول زیادہ معتبر ہے، ہوسکتا ہے جن روایات میں شقِ صدر کے بعد مہر لگانا مذکور ہے وہ اس مہر کی تجدید ہو۔ واللہ اعلم بصواب (سیرتِ المصطفیٰ ﷺ بحوالہ زرقانی)

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امّت میں سے ہزار آدمی کے ساتھ تولا گیا تو آپ ﷺ ان سب پر بھاری ہو گئے اس پر ایک نے دوسرے سے کہا چھوڑ و اس امر کو اگر امّت کے سارے لوگ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو پھر بھی یہ ان سب پر بھاری ہو جائیں گے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رضاعی بہن بھائی کے ساتھ کھیلنے نکلے تو تھوڑی دیر بعد پچھلی طرف سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھے اور اپنے باپ سے کہا فوراً اٹھو میرے قریشی بھائی کی خبر لو کیونکہ دو آمیوں نے آ کر ان کو لٹا دیا اور ان کا پیٹ چاک کر دیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں میں اور میرا خاوند دونوں اس طرف گئے جب ہم پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لیٹے ہوئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رنگ زردی مائل تھا ہم نے باری باری ان کو سینے سے لگایا اور پوچھا اے بیٹے! کیا ہوا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! دو شخص میرے پاس آئے جن کے کپڑے سفید تھے انہوں نے مجھے لٹایا اور میرا پیٹ چاک کیا آگے معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کی ہم ڈر گئے ان کو اٹھا کر واپسی لے آئے میرے خاوند نے کہا کہ اے حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس بچے کو آسیب وغیرہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا چلو اس کو اس کی والدہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی اور نا گوار بات نہ ہو جائے۔ جب ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کی والدہ کے پاس واپس لائے تو انہوں نے ہمیں کچھ پریشان دیکھا تو پوچھا کے کیا بات ہے ہم نے کہا کہ اب ہم ان کو نہیں رکھ سکتے ان کی جو کفالت اور خدمت ہم کر سکتے تھے وہ پوری طرح کر دی ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ ہمارے پاس رہے تو ان کو کوئی عارضہ لاحق نہ ہو جائے لہذا اب ان کا اپنی والدہ کے پاس رہنا زیادہ بہتر ہے۔

حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا! یہ بات نہیں ہے مجھے سچ سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ تمہارے اور ان کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا ہے ان کہ بے حد اسرار کرنے پر ہم نے اصل بات بتا دی۔ انہوں نے کہا کہ تم ان کے طرف سے خوفزدہ نہ ہو۔ میرا بیٹا بڑی شان والا ہے۔ میں تمہیں ان کے متعلق بتاؤں جب میں ان کے ساتھ حاملہ ہوئی تھی تو مجھے معلوم نہیں کہ کسی ماں کا حمل وجنین اتنا خفیف ولطیف ہو اور اتنا عظیم برکتوں والا ہوگا جب میں نے انہیں جنم دیا تو اس طرح زمین پر نہیں آئے جس طرح بچے گرتے ہیں بلکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ہاتھوں پر رکھے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ اچھا تو ان کو میرے پاس رہنے دو۔ (الوفا)

1.11۔والدہ محترمہ کے پاس قیام

5ہ میلادی ، عمر مبارک 5 سال ، 575ء

جب حضرت حلیمہ سعدیہ ؓ آپ کو واپس مکہ لے آئیں تو آپ ﷺ اپنی والدہ کے پاس رہے۔ حضرت آمنہ آپ ﷺ کو کبھی اپنے سے دور نہیں جانے دیتیں تھیں۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کیے ہوئے ہے۔ جب آپ ﷺ چلتے ہیں تو وہ بھی ساتھ ساتھ چلنے لگتا ہے اور جب آپ ﷺ رک جاتے ہیں تو وہ بھی رک جاتا ہے۔

1.12 ۔ والدہ کے ساتھ مدینہ کا سفر اور والدہ کی وفات

6 ہجری میلادی , عمر مبارک 6 سال , 576ء

حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے یثرب جانے کا ارادہ کیا تا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کریں اور بنی عدی بن نجار میں اپنے ننھیالی رشتہ داروں سے ملاقات کرلیں آپ اپنی خادمہ ام ایمن اور اپنے سر پرست حضرت عبدالمطلب کے ساتھ پانچ سو کلومیٹر سفر طے کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں وہاں ایک ماہ تک قیام کر کے واپس ہوئیں ۔ لیکن راستہ میں بیمار ہو گئیں اور بیماری نے شدت اختیار کر لی آپ ابواء کے مقام پر رحلت فرما گئیں اور آپ کو وہیں دفن کر دیا۔

(تاریخ خضری)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہجرت کے بعد مدینہ میں اطم بنی نجار (ٹیلہ کا نام) کو دیکھا اور اسے پہچان لیا تو فرمایا میں بچپن میں یہاں آنے پر ان ٹیلوں کے درمیان اپنے ننھیال کی ایک انیسہ نامی بچی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ میں اپنے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ تھا تو ایک پرندے کو یہاں سے اڑاتے تھے جو اس ٹیلے پر آ کر بیٹھتا تھا۔ دارنابغہ (مکان) دیکھ کر فرمایا یہاں میری اماں جان مجھے لے کر ٹھہری تھیں اور اسی مکان میں میرے والد حضرت عبداللہ ؓ کی قبر مبارک ہے اور میں عدی بن نجار کے تالاب میں خوب تیرتا تھا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہاں یہودی بہت آتے تھے ان میں سے کچھ مجھے غور غور سے دیکھتے تھے۔ ان میں سے ایک کو یہ کہتے سنا کہ یہ اس امّت کے نبی ہیں اور یہی ان کا دارالہجرہ ہے۔ میں نے ان کی اس بات کو خوب ذہن میں رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار اپنی والدہ کے مزار اقدس پر جانا ہوا جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبر کی مٹی کو درست کیا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ صحابہ اکرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ منظر دیکھا تو زاروقطار رونے لگے۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہے فرمایا کے مجھے اپنی والدہ کا میری طرف بار بار دیکھنا۔ حسرت بھری نگاہوں کے ساتھ مجھے بار بار پیار کرنا اور دوران سفر اس طرح مجھ سے جدا ہونا یاد کر کے رحمت ورقت طاری ہوگئی اور میں رونے لگا۔

حضرت حسن بن جابرؓ جو کہ مکہ مکرمہ میں قیام پزیر تھے سے روایت ہے کے مامون رشید کو یہ اطلاع دی گئی کے سیلاب اور بارش کا پانی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی قبر مبارک میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو مامون رشید نے اس جگہ کو پختہ کرانے کا حکم دے دیا۔ ابن البراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ مجھے اس قبر کی ہیئت اور وضع قطع بتائی گئی۔

1.13۔ ولادتِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ سوم

6 ھ میلادی ، عمر مبارک 6 سال ، 577ء

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد کا نام عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور والدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف ہے آپؓ قریش کی شاخ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کا سلسلہ نسب پانچوں پشت میں عبد المناف پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نانی (ام حکیم) بیضاء بنتِ عبد المطلب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی تھیں۔

اسلام لانے والوں میں آپؓ کا نمبر چوتھا ہے۔ اسلام لانے سے پہلے بھی آپؓ نے کبھی نہ زنا کیا، نہ شراب پی اور نہ گانا بجایا یا گایا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دو صاحبزادیوں کے شوہر ہونے کی وجہ سے آپؓ کا لقب ''ذوالنورین'' ہوا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور آپ کی اہلیہ حضرت رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ہجرت حبشہ کا شرف حاصل ہوا آپ کی وجہ سے بیعت رضوان ہوئی۔ جنگِ تبوک میں سب سے زیادہ مال واسباب دینے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ آپؓ بارہ (12) سال خلیفۃ المسلمین رہے اور (18) ذوالحجہ 35 ھ ہجری کو آپؓ کی شہادت ہوئی۔ آپ کی اولاد میں دس بیٹے ہیں

(1) عبداللہ (2) عبداللہ الاصغر (3) عمرو (4) ابان (5) خالد (6) عمر (7) ولید (8) سعید (9) مغیرہ (10) عبد المالک

آپؓ کی دس بیٹیاں ہیں۔

(1)مریم (2)ام سعید (3)ام ابان (4)ام عمرو (5)عائشہ (6)مریم الصغریٰ (7)ام خالد (8)اروی (9)ام ابان الصغریٰ (10)عنبتہ

1.14 ۔ دادا حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں

7ـہ میلادی ، عمر مبارک 7 سال ، 578ء

والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کفالت کی ذمہ داری آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اپنے ذمہ لے لی آپ اپنے پوتے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت کرتی تھیں۔ اے برکت (ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے اس بیٹے سے غفلت اور بے پروائی نہ برتنا کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس امّت کے نبی ہیں۔ حضرت عبدالمطلب جب بھی کھانا کھاتے تو فرماتے میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے پاس لایا جاتا تب آپ کھانا تناول فرماتے۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عباس فرماتے ہیں میں نے اپنے والد کو یوں فرماتے ہوئے سنا! حضرت عبدالمطلب کا مقام اور جائے نشست حطیم میں مخصوص جگہ پر تھی جہاں آپ کے لئے فرش بچھا ہوتا تھا۔ اور اس پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا حرب بن امیّہ اور دوسرے سردار آ کر بیٹھتے تھے مگر اس نشست سے ہٹ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت نوعمر بچے تھے تو سیدھے اس مقام پر آ پہنچے جہاں حضرت عبدالمطلب بیٹھتے تھے اس وقت ان کی بینائی چلی گئی تھی۔ کسی شخص نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کی تو حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) رونے لگے تو حضرت عبدالمطلب نے پوچھا میرا بیٹا میرا لختِ جگر کیوں روتا ہے لوگوں نے وجہ بیان کی حضرت عبدالمطلب نے فرمایا انہیں اسی فرش پر بیٹھے رہنے دو کیونکہ وہ اپنی عظمت اور برتری کو جانتے پہچانتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ عزت وشرف، رفعت اور مرتبہ کی ان بلندیوں کو پہنچیں گے جہاں کوئی عرب نہ پہلے جاسکا ہے اور نہ بعد میں جائے گا۔ (الوفا)

1.15 ۔ دادا حضرت عبدالمطلب کا انتقال

8 ہجری میلادی ، عمر مبارک 8 سال ، 579ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک جب آٹھ (8) سال ہوئی تو آپ کے شفیق دادا کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے وقت ان عمر بیاسی (82) برس تھی۔ آپ جون کے مقام پر اپنے دادا قصیٰ کے پہلو میں سپرِ خاک ہوئے۔ جب حضرت عبدالمطلب کا جنازہ جون کی طرف دفن کرنے کے لئے لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وسلم) جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور شفیق دادا کی جدائی پر آنکھوں سے آنسو بہائے جا رہے تھے۔

اسی سال کسریٰ نوشیروان فوت ہوا اور اس کا بیٹا ہرمز تخت نشین ہوا۔

1.16 ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں

9 ہجری میلادی: عمر مبارک 9 سال ، 580ء

حضرت عبدالمطلب اپنی وفات سے پہلے ہی حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرپرستی کی ذمہ داری جناب ابو طالب کے سپرد کر گئے تھے۔ حضرت ابو طالب اور حضرت زبیر حضرت عبداللہ کی ماں کی طرف سے سگے بھائی تھے۔ جناب ابو طالب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنی اولاد سے بڑھ کر خیال رکھتے تھے۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سعد سے مروی ہے کہ جناب ابو طالب نے فرمایا کہ میں سوق ذوالمجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے مجھے پیاس لگی تو میں نے ان سے شدت پیاس کی شکایت کی اور یہ اس لئے نہ تھا کہ ان کے پاس پانی دیکھا تھا بلکہ ویسے ہی اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ بظاہر ہم دونوں ہی بھوک اور پیاس کی شدت سے دوچار تھے لیکن میرے عرض کرتے ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سواری سے اترے اور پوچھا چچا واقعی بہت پیاس ہے میں نے عرض کی ہاں بات اسی طرح ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زمین پر زور سے ایڑھی ماری تو پانی کا چشمہ ابل پڑا تو فرمایا! اے چچا جان پیو میں نے اس چشمہ سے پانی پی کر اپنی پیاس کو بجھایا۔ (الوفا)

1.17۔مکہ میں قحط اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت سے بارش

10 میلادی ، 581ء

مکہ میں قحط پڑ گیا لوگ بہت پریشان ہوگئے تو جناب ابوطالب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہاتھ پکڑ کر خانہ کعبہ لے گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیٹھ خانہ کعبہ کی دیوار سے ٹکا دی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے دعا کی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بادل کی آمد ہوگئی اور ایسی دھواں دار بارش ہوئی کہ وادی میں سیلاب آ گیا اور شہر و بیابان شاداب ہوگئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدح میں جناب ابوطالب نے شعر کہا۔

وابیض یستسقی الغمام بو جھہ

ثمال الیتامی عصمۃ للا را مل

ترجمہ:- وہ خوبصورت ہیں۔ ان کے چہرے سے بارش کا فیضان

طلب کیا جاتا ہے۔ یتیموں کے ماویٰ اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔ (زرقانی)

1.18 ۔ شقِ صدر دوم

10 میلادی , عمر مبارک 10 سال، 581ء

حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایسی ایسی چیزوں کے متعلق سوال کی جرأت کر جاتے تھے جن کے متعلق دوسرے صحابہؓ سوال کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔

ایک دن انہوں نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو فرمائیں سب سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے امور نبوت میں کونسا امر دیکھا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے) سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا! اے ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم نے اول امر اور ابتداء نبوت میں ظہور ہونے والے امور کے متعلق سوال کیا ہے تو سنو!

''میری عمر کوئی دس سال سے چند ماہ زیادہ ہوگی۔ میں جنگل میں جارہا تھا کہ اچانک اوپر سے آواز سنائی دی۔ ایک شخص دوسرے سے پوچھتا ہے کہ یہ وہی ہیں۔ پھر وہ ایسے خوبصورت چہروں میں میرے سامنے آئے کہ میں نے ایسا حسن و جمال کبھی کہیں نہیں دیکھا ۔ ان میں سے ایک نے ایک بازو کو پکڑا اور دوسرے نے دوسرا بازو مگر (اس قدر نرمی سے) کہ مجھے ان کے پکڑنے کا کوئی احساس تک نہیں ہورہا تھا ایک نے دوسرے سے کہا ان کو زمین پر لٹا دو چنانچہ دونوں نے مجھے بڑے آرام سے سیدھا لٹایا پھر ایک نے کہا ان کے سینہ کو چاک کرو تو دوسرے نے دیکھتے ہی دیکھتے سینہ چاک کردیا۔ مگر نہ تو درد ہوا نہ ہی خون نکلا۔ پہلا بولا غلِ وحسد نکال دو یعنی! اس مادہ کو نکال دو جو صفات رزیلہ کا مرکز ہوتا ہے چنانچہ دوسرے نے میرے دل سے ایک گوشت کا لوتھڑا نکال باہر کیا۔ پہلا پھر کہنے لگا اب رحمت اور الفت دل مقدس میں داخل کردو تو جتنا قدر اس نے نکالا تھا اسی مقدار میں چاندی کی طرح سفید چمکدار ٹکڑا اندر رکھ دیا۔ پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑا اور خوب ہلایا۔ اور کہا اٹھو اور سلامت رہو میں واپس ہوا تو لوگوں میں اس حال میں پھرتا تھا کہ ہر چھوٹے پر شفقت اور ہر بڑے پر رحمت سے پیش آتا۔ یہ ہے آغاز وابتداء اور انتہا یہ کہ آپ ﷺ مجسم رحمت بن گئے اور وہ بھی سب عالمین کے لئے۔ (الوفا)

(وَمَا اَرْسَلْنَا كَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَا لَمِيْنَ)

1.19۔ چچا کے ساتھ تجارت کرنا اور بکریاں چرانا

عمر مبارک:10 سال 10 میلادی ، 581ء

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) 10 سال کی عمر سے ہی اپنے چچا کے ساتھ تجارت میں ہاتھ بٹاتے تھے اور بکریاں بھی چراتے تھے۔

1.20 ۔ ولادتِ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خلیفہ دوم

10 نبوی میلادی ، 582ء

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد کا نام خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ تھا ان کا تعلق بنو عدی سے تھا آپ کی والدہ کا نام ختنمہ تھا جو ہشام بن مغیرہ کی بیٹی تھی۔ آپؓ کے اسلام لانے پر مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی تھی اور آپؓ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ''فاروق'' کا لقب دیا۔ آپؓ کے اسلام لانے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی اس لئے آپؓ کو مرادِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کہا جاتا ہے۔

قریش کے تمام قبیلوں میں صرف سترہ (17) لوگ تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے ان میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے۔ آپؓ دس 10 سال خلیفہ رہے۔ آخر یکم محرم 24 ہجری کو نماز کے دوران قاتل ابولولو مجوسی نے خنجر سے چھ وار کر کے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دیا۔ آپؓ روضۂ رسول میں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپؓ کے بیٹوں میں عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عبید اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، ابوشحمہ عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، اور مجیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ آپؓ کی بیٹی حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں اس لئے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر بھی ہوتے ہیں۔

1.21 ۔ بحیرہ راہب سے ملاقات

12 نبوی میلادی ، عمر مبارک 12 سال ، 583ء

داؤد بن حسین کہتے ہیں کہ جناب ابو طالب پہلی دفعہ شام کی طرف تجارت کے لئے تشریف لے گئے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ اس وقت آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک بارہ سال تھی جب ان کا قافلہ بصرہ پہنچا۔ وہاں قریب ہی ایک راہب جس کا نام بحیرہ تھا اس کا

عبادت خانہ تھا۔ وہاں سے اکثر قافلے گزرتے تھے وہ کسی سے کلام نہ کرتا تھا۔ جناب ابوطالب کا قافلہ جب وہاں ٹھہرا تو وہ قافلے والوں کے پاس آیا اور ان کو کھانے کی دعوت دی اس کی وجہ یہ تھی کہ جب قافلہ ان کے پاس سے گزرا تو ایک بادل کا ٹکڑا اس پر سایہ کئے ہوئے چل رہا تھا اور جب یہ درخت کے پاس اترے تو وہ بھی درخت کے پاس کھڑا رہا۔ قوم سائے میں بیٹھ گئی اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے کوئی جگہ سائے میں نہ بچی تو درخت کی شاخیں ادھر جھک گئیں اور درخت آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سایہ کرتا رہا۔ جب بحیرہ نے یہ منظر دیکھا تو اپنے عبادت خانے سے اترا اور کھانا لگوا کر قافلے والوں کو دعوتِ طعام دی اور کہا اے قوم قریش میں نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم سب ہی اس میں شرکت کرو کوئی چھوٹا یا بڑا آزاد یا غلام پیچھے نہیں رہنا چاہئے اور مجھے امید ہے کہ تم ضرور میری دعوت قبول کروگے۔ قافلے میں سے ایک شخص نے پوچھا اے بحیرہ! آج کوئی خاص وجہ ہے، ورنہ ہم تو کافی عرصے سے یہاں سے گزرتے ہیں تم نے کبھی نہیں پوچھا۔

بحیرہ نے کہا کہ میں تمہیں اس عزت و اکرام کا حقدار سمجھتے ہوئے یہ خدمت سرانجام دینا چاہتا ہوں۔ سب لوگ دعوت میں شریک ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ اپنی کم عمری کی وجہ سے وہیں سامان کی دیکھ بھال میں مصروف رہے اور دعوت میں شریک نہ ہوئے۔

جب بحیرہ نے ان لوگوں کو دیکھا تو بادل ان کے ساتھ نہیں تھا وہ اپنی جگہ اسی درخت کے اوپر موجود تھا بحیرہ نے کہا اے معشرِ قریش! تم میں سے کوئی بھی میری دعوت سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہئے انہوں نے کہا کہ اور تو کوئی شخص پیچھے نہیں ہے بس ایک کم عمر بچہ رہ گیا ہے۔ جو سامان کی دیکھ بھال کررہا ہے۔ وہ کہنے لگا اس کو بھی بلاؤ تاکہ دعوت میں شریک ہوسکے۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ سب لوگ دعوت میں کھانا کھائیں اور ایک بچہ الگ تھلگ رہے حالانکہ وہ بھی تم ہی میں سے ہے۔

سب نے کہا کہ وہ ہم سے نسبت کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہیں اور جناب ابوطالب کی طرف اشارہ کر کے کہا کے ان کے بھتیجے ہیں اور حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہیں حارث بن عبدالمطلب بولے ہمارے لئے واقعی شرم کی بات ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا چہیتا بیٹا پیچھے رہ جائے وہ اٹھ کر گئے اور ان کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور ساتھ لاکر دسترخوان پر بٹھایا تو وہ بادل کا ٹکڑا بھی آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ساتھ سایہ

کئے ہوئے آ گیا۔

بحیرہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بڑے غور سے دیکھنے لگا اور وہ جسمانی علامات پیغمبر آخرالزمان کی جو ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں تلاش کرنے لگا اور دل ہی دل میں اس کی تصدیق بھی کرتا رہا۔ جب سارے لوگ کھانا کھا کر چل دیے تو راہب اٹھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب آیا اور عرض کیا۔ اے شہزادے میں تمہیں قریش کے معبودلات وعُزیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں لہٰذا جو پوچھوں گا صاف صاف بتانا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا مجھے لات وعزیٰ کا واسطہ اور قسم نہ دو میں ان سے زیادہ کسی شے کو مبغوض و ناپسند نہیں سمجھتا۔

راہب نے کہا! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور اس کا نام اقدس کی قسم میں جو کچھ پوچھوں گا ضرور بتائیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اب جو پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھو۔ اس نے جو کچھ پوچھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو جواب دیا وہ اس کی کتابوں میں درست تھا پھر اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں میں غور سے دیکھا پھر دونوں کندھوں کے درمیان موجود علامت نبوت کو دیکھا تو وہ بھی اسی حالات میں موجود پائی جس طرح کہ کتب یہود و نصاریٰ میں لکھی تھی پھر خاتم نبوت کی جگہ بوسہ دیا۔ قریش نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راہب کے نزدیک بڑا اقدر و مرتبہ ہے اور جناب ابوطالب راہب کا طرزِ عمل دیکھ کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اندیشوں میں گھر گئے۔ راہب نے پوچھا یہ بچہ تمہارا رشتہ میں کیا لگتا ہے۔ جناب ابوطالب نے کہا بیٹا ہے۔ اس نے کہا نہیں بیٹا تو نہیں اور نہ اس شہزادے کی یہ شان ہے کہ والدین کی تربیت و پرورش پر ان کو چھوڑ دیا جائے (بلکہ ان کے والدین کا سایہ سر سے اٹھا کر اللہ رب العزت خود ان کی تربیت و پرورش فرمانے والے ہیں) پھر آپ نے کہا کہ یہ میرے بھتیجے ہیں۔ ان کے باپ کو کیا ہوا۔ راہب نے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ابھی یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی والدہ؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی تھوڑا عرصہ ہوا دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ راہب نے کہا کہ تم نے سچ کہا اپنے اس عزیز کو واپس اپنے شہر لے جاؤ اور یہود سے ان کو محفوظ رکھنا۔ اگر یہود نے ان کو پہچان لیا تو وہ ان کو نقصان پہچانے کی کوشش کریں گے یقین جانو تمہارے اس بھتیجے کی عظیم شان ظاہر ہونے والی ہے اور میں نے حق نصیحت وخلوص و ہمدردی ادا کر دیا ہے۔ (ابن ہشام)

بحیرہ کی باتیں سن کر جناب ابوطالب نے بعض غلاموں کے ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکّہ واپس بھیج دیا اور پھر کبھی اپنے ساتھ شام کی طرف نہیں گئے کہ ان کو کوئی تکلیف ونقصان نہ پہنچادے۔

1.22 ۔ جنگِ فجار میں شرکت

15 میلادی ، عمر مبارک:15 سال ، 585ء

ابوعبیدہ نحویٰ نے ابوعمرو بن العلاء سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر پندرہ سال ہوئی۔ قریش اور بنی کنانہ میں سے جو لوگ ان کہ ساتھ تھے اور بنی قیس عیلان میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس کے چھڑنے کا سبب یہ تھا کہ عروہ الرحال بن عتینہ بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نے نعمان بن المنذ ز کے سامان کے اونٹوں کو پناہ دے دی تھی۔ البراض بن قیس ان کا دشمن تھا جو بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھا اور موقعہ کی تاک میں تھا۔ بنی کنانہ کے مقابلہ میں عروہ الرحال اس معاملہ میں دلچسپی لے کر نکلا اور البراض بھی اس کی غفلت سے موقعہ تلاش کرتے ہوئے نکلا۔ یہاں تک کہ جب وہ ذی طلال میں مقام تیمن کے بلند مقام پر تھا تو عروہ الرحال غافل ہوگیا۔ اور البراض نے اس پر حملہ کرکے اس کو حرمت والے مہینے میں قتل کر دیا اس لئے اس جنگ کا نام جنگِ فجار ہے۔

پھر ایک شخص نے قریش کے پاس آ کر کہا کہ البراض نے عروہ کو قتل کر دیا اور حرمت والے مہینے میں مقام عکاظ میں آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو انہوں نے اس طرح سے کوچ کیا کہ ہوازن کو اس کی خبر نہ ہوئی پھر انہیں خبر پہنچی تو انہوں نے اس کا پیچھا کیا اور ان کو حرم میں داخل ہونے سے پہلے ملا اس سے جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی اور وہ حرم میں داخل ہو گئے تو بنو ہوازن نے ان سے ہاتھ روک لیا اس کے بعد کئی بار آپس میں جھڑپیں ہوئیں اور لوگوں کے مختلف جتھے ہو گئے اور کنانہ کے ہر قبیلے کا سردار انہی میں سے ایک شخص ہوگیا۔ ان کی بعض جنگوں میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی شرکت فرمائی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچاؤں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لیا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میں چچاؤں کو تیر دیتا تھا جو دشمن کی طرف سے آتے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جنگ فجار چھڑی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیس سال کے تھے اس جنگ کا

نام اس لئے پڑا کہ اس جنگ میں ان دو قبیلوں کنانہ اور قیس عیلان نے اپنے درمیان تعلقات میں بعض حرام کاموں کو بھی حلال قرار دے دیا تھا۔ قریش اور کنانہ کے قائد حرب بن امیّہ بن عبدشمس تھا۔ اس روز دن کے پہلے حصے میں بن کنانہ غالب رہے اور جب دن کا درمیانی حصہ شروع ہوا تو بنو کنانہ نے بنی قیس پر فتح حاصل کر لی۔ (ابنِ ہشام)

1.23 ۔ حلف الفضول معاہدے میں شرکت

ذوالقعدہ 16ھ میلادی ، عمر مبارک 16 سال، 586ء

اس حلف اور عہد و پیمان کی وجہ یہ تھی کہ قریش آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ میں ظلم و زیادتی کرتے رہے تھے تو عبداللہ بن جدعان اور زبیر بن عبدالمطلب نے لوگوں کو عہد و پیمان پر آمادہ کیا کہ سارے مل کر ظالم سے مظلوم کے حقوق واپس دلائیں اور سب لوگ مظلوم کی مدد اور طرف داری کریں گے۔ ظالم کی کوئی حمایت نہیں کرے گا۔ چنانچہ سب نے ان کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا اور عبداللہ بن جدعان کے گھر پر یہ عہد نامہ تیار ہوا۔

ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ حلف الفضولِ کی وجہ یہ تھی کہ یمن سے ایک شخص مکہ مکرمہ سامان تجارت لے کر آیا جس کو بنی سہم کے ایک آدمی نے خریدا۔ مگر اس کو اس کی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگا۔ اس نے اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔ مگر اس شخص نے دینے سے انکار کر دیا اس نے مقامِ حطیم پر کھڑے ہو کر کہا۔ اے آل فہر! اس شخص مظلوم کی فریاد رسی کرو جس کا وطن اور برادری کے افراد دُور ہیں اور اس کی پونجی ظلم و زیادتی کے ساتھ لے لی گئی ہے کیا بنی سہم کا کوئی شخص ان کی ذمہ داری پوری کرنے والا ہے یا حرم مکہ میں عمرہ کرنے والے کا مال رائیگاں جانے والا ہے۔

حرمت والے مہینے میں ذوالقعدہ میں قتل و غارت گری سے بچنے کیلئے فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ اور فضیل بن حارث نے ایک معاہدہ مرتب کیا۔ اس میں فضل نام کے کئی افراد کی مناسب سے حلف الفضول مشہور ہوگیا۔ اس میں قریش کے بنی ہاشم، بنی مطّلب ، بنی اسد، بنی عبدالعزیٰ، بنی زہرہ بن کلّاب اور بنی تیم بن مرہ شامل تھے۔اس معاہدے میں یہ باتیں طے پائیں۔

1) ہم لوگ ملک سے بدامنی اور فساد کو دور کریں گے۔
2) مسافروں اور ان کے مال کی حفاظت کریں گے۔
3) غریبوں اور محتاجوں کی امداد کریں گے۔
4) کسی ظالم کو مکہ میں نہ رہنے دیں گے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میں عبداللہ بن جدعان کے گھر طے ہونے والے معاہدے میں شریک تھا اور اس معاہدے کے مقابلہ میں مجھے سرخ اونٹ بھی دئے جاتے تو بھی قبول نہ کرتا۔ اگر ایسا معاہدہ زمانہ اسلام میں طے پائے اور اہل مکہ ایسے معاہدہ پر آمادہ ہوں تو میں بھی اس پر آمادہ ہوں ۔ (ابنِ ہشام)

اس معاہدے کی روح عصبیت کی تہ سے اٹھنے والی جاہلی حمیت کے منافی تھی۔ اس معاہدے کی وجہ یہ تھی کہ زبید کا سامان عاص بن وائل نے خریدا لیکن اس کی قیمت نہ ادا کی۔ اس نے حلیف قبائل عبدالدار، مخزوم، جمع، سہم اور عدی سے مدد مانگی لیکن انہوں نے توجہ نہ دی۔ اس کے بعد اس نے جبل ابوقبیس پر چڑھ کر بلند آواز سے چند اشعار پڑھے جن میں اپنی مظلومیت کی داستان بیان کی اس پر زبیر بن عبدالمطلب نے دوڑ دھوپ کر کے قبائل کو جمع کیا اور معاہدہ کرا کر عاص بن وائل سے زبید کا حق دلوایا۔ (الوفا)

1.24 ۔ بکریاں چرانا اور تجارت

18ھ میلادی ، عمر مبارک 18 سال ، 588ء

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جو نبی بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا اس نے بھیڑ بکریوں کو چرایا۔ صحابہ اکرامؓ نے عرض کی کہ آپ ﷺ نے بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! میں نے بھی۔ میں بھی قراریط پر بکریاں چراتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس گروہ انبیاء کو قبل از نبوت اس کام پر کیوں مامور فرمایا جبکہ بظاہر ان کی قدر وعظمتوں کے شایان شان یہ کام معلوم نہیں ہوتا۔ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ اس کمزور مخلوق کی نگرانی اور حفاظت کے لئے حوصلہ ہمت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے اور سختی اور تنگ دلی اس کے لئے نقصان دہ

ثابت ہوتی ہے۔ انبیاء اکرام علیہ الصلوۃ اسلام کو قوموں اور امتوں کی اصلاح کے لئے تیار کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تو ان کی تربیت وتہذیب کے لئے اللہ تعالیٰ نے طریقہ اختیار کیا۔ اس طرح یہ ایسی ترتیب ہے کہ اس میں تواضع و ہمدردی کی تربیت ہوتی ہے۔

تجارت: تجارت میں آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چچا کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔ امام احمدؒ نے مجاہد کے حوالے سے روایت کی ہے کہ سائب بن ابی السائب نے مجھے بتایا کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ قبل از زمانۂ اسلام تجارت شریک اور حصہ دار ہوتا تھا جب فتح مکہ کے موقع پر حاضرِ خدمت ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! خوش آمدید اس بھائی اور حصہ دار کے لئے جو نہ جھگڑا کرتا تھا اور نہ بغض رکھتا تھا۔

1.25 ۔ صادق اور امین کے خطابات

19 میلادی ، عمر مبارک 19 سال ، 589ء

اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا جانے لگا۔ اسی سال جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک انیس سال کی ہوئی تو کسریٰ ہرمز بن نوشیرواں ہلاک ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا خسرو پرویز فارس کے تخت پر قابض ہوا۔

1.26 ۔ چچا زبیر بن عبدالمطلب کی وفات

20 میلادی ، عمر مبارک 20 سال ، 590ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک جب بیس (۲۰) سال ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ چچا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے والد حضرت عبداللہ کے ماں کی طرف سے بھی سگے بھائی تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت محبت کرتے تھے۔

1.27 ۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا مال لے کر شام کا تجارتی سفر اور نسطور راہب سے ملاقات

25 میلادی ، عمرمبارک 25 سال، 595ء

نفیسہ بن منیّہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک پچیس برس ہوئی تو جناب ابوطالب نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے اور یہ دن ہمارے لئے ذرا تنگی اور دشواری کے ہیں اور قریش کا ایک قافلہ شام کو جانے والا ہے اور حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بن خویلد مکہ کی نہایت شریف اور مالدار اور ممتاز تاجر تھیں جب کوئی تجارتی قافلہ روانہ ہوتا تو حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنا مالِ تجارت لوگوں کے ذریعہ بھجواتی تھیں آپ ؓ کا مال تجارت تمام قریش کے مال کے برابر ہوتا۔ جناب ابوطالب نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آمادگی ظاہر کریں تو ان سے مال تجارت لے جانے کے متعلق بات کریں وہ فوراً راضی ہو جائیں گی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سچائی دیانت داری اور کارگزاری کی شہرت سن رکھی تھی انہوں نے خود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے بھتیجے قطیمہ کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا مال تجارت لے کر شام جائیں تو میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دوسروں کے مقابلہ میں دوگنا معاوضہ دوں گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی پیش کش کو قبول کر لیا تو ابوطالب بولے یہ رزق و مال محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی تمہارے حصہ میں آیا ہے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا مال تجارت لے کر آپ ﷺ بصریٰ تشریف لے گئے اس سفر میں حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا غلام میسرہ اور ایک عزیز فریمہ بن حکم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ تھے۔ بصریٰ پہنچ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطور تھا وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آیا اور دیکھ کر کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) بن مریم کے بعد سے اب تک یہاں کوئی نہیں ٹھہرا۔ پھر اس نے میسرہ سے آپ ﷺ کی آنکھوں کی سرخی کے بارے میں دریافت کیا اس نے بتا یا کہ یہ سرخی ہمیشہ رہتی ہے اس پر راہب نے کہا یہ وہی نبی ہیں اور یہ آخری نبی ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

میسرہ نے بتایا کہ دوران سفر بادل کا ٹکرا آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ پر سایہ کرتا تھا۔ یہ سفر انتہائی کامیاب رہا اور آپ ﷺ کی برکت سے حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اتنا نفع ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا چنانچہ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے جو معاوضہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے طے کیا تھا خوش ہو کر اس سے زیادہ دیا آپ ﷺ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا تجارتی مال لے کر یمن کی طرف بھی گئے اس کے علاوہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بحرین کا بھی تجارتی سفر کیا۔ (حلبی)

جب آپ سفر سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے تو دوپہر کا وقت تھا اور حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے بالا خانے میں تشریف فرما تھیں سرور عالم (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ پیارا منظر گھر میں موجود دوسری خواتین کو بھی دکھلایا تو سب حیران رہ گئیں ۔ (سیرتِ المصطفیٰ ﷺ بحوالہ زرقانی)

جب میسرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خدمت میں واپس آ کر حاضر ہوا تو اس نے راستے کے اور شام کے حالات بیان کیے جن میں بادلوں کا سایہ اور نسطور سے ملاقات کا بھی ذکر تھا اور جو نسطور نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کہا تھا وہ بھی بیان کیا۔

1.28۔ حضرت خدیجہ الکبری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نکاح مبارک

25 میلادی ، عمر مبارک: 25 سال ، 595ء

حضرت خدیجہ الکبری (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنے غلام میسرہ کی زبانی نسطورا راہب کی گفتگو اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سفر کے حالات وغیرہ سن کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کئے۔ ورقہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ توریت اور انجیل کے بڑے عالم تھے سریانی زبان سے عربی زبان میں انجیل کا ترجمہ کرتے تھے۔ ورقہ نے تمام گفتگو سن کر کہا کہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اگر یہ واقعات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امّت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ امّت میں ایک نبی آنے والا ہے۔ جن کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ اوران کا زمانہ قریب آ گیا ہے یہ باتیں سن کر حضرت خدیجہ (رضی اللہ

تعالیٰ عنہا) کے دل میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نکاح کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ شام کے سفر سے واپسی کے دو مہینہ اور پچیس دن بعد خود حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنی سہیلی نفیسہ بنتِ منبہ کے ذریعے نکاح کا پیغام دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے چچا جناب ابو طالب کے مشورے سے اسے قبول کرلیا۔ مقررہ تاریخ پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چچا ابو طالب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر تشریف لے گئے۔ جناب ابو طالب نے نکاح پڑھایا اور بہت بلیغ خطبہ پڑھا۔ ابوالحسین بن فارس کے مطابق آپ نے کہا!

اس اللہ کے لئے ہیں سب تعریفیں جس نے ہمیں اولادِ ابراہیم خلیل ہونے کا شرف بخشا اور گلستان اسمٰعیل (علیہ سلام) کی اولاد بنایا۔ معد بن عدنان کے اصل سے اور مضر کے عنصر و جوہر سے عالم عناصر کی طرف منتقل فرمایا۔ اپنے حرم کا محافظ ونگران اور اپنے گھر کا مجاور خادم بنایا اور ہمیں اس گھر سے شرف فرمایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ہمیں ایسا حرم عطا فرمایا جو مقام امن واطمینان ہے اور ہمیں لوگوں پر حکومت عطا فرمائی۔ میرے یہ بھتیجے محمد بن عبداللہ شرف وفضل کی ان بلندیوں پر فائز ہیں کہ جس کا موازنہ کسی بھی دوسرے سے کیا جائے تو ان سب پر حاوی ہو جائیں گے۔ اگرچہ مال کی ان کے ہاں قلّت ہے مگر مال تو ڈھلتی چھاؤں ہے اور آنی جانی چیز ہے اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قرابت تم میں سے کوئی نہیں جانتا اور انہوں نے خدیجہ بنتِ خویلد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دعوتِ نکاح دی ہے۔ان کے لئے حق مہر بیس (20) اونٹ مقرر ہوا۔ (بعض جگہ بارہ اوقیہ چاندی اور بیس (20) درہم ہے)۔ یہ مہر معجّل وموجل میرے ذمہ ہے۔ بخدا کچھ عرصہ کے بعد ان کی عظمتِ شان اور بلندی مرتبہ کمالِ عروج پر ہوگا اور ہر ایک پر ظاہر وعیاں ہوگا۔

اس نکاح کی تقریب میں بنو ہاشم اور رؤسائے مضر شریک ہوئے تھے۔ جناب ابو طالب کے خطبہ کے بعد ورقہ بن نوفل نے بھی خطبہ پڑھا۔ اے قریش! گواہ رہو میں نے خدیجہ بنتِ خویلد کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ کی زوجیت میں دے دیا۔ ایک بیٹے کے علاوہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ سے ہوئیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نکاح میں پچیس (25) سال حیات رہیں۔ آپؓ کا انتقال جناب ابو طالب کی وفات کے چند دن بعد رمضان

10 نبوی میں مکہ مکرمہ میں ہوا اور جنت المعلیٰ میں تدفین ہوئی۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر مبارک پینسٹھ (65) برس تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی ابو ہالہ سے ہوئی جن کا اصل نام ہند تھا دوسرے قول کے مطابق مالک بن النباش سے ہوئی ان سے آپؓ کے دو بیٹے ہند اور ہالہ پیدا ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد عتیق بن عائز مخزرمی نے آپؓ سے نکاح کیا۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ خویلد کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ زائدہ تھا۔ جب تک حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حیات رہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔

1.29۔ حضرت قاسمؓ صاحبزادہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت

29 میلادی ، عمر مبارک 29 سال ، 599ء

حضرت قاسم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پہلی اولاد ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان ہی کے نام سے کنیت **ابوالقاسم** ﷺ اختیار کی۔ صحابہ اکرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اسی کنیت سے پکارتے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میرا نام اور کنیت اکٹھا کوئی نہ رکھے تا کہ شبہ پیدا نہ ہو۔ مجاہد کے قول کے مطابق سات دن اور زہری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور جبیر بن معظم کے بقول دو (2) سال اور قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیان کے مطابق آپ چلنے لگے تھے تو آپؓ کا انتقال ہوا۔

1.30۔ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صاحبزادی رسول اللہ ﷺ کی ولادت

30 میلادی، عمر مبارک 30 سال، 600ء

حضرت سیدہ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ وہ بعثت نبوی سے دس سال پہلے مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن

مبارک سے پیدا ہوئیں۔ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک تیس برس تھی۔ سیدہ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی کمسنی میں بعثت سے پہلے ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع (بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی) کے ساتھ ہوئی۔ آقائے دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) جب منصب نبوت پر فائز ہوئے تو حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی والدہ ماجدہ کی اتباع میں فوراً مسلمان ہوگئیں تھیں۔ جنگِ بدر کے موقعہ پر ابوالعاض بھی جنگ میں کفار کی طرف شریک تھے۔ مسلمانوں نے جو قیدی پکڑے تھے ان میں ابوالعاض بھی شامل تھے قیدیوں کے عزیز و اقارب فدیہ دے کر اپنے قیدی چھڑا رہے تھے۔ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بھی مکہ سے اپنے دیور عمرو بن ربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا وہ ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لئے بھیجا جو انہیں حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے شادی کے وقت بطور تحفہ دیا تھا۔ جب سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یاد آگئیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آبدیدہ ہو گئے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو واپس بھیج دو یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابوالعاض کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو فوراً مدینہ بھیج دیں گے۔ تمام صحابہؓ نے بخوشی اس شرط کو تسلیم کرلیا۔ اور ابوالعاض رہا ہوکر مکہ روانہ ہوئے مکہ جا کر انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو مدینہ بھیج دیا۔ بعد میں حضرت ابوالعاضؓ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حضرت ابوالعاص سے دو اولاد ہوئی ایک لڑکا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور لڑکی اُمامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ حضرت علی بن العاصؓ بلوغت تک پہنچے۔ فتح مکہ کہ موقعہ پر وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اونٹی پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سوار تھے اس وقت ان کی عمر تقریباً چودہ پندرہ سال کی تھی انہوں نے جنگ یرموک میں شرکت کی اور شہادت پائی۔ سیدہ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بیٹی امامہ بنتِ ابوالعاصؓ نے لمبی عمر پائی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ ان کے بچپن میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس حالت میں مسجد میں تشریف لائے کی ننھی امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کندھے پر سوار تھیں۔ آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے پھر جب سجدے کے بعد کھڑے ہوتے تو پھر کندھے پر بٹھا لیتے تھے اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی۔ حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت فاطمہ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات کے بعد حضرت امامہؓ سے نکاح کیا۔ اور 40ھ میں حضرت علی بن ابوطالبؓ کی شہادت کے بعد حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت مغیرہ بن نوفلؓ کے نکاح میں آئیں اور انہی کے پاس آپؓ کا انتقال ہوا۔

1.31 ۔ حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ولادت

30ھ میلادی، عمر مبارک 30 سال، 600ء

حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چودھا 14 رجب 30ھ میلادی کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے آپؓ کے والد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا ابوطالب بن عبدالمطلب تھے۔ آپؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ اسد تھا۔ آپؓ اولین اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بعد آپ اسلام لائے جبکہ آپؓ کمسن تھے۔آپؓ کے والد ابوطالب اسلام نہیں لائے لیکن آپؓ کی والدہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ اسد نے اسلام قبول کرلیا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد اور والدہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میری والدہ کے بعد سب سے زیادہ شفقت اور محبت مجھے اپنی چچی حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ اسد سے ملی۔ حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مشکل سے مشکل ترین موقع پر بھی بھرپور ساتھ دیا۔ پھر ہجرت والی رات میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بستر پر سوئے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چہیتی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے شوہر تھے۔

اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل چلی حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خلیفہ راشد بنے آپؓ نے پانچ سال تک خلافت کی اور پھر ایک خارجی عبدالرحمٰن بن عمرو عرف ابن ملجم الحمیر ی ثم الکندی کے ہاتھوں فجر کی نماز کے دوران بروز جمعہ 17 رمضان 40ھ ہجری کو آپؓ شہید ہو گئے۔ (البدایہ والنہایہ)

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اولاد میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سمیت پندرہ بیٹے ہیں اور سترہ بیٹیاں ہیں۔

آپؓ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔

1) حسن، 2) حسین، 3) محسن، 4) ابوبکر، 5) عمر، 6) عثمان، 7) محمد، 8) محمد اوسط، 9) محمد اصغر، 10) عبداللہ، 11) عباس، 12) جعفر، 13) عبداللہ، 14) یحیٰ، 15) عون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹیوں کے نام۔

1) زینب کبریٰ، 2) ام کلثوم، 3) رقیہ، 4) ام حسن، 5) رملہ کبریٰ، 6) ام ہانی، 7) میمونہ، 8) زینب صغریٰ، 9) رملہ صغریٰ، 10) ام کلثوم صغریٰ، 11) فاطمہ، 12) امامہ، 13) خدیجہ، 14) ام الکرام، 15) ام جعفر، 16) ام سلمہ، 17) جمانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)۔

1.32 ۔حضرت سیدہ رقیّہؓ بنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت

33ھ میلادی، عمر مبارک 33 سال، 603ء

حضرت سیدہ رقیّہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دوسری صاحبزادی ہیں جو بعثت نبوی سے سات سال پہلے ام المومنین حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔ سیدہ رقیّہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا پہلا نکاح اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا لیکن ابولہب نے اسلام دشمنی کی وجہ سے اپنے بیٹے سے طلاق دلوادی تھی اس وقت ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی اس کے بعد

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سیدہ رقیّہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی شادی حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کردی۔ ان کے ساتھ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ہجرت حبشہ کا شرف حاصل ہوا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کے حضرت ابراہیم (علیہ سلام) اور حضرت لوط (علیہ سلام) کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہلے شخص ہیں جنہوں نے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی۔ (زرقانی۔ شامی)

حبشہ میں حضرت سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام عبداللہ تھا ان کا چھ (6) سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کا انتقال اسّی (80) سال میں ہوا اوران سے آپ کی کافی نسل چلی جو افریقہ کے مختلف علاقوں میں ساداتِ بنی رقیّہ ؓ کے نام سے موجود ہے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حبشہ سے مکہ واپس آئے اور مدینے کی طرف ہجرت کی اور وہاں حضرت اوس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت کے گھر اُترے۔ 2ھ ہجری میں جب حضورا کرام (صلی اللہ علیہ وسلم) غزوۂ بدر کے لئے روانہ ہورہے تھے حضرت سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو چیچک نکل آئی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ وہ حضرت سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی خبرگیری کے لئے مدینہ میں ٹھہریں اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں جہاد میں شریک ہونے کا ثواب ہوگا اور غنیمت میں سے بھی انہیں حصہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مدینہ منورہ ہی میں ٹھہر گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بدر ہی میں تھے کہ سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بیماری بڑھ گئی اوراسی میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ عین اس وقت جب آپ ؓ کی قبرمبارک پر مٹی ڈالی جارہی تھی حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارثہ فتحِ بدر کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

سرورعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی لختِ جگر کی وفات کی اطلاع ملی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سخت صدمہ پہنچا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے جنازے میں شرکت نہ کرسکے۔ لیکن مدینہ منورہ واپس پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی قبر پر جنتِ البقیع تشریف لے گئے۔ (شامی)

1.33۔حضرت ام کلثوم ؓ بنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت

604ء ، عمر مبارک 34 سال ، 34 میلادی

حضرت سیدہ ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سرور کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ ان کا نام امیّہ ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی کنیت ام کلثوم سے شہرت پائی۔ حضرت ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بعثت نبوی سے چھ (6) سال قبل ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں آپ سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ایک سال چھوٹی ہیں۔ بعثتِ نبوی سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا لیکن ابولہب کی اسلامی دشمنی کی وجہ سے یہ رشتہ ختم ہو گیا۔ عتیبہ بھی اپنے باپ کی طرح سخت اسلام دشمن تھا۔ ایک دفعہ اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سخت بدتمیزی کی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف تھوکا جو آپ ﷺ پر نہ پڑ سکا۔

سرورعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زبان سے یہ الفاظ ادا فرمائے! الٰہی اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط کر دے۔ اس واقعہ کے بعد عتیبہ اپنے باپ کے ساتھ شام کے سفر کے لئے گیا۔ سفر کے دوران قافلے نے ایسی جگہ قیام کیا جہاں رات کو درندے آتے تھے۔ وہاں کے لوگوں نے ابولہب کو خطرے سے آگاہ کر دیا تھا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ عتیبہ کی حفاظت کا اچھی طرح بندوبست کریں۔ کیونکہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بددعا سے خوف آتا ہے۔ اس پر اہل قافلہ نے ان کو پورے قافلے کے درمیان سلایا اور چاروں طرف اونٹوں کو بٹھا دیا۔ رات کو ایک شیر آیا اور اونٹوں کے درمیان سے گزرتا ہوا عتیبہ پر حملہ آور ہوا اور اس کو پھاڑ کر رکھ دیا۔

حضرت بی بی رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات کی وجہ سے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت افسردہ رہتے تھے تو حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سیدہ ام کلثوم ؓ کا نکاح ربیع الاول 3ھ کو حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کر دیا اور وہی حق مہر مقرر ہوا جو حضرت سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا تھا۔ حضرت سیدہ ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ چھ سال رہیں اور پھر شعبان 9ہجری میں آپ ؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضورِ اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ ؓ بنتِ عبد المطلب، حضرت عطیہ ؓ، لیلیٰ بنتِ قائف ؓ اور حضرت اسماء بنتِ عمیس ؓ نے

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔ حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کفن میں اپنی چادر مبارک دی اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت فضل بن عباسؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپؓ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا۔ قبر میں اتارتے وقت حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ سیدہ ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کوئی اولاد نہیں تھی۔

1.34 ۔ بیت اللہ کی تعمیر نو اور حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حجرِ اسود کو اپنی جگہ نصب کرنا

35 میلادی، عمر مبارک 35 سال، 605ء

بیت اللہ کی پہلی بنیاد اس طرح رکھی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے البیت المعمور (بیت معمور) کو جو کہ یاقوت سرخ کا تھا نازل فرما کر کعبہ کی جگہ رکھوایا۔ پھر اس کو آسمان پر اٹھایا گیا اور اس جگہ حضرت آدم (علیہ سلام) نے مکان تیار کیا اور ان کے بعد ان کی اولاد نے گارے اور پتھر سے اسے تعمیر کیا۔ طوفانِ نوح (علیہ سلام) میں وہ غرق ہوگیا اور اس جگہ صرف ایک ٹیلہ رہ گیا جس پر بارش سیلاب وغیرہ نہیں چڑھتا تھا۔ بعد میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ سلام) نے اسے تعمیر کیا اس کے بعد عمالقہ اور پھر جرہم نے سعادتِ تعمیر حاصل کی اور آخر میں قریش نے اس کو از سر تعمیر کیا۔

خانہ کعبہ اُس وقت صرف قد سے کچھ بلند چار دیواری کی شکل میں تھا۔ حضرت اسماعیل (علیہ سلام) کے زمانے ہی سے اس کی اونچائی نو (9) ہاتھ تھی اور اس پر چھت نہ تھی، غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے ایک دفعہ اس کے اندر سے قیمتی چیزیں بھی چوری ہوگئیں تھیں۔ تعمیر پرانی ہونے کی وجہ سے عمارت خستہ حال ہوگئی تھیں۔ دیواریں پھٹ گئیں تھیں آگ لگنے اور سیلاب آنے کے واقعات سے عمارت ایسی ہوگئی تھی کہ کسی بھی وقت ڈھے سکتی تھی۔ اس لئے قریشِ مکہ مجبور ہوگئے کہ اس کو نئے سرے سے تعمیر کریں۔

قریش نے کعبہ کی تعمیر کے لئے حصے بانٹ لئے۔ دروازے کا حصہ بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کا۔ رکن اسود رکن یمانی کے درمیان کا حصہ بنی مخزوی اور قریش کے اِن قبیلوں کا جوان سے مل گئے تھے۔ کعبے کا پچھلا حصہ بنی جمح اور بنی سہم کا جو عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی کے دو بیٹے تھے۔ حجر کا حصہ بنی عبد الدار، بنی قصی اور بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی اور عدی بن کعب بن لوی کا جس کو حطیم کہتے ہیں۔ (ابن ہشام)

لیکن کھڑی ہوئی عمارت کومنہدم کرنے پر کوئی آمادہ نہ تھا سب ڈرتے تھے آخر سرداران قریش میں ولید بن مغیرہ نے ہمت کر کے کام کا آغاز کیا۔ رفتہ رفتہ اور قبائل بھی شامل ہوتے چلے گئے اسی زمانے میں جدہ کی بندرگاہ پر ایک جہاز ٹوٹ کر ناکارہ ہو گیا تھا جب سردارانِ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس جہاز کی لکڑی خرید لی اور اور اونٹوں پر لادھ کر مکہ لے آئے۔ یہ لکڑی خانہ کعبہ کی چھت کے لئے خریدی گئی تھی۔ جب کعبہ کی عمارت کو ڈھا دیا گیا اور اس کی اصل بنیاد جو حضرت ابراہیم علیہ سلام نے رکھی تھی جو سبز رنگ کے پتھر تھے جو اونٹ کی کوہان کی طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے وہ نکل آئے تو ان پتھروں پر ایک تحریر جو سریانی زبان میں لکھی ہوئی تھی لوگوں نے اس کو دیکھا لیکن کچھ سمجھ نہ سکے یہاں تک کے ایک یہودی نے ان کو پڑھ کر سنایا۔ اس میں لکھا تھا میں مکہ کا مالک ہوں میں نے اس وقت اس کو پیدا کیا جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور چاند سورج کو صورت بخشی۔ میں نے اس کے اطراف سات موحد فرشتوں کو مقرر کر دیا وہ اس کی اس وقت تک حفاظت کرتے رہیں گے جب تک اس کے دونوں پہاڑ قائم ہیں وہ اس کے رہنے والوں کے لئے پانی اور دودھ کے لئے مبارک ہے۔ (ابن ہشام)

قریش مکہ نے فیصلہ کیا تھا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر صرف حلال رقم سے کی جائے گی۔ جو لکڑی چھت کے لئے خریدی گئی وہ پوری چھت کے لئے ناکافی تھی اس لئے ایک طرف سے عمارت کی جگہ چھوڑ کر تعمیر شروع کر دی گئی جب تعمیر بلند ہوتے ہوتے اس مقام تک پہنچ گئی کہ حجر اسود رکھا جائے تو قبائل قریش میں ایک سخت اختلاف ہوا، فساد اور جنگ کے آثار پیدا ہو گئے۔ ہر قبیلہ کے سردار یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود میں اپنے ہاتھ سے اس جگہ رکھوں۔ بنو عبد الدار مرنے اور مارنے کی قسم کھا بیٹھے اس جھگڑے میں پانچ روز تک کام بند رہا۔ آخر قبائل قریش خانہ کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور ایک مجلس میں ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی نے یہ تجویز پیش کی

جو شخص کل صبح سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو۔ اس کو حکم مقرر کیا جائے وہ جو فیصلہ کرے اس پر سب راضی ہوں گے۔ دوسرے دن سب سے پہلے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ جب لوگوں نے آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا تو پکار اٹھے۔

ھذا الامین رضینا . ھٰذامحمد (صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: یہ امین ہیں ہم ان پر راضی ہیں سب آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک چادر زمین پر بچھائی اور حجر اسود اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس پر رکھ دیا پھر ہر قبیلے کے سردار سے کہا کہ چادر کا کنارا پکڑ لو۔ تمام سرداران قریش نے مل کر چادر کو اٹھایا اور اس مقام تک لے گئے جہاں نصب کرنا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چادر سے اٹھا کر نصب کر دیا کسی کو شکایت باقی نہ رہی سب آپس میں رضا مند رہے اس واقعہ میں

1۔ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس 2۔ اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ
3۔ ابو حذیفہ بن مغیرہ بن عمر بن مخزوم 4۔ قیس بن عدی السہمی

چار شخص بہت پیش پیش تھے اور کسی طرح ایک دوسرے کے لئے معاملہ چھوڑنے کو تیار نہ تھے اس فیصلہ سے چاروں بہت خوش تھے حضور اکرام (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس حکیمانہ فیصلے سے قریش کو ایک خونریز جنگ سے بچالیا۔ قریش کے پاس حلال مال کی کمی کی وجہ سے شمال کی طرف سے کعبہ کی لمبائی تقریباً چھ ہاتھ کم کر دی۔ یہی ٹکڑا حجر اور حطیم کہلاتا ہے۔

خانہ کعبہ کا دروازہ لگایا گیا اور دیواریں پندرہ ہاتھ بلند کر دی گئیں اندر چھ ستون کھڑے کر کے اس پر چھت ڈالی گئی۔ اب خانہ کعبہ کی بلندی پندرہ میٹر، حجر اسود والی دیوار اور اس کے سامنے کی دیوار یعنی جنوبی اور شمالی دیواریں دس دس میٹر کر دی گئیں۔ حجر اسود مطاف کی زمین سے ڈیڑھ میٹر کی بلندی پر ہے۔ مشرق اور مغرب کی دیواریں بارہ بارہ (12، 12) میٹر ہیں۔ دروازہ زمین سے دو میٹر بلند ہے۔ دیوار کے گرد نیچے چاروں طرف ایک بڑھے ہوئے کرسی نما گھیرا ہے جس کی اونچائی (25) پچیس سینٹی میٹر اور اوسط چوڑائی تیس (30) سینٹی میٹر ہے۔ اسے شاذروان کہتے ہیں یہ بھی بیت اللہ کا جز ہے۔

(صحیح بخاری، فقہ السیرہ، ابن ہشام)

1.35 ۔ غریبوں کی کفالت

36 میلادی، عمر مبارک 36 سال، 606ء

سرورِعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دانائی، اچھے اخلاق، راست بازی، راست کرداری، دیانت داری اور امانت کا تمام ملک میں چرچا تھا تجارت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیشہ تھا۔ اور ام المومنین حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے شادی کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فارغ البالی سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں قحط پڑا جناب ابو طالب کثیر العیال تھے ان کی عزت وعظمت خاندان کے بڑے اور سردار ہونے کی وجہ سے بہت تھی۔ مگر افلاس اور تنگی کے ساتھ آپ کی گزر اوقات ہوتی تھی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جناب ابو طالب کی تنگی اور حسرت کا حال دیکھ کر اپنے دوسرے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب سے کہا کہ آج کل قحط کا زمانہ ہے اور جناب ابو طالب کا بڑا کنبہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ان کے ایک لڑکے کو آپ اپنے گھر لے آئیں اور ایک کو میں لے لوں اس طرح ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا، حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور جناب ابو طالب کے پاس پہنچے اور اپنی خواہش بیان کی، جناب ابو طالب نے کہا کے عقیل کو میرے پاس رہنے دو۔ باقی دو کو اگر تمہاری خواہش ہے تو لے لو چنانچہ حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابو طالب کو حضرت عباس بن عبدالمطلب اپنے گھر لے گئے اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابو طالب کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے گھر لے آئے اور ان کی کفالت کی ذمہ داری آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سنبھال لی۔

1.36۔ غارِ حرامیں عبادت الٰہی

37 میلادی، عمر مبارک 37 سال، 607ء

حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے جیسے نبوت ملنے کے قریب ہو رہے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انتہائی سنجیدہ رہنے لگے تھے۔ ہر وقت غور وفکر میں لگے رہتے تھے، اس وجہ سے آپ ﷺ تنہائی پسند ہو گئے تھے، پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تنہائی میں وقت گزارنے کے لئے مکہ سے تقریباً دو (2) میل دور کوہِ حرا

(جبل نور) کے ایک غار کا انتخاب کیا، یہ ایک مختصر سا غار ہے جس کی لمبائی چار گز ہے اور چوڑائی پونے دو گز ہے یہ نیچے کی جانب گہرا نہیں ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں اکثر تشریف لے جایا کرتے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں غور و فکر کرتے کبھی کبھی حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ جائیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتیں۔ آپ ﷺ کھانے کے لئے ستو اور پانی بھی لے جایا کرتے تھے رمضان المبارک میں بیشتر وقت یہاں ہی گزرتا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے۔ آپ ﷺ غریبوں اور مسکینوں کی مدد اور ان کو کھانا کھلانے کا بے حد اہتمام فرماتے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ تنہائی پسندی بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ایک حصہ تھی، اس طرح اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آنے والے عظیم کام کے لئے تیار کر رہا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) غار حرا میں اللہ تعالیٰ کا گھنٹوں مراقبہ کرکے اپنی روح کو تقویت پہنچاتے اور اس کے اندر آنے والے بوجھ کو اٹھانے کی طاقت صلاحیت پیدا کرتے، جو ریاضت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) غار حرا میں کرتے تھے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت کے مطابق اس کو " تحنث " کہتے ہیں۔

1.37۔ رویائے صادقہ

38 میلادی، عمر مبارک 38 سال، 608ء

غیبی امور کے انکشاف کا اعلیٰ ترین ذریعہ وحی نبوت ہے اور ادنیٰ درجہ رویائے صادقہ ہیں، جب نبوت کا زمانہ قریب آنے لگا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچے اور صحیح خواب آنے لگے۔ جو کچھ صبح ہونے اور پیش آنے والے واقعات ہوتے وہ سب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نظر آنے لگتے تھے۔ حضرت علقمہ بن قیس ؓ سے روایت ہے کہ اول انبیاء علیہ سلام کے سچے خواب دیکھائے جاتے ہیں یہاں تک کہ سچے خوابوں سے ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ تو حالت بیداری میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رویائے صادقہ نبوت کا ایک جزد ہے۔ حدیث میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رویائے صادقہ کو نبوت کا چھبیسواں (26) حصہ قرار دیا۔

ایک دوسری حدیث میں چالیسواں (40) حصہ کہا گیا ہے۔ انبیاء اکرام علیہم اسلام کے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں ان میں جھوٹ کا امکان بھی نہیں ہوتا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بات میں سب سے زیادہ سچا ہے وہی خواب میں بھی سب سے زیادہ سچا ہے۔

1.38۔ حضرت فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ (ﷺ) کی ولادت

39 میلادی، عمر مبارک 39 سال، 609ء

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض روایت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بعثت نبوی سے پانچ سال قبل اس زمانے میں پیدا ہوئیں جب قریش مکہ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک پینتیس (35) برس تھیں۔ حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بیٹی سے پناہ محبت کرتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے 2ھ میں ہوا ایک ماہ بعد رخصتی ہوئی۔

حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی پانچ اولاد ہوئیں

(1) حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (2) حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (3) حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (4) حضرت ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (5) حضرت محسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (بعض مورخیں ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں)۔ حضرت سیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد 3/رمضان المبارک 11ھ ہجری منگل کی رات کو ہوا۔ ابن جوزیؒ اور بعض دوسرے راویوں کے مطابق حضرت اسماء بنتِ عمیس (زوجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت سلمیٰ ام رافع (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپؓ کو غسل دیا اور خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی

حصہ دوم

بترتیب سنۃ نبوی

قَالَ اللهُ تَعَالَى : إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ
يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا
تَسْلِيماً
(33-56)

الله
رسول
محمد

محمد
صلى الله عليه وسلم
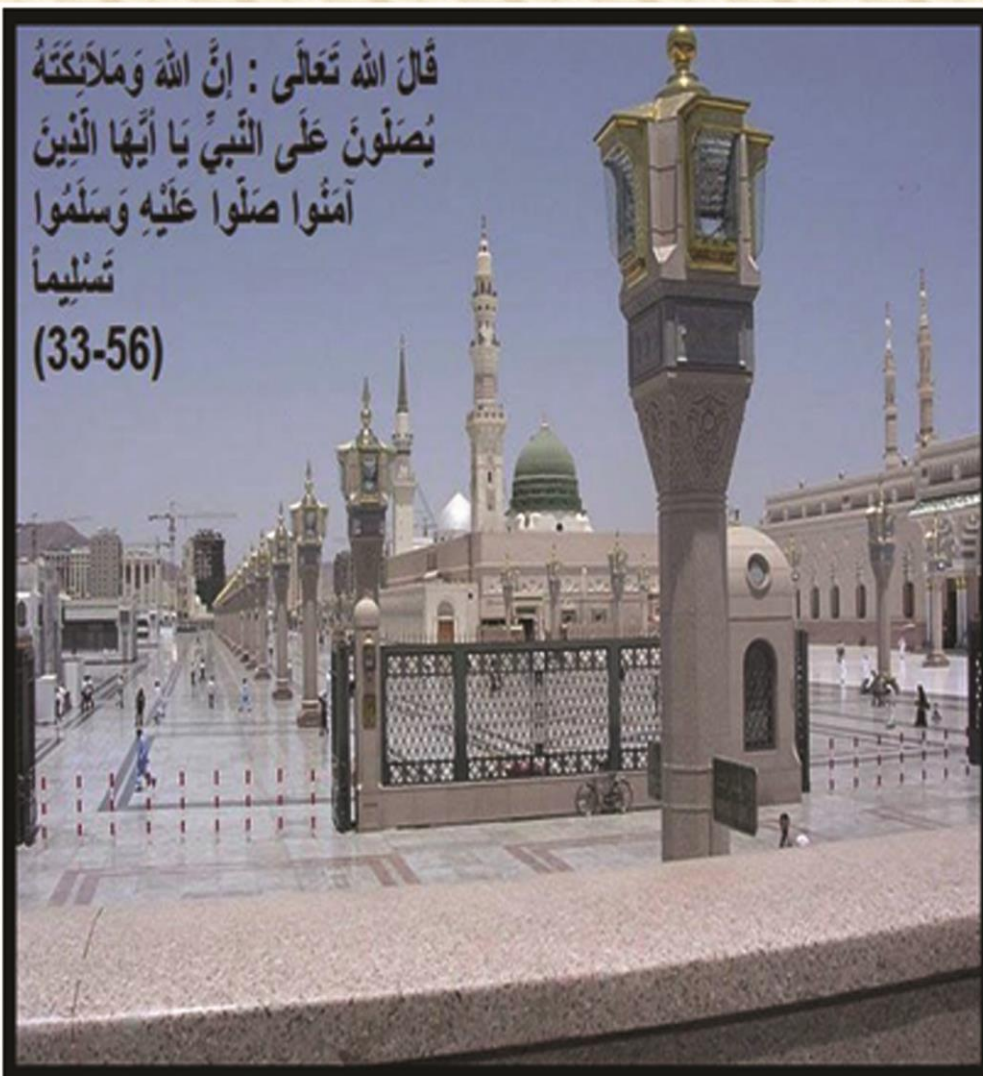
وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى ○

اور تمہیں پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ (سورۃ الضحیٰ۔۵)

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ○

اور آپ (ﷺ) کا ذکر بلند کیا۔ (سورۃ الم نشرح۔۴)

2.1 ۔ پہلی وحی کا نزول

21رمضان 40 میلادی، 1 نبوی ، عمر مبارک40سال ، 10اگست 610ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہوگئی جب وہ روحانی قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت میں ودیعت کیں تھیں عبادت، ریاضت اوراس خلوت سے نشونما پا کر تحمل وحی اور برداشت منصب نبوت کے قابل ہوگئیں تو ایک روز غارِ حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرشتہ (جبریل امین علیہ سلام) نمودار ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوکر کہا کہ (اقراء) پڑھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ماانا بقاری" میں تو پڑھنا نہیں جانتا پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر زور سے بھینچا پھر چھوڑ دیا اور کہا (اقراء) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر جواب دیا **"ماانا بقاری"**، فرشتہ نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر زور سے بھینچا اور کہا (اقراء) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا **"ماانا بقاری"** فرشتہ نے پھر تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زور سے بھینچا اور چھوڑ کر کہا

اِقۡرَاۡبِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ o خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ o

اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَکۡرَمُ o الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ o

عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَالَمۡ یَعۡلَمۡ o (سورۃ العلق:۵۔۱)

ترجمہ: پڑھیے اپنے رب کے نام سے۔ جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ بنایا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھلایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

یہ کہہ کر جبریل امین علیہ السلام غائب ہو گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے خوف زدہ حالت میں گھر تشریف لائے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل کانپ رہا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سخت سردی محسوس کر رہے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا "زملونی زملونی" مجھے کمبل اڑھاؤ۔ ام المومنینؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کمبل اڑھا دیا وہ بھی گھبرا گئیں کہ بات کیا ہے۔ جب تھوڑی دیر میں کچھ سکون ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کیفیت حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بیان کی اور کہا!

"لقد خشیت علیٰ نفسی" مجھے اپنی جان کا خوف ہے

حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے تمام واقعہ سننے کے بعد کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی رنج نہ دے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو امانت ادا کرتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صلہ رحمی کرتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ غریبوں کے لئے کماتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبارک باد دی اور بشارت دی کے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بھلائی کے سوا کچھ نہ کرے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بشارت ہو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً اللہ کے برحق رسول ہیں۔ (فتح الباری)

اس کے بعد ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ہمراہ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تمام واقعات سنتے ہی کہا کہ یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ سلام کے پاس آتا تھا۔ کاش میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کے زمانے میں قوی و توانا ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وطن سے نکال دے گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تعجب سے فرمایا کہ یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا یقیناً یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نکال دیں گے کیونکہ جب بھی کوئی آدمی اس دعوت کو لے کر آیا جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے ہیں تو لوگوں نے ان کو دشمن جانا ہے اگر میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بھرپور حمایت کروں گا اس کے چند روز بعد ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ ۲۱/رمضان المبارک پیر کی رات بمطابق ۱۰/ اگست ۶۱۰ء کو پیش آیا اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک چالیس سال چھ ماہ اور بارہ دن تھی۔

2.2 ۔ زمانہ فترہ

40ھ میلادی ، 1ھ نبوی ، 610ء عمر مبارک:40سال

پہلی وحی کے بعد وحی کا سلسلہ کچھ دن کیلئے رک گیا۔ بعض روایات میں مشہور ہے کہ یہ زمانہ ڈھائی

یا تین سال کا تھا لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اس دوران سورۃ مدثر کی ابتدائی سات آیات اور سورۃ مزمل کا پہلا رکوع نازل ہوا اس کے بعد وحی کا نزول رک گیا۔ شاید تین سال بعد سورۃ الضحیٰ نازل ہوئی اور خدا نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تسلی دی کے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ناراض نہیں ہوا۔ وحی کا رک جانا ایک خاص مصلحت کے تحت تھا۔ وحی کی بندش کے عرصے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت غمگین رہتے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے کہ اپنے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نیچے گرا دیں تو جبریل امینؑ نمودار ہوئے اور فرمایا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے برحق رسول ہیں۔

آخر ایک روز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) غارِ حرا سے گھر کی طرف تشریف لا رہے تھے کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر اس فرشتے کو دیکھا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو دیکھ کر پھر سہم گئے اور گھر جا کر کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کان مبارک میں جلالی آواز آئی۔

يَآَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ☆ قُمْ فَانْذِرْ ☆ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ☆ وَثِيَابَکَ فَطَهِّرْ ☆
وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ☆ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ☆ وَ لِرَبِّکَ فَاصْبِرْ ☆

(سورۃ مدثر: ۱۔۷)

ترجمہ: اے کپڑا اوڑھنے والے۔ کھڑے ہو جاؤ اور آگاہ کر دو۔ اور اپنے ربّ کی بڑائی بیان کرو اپنے کپڑوں کو پاک رکھو ناپاکی سے دور رہو۔ اور احسان کر کے زیادہ لینے کی خواہش نہ کرو۔ اور اپنے رب کی راہ میں صبر کرو۔

2.3 ۔ جبریل علیہ السلام کا آپکو وضو و نماز سکھانا

40 میلادی ، 1 نبوی ، 610ء عمر مبارک: 40 سال

حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا آغاز وحی کے دوران جبریل (علیہ سلام) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وضو اور نماز کی کیفیت بتلائی۔

ایک روز حضرت جبریل (علیہ سلام) نہایت خوبصورت شکل اور بہترین خوشبو کے ساتھ رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) غار حراء سے نیچے تشریف لے آیئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نیچے گھائی میں تشریف لے آئے تو حضرت جبریل (علیہ سلام) نے زمین پر اپنا پیر مارا جس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اس سے حضرت جبریل (علیہ سلام) نے وضو کیا اور حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر حضرت جبریل (علیہ سلام) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وضو کرنے کو کہا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی اسی طرح سے وضو کیا جس طرح حضرت جبریل (علیہ سلام) نے کیا تھا اس کے بعد حضرت جبریل (علیہ سلام) نے نماز پڑھائی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ساتھ کھڑا کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت جبریل (علیہ سلام) کے ساتھ دو رکعت نماز کعبہ کی طرف منہ کر کے ادا کی۔ یہ پہلی نماز پیر کے روز ادا کی گئی۔ پھر حضرت جبریل (علیہ سلام) آسمان پر واپس چلے گئے۔

مقابل بن سلیمان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام میں صرف دو نمازیں فرض فرمائیں۔ دو رکعت نماز فجر اور دو رکعت بعد از زوال پھر شب معراج پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور یہ بھی حدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بیان ہوا ہے کہ آپ نے ابتداء نبوت میں زوال آفتاب سے متصل نماز ادا فرمائی۔ (الوفا فی احوالِ مصطفیٰ ﷺ)

2.4۔ام المومنین حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا قبول اسلام اور پہلی نماز

1 نبوی ، 610ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جب جبریل امین (علیہ سلام) کے ساتھ نماز پڑھ چکے تو گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جس پتھر اور شجر کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کرتا تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس آئے اور انہیں سارے واقعہ کی خبر دی پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کو لے کر اس چشمے پر آئے اور وضو کیا تاکہ حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ کر وضو کا طریقہ سیکھ لیں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے وضو کرنے کو کہا انہوں نے بھی

وضو کرلیا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ) نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔
یہ پہلی نماز تھی جو کرہ ارض پر حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کے بعد ادا کی۔ (زرقانی)

2.5۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبولِ اسلام اور پہلی نماز

1 نبوی، 610ء

دوسرے روز حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تشریف لائے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یہ اللہ کا دین ہے جو اس نے میرے لئے پسند فرمایا اور مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں تمہیں اس خدائے واحد کی طرف عبادت کے لئے بلاتا ہوں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا یہ نئی چیز ہے جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی نہ سنی اس لئے میں اپنے والد ابو طالب سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کروں گا۔ اس پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو نہ کرو لیکن ہمارا راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اسلام کی ہدایت دی اگلے روز صبح کو وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تقریباً ایک سال تک اپنے اسلام لانے کو والد ابو طالب سے چھپائے رکھا۔ (حلبی)

ابن عفیف کندی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں تجارت پیشہ آدمی تھا میں حج کے لئے آیا تو حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس حاضر ہوا تا کہ ان سے بعض اشیاء خریدوں جب میں منیٰ میں ان کے پاس تھا کہ اچانک ایک عظیم شخصیت قریب ہی نصب شدہ خیمہ سے باہر نکلی سورج کی طرف (وقتِ نماز کا اندازہ لگانے کے لئے) دیکھا اور نماز شروع کر لی۔ پھر اس خیمہ سے ایک عورت نکلی اس نے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ پھر ایک لڑکا بھی اس خیمہ سے نکلا جو بلوغت کے قریب تھا وہ بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا یہ کون

ہیں۔ انہوں نے کہا یہ میرے بھتیجے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ میں نے کہا یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے فرمایا! یہ ان کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ بنت خویلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں۔ میں نے جوان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ محمد بن عبداللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چچازاد بھائی ہیں۔ میں نے سلسلہ سوالات جاری رکھتے ہوئے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا نماز پڑھ رہے ہیں اِن کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں اور ابھی تک اس دعویٰ میں ان کی تصدیق و تائید صرف ان کی زوجہ اور چچازاد بھائی نے کی ہے۔ ان کا یہ ہی دعویٰ ہے کہ قیصرہ کسریٰ اور اس کے خزانے ان کی امت کے ہاتھ آئیں گے۔

عفیف جو اشعث بن قیس کے چچا زاد بھائی تھے۔ اس وقت تو اسلام نہ لائے لیکن بعد میں یہ سعادت حاصل کر لی مگر ان کی ہمیشہ یہ حسرت رہی۔ اے کاش! میں اس وقت مسلمان ہو جاتا اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد دوسرے درجے پر فائز ہو جاتا اور ثانی اسلام ہو جاتا۔ (الوفا)

2.6 ۔ ابتداء میں نماز کی کیفیت

1 نبوی ، 610ء

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ شروع میں ہر نماز دو رکعت کی ہوا کرتی تھی۔ پھر بعد میں حالتِ سفر میں تو دو رکعت برقرار رہیں لیکن حالت قیام میں چار رکعت ہو گئیں۔ دو نمازیں ہوتی تھیں ایک طلوع شمس سے پہلے اور دوسری غروبِ شمس کے بعد۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَار ٥ (سورۃ المومن۔ ۵۵)

ترجمہ: پس اے نبی صبر کیجئے اللہ کا وعدہ بلا شک وشبہ سچا ہے اللہ سے استغفار کرتے رہیئے۔ صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیئے۔

2.7 ۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبول اسلام

1 نبوی، عمر مبارک:40 سال ، 610ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ بن شرجیل کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی گھر کے فرد تھے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی مشرف با اسلام ہوئے اور انہوں نے بھی حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ابن ہشام)

ابن اسحٰق کے مطابق حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نسب یہ ہے۔

زید بن حارثہ بن شرجیل بن عبدالعزیٰ بن امری القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرۃ بن الات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن برّہ۔

حکیم بن حزام بن خویلد شام سے چند غلام لائے تھے جن میں کم عمر زید بن حارثہؓ بھی تھے ان کے پاس ان کی پھوپھی حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت خویلد گئیں۔ ان کی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے شادی ہو چکی تھی تو حکیم نے کہا کہ پھوپھی آپؓ ان لڑکوں ہی سے جسے چاہے لے سکتی ہیں تو حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتخاب کیا اور گھر لے آئیں۔ جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھا تو حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے انہیں مانگ لیا۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ان کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دیا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والدان کی گمشدگی کی وجہ سے بے حد پریشان اور اداس رہتے تھے اور ان کی تلاش میں رہتے تھے تلاش کرتے کرتے ان کو معلوم ہوا کہ زیدؓ مکہ میں ہیں تو وہ مکہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی واپسی کے لئے بات کی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ زیدؓ سے پوچھ لو۔ حضرت زیدؓ نے اپنے والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں ان کے پاس ہی رہوں گا۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد نے جب دیکھا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا بیٹا بنا کر اپنے پاس بڑے پیار و محبت سے رکھا ہوا ہے تو وہ خوشی خوشی حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر وحی نازل فرمائی تو حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کی تصدیق کر کے اسلام قبول کر لیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نماز پڑھی۔

2.8۔رفیقِ خاص یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبول اسلام

1 نبوی - 610ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے گھرانے کے باہر اپنے خالص اور مخلص دوست کو اس نعمت عظیم کی طرف دعوت دی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے مخلص و پرانے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بلا تامل و بلا تردّد فوراً ہی ایمان لے آئے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں نے جس شخص پر اسلام پیش کیا وہ اسے قبول کرنے سے پہلے کچھ نہ کچھ ضرور جھجکا مگر ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام قبول کرنے میں ذرا بھی توقف نہیں کیا۔

ابنِ اسحٰقؒ نے کہا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام اختیار کیا تو آپ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور اللہ اور اسکے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی جانب لوگوں کو دعوت دینا بھی شروع کر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی قوم میں بہت تعلقات رکھنے والے اور ان میں محبوب، نرم اخلاق، قریش میں سے بہترین نسب والے اور قریش کے انساب کا تمام قریش سے زیادہ علم رکھنے والے، ان کی بھلائی برائی کو سب سے زیادہ جاننے والے۔ دولت مند تاجر تھے۔ ایمان لانے کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ خوش مزاج اور ہر ایک کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے۔ آپ کے علم، تجارت اور حسنِ معاملات ے سبب سے آپؓ کی قوم تمام افراد آپ کے پاس رائے لینے آتے تھے۔ ان اوصاف کی وجہ سے مکہ میں آپؓ کا بہت اثر ورسوخ تھا۔ آپؓ نے اپنی قوم کے ان افراد کو جن پر آپ بھروسہ کرتے تھے اور جو آپ کے پاس آتے جاتے تھے آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی جانب بلانا شروع کر دیا۔ (ابن ہشام)

2.9 ۔ السابقون الاوّلون

1 نبوی ، 610ء

نبوت کے اعلان کے بعد جولوگ سب سے پہلے ایمان لائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ہیں۔ قرآن کریم اور حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے بارے میں بشارت دی ہے۔ تاہم اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

تبلیغ اسلام کے اس اولین عہد میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تجارت کا پیشہ کرتے تھے اور آپؓ کا حلقہ احباب اور اثر ورسوخ قریش مکہ میں بہت وسیع اور گہرا تھا۔ آپؓ کے اثر اور ترغیب سے حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت طلحہٰ بن عبیداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ، حضرت سعدّ بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)وغیرہ ایمان لائے۔

پھر حضرت عبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ، حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ، حضرت عبدالاسد بن ہلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عثمان بن مظعون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت قدامہ بن مظعون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)،حضرت سعید بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اوران کی اہلیہ حضرت فاطمہ ہمشیرہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

ان حضرات کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت جعفر بن ابوطالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وغیرہ بھی دین اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت ارقم بن ابی الارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عبیدہ بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت خباب بن ارت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

ابتدائی ایمان لانے والوں میں حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عمر بن عتبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت خالد بن سعد بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عامر بن فہیرہ ازدی (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ)، حضرت حذیفہ بن عتبہ(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت سائب بن عثمان بن مظعون(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت مسعود بن القاری(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت سلیط بن عمرو(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت حاجب بن عمرو(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عیاش بن ابی ربیعہ(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کی بیوی حضرت اسماءبنتِ سلامہؓ ، حضرت عامر بن ربیعہ(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اورحضرت عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)شامل ہیں۔

عورتوں میں حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیوی ام الفضل لبانہ بنت حارث اورحضرت اسماءبنت ابوبکر(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)نے اسلام قبول کرلیا۔

اس طرح مسلمانوں کی ایک چھوٹی سے جماعت تیار ہوگئی جس میں عورت، مرد، جوان، بوڑھے اور بچے سب شامل تھے۔مشرکین کے خوف سے یہ مسلمان مکہ سے باہرایک گھاٹی میں جا کرنماز ادا کیا کرتے تھے۔

تین سال تک اسلام کی تبلیغ اسی طرح چپکے چپکے سے ہوتی رہی۔ لوگ شرک اور بت پرستی سے بے زار ہوکر رفتہ رفتہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس طرح قریش مکہ کی ہرمجلس اورمحفل میں اس نئے دین کا ذکر و چرچا ہونے لگا۔ مسلمان خوداپنے دین کا اعلان نہیں کرتے تھے اس لئے بہت سے مسلمانوں کودوسرے کے مسلمان ہونے کاعلم نہ ہوتا تھا۔ ابتداء میں تو قریش مکہ اس اسلام کی تحریک کواہمیت نہ دیتے تھےاور نہ خطرناک سمجھتے تھے۔ لہٰذا زبانی طور پراس کا تمسخراڑاتے تھےاورمسلمانوں کی تضحیک کرتے تھے۔ باقاعدہ طور پرمسلمانوں کوتکالیف پہنچانے کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ قریش کے کچھ شرارتی لوگ مسلمانوں کو اکیلے میں موقعہ پانے پرجسمانی ایزادیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)اور چندمسلمان کو کفار نے بہت سختی سے عبادت کرنے سے روکا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)نے ان کا مقابلہ کیا ایک کافر حضرت سعدؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تلوار سے زخمی ہوا۔ یہ سب سے پہلی تلوارتھی جواللہ کی راہ میں چلی۔

2.10 ۔جناب ابوطالب کا دین اسلام کے بارے میں معلوم کرنا

2 نبوی، 611ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا معمول تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پہاڑی کی گھائی میں جا کر نماز ادا فرماتے۔ ایک دفعہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے اس وقت تک حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے دین کو اپنے والد پر ظاہر نہیں کیا تھا کہ اتفاقاً جناب ابوطالب اسی طرف آ نکلے اور خاموش کھڑے ہوئے دیکھتے رہے۔

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) جب نماز سے فارغ ہوئے تو جناب ابوطالب نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں ، تمام انبیاء اور ہمارے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ سلام کا دین ہے۔ اللہ نے مجھے بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے بت پرستی سے منع کیا ہے اور صرف اللہ نے اپنی عبادت فرض کی ہے جس کے ادا کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ میں آپ کو اس کی دعوت دیتا ہوں آپ اس اس کو قبول کر کے اس عظیم کام میں میری مدد کریں جناب ابوطالب نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑوں گا لیکن حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا تم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ نہیں چھوڑنا مجھ کو یقین ہے کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) تم کو نیکی کے سوا کسی برائی کی ترغیب ہرگز نہ دیں گے۔

2.11 ۔ دارالارقم میں اجتماع

4 نبوی ، 613ء

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) سورۃ مدثر کے نازل ہونے کے بعد تین سال تک خفیہ طور پر دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہے۔ نماز کے وقت عام مجمع سے ہٹ کر کسی گھاٹی میں نماز پڑھتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی کسی مشرک سے جھگڑے کے بعد ماحول میں کشیدگی اور بڑھ گئی۔ تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہ اکرامؓ کو لے کر خفیہ طور پر عبادت کے لئے حضرت ارقمؓ کے گھر دارالارقم میں جمع

ہونے لگے جو کوہ صفاء پہاڑ پر واقع تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی۔ دارالارقم 6ھ نبوی تک مسلمانوں کا مرکز رہا یہاں ہی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) دین کی تبلیغ اور نماز ادا فرماتے۔ دارِارقم میں حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کے بعد مسلمانوں کی تعداد چالیس (40) ہو گئی تھی۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پہلے حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی مسلمان ہو چکے تھے۔

اس دارالارقم کو اسلام کی پہلی درس گاہ بھی کہا جاتا ہے، نبوت کے تیسرے سال سے چھٹے سال تک رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی قیام گاہ اور اسلامی دارالصدر یہی دارالارقم رہا جو لوگ یہاں مسلمان ہوتے ان کا شمار سابقون اوّلوں میں ہوتا ہے۔

2.12۔ اعلانیہ تبلیغ کا حکم

4ھ نبوی ، 613ء

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ رب العزت کی طرف سے ارشاد ہوا۔

وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡن ☆ (الشعراء - 214)

ترجمہ: اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سناؤ

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے گروہ قریش اپنی جانوں کو ایمان واطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے خرید و اور بچاؤ تمہیں (ایمان نہ لانے کی صورت میں) عذابِ الٰہی سے کسی طرح نہیں بچا سکوں گا۔ اے بنی عبدالمطلب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے کوئی نفع نہیں دوں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب ۔ اے صفیہ (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی) میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکوں گا (بغیر اللہ کی مشیت کے)۔ اے فاطمہ بنتِ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے میرے مال میں سے جو چاہے لے لو مگر میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہیں دلا سکتا (جب تک کہ ایمان نہ لاؤ اور شفاعت کی اجازت ملے)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡن ☆ (الحجر-94)

ترجمہ:۔ پس جو حکم تم کو (خدا کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنادو اور مشرکوں کا

(ذرا) خیال نہ کرو۔

تقریباً تین سال خفیہ دعوت وتبلیغ کا کام جاری رہا۔اس آیتِ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے ساتھیوں نے کھل کر دین اسلام کو پھیلانے کا کام شروع کر دیا۔

2.13 ۔ کوہِ صفا پر اعلان حق

4 نبوی ، 613ء

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا!

" وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْن ☆ (الشعراء ۔ 214)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو اُس دور کے رسم ورواج کے مطابق یا صباحاہ کہہ کر پکارا (اے لوگوں وقت صبح دشمن کے ناگہانی حملہ سے ہوشیار رہو) لوگ دوڑتے ہوئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آنے لگے جو خود نہیں پہنچ سکتا تھا اس نے اپنی طرف سے آدمی بھیجا حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے بنی عبدالمطلب ، اے بنی فہر، اے بنی فلاں۔ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف دامن میں دشمن کی گھوڑ سوار فوج پہنچ چکی ہے جو تم پر اچانک حملہ کا ارادہ رکھتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے اور میری بات کو سچا تسلیم کرلو گے۔ سب نے متفق ہو کر کہا ہاں کیونکہ ہم نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اب میں تمہیں اللہ کے سخت عذاب سے خبردار کرتا ہوں جو بہت قریب ہے میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لاؤ تم اس عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے۔ یہ سنتے ہی عام قریش کے لوگ ہنس پڑے اور ابولہب نے کہا کہ ہلاکت ہو تیرے لئے کیا تو نے اس لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس پر مجمع منتشر ہو گیا۔ ابولہب کے اٹھتے ہی سورۃ اللھب نازل ہوئی۔

بِسْمِ اَللہ اِ لرَّحْمٰنِ الرحیم

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ☆ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَا لُهٗ وَمَا کَسَبَ☆

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ☆ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّا لَةَ الْحَطَبِ ☆
فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ☆

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا۔ اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں ڈھونے والی۔ اس کی گردن میں میں مونجھ کی بنی ہوئی رسی ہوگی۔

2.14 ۔ خاندانِ عبدالمطلب کی دعوت

4 نبوی ، 613ء

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جب خاندانِ والوں کو ڈرانے سے متعلق آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ایک دعوت کا اہتمام کیا اس میں اپنے تمام خاندان والوں کو جمع کیا۔ جس میں ایک صاع غلہ ایک بکری کا دست اور ایک پیالہ دودھ کا بندوبست کیا گیا۔ بنی عبدالمطلب کے تمام افراد کو جمع کیا گیا جو کم و پیش چالیس (40) افراد تھے۔ جن میں ابوطالب، حضرت حمزہ، حضرت عباس اور ابولہب بھی شامل تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اللہ کا نام لے کر کھاؤ جو کھانا عام حالات میں ایک آدمی کے لئے ہوتا ہے وہ چالیس لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور بچ بھی گیا اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ فرمانے کا ارادہ کیا تو ابولہب نے یہ کہہ کر سب کو اٹھا دیا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے تمھارے کھانے پر جادو کر دیا تھا۔ یہ سنتے ہی لوگ چلے گئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو کچھ کہنے کا موقع نہ مل سکا۔ دوسرے روز پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کھانے کا اہتمام کیا اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود لے کر آیا ہوں۔ میں نہیں جانتا کے عرب میں کوئی شخص اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر اور افضل شے لایا ہو۔ بتاؤ تم میں سے کون میرا مددگار بنے گا۔ یہ سن کر سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اٹھے اور انہوں نے فرمایا اگرچہ میں کمزور اور سب سے چھوٹا ہوں مگر میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔

یہ سن کر سب لوگ ہنس پڑے اور مزاق اڑاتے ہوئے چلے گئے۔ (ابنِ کثیرؒ)

2.15 ۔قریش کی مخالفت اور عداوت

4ھ نبوی ، 613ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جب اعلانیہ کام شروع کر دیا تو قریش مکہ میں ایک ہیجان طاری ہوگیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت میں وہ تمام باتیں بھول گئے جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف میں کرتے تھے چونکہ ایمان لانے والوں میں زیادہ تر کمزور، غریب اور غلام لوگ تھے۔ سرداروں کے مقابلے میں کم حیثیت مانے جاتے تھے۔ پہلے پہل تو وہ تمسخر کرتے تھے پھر انہوں نے باقاعدہ ازیتیں پہنچانے کا سلسلہ شروع کر دیا اور بعض سرداروں نے تو ظلم کی انتہا کر دی۔

حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اس نے طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کر دیں وہ گرم ریت پر حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لٹا دیتا تھا۔ اور چھاتی پر گرم پتھر رکھ دیتا تھا۔ مشکیں باندھ کر کوڑوں سے مارتا تھا۔ بھوکا رکھتا تھا۔ گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے سپرد کر دیتا وہ انہیں گلی کوچوں میں لے کر پھرتے اور مار پیٹ کرتے تھے۔ یہ تمام تکالیف حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) برداشت کرتے تھے اور ''احد احد'' کا نعرہ لگاتے رہتے تھے۔

حضرت عمار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور والد حضرت یاسر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اپنی والدہ حضرت سمیہ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ ابوجہل انہیں طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتا تھا۔ حضرت سمیّہؓ کو ظالم ابوجہل نے بے دردی سے نیزہ مار کر شہید دیا تھا۔ حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ابوجہل نے اتنا مارا کہ مارتے مارتے اندھا کر دیا۔ غرض بہت سے لونڈی اور غلام کو ایسی ایسی سخت سزائیں دی جاتی تھیں کہ اس کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود کفار مکہ کسی ایک مسلمان کو بھی مرتد بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبیلہ امیہ کے ایک امیر شخص تھے آپ کے چچا آپ کو رسیوں سے باندھ کر بری طرح سے مارا پیٹا کرتے تھے۔ حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) بن عوام کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا جاتا تھا۔ حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قرآن پڑھتے ہوئے سن کر اس قدر مارا گیا کہ وہ بے ہوش ہوگئے۔ قریب تھا کہ وہ ان کو جان سے مار دیتے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو روکا کہ یہ بنوغفار کا آدمی ہے اور ان کا قبیلہ ہمارے تجارتی قافلوں کے راستہ میں آتا ہے۔ وہ تمہیں وہاں سے گزرنے نہیں دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خانہ کعبہ کے صحن میں مارتے مارتے بے ہوش کر دیا۔ حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن الارت کو دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا گیا۔ ایک شخص ان کی چھاتی پر چڑھ جاتا کہ کروٹ نہ لے سکیں۔ ان کی کمر اور پیٹھ کا تمام گاشت اور کھال جل کر ختم ہوگئی۔ بعض صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اونٹ کے چمڑے میں لپیٹ کر باندھ دیتے۔ بعض کو لوہے کے خود اور زرہ پہنا کر جلتی ہوئی آگ اور انگارے ڈال دیتے تھے۔

2.16 ۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر مظالم

4 نبوی ، 613ء

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ اللہ کی راہ میں مجھے جس قدر اذیت دی گئی اتنی کسی کو نہیں دی گئی اللہ کی راہ میں مجھے اتنا ڈرایا گیا کہ کسی کو اتنا نہیں ڈرایا گیا۔ (فتح الباری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے گلے میں چادر ڈال کر آپ ﷺ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خبر ہوئی تو آپ دوڑے ہوئے آئے اور اس کو کندھوں سے پکڑ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے دور کیا اور فرمایا۔

اَتَقْتُلونَ رَجُلاً اَنْ يَقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰه

ترجمہ: کیا تم ایک ایسے شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (بخاری)

کفار نے حضور اکرم ﷺ کو تو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مارنے کے لئے پل

پڑے اوران کو بری طرح سے زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ کعبہ کے صحن میں کفار نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو گھیر لیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بدتمیزی کرنے لگے حضرت حارث بن ابی ہالہ کو خبر ہوئی تو دوڑتے ہوئے آئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ان غنڈوں سے چھڑایا کفار نے حضرت حارثؓ کو وہاں ہی شہید کر دیا۔ حضرت حارثؓ، حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے پہلے شوہر کے بیٹے اور ہند بن ابی ہالہؓ کے بھائی تھے۔ یہ کعبہ میں رکن یمانی کے پاس شہید ہوئے آپؓ اسلام آنے کے بعد اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے پہلے شخص تھے۔

ابولہب کی بیوی آپ ﷺ کے راستوں پر کانٹے بچھاتی تھی۔ تاکہ آپ ﷺ کو اذیت پہنچے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے لوگ بھی وہاں موجود تھے تو ابوجہل نے کہا کہ فلاں مقام پر اونٹ ذبح ہوا ہے اس کی اوجھڑی پڑی ہے کوئی اس کو اٹھا کر لائے اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر ڈال دے۔ یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور وہ اوجھڑی اٹھا لایا۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں گئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر وہ اوجھڑی ڈال دی۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نماز میں مشغول رہے اور کفار ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں موجود تھے لیکن کفار کا ہجوم دیکھ کر کچھ جرأت نہ کر سکے۔ اتفاقاً حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو بچی تھیں آ گئیں تو انہوں نے اس اوجھڑی کو دھکیل کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی پیٹھ پر سے گرایا اور کفار کو برا بھلا کہا۔

مشرکین مکہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے گھر پر پتھر پھینکتے تھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے گھر کے باہر گندگی پھینک جاتے تھے۔ کبھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مجنون کہتے کبھی آپ ﷺ کو ساحر کہتے۔ یہ چند واقعات تو مختصراً ذکر کئے گئے ہیں ورنہ واقعات تو اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ بھی پورے عزم و استقلال، ہمت اور جرات کے ساتھ اپنا کام کئے جاتے تھے۔ جب مشرکین مکہ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ ان حربوں سے اس تحریک کو نہیں روک سکتے تو انہوں نے مجبوراً دوسرے طریقے اختیار کرنے شروع کر دئے۔

2.17 ۔ ہجرتِ حبشہ اول

5 نبوی ، رجب ، 614ء

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشرکین مکہ کا مسلمانوں پر ظلم وستم بڑھتا گیا اور ظلم کی انتہا کو پہنچ گیا کوئی دن کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ کسی نہ کسی صحابی کے ساتھ اذیتیں پہنچانے کا سلسلہ نہ ہو رہا ہو۔ شہر مکہ کی سرزمین مسلمانوں کے لئے تنگ ہوگئی۔ مسلمانوں کی زندگی وبال جان بن گئی تھی۔ ادھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم تھا کہ اصحمہ نجاشی بادشاہِ حبش ایک عادل بادشاہ ہے۔ وہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ حبشہ کی طرف چلے جائیں جہاں عیسائی حکومت تھی اس کے بعد ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق رجب 5 نبوی کو صحابہ اکرام ؓ کا پہلا گروہ حبشہ کی جانب ہجرت کے لئے روانہ ہوا۔ اس گروہ میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں ۔ حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)ان میں شامل تھے ان کے ہمراہ ان کی بیوی حضرت سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بنتِ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بھی تھیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے بارے میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم (علیہ سلام)اور حضرت لوط (علیہ سلام) کے بعد یہ پہلا گھرانا ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہے۔

ہجرت کرنے والے اصحابِ رسول کے نام

(1) حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(2) حضرت سیدّہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) زوجہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(3) حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(4) حضرت سہلّہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ سہیل زوجہ حضرت ابوحذیفہؓ

(5) حضرت عثمان بن مظعون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(6) حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(7) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبیلہ زہرہ سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ننھیالی رشتہ دار

(8) حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پھوپھی زاد بھائی

(9) حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(10) حضرت عامر بن ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(11) حضرت لیلیٰ بنتِ ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، زوجہ عامر بن ربیعہؓ

(12) حضرت سہیل بن بیصا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(13) حضرت ابو حاطب بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(14) حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(15) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زوجہ ابو سلمہؓ

(حضرت ابو سلمہ ؓ کی وفات کے بعد ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا)۔

(16) حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عیون الاثر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی جگہ حضرت ابو سبرہؓ کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہے۔

پوشیدہ طور پر یہ قافلہ رات کی تاریکی میں نکل کر جدہ کے قریب ایک مقام شعبیہ پہنچا۔ اتفاق سے وہاں دو تجارتی جہاز حبشہ جانے کو تیار کھڑے تھے۔ وہاں انہوں نے نصف دینار کرائے پر بحری جہاز پر سفر کیا۔ سب لوگ جہاز پر سوار ہو گئے۔ قریش کو خبر ہوئی تو انہوں نے بندرگاہ تک تعاقب کیا مگر ان کے پہنچنے سے پہلے جہاز روانہ ہو گیا تھا۔

رفتہ رفتہ اور لوگ بھی جا کر ان لوگوں سے ملنے گے یہاں تک کہ ان کی تعداد تراسی (83) تک پہنچ گئی۔ مسلمانوں کو حبشہ گئے دو ماہ گزرے تھے کہ افواہ سنی کہ قریش مکہ مسلمان ہو گئے اور ان سے مصالحت ہو گئی ہے اب مسلمانوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے یہ خبر سن کر مسلمان حبشہ سے نکل کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے مکہ کے قریب پہنچنے سے پہلے معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے اور کفار اسی طرح مسلمانوں پر ایزا رسانی کر رہے ہیں تو لوگ سخت شش و پنج میں پڑ گئے اور کچھ لوگ واپس چلے گئے کچھ ادھر ادھر چھپ گئے اور کچھ لوگ ضمانتوں کے ساتھ مکہ آ گئے۔

2.18 ۔ جناب ابوطالب سے مدد کیلئے مشرکین مکہ کا وفد

5 نبوی ، 614ء

جب عتبہ کی کوشش نا کام ہوگئی تو عتبہ، شیبہ، ابوالبختری، اسود، ولید اور ابوجہل وغیرہ کا وفد جناب ابوطالب کے پاس مدد کے لئے گیا۔ اپنی پرانی پیشکش کو دہرایا اور نہ ماننے پر بُرے نتائج سے بھی ڈرایا اور کچھ جاہلانہ قسم کے مطالبات بھی کئے۔ مثلاً اگر تم نبی ہو تو پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دیکھاؤ یا ہمارے آباؤ اجداد کو زندہ کر کے دیکھاؤ۔ آپ ﷺ کو بھی جناب ابوطالب نے جواب دینے کے لئے بلوالیا تھا۔ آپ ﷺ ان کے معقول سوالوں کے جواب دے رہے تھے مگر وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ساتھ جناب ابوطالب کو بھی دھمکیاں دے رہے تھے۔ وفد کے جانے کے بعد جناب ابوطالب نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہا ''بھتیجے میں بوڑھا ہو چکا ہوں قریش مکہ کے مقابلہ میں اب مجھ میں طاقت نہیں تم مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ جو میں اٹھا نہ سکوں''

بہتر یہ ہے کہ تم ان بتوں کو برا کہنا اور اپنے دین کو پھیلانا بند کردو یہ سن کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ چچا ''اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں اپنے اس کام سے باز نہیں رہ سکتا''

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے محسوس کیا کہ جناب ابوطالب اپنی حمایت سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے مایوس ہو کر چل دئے اور چچا سے کہا کہ میں اپنے کام کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک اللہ کا کام پورا نہ ہو جائے یا یہی کام کرتے ہوئے میں اپنی جان دے دوں۔ ابوطالب پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بات کا بہت اثر ہوا آپ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر کہا کہ اچھا تم اپنے کام میں مصروف رہو جب تک میرے دم میں دم ہے میں تمھاری حمایت کرتا رہوں گا اور تم کو کبھی دشمن کے حوالے نہیں کروں گا۔

2.19 ۔ سورۃ الکافرون کا نزول

5 نبوی ، 614ء

حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ قریش نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ یا تو آپ ﷺ ہمارے بتوں کی مذمت سے باز آجائیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان فیصلہ کی یہ صورت ہے کہ ایک سال آپ ﷺ ہمارے بتوں کی پرستش کیجئے اور ایک سال ہم آپ ﷺ کے خدا کی عبادت کریں گے۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ (معجم طبرانی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ☆ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ☆ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ☆ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ☆ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ☆ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ☆

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو۔ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جن کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کروں گا جن کی عبادت تم کرتے ہو۔ نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔

2.20 ۔ واقعہ سورۃ النجم

5ء نبوی ، رمضان المبارک ، 614ء

ایک مرتبہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حرم شریف لے گئے۔ وہاں قریش کا بہت بڑا مجمع تھا سب بڑے بڑے سردار اور لوگ جمع تھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اچانک کھڑے ہو کر سورۃ النجم کی تلاوت شروع کر دی۔ کفار مکہ کا عموماً رویہ یہ ہوتا تھا کہ جب کوئی قرآنی آیات تلاوت کرتا تو یہ خلل ڈالتے تھے اور ہر طرح سے روکنے کی کوشش کرتے تھے لیکن اس طرح آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاوت نے ان کے کانوں میں ایک ناقابل بیان رعنائی و دلکشی بھر دی۔ اس عظیم کلام کی آواز سے انہیں کچھ ہوش نہ رہا۔ سب کے سب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف متوجہ ہو گئے اور توجہ سے سنتے رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ (صلّی اللہ

علیہ وسلم) نے سورۃ کے آخر میں دل ہلا دینے والی آیت تلاوت فرما کر اللہ کا یہ حکم سنایا۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ☆ (السجدہ) (سورۃ النجم ۔ 62)

ترجمہ : تو خدا کے آگے سجدہ کرو اور (اس) کی عبادت کرو

اور اس کے ساتھ ہی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں چلے گئے تو کسی کو اپنے آپ پر قابو نہ رہا سب کے سب سجدے میں گر پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر اللہ کے جلال و کبریائی نے ان منکرین اور متکبرین کی حقیقت کا پردہ چاک کر دیا۔ اس لئے انہیں اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور بے اختیار سجدے میں گر گئے بعد میں انہیں احساس ہوا کہ وہ تو وہی کام کر بیٹھے جس کی شدت سے مخالفت کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور بہانے بنانے لگے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف کی تھی۔ اس سجدہ کے واقع کی اطلاع جب حبشہ پہنچی تو وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ مکہ والے مسلمان ہو گئے واپس آنے کا ارادہ کیا لیکن قریب پہنچنے سے پہلے معلوم ہوا کہ مشرکین کے مسلمان ہونے کی اطلاع غلط ہے۔

2.21 ۔ جناب ابوطالب کو حضور اکرام (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت سے روکنے کی کوشش

6 نبوی ، 615ء

جب کفار مکّہ کو یقین ہو گیا کہ ابوطالب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت سے دست بردار نہیں ہونگے تو انہوں نے ایک اور حربہ چلا۔ وہ لوگ ولید بن مغیرہ کے بیٹے عمار بن ولید کو لے کر جناب ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے کہا۔

اے ابوطالب ! یہ قریش کا سب سے بانکا اور خوبصورت نوجوان ہے اسے اپنا بیٹا بنالیں اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں جس نے اپنے آباؤاجداد کے دین کی مخالفت کی ہے۔ آپ کی قوم کا شہزادہ بکھیر دیا ہے۔ ہم اسے قتل کر دیں گے بس یہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کا حساب ہے۔

ابوطالب نے کہا! خدا کی قسم کتنا بُرا سودا ہے۔ جو تم لوگ مجھ سے کرنے آئے ہو تم اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو

کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں، پالوں پوسوں اور میرا بیٹا مجھ سے طلب کرتے ہو کہ اسے قتل کردو۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہوسکتا۔

اس پر نوفل بن عبد مناف کا پوتا مطعم بن عدی بولا! خدا کی قسم اے ابوطالب تمہاری قوم نے انصاف کی بات کی ہے اور جو صورت تمہیں ناگوار ہے۔ اس سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم کسی کی کوئی بات قبول نہیں کرنا چاہتے۔ جواب میں ابوطالب نے کہا! بخدا تم لوگوں نے مجھ سے انصاف کی بات نہیں کی بلکہ تم بھی میرا ساتھ چھوڑ کر میرے مخالف لوگوں کی مدد کرنے لگے ہو تو ٹھیک ہے جو چاہو کرو۔ (ابن ہشام)

2.22 ۔ ابوجہل کی رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش

6ھ نبوی ، 615ء

ایک دفعہ ابوجہل نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو سجدے کی حالت میں سر پر بھاری پتھر مار کر شہید کردے۔ اس ارادے سے ایک دن صبح ایک بھاری پتھر لے کر حرم کے پاس بیٹھ گیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حسبِ معمول تشریف لائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ کفار مکہ بھی اپنی مجلسوں میں آ گئے کہ ابوجہل کی کاروائی کا منظر دیکھیں۔ جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں گئے تو ابوجہل نے پتھر اُٹھایا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی جانب بڑھا لیکن جب قریب پہنچا تو خوفزدہ حالت میں واپس بھاگا۔ اس کا رنگ فق تھا اور اس قدر مرعوب تھا کہ دونوں ہاتھ پتھر سے چپک کر رہ گئے تھے وہ بمشکل ہاتھ سے پتھر پھینک سکا۔ دوسری طرف قریش کے کچھ لوگ اُٹھ کے اس کی طرف آئے اور کہنے لگے۔ ابوالحکم تمہیں کیا ہوگیا۔ ابوجہل نے کہا!

میں نے رات جو بات کہی تھی وہ کرنے جا رہا تھا کہ جب قریب پہنچا تو ایک اونٹ آڑے آ گیا۔ بخدا میں نے پہلے کبھی کسی اونٹ کی ایسی کھوپڑی، گردن اور دانت نہیں دیکھے تھے وہ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔

2.23 ۔سید الشہداء حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبولِ اسلام

ذوالحجہ 6 نبوی ، 615ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا پہنچانے کا کوئی موقع کفارِ مکہ اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابو جہل کوہ صفا کے پاس رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قریب سے گزرا تو اس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بُرا بھلا کہا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خاموش رہے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک پتھر اٹھا کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سر پر دے مارا جس سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو چوٹ آئی اور خون نکل آیا۔ پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔

عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کمان حمائل شکار سے واپس آئے تو اس لونڈی نے ان سے ابو جہل کی ساری حرکت بیان کی حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غصے سے بھڑک اٹھے یہ قریش کے سب سے طاقتور اور مضبوط جوان تھے۔ سارا قصہ سننے کے بعد سیدھے ابو جہل کے پاس پہنچے اور ابو جہل کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔ او سرین پر خوشبو لگانے والے بزدل! تو نے میرے بھتیجے کو گالیاں دی ہیں اور مارا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ اس کے بعد کمان اس زور سے اس کے سر پر ماری کہ بری طرح زخمی کر دیا۔ اس پر ابو جہل کے قبیلے بنو مخزوم اور حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قبیلے بنو ہاشم کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے لیکن ابو جہل نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کر دیا کہ ابو عمارہ کو جانے دو میں نے واقعی اس کے بھیجے کے ساتھ زیادتی کی تھی۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابو جہل کی خبر لینے کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے اور کہا۔ بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابو جہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ یہ سن کر حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمان ہونے والوں میں انتالیس نمبر (39) پر ہیں۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کی کمزور جماعت کو ایک طاقت نصیب ہوگئی۔ اس وقت رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) دارالارقم میں تشریف رکھتے تھے۔ کفارِ مکہ جو مسلمانوں اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخیاں کرنے میں بہت بے باک ہوگئے تھے۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مسلمان ہونے سے کچھ محتاط ہوگئے تھے۔

2.24 ۔حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبول اسلام

ذوالحجہ 6 نبوی ، 615ء

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اسلام لانے کی خبر سن کر کفارِ مکہ بغض وعداوت کی وجہ سے بہت فکرمند ہوگئے آپس میں مشورہ کرنے لگے اس سیلاب کو کس طرح روکا جائے۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرح مشہور پہلوان تھے اورعرب کے نامور بہادر نوجوانوں میں شمار کئے جاتے تھے۔مسلمانوں کو ایزائیں پہنچانے اور رسول اللہ(صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کوششوں میں پیش پیش تھے۔ اپنے خانداں کی ایک کنیز لبینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اتنا مارتے تھے کہ تھک جاتے تو کہتے کہ دم لے لوں پھر ماروں گا۔ مگر پھر بھی کمزور کنیز کا ایمان ویقین بدل نہ سکے۔ آخر انہوں نے ایک روز یہ فیصلہ کیا اور کفار کی مجلس میں وعدہ کیا میں تنہا قریش میں ہونے والے اس فتنہ کو ختم کردوں گا۔ یعنی محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو (نعوذ باللہ) ختم کردوں گا۔ یہ سن کر ابوجہل نے کہا کہ اگر تم نے یہ کام کیا تو میں تمہیں سو (100) اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا۔

چنانچہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تلوار لے کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں نکلے راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہؓ ملے اور کہنے لگے اس دوپہر میں کہاں کا ارادہ ہے تو کہا کہ میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ کرنے جارہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بنتِ خطاب اور بہنوئی حضرت سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن زید دونوں مسلمان ہوگئے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غصہ سے آگ بگولا ہوگئے فوراً اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ وہاں حضرت

خباب بن ارت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان دونوں کو سورۃ طٰہٰ پر مشتمل ایک صحیفہ پڑھا رہے تھے۔ حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کو باقاعدہ قرآن کی تعلیم سکھاتے تھے۔ حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آہٹ سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے صحیفہ چھپا دیا۔ لیکن حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب گھر کے قریب پہنچے تھے تو انہوں نے حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قرأت سن لی تھی پوچھا یہ کیسی دھیمی دھیمی آواز تھی جو تم لوگوں کے پاس سے آرہی تھی۔ انہوں نے کہا کچھ نہیں ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے غصہ سے کہا کہ تم دونوں بے دین ہوگئے ہو۔ بہنوئی نے کہا کہ اچھا بتاؤ کہ حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر، اتنا سننا تھا کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا غصہ برداشت سے باہر ہوگیا اور اپنے بہنوئی کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گئے اور بری طرح مارنا شروع کر دیا۔ ان کی بہن نے اپنے شوہر کو چھڑانا چاہا تو ان کو بھی بری طرح مارنا شروع کر دیا۔ ان کے چہرے سے خون بہنا شروع ہوگیا اور سر میں بھی چوٹ آئی۔ اس پر بہن نے جوش میں آ کر کہا تیرے دین کے علاوہ دوسرا دین ہی برحق ہے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ گواہی بھی دیتی ہوں کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر مایوسی کے بادل چھا گئے اور انہیں اپنی بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر شرم وندامت محسوس ہوئی اور کہنے لگے۔ اچھا تم جو پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی سناؤ۔ اس پر ان کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو۔ قرآن صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ جاؤ وضو وغسل کر کے آؤ۔ اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غسل کرنے چلے گئے اس دوران حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ارت بھی باہر آ گئے۔ ان سے کتاب لے کر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پڑھنے لگے۔ یہ سورۃ طٰہٰ کی آیات تھیں

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ

ترجمہ: بیشک میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔ (سورۃ طٰہٰ ۔ 14)

جب اس آیت پر پہنچے تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ کیا ہی عمدہ اور محترم کلام ہے۔ یہ سن کر حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس بات کی بشارت دی اور کہنے لگے عمر خوش ہو جاؤ

مجھے امید ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جمعرات کی رات کو تمہارے متعلق جو دعا کی تھی کہ "اے اللہ !عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما" یہ وہی دعا کا اثر ہے کہ جمعہ کا دن تھا اور حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اسلام لائے ہوئے تین دن ہوئے تھے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کوہ صفا کے پاس مکان (دارالارقم) میں تشریف فرما ہیں۔ وہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لے کر دارالارقم آ گئے۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی تلوار گردن میں حمائل کی ہوئی تھی وہاں پہنچ کر دروازے پر دستک دی۔ ایک صحابیؓ نے اٹھ کر دروازے سے جھانکا تو دیکھا حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے کھڑے ہیں انہوں نے فوراً رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع کی سب لوگ سمٹ کر اکٹھے ہو گئے۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پوچھا کیا بات ہے لوگوں نے کہا عمر ہیں۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ اگر وہ خیر کی نیت سے آیا ہے تو خیر دوں گا اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو تلوار سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔ اندر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی۔ وحی نازل ہو چکی تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے پاس لایا گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا کُرتا پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا جس سے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لڑکھڑا گئے اور فرمایا کیا تم اس وقت تک باز نہیں آوَ گئے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر بھی ویسی ہی ذلت ورسوائی اور عبرتناک سزا نازل کر دے جیسی ولید بن مغیرہ پر نازل ہوئی۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا !اے اللہ یہ عمر بن خطاب حاضر ہے۔

اے اللہ! اس سے اپنے دین کو عزت عطا فرما۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام میں داخل ہوتے ہوئے کہا

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یقیناً آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

یہ سن کر گھر کے اندر موجود تمام صحابہ اکرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مسجد حرام تک لوگوں نے اس کی آواز سنی۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام لانے کے بعد فرمایا کہ جب ہم حق پر ہیں تو چھپنا کیسا ہم ضرور

باہر جائیں گے۔ چنانچہ ہم دوصفوں میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ہمراہ لے کر باہر آئے۔ ایک صف میں سب سے آگے حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے اور دوسری صف میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ ہمارے چلنے سے ہلکا ہلکا غبار اڑ رہا تھا یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ قریش نے مجھے اور حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھا تو ان کے دلوں پر ایسی چوٹ لگی کہ اب تک نہ لگی تھی۔ اسی دن رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے میرا لقب ''فاروق'' رکھ دیا۔ سب کے سامنے اعلانیہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھی گئی۔ اسلام لانے والوں میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نمبر چالیسواں (40) ہے۔ (تاریخ عمر بن خطاب۔ابن جوزی)

2.25 ۔ دوسری ہجرتِ حبشہ

6ھ ء نبوی ، 615ء

جو لوگ حبشہ سے واپس آئے تو انہوں نے وہاں کے حالات بتائے کہ مسلمان کس طرح آرام وسکون سے وہاں رہ رہے ہیں۔ تو یہاں ازیتیں اور تکالیف سے تنگ آئے ہوئے اور لوگ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ دوسری ہجرت پہلی ہجرت کے مقابلہ میں اپنے دامن میں زیادہ مشکلات لئے ہوئے تھی کیونکہ اس دفعہ مشرکین مکہ پہلے سے زیادہ چوکنا ہو گئے تھے اور ایسی کسی کوشش کو ناکام بنانے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ لیکن مسلمان ان سے کہیں زیادہ مستعد ثابت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے سفر کو آسان بنادیا۔ اس لئے وہ قریش مکہ کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی نجاشی بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس دفعہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد تراسی (83) مرد اور اٹھارہ (18) عورتیں تھیں۔

اسماء گرامی مہاجرین ہجرت حبشہ ثانی

(1) حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(2) حضرت سیدّہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) زوجہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

3) جعفر بن ابی طالبؓ 4) اسماء بنت عمیسؓ (حضرت جعفرؓ کی بیوی جن کے بطن سے حبشہ میں

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ پیدا ہوئے)۔ 5) عمرو بن سعید بن العاصؓ 6) فاطمہ بنت صفوان زوجہ عمرو بن سعیدؓ 7) خالد بن سعید بن العاصؓ (عمرو بن سعیدؓ کے بھائی)

8) امینہ بنت خلفؓ زوجہ خالد بن سعیدؓ 9) عبداللہ بن جحشؓ

10) عبیداللہ بن جحش (یہ حبشہ جا کر عیسائی ہوگئے تھے) 11) ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ زوجہ عبید اللہ۔ عبیداللہ بن جحش کی وفات کے بعد آپؐ کو ام المومنینؓ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

12) قیس بن عبداللہؓ 13) برکتہ بنت یسارؓ زوجہ قیس بن عبداللہؓ 14) معیقیب بن ابی فاطمہ دوسیؓ 15) عتبہ بن غزوانؓ 16) زبیر بن عوامؓ 17) ابوحدیفہ بن عتبہؓ 18) اسود بن نوفلؓ 19) یزید بن زمعہؓ 20) عمرو بن امیہؓ 21) طلیب بن عمیرؓ 22) مصعب بن عمیرؓ 23) سویبط بن سعدؓ 24) جہم بن قیسؓ 25) ام حرملہ بنت عبدالاسودؓ زوجہ جہم بن قیسؓ 26) عمرو بن جہم بن قیسؓ 27) خزیمہ بن جہم بن قیسؓ 28) ابوالروم بن عمیرؓ (مصعبؓ کے بھائی) 29) فراس بن نضرؓ 30) عبدالرحمان بن عوفؓ 31) عامر بن ابی وقاصؓ

32) مطلب بن ازہرؓ 33) رملہ بن عوفؓ زوجہ مطلب بن ازہرؓ 34) عبداللہ بن مسعودؓ

35) عتیبہ بن مسعودؓ (عبداللہؓ بن مسعودؓ کے بھائی) 36) مقدار بن عمروؓ 37) حارث بن خالدؓ معہ زوجہ جبلہ 39) عمرو بن عثمانؓ 40) ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ معہ زوجہ امِ سلمہؓ

42) شماسؓ (جن کو عثمان بن عبدالشریدؓ بھی کہتے ہیں)۔ 43) ھبار بن سفیان بن عبدالاسدؓ

44) عبداللہ بن سفیانؓ (ھبارؓ کے بھائی) 45) ہشام بن ابی حدیفہؓ 46) سلمہ بن ہشامؓ 47) عیاش بن ابی ربیعہؓ 48) معتب بن عوفؓ 49) عثمان بن مظعونؓ 50) سائب بن عثمانؓ

51) قدامہ بن مظعونؓ 52) عبداللہ بن مظعونؓ 53) حاطب بن حارثؓ 54) محمد بن حاطبؓ

55) حارث بن حاطبؓ 56) خطاب بن حارثؓ معہ زوجہ فکیہہ بنت یسارؓ 58) سفیان بن معمرؓ معہ زوجہ حسنہؓ 60) جابر بن سفیانؓ 61) جنادہ بن سفیانؓ 62) شرجیل بن حسنہؓ 63) عثمان بن ربیعہؓ 64) خنیس بن حدیفہ سہمیؓ 65) عبداللہ بن حدیفہ سہمیؓ 66) قیس بن حدیفہ سہمیؓ 67) عبداللہ بن حارث سہمیؓ 68) ہشام بن العاص سہمیؓ 69) ابوالقیس بن حارث سہمیؓ

70) حارث بن حارث بن قیس سہمیؓ 71) معمر بن حارث سہمیؓ 72) بشر بن حارث سہمیؓ 73) سعید بن حارث سہمیؓ 74) سائب بن حارث سہمیؓ 75) سعید بن عمرو سہمیؓ 76) عدی بن نضلہؓ 77) عمیر بن رمأب سہمیؓ 78) محمیۃ بن جزؓ 79) معمر بن عبداللہؓ 80) عروہ بن عبدالعزیٰؓ 81) نعمان بن عدیؓ 82) عامر بن ربیعہؓ 83) ابوسبرہ بن ابی رھمؓ معہ زوجہ ام کلثوم بن سہیلؓ 85) عبداللہ بن مخزمہؓ 86) عبداللہ بن سہیل بن عمروؓ 87) سکران بن عمروؓ معہ زوجہ سودہ بنت زمعہؓ 89) سلیط بن عمروؓ 90) مالک بن ربیعہؓ معہ زوجہ عمرہ بنت سعدیؓ 92) ابوحاطب بن عمروؓ 93) سعد بن خولہؓ 94) ابوعبیدہ عامر بن جراحؓ 95) سہیل بن بیضاءؓ 96) عمرو بن ابی سرحؓ 97) عیاض بن زہیرؓ 98) عمرو بن حارث بن زہیرؓ 99) عثمان بن عبد غنمؓ 100) سعد بن عبدقیسؓ 101) حارث بن عبدقیسؓ (سیرتِ ابن ہشام و عیون الاثر)

2.26 ۔ مشرکین مکہ کے وفد کی شاہِ نجاشی سے ملاقات

7 ء نبوی ، 616ء

مسلمان اپنا دین اور جانیں بچا بچا کر ایک پُر امن جگہ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ جس کا مشرکین مکہ کو بہت قلق تھا۔ ان کو یہ خطرہ تھا کہ یہ بتدریج وہاں ایک طاقت بن جائیں گئے اور بعد میں ہمارے لئے آفت بن جائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ جو کہ بہت سوج بوجھ کے مالک جانے جاتے تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس اہم سفارتی مہم کے لئے منتخب کیا اور ان دونوں کو نجاشی کے پاس بہترین تحفوں اور ہدایہ کے ساتھ حبشہ روانہ کیا۔ انہوں نے پہلے حبشہ پہنچ کر بطریقوں کو تحفے دیئے اور انہیں اپنے دلائل سے آگاہ کیا۔ مسلمانوں کو وہاں سے نکلوانے میں ان کی حمایت حاصل کی پھر یہ تحائف لے کر نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے اور اپنا مطالبہ یوں بیان کیا۔

اے بادشاہ! آپ کے ملک میں ہمارے کچھ ناسمجھ نوجوان بھاگ کر آ گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے لیکن آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں بلکہ ایک نیا دین ایجاد کرلیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ۔ ہمیں آپ کی خدمت میں انہی کے بارے میں ان کے والدین اور چچاؤں اور

کنبے قبیلے کے سرداروں نے بھیجا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ انہیں اُن کے پاس واپس بھیج دیں کیونکہ وہ لوگ ان پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں اوران کی خامیوں اور برائی کے اسباب کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ جب یہ دونوں اپنا مدعا عرض کر چکے تو بطریقوں نے کہا!

بادشاہ سلامت! یہ دونوں ٹھیک کہتے ہیں آپ ان نوجوانوں کو ان کے حوالے کر دیں۔ یہ دونوں انہیں ان کی قوم اوران کے ملک میں واپس پہنچا دیں گے۔

نجاشی نے کہا کہ ان لوگوں نے میرے ملک میں پناہ لی ہے اس لئے میں جب تک ان سے بات نہ کر لوں انِ کے حوالے نہیں کر سکتا چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے کونسا نیا دین ایجاد کیا ہے جو عیسائیت اور بت پرستی کے خلاف ہے۔

2.27 ۔ حضرت جعفر بن ابوطالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا کفارِ مکہ کے مطالبہ کا جواب

7ھ نبوی ، 616ء

اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بت پرست تھے مردار کھاتے تھے۔ بدکاری کرتے تھے۔ قطع رحمی کرتے تھے۔ ہمسایوں کو تنگ کرتے تھے۔ ہم میں سے جو طاقتور ہوتا وہ کمزور کا حق دبا لیتا تھا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک نبی بھیجا جس کے خاندان، حسب ونسب اوراس کی شرافت، صداقت، دیانت، امانت اوراس کی عفت و پاک دامنی، ان کے تقوی سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ وہ پہلے انبیاء کی طرح مبعوث ہوئے ان پر اللہ کا ایک فرشتہ وحی واحکام الٰہی لے کر آتا ہے۔ اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور صرف ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا اور تاکید کی کہ خدا کے سوا تمام بتوں اور پتھروں وغیرہ کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں، صلہ رحمی کریں، امانت ادا کریں، خونریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں، عہد کو پورا کریں۔

جھوٹی گواہی اور پاکدامن عورت کو تہمت لگانے سے باز رہیں۔ نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوۃ دیں وغیرہ۔

ہم اس پر ایمان لائے اور خدا کو ایک جانا اور جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ ہم اس کی پیروی کرتے ہیں شرک و بت پرستی اور تمام اعمال بد چھوڑ کر ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی۔ ہمیں طرح طرح کے عذاب اور تکلیفیں دیں۔ ہماری قوم ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اس گمراہی میں واپس آ جائیں۔

اے بادشاہ! جب ہم پر زمین تنگ ہوگئی اور ہمارے لئے اپنے دین کی حفاظت کرنا مشکل ہوگیا تو ہم نے اپنی جانیں بچا کر آپ کے ملک میں پناہ لی ہے۔

اس تقریر کے بعد نجاشی نے کہا کہ جو کلام تمھارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔ اس پر حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سورۃ مریم کی چند آیات تلاوت کیں جن کو سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل ایک ہی منبع سے نکلے ہوئے کلام ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس کے بعد اس نے قریش کے وفد سے کہا کہ تم واپس جاؤ میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہ دوں گا۔

دوسرے روز عمرو بن العاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کے ایک بندے تھے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو اس سوال کے جواب میں بلوایا۔ جب یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی نے کہا کہ تم لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتایا ہے کہ وہ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کی روح ہیں۔ اللہ کا خاص کلمہ ہیں جو حضرت مریم (علیہ سلام) کی طرف القا کیا گیا وہ پاک اور نیک خاتون کے فرزند ہیں نجاشی نے ایک تنکا زمین سے اٹھا کر کہا۔ واللہ جو کچھ تم نے کہا اس میں اور حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ سلام) کی حقیقت میں ایک تنکے کے برابر بھی فرق نہیں اس پر اس کے سردار کچھ بگڑے مگر نجاشی نے ان کو ڈانٹ دیا۔ قریش کے تحفے واپس کر دیئے اور ان کو ذلیل و رسوا کر کے دربار سے نکال دیا۔ (ابن ہشام، سیرت ابن کثیرؒ)

2.28 ۔ نجاشی کا قبول اسلام

7 نبوی ، 616ء

عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن عاص اس لئے حبشہ گئے تھے تا کہ جو مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے ہیں ان کو واپس لاسکیں۔ یہ نجاشی کے دربار میں پیش ہوئے اور اپنا مطالبہ بیان کیا۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلوایا تا کہ ان کا موقف بھی سن سکے حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب نے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنا موقف بیان کیا۔ اس میں نجاشی کے سوال کے جواب میں حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ سلام) کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ بیان کیا۔ اس کے بعد نجاشی کے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے زمین پر سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ سلام) اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں اور اسی وقت اس نے اسلام قبول کر لیا۔

تاریخ ابن اسحٰق میں حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت بیان کی ہے کہ حبشہ میں لوگ جمع ہوئے اور نجاشی سے کہا کہ تم نے ہمارے دین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اس لئے ہم تمھاری اطاعت نہیں کر سکتے چنانچہ انہوں نے بغاوت کر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھوں کو بلایا ان کے لئے کشتیوں کو تیار کیا گیا اور کہا کہ آپ سب اس میں سوار ہو جائیں اور اسی حالت میں ٹھہرے رہیں اور کہا کہ اگر میں نے شکست کھائی تو آپ جہاں جی چاہے چلے جائیں اور وہاں پہنچ جائیں جہاں آپ چاہیں اور اگر میں نے فتح پائی تو آپ لوگ یہاں ہی رہیں پھر اس نے ایک کاغذ منگوایا اس پر لکھا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ سلام) اللہ کے بندے اور رسول اور اس کی روح اور کلمہ ہیں جس کو اس نے حضرت مریم (علیہ سلام) کی جانب ڈالا۔ پھر اس نے اسے سیدھے بازو کی طرف قبا کے اندر رکھ لیا اور اپنی فوج کی طرف چلا

نجاشی نے کہا! اے گروہ حبشہ! کیا میں تم سے زیادہ حق دار نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔

نجاشی نے کہا! پھر تم نے میری سیرت کیسی پائی۔

انہوں نے کہا! بہترین

نجاشی نے کہا! پھر تمہیں کیا ہوا ہے۔

انہوں نے کہا! تم نے ہمارے دین سے علیحدگی اختیار کی ہے اور تم نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ سلام) اللہ کے بندے ہیں

نجاشی نے کہا! اچھا تم حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) کے متعلق کیا کہتے ہو

انہوں نے کہا کہ ہم کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔

تو نجاشی نے (اشارے سے) کہا اور اپنا ہاتھ اپنے سینے پر قبا کے اوپر رکھا یعنی وہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نجاشی کی مراد وہی تھی جو اس نے لکھا تھا۔ (لیکن انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس نے ہمارے عقیدے کو تسلیم کر لیا لہٰذا وہ راضی ہو گئے) اور واپس چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو نجاشی کے مسلمان ہونے کی خبر پہنچ گئی۔

جب نجاشی کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور اس کی بخشش کی دعا فرمائی۔

2.29 ۔ مشرکینِ مکہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو پیش کش

7ھ نبوی ، 616ء

مشرکین مکہ نے مشورہ کیا کہ عتبہ بن ربیعہ کو اپنی طرف سے پیغام دے کر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بھیجا جائے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا اور بہت نرمی کے ساتھ کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم شریف آدمی ہو خاندان بھی تمھارا معزز ہے مگر تم نے قوم کو فتنہ میں ڈال دیا ہے۔ آخر بتاؤ تمھارا مقصد کیا ہے۔ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم تمہارے واسطے اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے اگر تم کو حکومت و سرداری کی خواہش ہے تو ہم تم کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور تمہاری حکومت تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں اگر تم کو شادی کرنی منظور ہے تو ہم سب سے اعلیٰ

گھرانے کی سب سے حسین لڑکی سے تمہاری شادی کرادیتے ہیں اگران سب چیزوں کی ضرورت ہے تو ہم سب چیزیں مہیا کردیتے ہے تم اپنی دلی خواہش کا اظہار کرو ہم ہر خواہش پوری کرنے کے لئے تیار ہیں جب عتبہ اپنی بات پوری کرچکا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ

ترجمہ: پھر اگر یہ منہ پھرلیں تو کہہ دو کہ میں تم کو ایسی چنگھاڑ (کے عذاب) سے آگاہ کرتا ہوں۔
عاد اور ثمود پر چنگھاڑ (کا عذاب آیا تھا) (سورۃ حم السجدہ ۔ 13)

آیت سننے کے بعد عتبہ کا رنگ فق ہوگیا اور اس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ ایسا نہ کہئے۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سجدہ کیا اور فرمایا کہ تم نے میرا جواب سن لیا۔ عتبہ وہاں سے سردارانِ قریش کے پاس آیا اور کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو تم بالکل غیر جانبدار ہو جاؤ۔ اگر یہ ملکِ عرب پر غالب ہوئے تو یہ تمہارے بھائی ہیں۔ اس کی کامیابی تمہاری کامیابی ہوگی اور اگر یہ تباہ ہوگئے تو تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ لگتا ہے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کردیا ہے تو عتبہ نے کہا کہ تم جو چاہے کہو میں نے اپنی رائے کا اظہار کردیا ہے۔

2.30 ۔ جناب ابوطالب کا بنی ہاشم کو جمع کرنا

محرم الحرام 7 نبوی ، 616ء

حالات جس تیزی سے بدل رہے تھے ۔ کفار مکہ کا غصہ بڑے خونخوار انداز سے بڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے لئے دو بار کوشش ہوچکی تھی۔ اور اب تو کفار رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لئے اعلانیہ کہتے پھرتے تھے۔ حالات کی نزاکت اور سنجیدگی کا جناب ابوطالب کو شدت سے احساس ہورہا تھا۔ انہوں نے اپنے جدِ اعلیٰ عبدمناف کے دونوں بیٹوں ہاشم اور مطلب کی اولادوں کو اکٹھا کیا اور ان سے قرابت داری کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ اپنے بھتیجے کی اکیلے حفاظت نہیں کرسکتے۔ اب ہم سب کو مل کر یہ کام کرنا ہے۔ جناب ابوطالب کی یہ بات عربی حمیت کی وجہ سے تھی جو دونوں خاندان

کے مسلمان اور کافر دونوں نے قبول کر لی البتہ صرف ابولہب ایک ایسا فرد تھا جس نے اسے منظور نہ کیا۔ وہ سارے خاندان سے الگ ہو کر مشرکین قریش سے جا ملا اور ان کا ساتھ دیا۔ (ابن ہشام)

2.31 ۔ بنو ہاشم کا مکمل بائیکاٹ اور شعب بنی ہاشم میں قیام

محرم الحرام 7 نبوی، 616ء

کفارِ مکہ نے جب دیکھا کہ ان کی طرف سے تمام کوشش نا کام ہوئی ۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسلام لا چکے ہیں ۔ کفار کا حبشہ جانے والا وفد نا کام واپس آ چکا تھا۔ مسلمان حبشہ میں آرام سے رہ رہے تھے ادھر مسلمان آزادانہ خانہ کعبہ میں عبادت کر رہے تھے۔ اس پر ایک نئ پیش رفت یہ ہوئی کہ تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی۔ مشرکین مکہ وادی محصب میں حیف بن کنانہ میں مشورے کے لئے جمع ہوئے ۔ وہاں بغیض بن عامر بن ہاشم نے ایک معاہدہ لکھا۔ (معاہدہ لکھنے والے کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بددعا دی تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ (زاد المعاد)

بعض کتابوں میں معاہدہ لکھنے والے کا نام منصور بن عکرو بن عامر بن ہاشم آیا ہے۔ معاہدہ یہ تھا۔

جب تک بنو ہاشم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے کئے ان کے حوالے نہ کریں گے اس وقت تک بنو ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے تعلقات قطع کر لیں اور کسی قسم کا میل جول نہ رکھیں۔ کوئی شخص ان کی لڑکیوں سے نکاح نہ کرے اور نہ اپنی لڑکیاں ان کو دے نہ ان سے کوئی چیز خریدے اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچے۔ نہ ان کو کسی قسم کا کھانے پینے کا سامان دیا جائے۔

اس ظالمانہ اور سفا کانہ کا معاہدے پر دستخط کئے اور بیت اللہ شریف کے اندر لٹکا دیا گیا تا کہ اس میں مزید تاکید پیدا کی جائے اور کوئی اس کو توڑنے کی جسارت نہ کرے۔

جناب ابوطالب مجبوراً آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر شعب ابی طالب (یا شعب بنی ہاشم) میں چلے گئے۔ جو بنو ہاشم کا موروثی پہاڑی درہ تھا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے مومن و کافر سب نے

ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا سوائے ابولہب کے جس نے کافروں اور بائیکاٹ کرنے والوں کا ساتھ دیا۔

اسی شعب میں حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیدا ہوئے۔ اس گھاٹی میں مرد عورتیں بچے اور بوڑھے سب شامل تھے اور سامان خورد و نوش کی آمد بند ہوگئی۔ مکہ میں جو غلہ بھی فروخت کے لئے آتا وہ مشرکین فوراً خرید لیتے اس لئے محصورین کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ انہیں درخت کے پتے اور چمڑے کھانے پڑے فاقہ کشی کا حال یہ تھا کہ بھوک سے بلکتے ہوئے بچے اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی سے باہر سنائی دیتی تھیں۔ بعض لوگ اپنے عزیزوں کو تکلیف میں دیکھ کر کچھ پوشیدہ طور پر کھانے کا سامان بھیج دیتے تھے۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ خفیہ طور پر متعدد اونٹوں پر کھانا ان کے پاس بھیجا کرتا تھا جس پر ان کا گزارہ ہوتا تھا۔

ایک دفعہ حکیم بن حزام بن خویلد (یہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے) اپنی پھوپی حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے اپنے غلام کے ساتھ کچھ کھانے کا سامان (گیہوں وغیرہ) لے کر جا رہے تھے کہ راستہ میں ابوجہل نے دیکھ لیا اور کہا کہ میں اس کھانے کو ان تک نہیں جانے دوں گا اور تمہیں سب کے سامنے رسوا کروں گا۔ اتفاقاً اسی وقت ابوجنتری آ گیا پوچھا کہ اس کو کیوں روکا ہے۔

ابوجہل نے کہا کہ یہ معاہدے کے خلاف شعب میں کھانا لے کر جانا چاہتا ہے۔ اسے میں قریش میں رسوا کروں گا۔ ابوجنتری نے کہا کہ وہ اپنا کھانا اپنی پھوپی کے لئے لے جا رہا ہے تم کیوں روکتے ہو۔ ابوجہل کو غصہ آ گیا اور وہ اسے برا بھلا کہنے لگا اس پر ابوجنتری نے ابوجہل کو مارا اور کھانے کا سامان کو لے جانے دیا۔

جناب ابوطالب کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے برابر خطرہ لگا رہتا تھا جب لوگ اپنے اپنے بستروں پر سو جاتے تو وہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہتے کہ تم اپنے بستر پر سو جاؤ۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی شخص آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کرنے کی نیت رکھتا ہو تو دیکھ لے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کہاں سو رہے ہیں پھر جب سب سو جاتے تو جناب ابو طالب رسول اللہ ﷺ کی جگہ بدل دیتے یعنی اپنے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں میں سے کسی کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بستر پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی

جگہ سلا دیتے تھے۔ اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہتے کہ تم اس کے بستر پر سو جاؤ۔
مکہ میں کچھ شریف النفس لوگ مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم اور زیادتیاں ہو رہی تھیں اس کو پسند نہیں کرتے تھے۔

دوسری طرف رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ نے مطلع کر دیا کہ صحیفہ اور معاہدہ کا وہ حصہ جس میں ظلم اور زیادتیوں کی شرطیں لکھی ہوئی تھیں وہ دیمک نے کھا لیا ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے صرف وہ حصہ باقی بچا ہے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس بات کا تذکرہ جناب ابوطالب سے کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہا واقعی حقیقت حال اسی طرح سے جس طرح آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بتلا رہے ہیں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بخدا میں نے آپ سے حقیقت بیان کی ہے۔ ابوطالب نے اپنے دونوں بھائیوں کو اطلاع دی اور پھر ان کے مشورے سے جناب ابوطالب نے اچھا لباس پہنا اور قریش کے پاس حضرت عباسؓ اور حضرت حمزہؓ کے ہمراہ پہنچے اور قریش سے کہا کہ ہم تمھارے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے آئے ہیں۔ لہٰذا تم ہماری بات کو قبول کرو۔ انہوں نے کہا مرحبا اہلاً وسہلاً ہمیں منظور ہے۔ آپ نے کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور انہوں نے میرے ساتھ کبھی غلط بات نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور وہ ان تمام مقامات کو چٹ کر گئی ہے جن کے اندر ظلم وستم اور قطع رحمی کا ذکر تھا اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر تھا صرف وہ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر ان کی یہ بات درست ہے تو پھر اپنے برے خیال سے باز آ جاؤ اور اگر ان کی یہ بات (نعوذ باللہ) غلط ہے تو ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے خواہ ان کو قتل کرو خواہ زندہ رکھو انہوں نے کہا واقعی انصاف کی بات ہے۔ آدمی بھیج کر صحیفہ کی حالت معلوم کی اور اسے کھول کر دیکھا تو سرورِ عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی غیبی خبر بالکل درست نکلی۔ سبھی قریش دم بخود رہ گئے۔ اور شرم و ندامت سے ان کے سر جھک گئے تو جناب ابوطالب نے کہا کہ تم پر یہ حقیقت واضع ہو گئی کہ تم ظلم وستم، قطع تعلقی اور قطع رحمی کے مرتکب ہو۔ کسی نے اس کا جواب نہ دیا آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ واپس آ گئے۔ (ابن سعد)

دوسرا سبب اس معاہدے کے ٹوٹنے کا یہ ہے کہ ہشام بن عمرو بن حارث العاضری زہیر بن امیہ بن المغیر ہ کے پاس گیا۔ (یہ دونوں فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے)اس سے کہا۔ اے زہیر کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے، پسندیدہ کپڑے پہنے، عورتوں سے نکاح کرے اور تمہارے ماموں اس مقام پر ہوں جو تیرے علم میں ہے۔ نہ خرید وفروخت کر سکیں اور نہ ان کو کوئی رشتہ دے اور نہ ہی کوئی ان سے رشتہ لے۔ آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) تیری جگہ ہوتا تو اس کو اس بات کی دعوت دیتا جس کی طرف اس نے تجھے بلایا ہے تو ہرگز تیری بات نہ مانتا۔

اس نے کہا تم پر افسوس ہے اے ہشام! میں کیا کروں اکیلا آدمی ہوں۔ بخدا اگر دوسرا آدمی میرے ساتھ ہوتا تو میں معاہدہ توڑنے کے لئے کھڑا ہوتا۔ انہوں نے کہا آدمی تو موجود ہے۔ زہیر نے پوچھا وہ کون! ہشام نے کہا میں۔ اس نے کہا کوئی تیسرا بھی تلاش کرو تو ہشام اور میں مطعم بن عدی کی طرف گئے۔ اور اس سے کہا! اے مطعم کیا تو اس بات پر رضامند ہے کہ بنی عبدمناف کے دو بطن بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہلاک ہو جائیں اور تو قریش کا ساتھ دیتا رہے۔ مطعم نے کہا افسوس ہے میں کیا کر سکتا ہوں اکیلا آدمی ہوں۔ ہشام بولا تجھے دو اور آدمی بھی ملتے ہیں۔ اس نے پوچھا وہ کون۔ وہ بولے میں اور زہیر بن امیہ۔ مطعم نے کہا چوتھا بھی ڈھونڈو تو وہ ابوجنتری بن ہشام کے پاس گے اور جو بات مطعم بن عدی سے کی تھی اس سے بھی کی تو ابوجنتری نے کہا۔ کوئی میرا اس معاملہ میں مددگار بھی ہوسکتا ہے۔ وہ بولے ہاں۔ زہیر، مطعم اور میں تیرے ساتھ ہیں اس نے کہا پھر پانچوں شخص بھی تلاش کرو تو وہ زمعہ بن اسود کے پاس گئے۔ اس سے بات چیت کی تو اس نے پوچھا آیا اس اقدام پر کوئی اور بھی آمادہ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور دوسرے افراد کے نام گنوائے چنانچہ سب نے باہم عہد و پیماں کئے اور اکٹھے ہو کر معاہدہ توڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ زہیر صبح سویرے گئے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر کہا اے اہل مکہ! ہم کھانا کھاتے ہیں، مختلف شربت پیتے ہیں۔ پسندیدہ لباس پہنتے ہیں۔ اور بنو ہاشم تمہارے بائیکاٹ کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

بخدا میں یہ معاہدہ پھاڑ دوں گا جو سراسر ظلم اور قطع رحمی پر مشتمل ہے۔ ابوجہل بولا تم غلط کہہ رہے

ہو۔ وہ صحیفہ نہیں پھاڑا جا سکتا۔ زمعہ نے کہا بخدا تو بہت جھوٹا ہے۔ ہم اس صحیفہ کی تحریر پر راضی نہ تھے۔ ابوجنتری نے اس کی تائید کی۔ مطعم بولے تم دونوں ٹھیک کہتے ہو جو اس کے خلاف کہتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ ہم اس صحیفے کی تحریر سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔ ہشام بن عمرو نے بھی تائید کی۔ ابوجہل بولا لگتا ہے آپ لوگ پہلے سے فیصلہ کر کے آئے ہیں۔ مطعم نے صحیفہ پھاڑنے کے لئے اٹھایا تو دیکھا کہ سارا معاہدہ دیمک چٹ کر گئی سوائے اس جملہ کے " **باسمک اللّٰھم** " (الوفا)

2.32 ۔ واقعہ شق القمر

8ھ نبوی ، 617ء

یہ ایک معجزہ تھا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) منیٰ میں تشریف فرماتے کہ مشرکین مکہ نے لوگوں کو جمع کیا اور سب کو لے کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دیکھایئے۔ اس وقت آسمان پر چودھویں کا چاند نکلا ہوا تھا۔ مشرکیں نے کہا کہ اچھا اس چاند کو دو ٹکڑے کر کے دیکھایئے۔ نشانی طلب کرنے والوں قریش کے بڑے بڑے سردار ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاصی بن وائل، عاصی بن ہشام، اسود بن مطلب، نضر بن حاث، اسود بن یغوث اور زمعہ بن اسود شامل تھے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر یہ معجزہ دکھا دوں تو ایمان لاؤ گے انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ سے دعا کی پھر شہادت کی انگلی سے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ چاند اسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا اور لوگوں نے چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان کوہ حِرا دیکھا یعنی چاند کا ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر تھا اور درمیان میں کوہ حرا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ ایک ٹکڑا صفا پر اور دوسرا ٹکڑا مروہ پر چلا گیا۔ اس وقت لوگوں کی حیرت کا یہ عالم تھا کہ بار بار اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دکھتے تھے تو دو ٹکڑے نظر آتے تھے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) وہاں موجود لوگوں سے فرما رہے تھے کہ دیکھو اور شہادت دو۔ عصر سے رات تک جتنا وقت ہوتا ہے اتنی دیر تک چاند اسی حالت میں رہا۔ (حلبی)

کفارِ مکہ حیرت سے بار بار چاند کو دیکھتے رہے پھر کہنے لگے

اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہ تو راہبوں جیسی جادوگری ہے۔

اس موقع پر سورۃ القمر کی آیات (۳-۱) نازل ہوئیں

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (۱) وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۲) وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ (۳)

ترجمہ: قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ پہلے سے ہوتا چلا آنے والا جادو ہے انہوں نے جھٹلایا اور چلے اپنی خوشی پر اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے۔

مشرکین مکّہ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ تم نے ہم پر جادو کر دیا تھا۔ لہٰذا باہر سے آنے والوں کا انتظار کرو۔ اگر باہر سے آنے والے لوگ بھی اس کی تصدیق کر دیں تو ہم مان لیں گے۔ چنانچہ مشرکین نے اطراف سے آنے والے لوگوں سے اس معجزہ کی تحقیق کی تو اور لوگوں نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی مگر ازلی بدبخت پھر بھی ایمان نہ لائے اور اسے سخت جادو کہا۔ (ابن کثیرؒ)

2.33۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ارادہ ہجرت حبشہ

10 نبوی ، 619ء

جب قریش مکہ کے مظالم کی انتہا ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی ہجرت کا ارادہ کرلیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت سے حبشہ جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ آپؓ مکہ سے نکلے راستے میں چار منزل کے فاصلہ پر برک الغماد کے پاس قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔ ابن الدغنہ نے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا کہ مجھے میری قوم نے اس قدر ستایا ہے کہ میں مکہ سے نکل کر دوسری جگہ جارہا ہوں تاکہ اپنے رب کی عبادت کرسکوں۔

ابن الدغنہ نے کہا کہ آپ تو وہ نیک صفت آدمی ہیں آپ کو مکہ سے نہیں نکلنا چاہئے اور نہ آپؓ کی قوم کو

چاہئے کہ آپؓ کو مکہ سے نکالیں۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ آپؓ واپس چلیے اور مکہ میں ہی اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابن الدغنہ کی پناہ میں واپس آ گئے۔

ابن الدغنہ نے سرداران قریش کو بہت شرمندہ کیا اور کہا کہ اتنے نیک صفات کے شخص کو نکالتے ہو جس کی وجہ سے قوم فخر کر سکتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے مکان کے آنگن میں ایک چھوٹا سا چبوترہ بطور مسجد بنالیا وہاں ہی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قران مجید پڑھا کرتے تھے اور عبادت الٰہی کرتے تھے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قرآن پڑھنے کا محلے کی عورتوں اور بچوں پر بہت اثر ہوتا تھا۔ وہ قریب آ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاوت سننے لگتے تھے۔ کفار کو یہ بھی گوارہ نہ تھا تو انہوں نے ابن الدغنہ سے شکایت کی کے ان کو اس تلاوت قرآن سے روکیں۔ ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلند آواز سے قرآن پڑھنے سے منع کیا اور کہا کہ اگر اب آپ نے بلند آواز سے قرآن پڑھا تو میں اپنی امان واپس لے لوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں تمہاری امان سے نکلتا ہوں اور اپنے اللہ کی پناہ کو کافی سمجھتا ہوں لیکن قرآن کی تلاوت کو ترک نہیں کر سکتا۔

2.34 ۔شعب بنی ہاشم سے نجات

محرم 10 نبوی ، 619ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور بنو ہاشم کی گھاٹی میں مقید ہوئے تین سال کا عرصہ گزر چکا تھا مکہ والوں کی رائے بھی آہستہ آہستہ بدل چکی تھی۔ قریش کے لوگوں میں جن کی قرابت داریاں بنو ہاشم سے تھیں وہ کھل کر ان کی حمایت میں بولنے لگے۔ زہیر اور ان کے ساتھیوں کی باتیں سن کر ابوجہل نے چاہا کہ ان کو سمجھائے کہ معاہدے کی پاس داری کریں۔ جب ابوجہل اور زہیر اور ہشام وغیرہ میں گفتگو ہو رہی تھی تو وہاں قریب ہی ابوطالب بھی حرم کے ایک گوشے میں موجود تھے۔ ان کے آنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اس صحیفہ کے بارے میں خبر دی تھی کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے کیڑے بھیج دیئے ہیں جنہوں نے اس ظلم وستم اور قطع رحمی کی تمام باتیں چاٹ گئے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑا ہے۔ جس نے

رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی حقانیت کو ثابت کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ معاہدہ پھاڑ دیا گیا اور تمام لوگ جو شعب ابی طالب میں مقید تھے باہر آ گئے۔ کفار مکہ اتنی واضح نشانی دیکھ چکے تھے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ ایمان لے آتے لیکن ان کا رویہ وہی رہا جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

وَاِن یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (۲) (سورۃ القمر۔2)

ترجمہ: اور اگر (کافر) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے۔
کفارِ مکہ نے اس نشانی سے بھی ہدایت حاصل نہیں کی اور اپنے کفر میں چند قدم اور آگے بڑھ گئے۔

2.35 ۔مشرکین مکہ کی ابو طالب کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت سے روکنے کی آخری کوشش

10 نبوی ، 619ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد حسب معمول تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا اور کفار کا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے کام میں رکاوٹیں ڈالنے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جناب ابو طالب کافی بوڑھے ہو چکے تھے اور شعب ابی طالب کی تکالیف نے ان کو بے حد کمزور اور بیمار کر دیا تھا۔ کفار نے سوچا کہ اگر ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد ہم نے ان کے بھتیجے کے خلاف کوئی کاروائی کی تو ہماری بدنامی ہوگی۔ اس لئے ابو طالب سے ہی کوئی فیصلہ کن معاملہ کر لینا چاہیئے۔ اس لئے ان کا ایک وفد ابو طالب کے پاس حاضر ہوا۔ وفد کے ارکان قریش کے معزز ترین افراد تھے یعنی عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ ، ابو جہل عمر بن ہشام، امیہ بن خلف اور ابو سفیان بن حرب سمیت اشرافِ قریش کے تقریباً پچیس (25) افراد تھے۔ انہوں نے کہا!

اے ابو طالب ! ہمارے درمیان آپ کا جو مرتبہ و مقام ہے اسے آپ بخوبی جانتے ہیں اور اب جس حالت سے گزر رہے ہیں وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ آپ کے آخری ایام ہیں۔ ادھر ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو معاملہ چل رہا ہے اس سے بھی آپ بخوبی واقف ہیں۔ ہم چاہتے

ہیں کہ آپ انہیں بلائیں اوران کے بارے میں ہم سے عہد و پیاں لیں کہ ہم کو ہمارے دین پر چھوڑ دیں اور ہم ان کوان کے دین پر چھوڑ دیں۔ اس پر ابوطالب نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بلوالیا اورآپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو کہا۔

بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے معزز لوگ ہیں تمہارے ہی لئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ کچھ عہد و پیان یہ تم کو دیں اورتم بھی انہیں کچھ عہد و پیان دو۔اس کے بعد ابوطالب نے ان کی یہ پیش کش کا ذکر کیا کہ کوئی بھی فریق ایک دوسرے سے تعرض نہ کرے۔

جواب میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وفد کو مخاطب کر کے کہا!

آپ لوگ یہ بتائیں کے اگر میں ایک ایسی بات پیش کروں جس کو اگرآپ مان لیں تو عرب وعجم تمہارے تابع ہو جائیں اورتمہیں جزیہ ادا کریں۔ کفار نے کہا کہ وہ بات بتایئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

آپ لوگ **لاالہ الا اللّٰہ** کہیں اوراللہ کے سوا جو کچھ پوجتے ہیں اسے چھوڑ دیں۔ اس پر انہوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم سارے خداؤں کی جگہ بس ایک خدا بنائیں۔ واقعی تمہارا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ اس کے بعد آپس میں بولے خدا کی قسم یہ شخص تمہاری کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ لہٰذا چلو اپنے اباؤاجداد کے دین پر ڈٹ جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اوراس شخص کے درمیان فیصلہ کردے۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔

2.36 ۔ حضرت ابوطالب کی وفات (غم کا سال)

رمضان المبارک <u>10</u> نبوی ، <u>619</u>ء

صحیح بخاری میں حضرت مسیّب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس تشریف لے گئے وہاں ابوجہل اورعبداللہ بن امیّہ بھی موجود تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا چچا جان آپ **لاالہ الا اللّٰہ** کہہ دیجئے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ کے ایمان کی شہادت دے سکوں۔ ابوجہل اورعبداللہ بن امیّہ نے کہا۔ ابوطالب ! کیا تم

عبدالمطلب کا دین چھوڑ دو گے پھر دونوں مسلسل ان سے بات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آخری بات جو ابوطالب نے لوگوں سے کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور وفات پا گئے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب تک میں اس بات سے روک نہ دیا جاؤں میں ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْآ اُولِيْ قُرْبٰى مَنْ م بَعْدِمَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُم اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۔ (التوبہ۔١١٣)

ترجمہ: پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔ (التوبہ ۔ ١١٣)

پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ج وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ

ترجمہ: آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جیسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے۔ (القصص۔٥٦)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ سرور عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا **لا الہ الا اللہ** کہئے دین اسلام میں داخل ہو جایئے میں قیامت کے دن آپ کے حق میں ایمان واسلام کی گواہی دوں گا۔ انہوں کے جواب دیا کہ اگر مجھے قریش کی طرف سے عار اور طعن وتشنیع کا ڈر نہ ہوتا کہ حالت موت سے گھبرا کر اور بزدل ہو کر اسلام قبول کرلیا تو میں ضرور کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا اور تمہیں خوش کر دیتا۔

ابوطالب نے کہا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میری خدمت کی قدر کرتے ہوئے اور اس کی جزاء اور بدلہ دینے کے لئے یہ فرما رہے ہو اور آپ کی پوری ہمدردی میرے ساتھ ہے اور میری موت اور جدائی کا سخت غم ہے۔ انہوں نے بنوعبدالمطلب کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم جب تک محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنتے اور مانتے رہو گے خیر اور بھلائی ساتھ ساتھ رہے گی۔ لہذا ان کی بات ماننا اور ان کی مدد ونصرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا تم راہ راست پا لو گے۔

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! چچا جس چیز کا حکم دے رہے ہو خود کیوں نہیں اختیار کرتے۔ ابو طالب نے کہا اگر صحتمند اور تندرستی میں کلمہ پڑھ لیتا تو اور بات تھی اب حالت موت اور کمزوری میں کلمہ پڑھنا مجھے پسند نہیں ہے۔ قریش کہتے پھریں گے کہ انہوں نے کلمہ محض موت کے خوف سے پڑھا ہے۔

حضرت علی مرتضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مردی ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ابو طالب کی وفات کی اطلاح دی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ جاؤ ان کو غسل دو کفن دو اور زمین میں دفن کرو۔

چنانچہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمان نبوی کے مطابق عمل کیا۔ دوبارہ حاضر ہوئے تو فرمایا خود بھی غسل کرو۔ چنانچہ انہوں نے بھی غسل کیا۔

2.37 ۔ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات

رمضان المبارک 10 نبوی ، 619ء

جناب ابو طالب کی وفات کے صرف تین دن بعد اور بعض روایات میں ہے کہ وہ دو ماہ کے اندر رمضان المبارک کے بعد پینسٹھ (65) سال کی عمر میں حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال ہوگیا۔

حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی وہ عظیم ساتھی تھیں جو برے سے برے وقت میں بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے تکالیف اُٹھاتیں تھیں اپنے الفاظ اور عمل سے ہمیشہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تسلی اور تشفی کا سبب بنتی تھیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خیر وخواہی اور غمگساری کی وجہ سے ہر مشکل وقت میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ایک نئی قوت حاصل کرتے تھے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد مبارک ہے کہ جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا انہوں نے مجھے اپنا مال دیا۔ اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہ تھی۔ (مسند احمد)

حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور مکہ کے قبرستان جنتِ المعلیٰ میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی تدفین ہوئی۔

2.38 ۔ ام المومنین حضرت سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے شادی

شوال 10 نبوی، 619ء

جناب ابو طالب اور حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے انتقال کی وجہ سے حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) بے حد غمگیں رہتے تھے اور کفار کے مظالم بھی بہت بڑھ گئے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے آپ کو بہت تنہا محسوس کرنے لگے تھے۔

حضرت سودہ بنتِ زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ابتدائی دور میں مسلمان ہوگئیں تھیں۔ دوسری ہجرت حبشہ میں بھی شریک تھیں۔ ان کے شوہر کا نام سکران (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمرو تھا۔ وہ بھی سابقون اولون میں شامل تھے۔ حضرت سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ان کے ساتھ ہی ہجرت کی تھی ان کا انتقال ہو گیا۔ آپؓ نے جب عدت ختم کی تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے نکاح کا پیغام بھیجا جوانہوں نے قبول کرلیا اور شادی ہوگئی۔ آپؓ کا سلسلہِ نسب اس طرح ہے: سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی۔ (سیرت ابن ہشام)

لوئی بن غالب پر پہنچ کر آپؓ کا نسب رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔

آپؓ کا اپنے پہلے شوہر سے ایک بیٹا عبدالرحمٰن نامی تھا جو مسلمان ہوئے اور جنگِ جلولا میں شہید ہوئے۔ حضرت سودہؓ کا قد لمبا اور بدن بھاری تھا۔ بہت خوش مزاج اور حسِ ظرافت تھی۔ آپؓ نے اپنے عمر کے آخری زمانے میں اپنی باری ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ہبہ کردی تھی۔

ام المومنین حضرت سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ زمعہ کی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے رفاقت تقریباً تیرا (13) سال رہی۔ نکاح کے وقت آپؓ کی عمر مبارک پچاس (50) سال تھی۔ آپؓ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آخری دور خلافت میں ذوالحجہ 23ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔ (رواہ بخاری) بعض سیرت نگاروں نے 19ھ ہجری یا 22ھ ہجری بھی لکھا ہے۔ آپؓ سے رسول اللہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپؓ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

2.39۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح

شوال 10 نبوی ، 619ء

آپ کا نام عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)، خطاب ام المومنین کنیت ام عبداللہ (اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی نسبت سے) لقب حمیرہ ہے۔ حضور انور (صلّی اللہ علیہ وسلم) بنتِ الصدیق سے خطاب فرماتے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام عبداللہ ان کی کنیت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)اور لقب صدیق تھا۔ آپ کی والدہ کا نام زینبؓ اور کنیت ام رومان تھی۔

آپؓ کا نسب عائشہ بنتِ ابوبکر صدیق بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد ابن تیّم مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک ہے۔

آپؓ کی والدہ سلسلہ نسب عائشہ بنتِ ام رومان بنتِ عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذنیہ بن سبیع بن وہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) باپ کی طرف سے قریشیہ تیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ ہیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نسب ساتویں پشت پر جا کر مل جاتا ہے اور ماں کی طرف سے گیارھویں پشت میں کنانہ پر جا ملتا ہے۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) واحد خاتون ہیں جن کا پہلا نکاح رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ہوا۔ آپؓ کی رخصتی تین سال بعد مدینہ منورہ میں ہوئی ۔آپ کا مہر (400) چار سو درہم مقرر ہوا۔آپؓ نو (9) سال رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی زوجیت میں رہیں۔ اڑھتالیس سال آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بعد زندہ رہیں اور 57 ہجری میں 17 رمضان المبارک کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

قاسم بن محمد، عبداللہ بن عبدالرحمٰن ، عبداللہ بن ابی عتیق اور حضرت زبیرؓ کے دونوں صاحبزادے عروہ اور عبداللہ نے آپؓ کو قبر میں اتارا۔(زرقانی) اور جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ دفن ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

آپؓ اپنے وقت کی بہت بڑی فقیّہ اور عالمہ تھیں۔ صحابہ اکرامؓ دین کے مشکل پہلو کے سلسلہ میں آپؓ سے رجوع کرتے تھے۔ آپؓ کے بارے میں منقول ہے کہ احکامِ شریعہ کا چوتھائی حصہ حضرت عائشہ صدیقہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے منقول ہے۔ آپؓ کا شمار رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین زوجہ میں ہوتا ہے۔ آپؓ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا ہے اور انہیں نے آپؓ کو سلام کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ ﷺ کا سر مبارک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی گود میں تھا۔

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی خطیب کو حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا۔ عرب کی تاریخ اور واقعات، بکثرت اشعار زبانی یاد تھے۔ بے انتہا خیرات کرتی تھیں اور خود پیوند لگے کپڑے پہنتی تھیں۔ حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے کھانوں میں ثرید کی فضیلت ہے۔ (بخاری)

2.40 ۔ طائف کا سفر

شوال 10 نبوی ، جون 619 ء

جناب ابوطالب کے انتقال کے بعد کفارِ مکہ کھل کر آپ ﷺ کی مخالفت کرنے لگے تھے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو تکالیف وایذائیں پہنچانے کا سلسلہ بہت بڑھ گیا تھا اس وجہ سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ کی طرف سے ناامید ہو کر اطراف مکہ کے قبائل کو اسلام کی دعوت دینے کا پروگرام بنایا۔

حضرت محمد بن جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ سرور عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) ابوطالب کی وفات کے بعد طائف تشریف لے گئے۔ اعلان نبوت کا دسواں سال شروع ہو چکا تھا۔ شوال کی چند راتیں باقی تھیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارثہ تھے۔

محمد بن عمر نے اپنی سند کے ساتھ قیام طائف کی مدت دس دن بیان کی ہے اور دوسرے حضرات نے ایک ماہ۔

بہر حال آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارثہ کے ساتھ مکہ سے نکلے اور

راستے میں جو بھی قبائل آئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے طائف پہنچے ۔ طائف ایک سرسبز وشاداب علاقہ ہے وہاں کے سرداران قبیلہ بنوثقیف کے پاس تشریف لے گئے ۔ یہ تین سردار تھے جو آپس میں بھائی تھے جن کے نام عبدیالیل، مسعود اور حبیب تھے ان کے والد کا نام عمرو بن عمیر ثقفی تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ایمان لانے کے لئے کہا۔ اس کے جواب میں ایک نے کہا کہ وہ کعبہ کا پردہ پھاڑے اگر اللہ نے تمہیں رسول بنایا۔ دوسرے نے کہا کہ اللہ کو تمہارے علاوہ اور کوئی نہ ملا۔ تیسرے نے کہا میں تم سے ہرگز بات نہیں کرسکتا اگر تم واقعی نبی ہو تو تمہاری بات رد کرنا میرے لئے بہت خطرناک ہے اور اگر تم نے جھوٹ گھڑا ہے تو مجھے تم سے بات ہی نہیں کرنی چاہئے۔ ان کا جواب سن کر آپ وہاں سے اٹھے اور صرف اتنا کہا کہ اس بات کا پردہ رکھنا۔

اس کے بعد ان بدبختوں نے کچھ اوباش اور آوارہ لڑکوں کو اکسایا کہ ان کی ہنسی اڑائیں اور ان پر پتھر برسائیں۔ چنانچہ ان اوباش لڑکوں نے آپ ﷺ پر اس قدر پتھر پھینکے کہ آپ ﷺ شدید زخمی ہو گئے، آپ ﷺ کی پنڈلیوں سے خون بہنے لگا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تکلیف سے کہیں بیٹھ جاتے تو وہ بدمعاش بازو پکڑ کر آپ ﷺ کو کھڑا کر دیتے پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پتھر مارتے اور نازیبہ باتیں کرتے تالیوں بجاتے جاتے تھے ۔ اس تمام عرصے میں حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارثہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو برابر بچانے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی شدید زخمی ہو گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان بدمعاش لڑکوں سے بچنے کے لئے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ لی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) باغ میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ سے دعا کی ۔ یہ دعائے مستضعفیں کے نام سے مشہور ہے۔ اس دعا کے ایک ایک فقرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ طائف میں اس بدسلوکی کے بعد کسی بھی شخص کا ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کس قدر رنجیدہ اور غمناک تھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے احساسات پرغم والم وافسوس کا کسی قدر غلبہ تھا۔

2.41 ۔ دعائے مستضعفین

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی دعا!

اے اللہ! میں اپنی کمزوری اور تدبیر کی کمی اور لوگوں کی نظر میں اپنی ذلت اور بے قدری کی آپ سے شکایت کرتا ہوں۔

اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے! آپ تو عاجز و کمزوروں کے مالک اور رب ہیں اور میرے مالک اور رب بھی آپ ہی ہیں۔ آپ مجھے کسی غضناک دشمن کے سپرد کر دیں یا کسی دوست کے جس کو آپ نے میرے امور کا مالک بنایا ہے۔ اگر آپ مجھ سے ناراض نہ ہو تو مجھے ان سب مصائب اور تکالیف کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ آپ کی عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے اور میں آپکی ذات مبارک کے نور کی پناہ لیتا ہوں جس سے تمام تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ دنیا و آخرت کے سب کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے کہ آپ مجھ پر اپنا غضب نازل فرمائیں مجھے آپ کی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ ہم آپ کی مدد کے بغیر نہ تو کسی برائی سے بچ سکتے ہیں اور نہ کوئی بھلائی حاصل کر سکتے ہیں۔ (ابن ہشام)

عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی باغ میں موجود تھے انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے کی پریشانی اور حالت زار دیکھی تو عربی شرافت اور مہمان نوازی کے تقاضے اور جذبہ قرابت حرکت میں آ گیا۔ انہوں نے اپنے ایک غلام جس کا نام عداس تھا۔ عیسائی مذہب سے اس کا تعلق تھا اس کے ہاتھ ایک طشت میں انگور کے خوشے رکھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھجوائے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بسم اللہ پڑھ کر کھانے شروع کئے۔

عداس نے کہا کہ یہ جملہ اس علاقے کے لوگ نہیں بولتے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے۔ اس نے کہا میں نینویٰ کا باشندہ ہوں اور عیسائی مذہب سے میرا تعلق ہے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اچھا تو تم مرد صالح یونس بن متی (علیہ السلام) کی بستی کے رہنے والے ہو۔ اس نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یونس بن متی (علیہ السلام) کو کیسے جانتے

ہیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! وہ میرے بھائی ہیں اور بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا نام کیا ہے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میرا نام محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ عداس نے کہا کہ میں نے توریت میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف پڑھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں مبعوث فرمائے گا۔ اہل مکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت نہ کریں گے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو نکال دیں گے پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مدد ہوگی اور آپ کا دین روئے زمین پر پھیلے گا۔ یہ کہہ کر عداس نے آپ کی پیشانی اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لیا اور مسلمان ہو گیا۔

عتبہ و شیبہ یہ سب دیکھ رہے تھے اور آپس میں کہنے لگے کہ اس نے ہمارے غلام کو خراب کر دیا۔ جب عداس واپس گیا تو دونوں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ اس نے کہا! میرے آقا! روئے زمین پر اس شخص سے بہتر کوئی اور نہیں۔ اس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان دونوں نے کہا۔ دیکھو عداس کہیں یہ شخص تمہیں تمہارے دین سے نہ پھیر دے کیونکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ (ابن ہشام)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت خوف و دہشت میں مبتلا کیا گیا جب کہ دوسرا کوئی شخص خائف نہ تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں جب کسی کو اس کی راہ میں ایزا و تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ مجھ پر تیس تیس دن اس حال میں گزرے کہ میرے لئے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جس کو کوئی جاندار لقمہ بنا سکے ماسوا اس طعام کے جس کو حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی بغل کے نیچے چھپائے ہوئے ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کیا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر احد سے بھی زیادہ سخت دن بھی آیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں۔ تیری قوم نے مجھے سخت سے سخت تکلیفیں دیں لیکن سب سے زیادہ

سخت دن وہ تھا جب میں نے طائف کے سفر کے دوران عبدیالیل اوراس کے بھائیوں کواسلام پیش کیا اور انہوں نے قبول نہ کیااور بدمعاش لڑکوں کو میرے پیچھے لگا کر میرا جسم پتھر مار مار کرلہولہان کر دیا۔ جب میں وہاں سے واپس ہواتو قرن المنازل اس کو قرن الثعالیب بھی کہتے ہیں (یہ نجد کی میقات ہے) پر پہنچا تو سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہےاوراس میں جبریل امین علیہ سلام موجود ہیں۔ جبریل امین علیہ سلام نے مجھے آواز دی اور کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی قوم کی حرکتیں اور بدسلوکیاں جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہوئی ہیں اللہ نے سب دیکھ لی ہیں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں **ملک الجبال** (پہاڑوں کا فرشتہ) بھیجا ہے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جو چاہیں اسے حکم دیں اس کے بعد ملک الجبال نے مجھے سلام کہا اور کہا۔ اے محمد! اللہ نے مجھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا ہے۔ میں ملک الجبال ہوں اور تمام پہاڑ میرے تصرف میں ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مجھے حکم دیں کے دونوں پہاڑوں کے درمیان اہل مکہ اور اہل طائف رہتے ہیں ملا دوں جس سے تمام لوگ کچل جائیں۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! نہیں میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے بلکہ مجھے امید ہے کہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔ (بخاری، مسلم)

2.42 ۔ جنّات کا قرآن سننا

ذوالقعدہ 10 نبوی ، 619 سن عیسوی

طائف سے مکہ واپسی پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے درمیان میں دو جگہوں پر قیام کیا یہ جگہیں وادی نخلہ میں واقع ہیں۔ ایک السیل الکبیر اور دوسری زیماء دونوں جگہیں سرسبز وشاداب تھیں۔

ابن اسحٰق کے مطابق آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے وادی نخلہ کے قیام کے دوران ایک رات کے آخری نصف حصہ یا فجر کی نماز میں یا جیسا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ نماز کے بغیر قرآن کریم کی کچھ آیات تلاوت فرما رہے تھے۔ تو جنّات کا ایک گروہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا اور قرآن کی آیات کی تلاوت سنی اور مسلمان ہوگئے اور جا کر اپنے قبیلے میں نبی کی آمد کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ کو ان کی آمد کا بالکل

علم نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ (البدایہ والنہایہ)

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۞ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۞ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ☆ (سورۃ الاحقاف: ۳۴-۲۹)

ترجمہ: اور جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ (ﷺ) کی طرف متوجہ کیا جو قرآن غور سے سنتے تھے۔ پھر جب وہ وہاں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا: خاموش رہو، پھر جب (پڑھنا) ختم ہو گیا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے والے بن کر واپس گئے۔ انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے۔ سچے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! تم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کے لو اور ان پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات کو قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اس کے لئے اللہ کا سوا کوئی مددگار ہو گا۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ اس کو پیدا کرنے سے تھکا نہیں اس بات پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے۔ کیوں نہیں، بیشک وہ

ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آتشِ دوزخ کے سامنے پیش کئے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا) کیا یہ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں۔ ہمارے رب کی قسم برحق ہے۔ ارشاد ہوگا: پھر عذاب کا مزا چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

قرآن کریم میں سورۃ جن میں اس بات کا تذکرہ آیا ہے۔ مجموعی طور پر جنّوں کے چھ بار وفد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے۔ بعض مکہ میں اور بعض مدینہ میں۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار وفد کے ارکان کی تعداد سات یا نو، ایک مرتبہ ساٹھ، ایک مرتبہ تین سو اور ایک بار بارہ ہزار تھی۔ (معارف السنن)

2.43۔طائف سے مکہ واپسی اور مطعم بن عدی کی حمایت

ذوالحجہ 10 نبوی ، 619 سن عیسوی

جب حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) وادی نخلہ سے نکل کر مکہ روانہ ہوئے تو حضرت زید بن حارثہؓ نے عرض کی کہا اہل مکہ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو نکال چکے ہیں تو آپ ﷺ دوبارہ کیسے مکہ میں داخل ہوں گے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے زیدؓ اللہ تعالیٰ اس مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کرے گا۔ اللہ ہی اپنے دین کو غالب کرنے والا اور اس کا مددگار ہے۔ جب آپ غار حرا پہنچے تو بنوخزاعہ کے عبداللہ بن اریقط کے ذریعے اخنس بن شریق کے پاس پیغام بھیجا کہ تم مجھے پناہ دو۔ اخنس بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔ انہوں نے معذرت کی کہ میں قریش کا حلیف ہوں۔ حلیف پناہ دینے کا اختیار نہیں رکھتا اس لئے میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سہیل بن عمرو کے پاس یہی پیغام دے کر بھیجا۔ یہ بھی بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ بنی عامر کی دی ہوئی پناہ بنوکعب پر لاگو نہیں ہوتی۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا اس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بات قبول کر لی اور قاصد سے کہا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہیں کی وہ تشریف

لے آئیں۔

چنانچہ حضورا کرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) شہر میں داخل ہوئے اور مطعم بن عدی کے پاس رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو وہ اپنے چھ یا سات بیٹوں کے ساتھ اسلحہ سے لیس ہو کر نکلا اور حضورا کرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خانہ کعبہ کا طواف کریں۔

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) مسجد میں داخل ہوئے۔ حجراسود کا استلام کیا اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے اس دوران مطعم بن عدی اپنے بیٹوں کے ساتھ چاروں طرف آپ ﷺ کے لئے حلقہ بنائے حفاظت کرتے رہے۔

اس موقع پر ابوجہل وہاں آیا اس نے مطعم سے پوچھا کیا تم نے پناہ دی ہے یا ایمان لے آئے ہو۔ مطعم نے جواب دیا کہ پناہ دی ہے اس کا جواب سن کر ابوجہل نے کہا کہ جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔ (ابن ہشام)

محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی نے اپنے باپ جبیرؓ سے روایت کی کہ سید عرب وعجم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے میدان بدر میں فتح پائی اور بہت بڑی تعداد میں کفارِ مکہ قیدی بنائے گئے۔ بعض قیدیوں کی رہائی کے بارے میں حضرت جبیر بن مطعم ؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں سفارش کی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اگر (تمہارا باپ) معطم بن عدی زندہ ہوتا اور میرے پاس آ کر ان بدبودار لوگوں (یعنی کفار مکہ کے قیدی) کے متعلق سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان سب کو چھوڑ دیتا۔

2.44 ۔ خزرج کے لوگوں سے ملاقات

ذوالحجہ 11 نبوی ، 620ء

حج کے موقع پر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مختلف قبائل کے سرداروں کے پاس جا کر ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عقبہ کے پاس جہاں اب مسجد عقبہ ہے بنوخزرج کے چند اشخاص آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو نظر آئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا نام ونسب پوچھا۔ ان کو اسلام کے بارے میں

بتایا ان کو قرآن کریم کی کچھ آیات کی تلاوت سنائی اور ایمان لانے کو کہا۔

ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ دیکھو یہود ہم سے پہل کرنے میں بازی نہ لے جائیں کیونکہ انہوں نے یہود سے سنا تھا کہ ایک نبی آخرالزماں (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ خروج وظہور قریب آ گیا ہے اور جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے بات چیت کی اور ان کو بتایا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ ان میں چھ اشخاص تھے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ عقبہ بن عامر بن نابی

2 ۔ ابوامامہ اسعد بن زرارہ

3 ۔ عوف بن حارث بن عفراء

4 ۔ رافع بن مالک بن عجلان

5 ۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ

6 ۔ جابر بن عبداللہ بن ریاب (رضی اللہ علیہم اجمعین)

جب یہ اپنی قوم کے پاس مدینہ منورہ پہنچے تو ان کے سامنے حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا تذکرہ کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی حتی کے اسلام ان کے اندر مشہور و معروف ہوگیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مدینہ سے تعلق رکھنے والے پہلے مسلمان حضرت سوید بن الصامتؓ ہیں۔

2.45 ۔ واقعہ معراج النبی (صلّی اللہ علیہ وسلم)

2.45.1۔ تیسرا واقعہ شق صدر

رجب المرجب 12 نبوی ، 621ء

معراج کے بارے میں کہ کب ہوئی اس کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ رجب میں ستائیسویں رات کو 12 نبوی میں ہوئی۔

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے مالک بن صعصعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے واقعہ معراج کے بارے میں یوں سنا کے سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ اس وقت حطیم میں آرام فرمارہے تھے کہ ایک آنے والا آیا۔ اور اپنے ساتھ والے سے کہہ رہا تھا۔

''یہ ہیں وہ شخص جو دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ہیں''

فرمایا پھر وہ میرے پاس آئے اور میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چیرا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ مراد یہ کہ انہوں نے میرا سینہ منتہیٰ سے ناف تک کھول دیا۔ اس نے میرا دل باہر نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایک تھال ایمان وحکمت سے بھرا ہوا لایا گیا۔ میرے دل کو آبِ زمزم سے دھونے کے بعد ایمان وحکمت سے پھر دیا پھر اسے اپنے جگہ رکھ دیا۔

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سینے اقدس پر ٹانکوں کے نشان دیکھا کرتا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سینہ چاک کرنا اور اس کو ایمان وحکمت اور علم وعرفان سے بھرنا اس کی حقیقت یہ ہے کہ انوار ملکیہ کا روح پر غالب ہو جانا طبعیت بشری کے شعلہ کا بجھ جانا اور بارگاہ الٰہی سے جو فیضان ہوتا ہے۔ اس کے قبول کرنے کے لئے مزاج اور طبعیت کا آمادہ ہوجانا ہے۔

2.45.2 ۔اسراء و معراج

رجب المرجب 12 نبوی ، 621ء

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَی الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ☆ (سورۃ بنی اسرائیل۔۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک
جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکتوں نے تا کہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے
وہی ہے سننے والا اور دیکھنے والا۔

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر براق پر ہوا۔ اس سفر کو اسراء کہتے ہیں کیونکہ یہ رات میں ہوا تھا۔ اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک جانے کو معراج کہتے ہیں۔ معراج کے معنی سیڑھی کے ہیں۔ مسجدِ اقصیٰ سے آسمان پر جانے کے لئے پہلے اس سیڑھی کے ذریعہ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد باقی آسمانوں پر تشریف لے گئے۔

2.45.3 ۔ براق

رجب 12 نبوی ، 621ء

متعدد احادیث میں بتایا گیا ہے کہ سرورکونین (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے جنت سے ایک سواری لائی گئی جس کو براق کہتے ہیں یہ گدھے سے اونچی اور خچر سے کم، سفید رنگ کی سواری تھی۔ اس کی رفتار یہ تھی کے وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی انتہائے نظر جاتی تھی۔ اس کے دونوں رانوں پر پَر تھے۔ اور وہ ٹانگوں سے چلتا تھا۔ (سیرت ابن کثیرؒ)

جب وہ سواری آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لائی گئی تو وہ شوخی کرنے لگی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ کیسی شوخی ہے حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ مکرم اللہ کا بندہ آج تک تیری

پشت پرسوارنہیں ہوا۔ اس پر وہ ٹھہر گیا۔ حضوراکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم)اسی پرسوار ہو گئے اورحضرت جبریل علیہ السلام اس کولیکر چلے اور بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا! جس رات مجھے اسراء اور معراج سے نوازا گیا۔ جبریل علیہ سلام براق پر زین کسے ہوئے لگام ڈالے ہوئے میرے پاس آئے اور جب میں اس پر سوار ہونے لگا تو اس نے سرکشی والا انداز اختیار کیا۔ جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا۔ اے براق ! کیا تو محمد کریم علیہ صلوۃ والتسلیم کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے بخدا تیری پشت پر کوئی بھی نبیؑ ایسا سوار نہیں ہوا جو ان کی نسبت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں زیادہ کرامت وعزت رکھتا ہو۔ جبریل امین علیہ السلام کے یہ الفاظ سنتے ہی براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔ (الوفا)

2.45.4۔ جبرائیل (علیہ السلام) کا مختلف مقامات پر نماز پڑھانا

رجب 12 نبوی ، 621ء

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! سفر کے دوران راستے میں میرا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں کثرت سے کھجور کے درخت تھے۔ جبریل (علیہ سلام) نے وہاں مجھے اتار دیا اور کہا کہ یہاں نماز پڑھیے میں نے نماز پڑھی اور پھر سوار ہو گیا۔ جبریل (علیہ سلام) سے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے انہوں نے فرمایا یہ یثرب ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم)ہجرت کر کے آئیں گے۔ وہاں سے روانہ ہو کر ایک اور جگہ سے گزرا۔ جبریل (علیہ سلام) نے کہا کہ اترئے اور یہاں بھی نماز پڑھیے۔ میں وہاں اترا اور وہاں بھی نماز پڑھی پھر ہم سوار ہوئے تو میں نے جبریل (علیہ سلام) سے پوچھا میں نے کہاں نماز پڑھی ہے انہوں نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وادی سینا میں شجر موسیٰ (علیہ سلام) کے پاس نماز پڑھی ہے۔ یہاں حضرت موسیٰ (علیہ سلام) نے اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا تھا۔ وہاں سے گزر کر ایک اور مقام سے گزرا تو پھر جبریل (علیہ سلام) نے فرمایا یہاں اترئے اور نماز پڑھیے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)وہاں اترے اور نماز پڑھی پھر جب سوار ہوئے تو جبریل

(علیہ سلام) نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مدین میں نماز پڑھی ہے۔ یہاں حضرت شعیب علیہ سلام رہتے تھے۔ اس کے بعد ایک اور زمین سے میرا گزر ہوا پھر جبریل (علیہ سلام) نے فرمایا کہ اترئے اور نماز پڑھیے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) وہاں اترے اور نماز پڑھی تو جبریل (علیہ سلام) نے فرمایا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کہاں نماز پڑھی ہے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جبریل (علیہ سلام) نے کہا کہ یہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ سلام پیدا ہوئے تھے۔

2.45.5 ۔ دودھ وشراب کے پیالے

رجب 12 نبوی ، 621 ء

جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بیت المقدس پہنچے تو آپ کے پاس شراب، پانی اور دودھ لایا گیا۔ پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دودھ نوش فرمایا۔ جبریل امین علیہ سلام نے کہا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دین فطرت کو اختیار کیا ہے اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پانی پیتے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت غرق ہوجاتی۔ اور اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) شراب پی لیتے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت گمراہ ہوجاتی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس شہد بھی لایا گیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس میں سے بھی کچھ پیا۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ معراج کی رات میں نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے بیت المقدس میں دو پیالے پیش لئے گئے ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں کو دیکھا اور پھر دودھ کا پیالہ اٹھالیا۔ اس پر جبریل (علیہ سلام) نے کہا کہ تمام حمد اللہ کے لئے ہے جس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو فطرت کی ہدایت کی۔ اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے شراب کا پیالہ اٹھالیا ہوتا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت گمراہ ہوجاتی۔ (بخاری)

2.45.6 ۔ مسجدِ اقصیٰ

رجب 12 نبوی ، 621 ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں۔ معراج کا سفر مسجد اقصیٰ سے شروع ہوا۔

اسرائیلی روایت کے مطابق اس مقام پر حضرت سلیمان علیہ سلام نے ہیکل بنوایا تھا۔ جسے بابل کے بادشاہ بنوکدنصر (بخت نصر) نے چھٹی صدی قبل مسیح میں تباہ کر دیا تھا۔ ہیرو دواعظم نے اسی ہیکل کو از سر نو تعمیر کرایا لیکن 70 ء میں رومی حکمران طیطیس نے اسے ڈھا دیا۔

حضرت عمر فاروق نے جب بیت المقدس فتح کیا تھا۔ تو یہاں کوئی معبد نہ تھا اس جگہ ملبے اور غلاظت کے ڈھیر تھے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہ جگہ تلاش کی جہاں سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) معراج پر تشریف لے گئے تھے پھر اس جگہ ایک مسجد تعمیر کروائی۔ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پہلی اذان دی اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پہلی نماز پڑھائی۔ گنبد صخرۃ تعمیر کرایا۔ اکثر مغربی مصنفین گنبد صخریٰ ہی کو مسجد عمر کا نام دیتے ہیں۔

مسجد اقصیٰ کی موجودہ عمارت کی تعمیر پانچویں بار خلیفہ عبدالملک بن مردان نے 72 ہجری ر 690 عیسویں میں شروع کروائی ان کے ادھورے کام کو ان کے بیٹے ولید بن عبدالملک نے مکمل کروایا۔

746 ء میں زلزلہ آیا جس سے عمارت کو نقصان پہنچا خلیفہ ابو جعفر المنصور نے دوبارہ تعمیر کروایا۔ اس کے بعد پھر ایک زلزلے سے عمارت زمین بوس ہوگئی تو خلیفہ مہدی نے پھر تعمیر کرایا۔

14 جولائی 1099ء میں بیت المقدس عیسائیوں کے قبصہ میں چلا گیا۔ مسجد کے صحن میں مسلمانوں اور یہودیوں کا بے تحاشہ خون بہایا گیا اور اس میں تبدیلی کر کے اسے رہائش گاہ میں تبدیل کر دیا گیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے 1187 ء میں اسے عیسائیوں سے آزاد کروایا۔ عمارت کو درست کروایا۔ مسلمان اسے سات روز تک پانی اور عرق گلاب سے دھوتے رہے۔

1938 ء سے 1943 ء میں مسجد کی وسیع پیمانے پر مرمت کا کام ہوا لیکن نقشے میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ موجودہ مسجد میں شمال کی طرف سات اور مشرق کی طرف ایک دروازہ رکھا۔ جون 1967 ء میں

اسرائیل نے پورے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا اور 27/ جون 1967ء کو اسے اسرائیل کا حصہ قرار دے دیا گیا۔

17/ جولائی 1967ء کو اعلان کیا گیا کہ اس جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر ہوگا اس کے ساتھ ملحقہ تمام عمارتوں کو مسمار کردیا گیا۔

21/ اگست 1969ء میں المناک سانحہ پیش آیا تقریباً چار گھنٹے تک مسجد میں آگ بھڑکتی رہی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کا یادگار منبر جل کر راکھ ہوگیا۔ مسجدِ اقصیٰ شہر کے مشرقی سمت ایک احاطے میں واقع ہے اسے مسلمان حرم شریف اور بیت اللحم کے نام سے پکارتے ہیں۔ حرم میں جگہ جگہ بلند مقامات ہیں جنہیں مسلمان محراب کہتے ہیں اور ان کے سامنے نوافل پڑھتے ہیں۔

حرم شریف میں چار حوض وضو کے لئے اور پانچ منبر واعظین کے لئے ہیں۔ مستورات کے تین مقصورے ہیں۔ اندونی اور بیرونی دروازوں کی تعداد پچاس ہے۔ حرم کا طول 1200 گز اور عرض 660 گز ہے اس کے چودھا دروازے ہیں۔ حرم شریف کا کل رقبہ چھتیس (36) ایکڑ ہے۔

حرم کی اندونی زیارتوں کے نام

(1) مسجدِ اقصیٰ

(2) قبۃ الصخرہ

(3) معارج الازواج

(4) قبۃ السلسلہ

(5) مہدِ مسیح علیہ سلام

(6) حضرت سلیمان علیہ سلام کا مصلّٰی

(7) روضہءِ سلیمان علیہ سلام

(8) دیوارِ براق

(9) مزار مولانا محمد علی جوہرؒ

(10) دیوار گریہ

2.45.7 ۔ پہلے مسجدِ اقصیٰ لانے کا مقصد

رجب 12 نبوی ، 621 ء

آقائے دو جہاں حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اس لئے بھی مسجد اقصیٰ لایا گیا تھا کہ وہاں گزشتہ انبیاء اکرم علیہ سلام اور اولیاء اکرام کے مقدس مزارات ہیں۔ پہلے انبیاء کا قبلہ بھی ہے۔ قرآن پاک میں اس کی شان وعظمت اور نفاست وطہارت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

الّذی بار کنا حو لہٗ

کہ بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ کے اردگرد چاروں طرف ہر سمت برکت ورحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے اور بخشش اور مغفرت کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔

معراج سے تمام دنیا کے لوگوں پر یہ ثابت ہوگیا کہ آج سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نبی القبلتین بنادیئے گئے یعنی دونوں قبلوں کے نبی۔ بیت المقدس کے بھی اور خانہ کعبہ کے بھی۔ (المعراج)

2.45.8 ۔ دورانِ سفر چند مخلوق سے ملاقات

رجب 12 نبوی ، 621 ء

ابن جریر حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک سے روایت کرتے ہیں جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) براق پر روانہ ہوئے تو راستے میں ایک بڑھیا کو دیکھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جبریل امین (علیہ سلام) سے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے فرمایا چلتے جایئے پھر راستے میں ایک اور چیز آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) میری طرف آؤ۔ جبریل امین (علیہ سلام) نے کہا کہ چلتے رہئے پھر اور چلتے ہوئے ایک مخلوق پر سے گزر ہوا جنھوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سلام کیا۔

السلام علیک یا اول ، السلام علیک یا آخر ، السلام علیک یا حاشر

جبریل امین (علیہ سلام) نے فرمایا جواب دیجئے پھر ایسی ہی دوسری مخلوق پر سے گزر ہوا انہوں

نے سلام کیا پھر اسی طرح تیسری مرتبہ ہوا یہاں تک کہ ہم بیت المقدس پہنچ گئے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اسراء کی رات میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ سلام پر ہوا میں نے دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (فتح الباری)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک نے فرمایا کہ جبریل امین (علیہ سلام) نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بتایا کہ وہ بڑھیا جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے راستہ میں دیکھی تھی وہ دنیا تھی۔ دنیا کی عمر اتنی ہی باقی رہ گئی ہے جتنی اس بڑھیا کی ہے اور وہ چیز آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بلاتی تھی وہ شیطان تھا۔ جو چاہتا تھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کی طرف جھکیں اور جن لوگوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ سلام، حضرت موسیٰ علیہ سلام اور حضرت عیسیٰ علیہ سلام تھے۔

راستے میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو دو داعی ملے ان میں ایک یہودی تھا۔ اور دوسرا نصرانی۔ پہلا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دائیں جانب آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) میری طرف توجہ فرمایئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ دوسرا داعی بائیں جانب سے آیا اور کہنے لگا کہ میری طرف توجہ کیجئے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا بھی جواب نہیں دیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جبریل امین (علیہ سلام) سے ان کے بارے میں پوچھا انہوں نے بتایا دائیں طرف والا یہودی تھا وہ اپنی طرف بلاتا تھا اور بائیں طرف والا نصرانی تھا وہ اپنی طرف بلاتا تھا اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کی طرف توجہ کرتے اور جواب دیتے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت یہودی یا نصرانی ہوجاتی۔

2.45.9 ۔ امامتِ انبیاءاکرام (علیہ السلام)

رجب 12 نبوی ، 621ء

اُدھر آقائے دوجہاں کی سواری بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئی ادھر آسمانوں پر اللہ رب کریم کا تمام انبیاء اکرام سے ارشاد ہوا کہ سب بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے استقبال کے لئے جمع ہوجائیں۔ کوئی کسی آسمان پر تھا اور کوئی کسی پر ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتوں آسمان پر بیتِ معمور سے تکیہ لگائے ہوئے تھے وہ چھوڑ کر مسجد اقصیٰ میں جمع ہوگئے۔

یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے کہ زمین سے آسمانوں تک کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافرت پر ہے پھر اس طرح علی لہٰذالقیاس دوسرے آسمان۔ تمام انبیاء کس طرح پہنچے یہ بات اللہ ہی جانتا ہے۔ وہاں سرورکائنات (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو انبیاء اکرام کی امامت کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس مقدس گروہ نورانی دربار اور پرکیف سماں میں حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو امام الانبیاء کا منصب جلیل عطا کیا گیا۔

حضرت جبریل علیہ سلام نے اذان دی۔ انبیاء اکرام علیہ سلام نے صفیں بنائیں۔ حضرت میکائیل علیہ سلام نے تکبیر کہی تو انتظار ہونے لگا کہ امامت کون کرائے گا۔ روح الامین حضرت جبریل علیہ سلام نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا دست مبارک پکڑا اور مصلّے پر کھڑا کردیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پہلی رکعت میں سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھی۔ (المعراج)

2.45.10 ۔ قیامت کا تذکرہ

رجب 12 نبوی ، 621ء

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مسعود سے روایت ہے کہ اسراء کی رات کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابراہیم علیہ سلام، حضرت موسیٰ علیہ سلام اور حضرت عیسیٰ علیہ سلام سے ملاقات کی۔ انہوں نے آپس میں قیامت کے بارے میں بات چیت کی جب انہوں نے اس معاملہ میں حضرت ابراہیم علیہ سلام سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ سلام کی طرف رجوع کیا

گیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ سلام سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے۔ میرے پاس دو آلے ہوں گے بس جب وہ مجھے دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا۔ حتی کہ پتھر ودرخت کہیں گے کہ اے مسلم! میرے پیچھے ایک کافر ہے پس آ کر اس کو قتل کر دے۔ پھر اللہ تعالیٰ سب کافروں کو ہلاک کر دے گا۔ لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کو لوٹ جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پھر اس وقت یاجوج وماجوج نکلیں گے اور ہر بلندی کو بھاندتے چلے جائیں گے۔ لوگوں کے شہروں کو روند ڈالیں گے۔ جس پانی پر سے گزریں گے اس کو پی جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پھر لوگ ان کی شکایت میرے پاس لائیں گے پس اللہ سے میں ان کے لئے بددعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک و مردہ کر دے گا۔ حتی کہ زمین پر ان کی بدبو پھیل جائے گیانہوں نے کہا کہ پھر بارش برسائے گا جس سے ان کی لاشیں بہہ کر سمندر میں چلی جائیں گی پس اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جو عہد فرمایا ہے تو اس میں سے یہ واقعہ جب اس طرح وقوع پزیر ہوگا تو اس وقت قیامت کی مثال ایسی ہوگی۔ جیسے پورے دنوں کی حاملہ عورت کہ اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ کس وقت ولادت ہوگی۔ (ابن ماجہ)

2.45.11 ۔ آسمانوں کی سیر

رجب 12 نبوی ، 621ء

حضرت ابوسعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

میں بیت المقدس میں ہونے والی تقریب سے فارغ ہوا تو میرے پاس ایک سیڑھی (معراج) لائی گئی میں نے اس سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی تھی۔ یہ سیڑھی جنت الفردوس سے لائی گئی تھی اس کے دائیں بائیں فرشتے چل رہے تھے۔ اس پر چڑھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) آسمانوں کی سیر کو گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) براق پر بیٹھ کر اس سیڑہی کے ذریعے آسمانوں کی سیر کو گئے۔

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدّجی ٰبجمالہٖ

حسنت جمیع ُخصالہٖ صلو علیہ و آلہٖ

ترجمہ: اپنے کمال میں اعلیٰ ترین بلندیوں تک پہنچے۔ اپنے جمال سے تاریکیوں کو چھانٹ دیا۔ اپنی عادتوں میں ہر عادت حسن کا مرقع تھی۔ کہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ و درود بھیجو اور اس میں آپ ﷺ کی آل کو شریک کرو۔ (جامی)

یہاں تک کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) آسمان دنیا تک پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا کون ہے۔ انہوں نے کہا جبریل امین (علیہ سلام) کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے انہوں نے کہا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم)۔ کہا گیا کیا ان کے لئے بھیجا گیا تھا انہوں نے کہا۔ ہاں ! کہا گیا مرحبا خوش آمدید کیا ہی اچھی آمد ہے۔ پس دروازہ کھول دیا گیا۔ جب اس میں داخل ہوئے تو حضرت آدم علیہ سلام کو پایا۔ جبریل امین علیہ سلام نے کہا یہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے باپ آدم علیہ سلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا صالح بیٹے اور نبی کو۔ سلام کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا اقراء کیا۔ اللہ نے آپ علیہ السلام کے دائیں جانب سعادت مند روحیں اور بائیں جانب بدبختوں کی روحوں کو دیکھایا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ کسی انسان کا صالح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ہستی کو مٹا کر فنافی اللہ کے مقام پر پہنچ جائے اور جب وہ فنافی اللہ کے مقام پر کامل ہو جائے تو بقاباللہ بھی کامل ہو جائے گا۔ اور یہ مقام و مرتبہ حضور سید المرسلین (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بدرجہ اولیٰ، اُتم، اکمل حاصل ہے۔ (المعراج)

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور دروازہ کھلوایا گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہ سلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ سلام سے ملاقات کی اور سلام کیا۔ دونوں نے جواب دیا اور مبارک باد دی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں حضرت یوسف (علیہ سلام) کو دیکھا اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا مبارک باد دی اور آپ علیہ سلام کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو چوتھے آسمان لایا گیا وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ادریس علیہ سلام سے ملاقات کی اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور مرحبا کہا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم

) کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر پانچویں آسمان پر لے جایا گیا وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ہارون بن عمران علیہ سلام کو دیکھا اوران کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارک باد دی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ملاقات حضرت موسیٰ بن عمران علیہ سلام سے ہوئی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور مرحبا کہا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا اقرار کیا۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ سلام رونے لگے اور کہنے لگے کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے زیادہ تعداد میں جنت میں جائیں گے۔

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ملاقات حضرت ابراہیم (علیہ سلام) سے ہوئی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا مبارک باد پیش کی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا اقرار کیا۔

حضرت حسن بصریؒ حضرت قتادہؓ کے واسطے سے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا! میں نے بیتِ معمور دیکھا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔جس نے ایک بار سعادت حاصل کر لی اس کا دوسری بار نمبر نہیں آتا۔ قتادہؓ بیتِ معمور کی اس شان کی روایت بیان کرنے کے بعد حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت بیان کرتے ہیں کی آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا پیش کیا گیا اور عرض کی جو پسند ہے لے لیجئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں میں نے دودھ والا برتن لے لیا۔ جبریل علیہ سلام نے فرمایا! یہ فطرت ہے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہمیشہ اس پر قائم ودائم رہے گی۔ اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے بیتِ معمور کو ظاہر کیا گیا۔

2.45.12۔ سدرۃ المنتہٰی

رجب 12 نبوی ، 621 ء

سدرۃ ۔ بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور انتہا کا مطلب ہے کہ اس مقام پر مخلوق کے تمام اعمال و علوم ختم ہو جاتے ہیں اور امرِ الٰہیٰ نازل ہوتا ہے۔ احکام خداوندی حاصل کئے جاتے ہیں امام الانبیاء (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی میں طاقت نہیں ہے کہ اس جگہ سے آگے جا سکیں۔

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ساتویں آسمان میں یہ بیری کا درخت جس کے پھل اتنے بڑے بڑے تھے جیسے ہجر کے مٹکے اور اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح تھے۔ زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ زیادہ سے زیادہ سدرۃ المنتہٰی تک جا کر رک جاتی ہے اور پھر نیچے اترتی ہے اس لئے اس کا نام سدرۃ المنتہٰی ہے۔

حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے خود سدرۃ المنتہٰی کا ذکر سنا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اس کی شاخ کا سایہ ایسا ہے کہ ایک سوار سو سال اس کے نیچے چلتا رہے اور ایک لاکھ سوار اس کے سائے میں آ سکتے ہیں۔ اس کا فرش سونے کا ہے اور اس کے پھل مقدار کے اعتبار سے مٹکوں کی طرح ہیں۔ مقاتل نے کہا کہ وہ ایک درخت ہے جو زیور اور لباس اور پھلوں اور تمام رنگوں سے آراستہ ہے اگر اس کا پتہ زمین پر گر جائے تو زمین کے سارے رہنے والوں کو روشن کر دے۔ (مظہری)

جبریل امین علیہ سلام فرشتوں کے رسول ہونے کے باوجود بھی اس جگہ سے آگے نہیں جا سکتے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں یہاں سے ایک بال برابر بھی آگے بڑھا تو اللہ کے نور سے جل جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہاں چار نہریں ہیں ان میں دو نہریں اندر جا رہی ہیں اور دو نہریں باہر آ رہی ہیں میں نے کہا۔ اے جبریل علیہ سلام یہ کیا ہے انہوں نے کہا یہ دونوں نہریں جو اندر کی طرف جا رہی ہیں ہیں یہ جنت میں ہیں اور دو نہریں جو باہر کی طرف آ رہی ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ یہ چار نہریں سدرۃ المنتہٰی کی جڑ میں ہیں۔

مسلم کی روایت کے مطابق ان چاروں کے نام یہ ہیں۔

نیل ، فرات ، سیحان ، اورجسیحان

سدرۃ المنتہیٰ کو انوارِالٰہی نے ڈھانپ رکھا تھا اور یہ وہ مقام ہے جس پر خدائے قدوس نے اپنے محبوب پاک علیہ سلام کے استقبال کے طور پر پہلی تجلّی اس انداز میں ڈالی جس انداز میں حضرت موسیٰ علیہ سلام کے لئے کوہِ طور پر ڈالی تھی۔ لیکن یہاں نہ درخت جلا اور نہ رسول اللہ ﷺ بے ہوش ہوئے۔(ماشاءاللہ) (المعراج)

2.45.13 ۔ حوضِ کوثر

رجب 12 نبوی ، 621 ء

ابن ابی حاتم نے حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک سے روایت بیان کی ہے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! حضرت ابراہیم علیہ سلام سے ملاقات کے بعد جبریل علیہ سلام مجھے ساتویں آسمان کی بالائی سطح پر لے گئے۔ یہاں ایک نہر پر پہنچے جس پر یاقوت، موتی اور زبرجد (ایک قیمتی پتھر) کے بنے ہوئے پیالے رکھے ہوئے تھے اس پر سبز رنگ کے لطیف پرندے بھی تھے۔ حضرت جبریل علیہ سلام نے فرمایا یہ کوثر ہے جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے رب نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو دی ہے۔

إِنَّا أَعۡطَيۡنَاكَ الۡكَوۡثَرَ ☆ (سورۃ الکوثر۔1)

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔

اس کے اندر سونے اور چاندی کے برتن پڑے ہوئے تھے۔ وہ یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر چلتی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ اس جگہ میں نے بے شمار فرشتے اور سونے کے پتنگے اور پروانے دیکھے جو سدرۃ المنتہیٰ کو گھیرے ہوئے تھے۔ (فتح الباری)

2.45.14 ۔ بیتِ معمور

رجب 12 نبوی ، 621ء

بیت معمور فرشتوں کا قبلہ ہے اور ٹھیک خانہ کعبہ کے اوپر واقع ہے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر کبھی ان کی دوبارہ باری نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بیتِ معمور تک بلند کیا گیا۔ مسلم شریف اور مسند احمد میں حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ سلام کو دیکھا جو بیت معمور سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔

2.45.15 ۔ قلم کی آواز

رجب 12 نبوی ، 621ء

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں قلم کی وہ آواز آئی جو لکھتے وقت پیدا ہوتی ہے اسے صریف الاقلام کہتے ہیں۔ یہاں فرشتے امورِ الٰہی اور احکامِ خداوندی کو لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔ (بخاری)

2.45.16 ۔ رَف رَف

رجب 12 نبوی ، 621ء

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں شب معراج میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی سواری اتری۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس پر بیٹھ گئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بلند کئے گئے یہاں تک کے اپنے پروردیگار کے قریب پہنچ گئے۔

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میرے لئے آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور میں نے نورِ اعظم کو دیکھا اور پردے میں سے موتیوں کی ایک رف رف (مسند) کو

دیکھا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جو کلام کرنا چاہا کیا۔ (طبرانی۔ امام ترمذی)

مقاتل نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے جبریل امین علیہ سلام لے کر چلے حتیٰ کے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حجاب اکبر تک لے گئے۔ پھر جبریل امین علیہ سلام نے کہا چلیے۔ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں آگے بڑھا اور ایک سونے کا تخت لایا گیا۔ جس پر جنت کے حریر کا فرش بچھا تھا۔ جبریل امین علیہ سلام نے مجھے پکارا کہ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف کررہے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سنیئے اور اطاعت کیجئے پس میں نے اللہ کی تعریف کی۔ وہاں پہنچ کر جبریل علیہ السلام رک گئے۔ اس سے آگے کے مقامات رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اکیلے طے کئے۔

2.45.17 ۔ مقام قاب قوسین

رجب 12 نبوی ، 621 ء

مقام صریف الاقلام سے آگے چل کر حجابات طے کرتے ہوئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بارگاہِ خداوندی میں پہنچے۔ وہاں ایک سواری آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے لائی گئی جسے رَف رَف (مسند) کہتے ہیں جس پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سوار ہوکر قاب قوسین تک پہنچے۔ یعنی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

حق تعالیٰ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے جمال احدیت کا مشاہدہ کرایا اور جمال صمدیت سے مطلع فرمایا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں نے عرش پر عجیب وغریب نظارہ دیکھا۔ میں نے گمان کیا کہ آسمان اور زمین کی ہر شے فنا ہوچکی ہے۔ کیونکہ وہاں مجھے کسی فرشتے کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ اور مجھ سے ہر وہ شے منقطع ہوچکی تھی۔ جو محسوس کی جاسکتی تھی۔ جہاں ملکوت کے مسافر حضرت محمد مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلم) معراج کی رات افلاک کی وسعتوں کو چیرتے آسمانوں کے دروازوں کو کھولتے بیتِ معمور کی وادی سے گزرتے سدرۃ المنتہیٰ کا نظارہ کرتے اور عالم لاہوت کی منازل طے کرتے ہوئے حجابِ اکبر کو چاک

کرتے ہوئے آخر قصرِ ادنیٰ تک جا پہنچے۔ ذرا قریب پہنچے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قدم مبارک رک گئے تو ندا آئی۔ اے سردارِ دوجہاں میرے قریب آؤ اور قریب آئے۔ یا محمد و احمد رک کیوں گئے چلے آؤ قریب --------- قریب --------- اور قریب

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیo فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰیo

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰیo (سورۃ النجم : 10 - 8)

ترجمہ: پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے پس وہ دو کمانوں کے بقدر فاصلہ پر رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ پس اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی۔

اور پھر **ثُمَّ دَنَا** کا فاصلہ بھی سمٹ گیا **فَتَدَلّٰی** کے پردے بھی کھل گئے اور لامکاں کی حدیں بھی لوٹ گئیں تو نورِ ازلی کا حسین شاھکار **قَابَ قَوْسَیْنِ** کے خلوت خانے میں داخل ہو گیا اور پھر **فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی** کے اسرار ورموز کا آشنا اور فطرت الٰہی کا محرم راز بن گیا۔ یعنی وہ ایسی وحی اور ایسا کلام تھا جو تفصیل و وضاحت سے بالاتر تھا۔ وہ ایسی باتیں تھیں جن کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ جو کسی کے وہم وگمان میں نہیں آسکتیں۔

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ قرب کی کوئی حد نہیں ہے۔ خدا اور رسول اللہ کے اس قرب و وصال کی حقیقت کو کون سمجھائے اور کون سمجھے ہاں اگر کوئی اس حقیقت کے پردے چاک کرنے کے لئے لب کشائی کی جرأت کرے تو بھی کس قدر کر سکتا ہے کہ قریب ہوئے تو عبد تھے اور قریب ہوئے تو فرد تھے اور قریب ہوئے تو مکّی تھے زیادہ قریب ہوئے تو ملکی تھے اور قریب ہوئے تو قریشی تھے بہت قریب ہوئے تو عرشی تھے قریب ہوئے تو مجاہدہ کرنیوالے تھے زیادہ قریب ہوئے تو مشاہدہ کرنے والے تھے قریب ہوئے تو تعریف کرنے والے تھے زیادہ قریب ہوئے تو تعریف کئے ہوئے تھے۔ (محمد ﷺ)

(المعراج لجوالہ نزہت المجالس)

کسی اللہ والے نے **ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی** کے معانی سمجھانے کو شش میں کہا کہ امام الانبیاء (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی دائیں طرف دیکھا تو اپنے رب کو دیکھا۔ اپنے بائیں جانب دیکھا تو اپنے رب کو دیکھا

اپنے آگے نظر کی تو اپنے رب کو دیکھا اپنے پیچھے نظر کی تو اپنے رب کو دیکھا۔ غرض یہ کہ چاروں طرف سے تجلیات الٰہیہ کا ہجوم تھا اور درمیان میں ساری کائنات کا مخدوم تھا۔

2.45.18 ۔خواہش جبریل(علیہ السلام)

رجب 12 نبوی ، 621ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جب اکیلے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو چلے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جبریل امین (علیہ سلام) سے پوچھا کہ تمہاری کوئی حاجت ہے تو میں اللہ کے آگے پیش کروں انہوں نے کہا۔ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کہ اللہ تعالیٰ سے اجازت لیجئے گا کہ میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے لئے پلِ صراط سے گزرتے وقت اس پل پر اپنے پروں کو بچھانا چاہتا ہوں جب تک وہ پُل عبور نہ کر لیں۔ پھر حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کہ جبریل امین (علیہ سلام) کی کیا حاجت ہے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ آپ زیادہ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جبریل امین (علیہ سلام) کی درخواست قبول کر لی ہے مگر صرف ان لوگوں کے لئے جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہیں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرتے ہیں۔ (سیرت حلبیہ)

2.45.19 ۔ نمازوں کے تحفہ

رجب 12 نبوی ، 621ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں ہونے کے بعد مجھے ہر روز کے لئے پچاس نمازوں کو فرض کیا گیا۔ وہ میں لے کر واپس آیا راستے میں حضرت موسیٰ علیہ سلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے رب نے آپ ﷺ کی امت کے لئے کیا فرض کیا۔ میں نے کہا کہ ہر روز پچاس نمازیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ

وسلم) کی امت ہر روز پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی خدا کی قسم میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور میں بنی اسرائیل کے علاج میں سخت کوشش کر چکا ہوں۔ پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے پھر میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں میں لوٹ کر موسیٰ علیہ سلام کی طرف آیا تو انہوں نے پھر پوچھا اور کہا یہ بھی زیادہ ہیں پھر جائیے اور کم کروائیے۔ میں پھر لوٹ کر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ سلام کی طرف آیا تو انہوں نے ویسی ہی بات کی میں پھر لوٹ کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں۔ میں واپس موسیٰ علیہ سلام کے پاس آیا انہوں نے پھر وہی بات کی میں پھر لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں میں واپس موسیٰ علیہ سلام کی طرف آیا تو انہوں نے پھر پہلے جیسی بات کی پھر میں واپس گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دے دیا۔ میں واپس موسیٰ علیہ سلام کی طرف آیا تو انہوں نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت روزانہ پانچ نمازوں کی بھی قوت نہیں رکھتی کیونکہ میں اس سے پہلے بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کریں۔ میں نے کہا کہ میں اتنی مرتبہ درخواست کر چکا ہوں اب مجھے شرم آتی ہے کم کرواتے ہوئے۔ اب میں راضی ہوں اور اللہ کے حکم کو تسلیم کرتا ہوں۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں کے لئے تخفیف کر دی یعنی ادائیگی کے لحاظ سے یہ پانچ ہیں لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاس ہوں گی۔ (بخاری)

تمام انبیاء اکرام علیہ السلام کی موجوگی میں حضرت موسیٰ علیہ سلام نبی کو اس کام کے لئے کیوں منتخب کیا گیا تو اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ سلام کو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی بہت تمنا تھی۔ لیکن ان سے کہا گیا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

(قَالَ رَبِّ أَرِنِىٓ أَنظُرْ إِلَيْكَ ط قَالَ لَن تَرَانِى ☆ (سورۃ الاعراف۔143)

اس لئے حضرت موسیٰ علیہ سلام نے چاہا کہ اللہ سے ملاقات کر کے جو آرہا ہو اس کو دیکھ لوں اس لئے بار بار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجتے رہے اور بار بار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ اللہ کی تجلیات و

انوارات کے مشاہدے کالطف لیتے رہے اس میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت کی خیر خواہی کا جزبہ بھی کارفرما تھا اور دیدار خداوندی کی خواہش بھی تھی۔

2.45.20 ۔ حبیب کبریا (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیلئے معراج کے تحفے

رجب 12 نبوی ، 621 ء

اللہ تعالیٰ نے ایک موقعہ پر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر وحی فرمائی کہ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) جب تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جنت میں داخل نہ ہوں گے اس وقت تک کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا اور جب تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت جنت میں داخل نہ ہوجائے کوئی دوسری امت جنت میں داخل نہیں ہوسکتی۔ (ثعلبی اور قشیری)

اللہ تعالیٰ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو حوض کوثر کی خصوصیت عطا فرمائی تمام اہل جنت پانی پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے مہمان ہوں گے اور ان کے لئے شراب ، دودھ اور شہد ہوگا۔

سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات ۔سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الم نشرح کا بعض حصے بھی معراج میں عطا ہوا۔

(سیرت حلبیہ)

پانچ نمازوں کا تحفہ عطا ہوا۔ ثواب پچاس نمازوں کا ہوگا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت کا گناہ گار ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ (مسلم)

2.45.21 ۔ جنت وجہنم کا مشاہدہ

رجب 12 نبوی ،621 ء

2.45.22 ۔ (یتیم کا مال کھانے والے)

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے اپنے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح ہیں وہ اپنے

منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے ہیں جو دوسری جانب ان کے پاخانے کی جگہ سے نکل رہے ہیں میں نے جبریل علیہ سلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل علیہ سلام نے کہا کہ یہ لوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھا جاتے تھے۔ (ابن ہشام)

قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ☆(سورۃ النساء۔۱۰)

ترجمہ: جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں ''وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔

2.45.23 ۔ (سودخوروں کاانجام)

رجب 12 نبوی، 621ء

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ معراج میں میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں کی مانند تھے اور ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے۔ جو باہر سے نظر آ رہے تھے اور جب الِ فرعون کو آگ میں پیش ہونے کے لئے لے جایا گیا تو وہ ان کے اوپر سے روندتے ہوئے جاتے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل امین علیہ سلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔

2.45.24 ۔ (زانیوں کاانجام)

رجب 12 نبوی، 621ء

آقائے دوجہاں (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ پھر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ان کے سامنے تازہ اور فربہ گوشت ہے اور ایک طرف سڑا ہوا بدبودار گوشت ہے یہ لوگ تازہ گوشت چھوڑ کر بدبودار اور سڑا ہوا

گوشت کھاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل علیہ سلام نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی حلال عورتوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کی طرف اپنی تسکین کے لئے جاتے تھے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزران عورتوں پر بھی ہوا جو اپنے شوہروں پر دوسروں کی اولاد داخل کر دیتی تھیں۔ یعنی زنا کے ذریعہ حاملہ ہوتی تھیں۔ لیکن لاعلمی کی وجہ سے بچہ ان کے شوہر کا سمجھا جاتا تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں دیکھا کہ ان کے سینوں پر بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چبھا کر انہیں آسمان اور زمین کے درمیان لٹکایا گیا ہے۔ (ابن ہشام)

2.45.25 ۔ (بےعمل واعظ)

رجب 12 نبوی، 621ء

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اپنے ہونٹوں کو قینچیوں سے کاٹ رہے ہیں اور کٹی ہوئی زبانوں اور ہونٹوں کی جگہ نئے ہونٹ اور زبانیں پیدا ہو رہی ہیں اور یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں تو جبریل امین علیہ سلام نے بتایا کہ یہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے خطیب و واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ اور جو بات کہتے تھے اس پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ O

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ O

(سورۃ الصّف ۔۳۔۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

2.45.26 ۔ (غیبت کرنے والے کا انجام)

رجب 12 نبوی ، 621ء

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا معراج کی رات میرا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور ان سے اپنے چہرے اور سینوں کو چھیل رہے تھے میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل امین علیہ سلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی لوگوں کی غیبت کرتے ہیں۔ اور ان کی عزتوں پر حملہ کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

2.45.27 ۔ (خیانت کرنے والے کا انجام)

رجب 12 نبوی ، 621ء

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جس نے لکڑی کا ایک بڑا گٹھا اکٹھا کئے ہوئے ہے اور اس کو اٹھا نہیں سکتا اور اس میں اور لکڑیاں لا لا کر رکھتا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ سلام نے کہا یہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں ایسا شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق و امانتیں ہیں جن کو ادا کرنے پر وہ قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لادھتا جا رہا ہے۔ فتح الباری

2.45.28۔(منہ سے بُری بات نکالنے والے کا انجام)

رجب 12 نبوی ، 621ء

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایک چھوٹے سے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر داخل ہونا چاہتا ہے مگر داخل نہیں ہوسکتا۔ جبریل امین علیہ سلام نے کہا کہ یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بری بات منہ سے نکالتا ہے اور پھر نادم ہو کر اس کو واپس لوٹانے کا ارادہ کرتا ہے مگر اس پر قادر نہیں ہوتا۔ (فتح الباری)

2.45.29 ۔ (بے نمازی کا انجام)

رجب 12 نبوی ، 621 ء

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ایک جگہ سے میرا گزر ہوا تو دیکھا لوگوں کے سروں کو پتھر سے کچلا جا رہا ہے ایک دفعہ کچلے جانے کے بعد پھر اپنی پہلی حالت میں آ جاتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ میں نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا ہے کہ یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں سے روگردانی کرتے تھے۔ (فتح الباری)

2.45.30 ۔ (زکوۃ نہ ادا کرنے کا انجام)

رجب 12 نبوی ، 621 ء

پھر ایک ایسی قوم پر سے گزر رہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور وہ مویشیوں کی طرح چر رہے ہیں اور زخموں کی پیپ اور لہو پی رہے ہیں اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو جبریل امین علیہ سلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ (فتح الباری)

2.45.31 ۔ (جہاد کا اجر)

رجب 12 نبوی ، 621 ء

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میرا گزر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتی تھی اور پھر کاٹ بھی لیتی تھی۔ تو وہ ویسی ہو جاتی ہے جیسی کاٹنے سے پہلے تھی۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جبریل امین علیہ سلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ (فتح الباری)

2.45.32 ۔ (جنت کی آواز)

رجب 12 نبوی ، 621ء

ایک وادی سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ہوا تو وہاں ٹھنڈی ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا تو جبریل امین علیہ سلام نے کہا کہ یہ جنت کی آواز ہے جو کہتی ہے کہ اے میرے رب جو مجھ سے عہد کیا وہ مجھے دیجئے۔ کیونکہ میرے بالا خانے استبرق وحریر سندس و دیباج، موتی اور مونگے، چاندی اور ان کے گلاس، طشتریاں اور کوزے مرکب شہد، پانی، دودھ اور شراب بہت کثرت سے ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب میرے وعدے کی چیز یعنی جنتی مجھے دیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے مسلم ومسلمہ اور مومن ومومنہ اور جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے۔ جو مجھ سے ڈرے گا مامون رہے گا جو مجھ سے مانگے گا میں اسے دوں گا۔ جو مجھے قرض دے گا میں اس کو عطا کروں گا۔ جو مجھ پر توکل کرے گا تو میں اس کی کفایت کروں گا۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ بیشک مومنوں کی فلاح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ احسن الخالقین ہے اور بابرکت ہے۔ جنت نے کہا کہ میں راضی ہوگئی۔ (شامی)

2.45.33 ۔ (جہنم کی آواز)

رجب 12 نبوی ، 621ء

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ایک وادی سے ہوا ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیا ہے تو جبریل امین علیہ سلام نے کہا کہ یہ جہنم کی آواز ہے جو

کہتی ہے کہ اے میرے رب مجھ سے جو وعدہ کیا ہے (یعنی دوزخیوں سے بھرنے کا) وہ مجھے عطا فرما کیونکہ میری زنجیریں طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ چکا ہے میری گہرائی بہت گہری اور گرمی بہت تیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے ہے ہر مشرک، کافر، کافرہ، متکبر اور جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ دوزخ کہے گی کہ میں راضی ہوگئی۔ (فتح الباری)

2.45.34 ۔ (شیاطین)

رجب 12 نبوی ، 621 ء

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب میں آسمان دنیا پر اترا تو میں نے نیچے کی طرف دیکھا کہ وہاں ہجوم، دھواں اور آوازیں تھیں۔

میں نے کہا اے جبریل امین علیہ سلام یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل امین علیہ سلام نے کہا یہ شیاطین ہیں جو لوگوں کی آنکھوں پر ہجوم کئے رہتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ آسمان زمین کی خلقت میں غور و فکر نہیں کرتے اور اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ عجائبات کا مشاہدہ کرتے۔ (تفسیر ابن کثیر)

2.45.35 ۔ انبیاء اکرم کی امتوں کا مشاہدہ

رجب 12 نبوی ، 621 ء

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ایک رات میرے سامنے انبیاء اکرام لائے گئے جس رات میں نے ان کی امامت کی پس ایک نبیؑ گزرے تو ان کے ساتھ تین آدمی تھے۔ ایک نبیؑ گزرے تو ان کے ساتھ ایک گروہ تھا۔ ایک نبیؑ کے ساتھ چند افراد تھے۔ ایک نبیؑ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ میرے پاس سے حضرت موسیٰ علیہ سلام گزرے ان کے ساتھ بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت تھی جس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ مجھے بتایا گیا یہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بھائی موسیٰ (علیہ سلام) اور ان کی قوم

بنی اسرائیل ہے۔

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری امت کہاں ہے۔ مجھے کہا گیا کہ اپنے داہنے جانب دیکھیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ تھا۔ جو لوگوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ پھر مجھے کہا گیا کہ اپنے بائیں جانب دیکھیے میں نے دیکھا تو پورا افق انسانوں سے بھرا ہوا تھا۔ پھر مجھے کہا گیا تم راضی ہو۔ میں نے کہا میں راضی ہوں۔ اے رب پھر مجھ سے کہا گیا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار وہ لوگ ہیں۔ جو جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔ (مسند احمد)

2.45.36 ۔سفر کی نشانیاں

رجب 12 نبوی ، 621 ء

معراج کی صبح کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) گھر سے باہر تشریف لے گئے تا کہ لوگوں کو رات کی تمام سیر کے مطابق بتائیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جانتے تھے کہ کفار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو جھٹلائیں گے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ایک طرف الگ تھلک اداس بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل وہاں سے گزرا اس نے دیکھ کر بولا کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہاں اس نے دریافت کیا وہ کیا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا مجھے آج رات سیر کرائی گئی۔ اس نے پوچھا کہاں تک ۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! بیت المقدس تک۔ اس نے کہا کہ رات کے حصے میں اتنا دور دراز کا سفر طے کر کے صبح آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہمارے درمیان موجود ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہاں۔ ابوجہل نے سرورِعالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر یہ ظاہر نہ کیا میں اس دعویٰ میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق نہیں کرتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب میں لوگوں کو اکٹھا کروں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس دعویٰ سے منحرف نہ ہو جائیں۔ اس نے یہ انداز اختیار کیا کہ اگر میں اپنی قوم کو آپ ﷺ کے پاس بلاؤں جو مجھے بیان کیا ہے ان کے سامنے بیان کریں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں سب کو بلاؤ۔ اس نے پکارا اے بنی کعب بن لوی کی جماعت ادھر آیئے۔ حتیٰ کے تمام مجلس کے لوگ دوڑ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آ گئے۔ ابوجہل نے کہا کہ اپنی قوم کے سامنے بھی بیت المقدس کی سیر کا واقعہ بیان کر دیجئے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے کہا کہ مجھے رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔ کفار مکہ تالیاں بجانے لگے اور کہنے لگے کہ راتوں رات آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سیر بھی کر لی اور صبح ہمارے درمیان موجود بھی ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہاں انہوں نے کہا بیت المقدس کی علامات اس کی تفصیل ہمیں بیان کیجئے۔ جو لوگ وہاں جا چکے تھے انہوں نے مختلف قسم کے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔

بخاری، مسلم اور مسند احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب مجھے اسراء ہوا تو قریش نے جھٹلایا اور بیت المقدس کے نشانات کو پوچھنا شروع کر دیا حالانکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بیت المقدس کو اس خیال سے نہ دیکھا تھا۔ بس میں کعبہ کے مقام حجر (حطیم) میں کھڑا ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے منکشف کر دیا۔ بس میں اس کو دیکھتا جاتا تھا اور ان کے جواب دیتا جاتا تھا۔ لوگوں میں سے جو جانتے تھے وہ کہنے لگے کہ یہ نشانیاں تو خدا کی قسم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بالکل صحیح بیان کی ہیں۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ہمارے اونٹوں کے پاس سے گزرے جو فلاں فلاں جگہ پر تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے ان کو دیکھا تھا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اس کی تلاش میں تھے۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا بنی فلاں کے قافلہ کے پاس سے گزرے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ پایا۔ ان کے ایک سرخ اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ ان کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا۔ پس جو کچھ بھی پانی تھا وہ میں نے پی لیا تھا۔ پھر انہوں نے ہمیں ان کی تعداد اور قافلوں کے بارے میں بتایا۔ کہ ان میں کون کون راعی تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے ان کے شمار وغیرہ کی طرف کوئی توجہ نہ تھی۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اونٹ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے کر دیئے گئے۔ چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا شمار کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ کون کون راعی تھے پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قریش سے کہا کہ تم نے مجھ سے بنی فلاں کے اونٹوں کے بارے میں پوچھا تھا تو وہ اتنے اتنے ہیں اور اس کے راعیوں میں ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیق ؓ) اور فلاں فلاں ہیں وہ کل صبح سویرے مکہ میں

داخل ہونگے۔ پھر صبح جب قافلہ وہاں پہنچا تو ان سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہوا تھا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ پھر دوسرے قافلے سے پوچھا کہ کیا تمہارا سرخ اونٹ زخمی ہو گیا تھا اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی پیالہ تھا۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے ہی اس کو رکھا تھا۔ ہم میں سے نہ تو کسی نے اس کو پیا اور نہ اس کو زمین پر بہایا۔ (ابن کثیرؒ)

2.45.37۔حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تصدیق

رجب 12 نبوی ، 621ء

حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ اسراء اور معراج کا قصہ سن کر بہت سے مسلمان فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سارا قصہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک رات میں شام (بیت المقدس) گئے اور پھر لوٹ کر بھی آ گئے۔

حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ہاں۔ میں اس سے بھی بڑی بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ۔ میں آسمانوں کی باتیں (وحی) کی بھی تصدیق کرتا ہوں۔ لہٰذا حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا لقب صدیق پڑ گیا۔

2.45.38 ۔ نماز کی فرضیت

رجب 12 نبوی ، 621ء

ابن اسحٰقؒ نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر نماز فرض کی گئی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف

لائے اور آپ ﷺ کو ساتھ لے کر نماز ظہر پڑی جب کہ سورج (سمت الراس سے یعنی زوال) سے مائل ہو چکا تھا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر نماز عصر پڑھی جب کہ آپ ﷺ کا سایہ (طول میں) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے مثل تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر مغرب کی نماز پڑھی جب کہ سورج ڈوب گیا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر نماز عشاء پڑھی جب کہ شفق نہ رہی۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر صبح کی نماز پڑھی جبکہ فجر طلوع ہوئی۔

پھر وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر دوسرے روز نماز ظہر پڑھی جب کے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سایہ (طول میں) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے مثل تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر نماز عصر پڑھی جب کے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سایہ (آپ کے طول کا) دوگنا تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر مغرب کی نماز پڑھی جب سورج ڈوب چکا تھا اور گزشتہ کل ہی کا وقت تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر اس کے بعد عشاء کے نماز (اسوقت) پڑھی جب رات کا ابتدائی تہائی حصہ گزر چکا تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر (اس وقت) صبح کی نماز پڑھی جب صبح خوب روشن ہو چکی تھی اور سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ پھر کہا۔ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) وقتِ نماز آج کی نماز اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی کل کی نماز کے درمیان ہے۔

2.46 ۔ بیعتِ عقبہ اولیٰ

ذوالحجہ 12 نبوی ، جولائی 621 ء

اگلے سال حج کے موقع پر مدینہ منورہ کے بارہ افراد نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی جن میں پانچ تو وہی پچھلے سال والے تھے اور حضرت جابر بن عبداللہ کے علاوہ سات نئے لوگ ایمان لانے کے لئے حاضر ہوئے۔

ان سات کے نام یہ ہیں۔

(1) معاذ بن حارث بن عفراء — بنو خزرج

(2) ذکوان بن عبدالقیس بن خالد — "

(3) عبادہ بن صامت بن قیس ؍
(4) یزید بن ثعلبہ ؍
(5) عباس بن عبادہ بن نضلہ ؍
(6) ابو ہیثم بن التیہان بنواوس
(7) عویم بن ساعدہ (رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ؍

ان کی خواہش تھی کہ اسلامی احکام سکھانے کے لئے کوئی معلم ان کے ساتھ بھیج دیا جائے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس خدمت پر مامور کیا۔ حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہاشم بن عبد مناف کے پوتے تھے اور سابقون اولون سے تھے۔ غزوۂ بدر میں لشکر کا علم ان ہی کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ مدینہ منورہ میں آ کر حضرت اسعد بن زرارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر ٹھہرے جو مدینہ کے نہایت معزز رئیس تھے۔ حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا روز آنہ کا معمول تھا کہ ہر انصاری کے گھر جا کر اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن کریم سناتے۔ اس طرح مدینہ میں اسلام رفتہ رفتہ قباء تک پھیل گیا۔ صرف خطتمہ، وائل اور واقف کے چند گھرانے باقی رہ گئے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمیر نے بنو اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ ؓ کو اسلام کی دعوت دی پہلے پہل تو انہوں نے انکار کیا لیکن جب حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قرآن کریم کی چند آیات ان کو سنائیں تو ان کے دل پر اثر کرنے کی وجہ سے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کے اسلام لانے کی وجہ سے تقریباً پورا قبیلہ اوس دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

عقبہ کی بیعت میں صحیح بخاری کے مطابق حضرت عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن صامت نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے۔ چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے۔ اپنی طرف سے گھڑ کر کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گے اور کسی بھی اچھی بات پر میری نافرمانی نہیں کرو گے۔ جو شخص یہ باتیں پوری کرے گا۔ اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو شخص ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ تو اسے دنیا میں ہی سزا دی جائے گی تو اس کا کفارہ ہو جائے گا اور جو شخص کسی چیز کا ارتکاب کرے اور اللہ اس پر پردہ ڈال دے تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔

چاہے اسے سزا دے چاہے معاف کردے۔ ان باتوں پر تمام افراد نے بیعت کی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ معبد بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے والد سے یوں روایت کی ہے کہ سب سے پہلے براء بن معرور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کی پھر دوسرے لوگوں نے پے در پے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دست اقدس پر جب ہم بیعت کر چکے تو شیطان عقبہ کی چوٹی سے نکل کر اتنی بلند آواز سے چیخ رہا تھا جس قدر بلند آواز آج تک کسی نے نہیں سنی تھی کہ اہل منازل اور خیموں میں غفلت کی نیند سونے والو! کیا کوئی (محمد ﷺ) مزمم (نعوذ باللہ) کی خبر ہے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جو اباؤاجداد کے دین سے منحرف ہوگئے ہیں وہ تمہارے خلاف جنگ پر عزم اور مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا یہ عقبہ کا شیطان ہے پھر اسکی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا! اے اللہ تعالیٰ کے دشمن واللہ میں تجھ سے نمٹ لوں گا۔ پھر ہمیں حکم فرمایا کہ اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف چلے جاؤ اور آرام کرو۔

حضرت عباس بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی کہ اس ذات اقدس کی قسم کہ جس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث کیا۔ اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) چاہیں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر اپنی تلواروں کے ساتھ اچانک بھرپور حملہ کردیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! مجھے ابھی قتال و جہاد کا حکم نہیں دیا صبح اٹھے تو سارا قریش جمع ہوکر ہماری قیام گاہ پر آ گئے اور کہنے لگے۔ اے گروہ خزرج! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے اس آدمی (محمد صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے ہو اور اسے ہمارے درمیان سے نکال کر لے جانا چاہتے ہو اور ان کے ہاتھ پر ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بیعت کر رہے ہو۔

بخدا اہل عرب میں سے کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جس کے ساتھ جنگ و جدال اور قتال ہمیں ناپسند ہو جتنا کہ تمہارے ساتھ۔ ہماری قوم میں سے مشرک اٹھے اور ان کو قسمیں کھا کر مطمئن کرنے لگے۔ بخدا کوئی

بیعت ہوئی ہے نہ عہد و پیمان اور نہ ہی ایسی کوئی بات ہمارے علم میں ہے وہ اپنی جگہ سچے تھے کیونکہ ان کو ہماری بیعت کا علم ہی نہ تھا اور ہم ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھتے تھے کہ قریش کو کسی طرح اطلاع پہنچی۔ جب کہ جو اشخاص ہمارے ساتھ لیٹے ہوئے تھے ان کو حقیقت حال کی کوئی خبر نہیں تھی۔

2.47 ۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کا قبول اسلام

13 نبوی ، 622ء

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبیلہ بنوغفار سے تعلق رکھتے تھے اور مدینہ (یثرب) کے نواحی علاقے میں رہتے۔ مدینہ میں آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خبر آپ تک حضرت سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ذریعے پہنچی۔ انہوں نے اپنے بھائی انیس کو جو شاعر تھے حقیقت جاننے کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا کہ مکمل معلومات حاصل کر کے آؤ۔ جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور جن کا کہنا ہے کہ میرے پاس آسمانوں سے خبریں آتی ہیں۔ ان کی باتیں غور سے سنو اور مجھے آ کر بتاؤ۔

چنانچہ ان کے بھائی مکہ گئے اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے خود اللہ کی باتیں سنیں پھر واپس آ کر حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ میں نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ایسا شخص پایا جو نیکی کی ترغیب اور برائی سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کا کلام شعر نہیں ہے۔

کیونکہ انیس خود شاعر تھے۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کی باتوں سے تسلی نہیں ہوئی چنانچہ انہوں نے سفر کا سامان باندھا۔ پانی کا مشکیزہ لیا اور مدینہ سے پیدل چل کر مکہ پہنچے۔ مسجد حرام میں حاضر ہوئے اور نبی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش شروع کر دی۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا بھی نہ چاہتے تھے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ وہ حرم میں لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انہیں دیکھا اور سمجھ گئے کے کوئی مسافر ہے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سے کہا کہ آپ میرے گھر چل کر آرام کریں ۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے ساتھ چلے گئے رات ان کے گھر گزاری۔ نہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) نے کچھ پوچھا اور نہ انہوں نے ان کو کچھ بتایا۔ دوسرے دن پھر حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غفاری مسجد حرام میں آ گئے دن بھر پھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں رہے مگر اتفاق سے اس دن بھی ملاقات نہ ہوسکی پھر رات کو حرم میں لیٹ گئے۔ پھر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ مسافر آج بھی حرم میں لیٹا ہوا ہے شاید جس کام سے آیا ہے وہ نہ ہوسکا آپ نے پھر ان کو اپنے گھر لے جانے کے لئے کیا وہ بھی ان کے ساتھ چلے گئے دونوں نے ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا حتیٰ کہ تیسرے دن بھی اسی طرح ہوا اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کو اپنے ساتھ لے گئے تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ آپ کی آمد کا کیا سبب ہوسکتا ہے شاید میں آپ کی مدد کرسکوں۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غفاری نے کہا کہ اگر آپ مجھ سے پکا وعدہ کریں گے کہ میری رہنمائی کریں گے تو میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وعدہ کرلیا تو انہوں نے سارے قصے کی خبر دی۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ بلاشبہ وہ حق پر ہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صبح میرے ساتھ چلیں آپ میرے پیچھے پیچھے چلئے گا اگر میں کوئی خطرہ دیکھوں گا تو میں رک کر کنارے پر کھڑا ہو جاؤں گا اس طرح لوگ سمجھیں گے کہ میں پیشاب کر رہا ہوں اور آپ چلتے رہنا۔ اور میں جس گھر میں داخل ہو جاؤں آپ بھی داخل ہو جانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کیلئے گھر میں داخل ہو گئے۔ وہاں آپ نے حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں سنیں اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اپنی قوم میں جاؤ اور انہیں میرے متعلق آگاہ کرو حتیٰ کے میرے غلبہ کا وقت آ جائے۔ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی کہ اس ذات کی قسم جس کے قبصہ میں میری جان ہے۔ میں ان دشمنانِ اسلام کے سامنے اسلام لانے کا اعلان کروں گا پھر وہ نکلے اور مسجد میں آئے اور بلند آواز میں کلمہ پڑھا یہ سن کر لوگ کھڑے ہو گئے اور ان کی طرف مارنے کے لئے دوڑے اور اس قدر مارا کہ وہ گر پڑے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگے بڑھے اور انہوں نے روکا کہ یہ بنوغفار کا آدمی ہے اور ان کا قبیلہ ہمارے تجارتی راستہ میں آتا ہے اور اس کو کچھ ہو گیا تو بنوغفار ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غفاری سے پوچھا تم یہاں کتنے روز سے ہو۔ انہوں نے کہا کہ تیس (30) روز سے ہوں۔ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا کہ تمہیں کھلاتا پلاتا کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ صرف آبِ زم زم پر گزارہ ہے اور اس کی وجہ سے میری توند نکل آئی ہے مجھے بھوک کی کمزوری نہیں ہوتی۔ (بخاری)

حضرت ابوذر غفاریؓ نے صرف ایک غزوہ میں حصہ لیا۔

2.48 ۔ بیعت عقبہ ثانیہ

ذوالحجہ 13 نبوی ، جون 622 ء

نبوت کے تیرویں (13) سال یثرب سے تہتر (73) مرد اور دو (2) خواتین حج کا فریضہ ادا کرنے کے لئے مکہ تشریف لائے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے مشرک حاجیوں میں شامل ہو کر آئے اور راستے میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کب تک رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ کے پہاڑوں میں چکر لگاتے ٹھوکریں کھاتے اور خوفزدہ چھوڑ کر جاتے رہیں گے۔

جب ہم مکہ پہنچے تو انہوں نے در پردہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔ اتفاق سے ایام تشریق کے درمیان 12 ذوالحجہ کو منیٰ میں جمرۂ اولیٰ یعنی جمرۂ عقبہ کے پاس جو گھاٹی ہے۔ اسی میں جمع ہو کر رات کی تاریکی میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی حضرت کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک فرماتے ہیں۔

ہم لوگ حج کے لئے نکلے ایام تشریق کے درمیان روز عقبہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات طے تھی۔ ہمارے ساتھ ہمارے معزز سردار عبداللہ بن حرام (جو اس وقت اسلام نہیں لائے تھے) بھی تھے۔ ہم اپنے مشرکین ساتھیوں سے معاملہ کو خفیہ رکھے ہوئے تھے۔ مگر ہم نے عبداللہ بن حرام سے بات کی کہ آپ ہمارے معزز اور شریف سردار ہیں ہم آپ کو موجودہ حالت سے نکالنا چاہتے ہیں تا کہ آپ بھی کبھی اس جنگ کا ایندھن نہ بن جائیں۔ اس کے بعد ہم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور بتلایا کہ آج عقبہ میں

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ہماری ملاقات طے ہے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ہمارے ساتھ عقبہ تشریف لے گئے اور نقیب بھی مقرر ہوئے۔

حضرت کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں۔ ہم لوگ حسب دستور اپنی قوم کے ہمراہ اپنے رہائش میں سوئے۔ لیکن جب تہائی رات گزر گئی تو اپنے رہائش سے نکل نکل کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ طے شدہ مقام پر جا پہنچے۔ اس طرح چپکے چپکے دبک کر نکلے جیسے چڑیا گھونسلے سے سکڑ کر نکلتی ہے۔ یہاں تک کہ ہم سب عقبہ میں جمع ہو گئے۔

ہماری کل تعداد پچھتر (75) تھی تہتر مرد اور دو خواتین۔ ایک ام عمارہ نسیبہ بنت کعب جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تعلق رکھتی تھیں اور دوسری ام منیع اسماء بنت عمرو تھی جن کا تعلق قبیلہ بنو سلمہ سے تھا۔ ہم اس گھاٹی میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے منتظر تھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ تشریف لائے۔ اس وقت تک حضرت عباس ایمان نہیں لائے تھے۔ مگر چاہتے تھے کہ بھتیجے کے معاملہ میں موجود رہیں اور پکا اطمینان حاصل کرلیں۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی بات شروع کی۔

مدینہ والو! محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاندان میں ہیں۔ ان کا خاندان ان کی حفاظت کرتا ہے۔ ان کی حفاظت کوئی آسان کام نہیں اگر تم عظیم الشان اور خون ریز لڑائیوں کے لئے تیار ہو تو بہتر ہے ورنہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو لے جانے کا نام نہ لو۔

حضرت کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک یا حضرت براء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معرر نے کہا! ہم نے آپؓ کی بات سن لی اب ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خود اپنی زبان سے کچھ فرمائیں۔ انہوں نے یہ بات اس یقین سے کہی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہر طرح کے حالات کے لئے ذہنی طور پر تیار ہیں۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے گفتگو فرمائی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پہلے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی پھر اسلام کی دعوت دی اور اس کے بعد بیعت کرنے کو کہا۔ امام احمد نے حضرت جابر (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے سے وہ باتیں بیان کیں جن پر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ سے آئے ہوئے اصحاب ؓ سے بیعت لی۔

بیعت کی دفعات

(1) اچھے اور برے دونوں حالات میں میری بات سنو گے اور مانو گے۔

(2) تنگی اور خوش حالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔

(3) بھلائی کا حکم دو گے برائی سے روکو گئے۔

(4) اللہ کی راہ میں اٹھ کھڑے ہو گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو گے۔

(5) جب میں تمہارے پاس آؤں تو میری مدد کرو گے اور جس چیز سے اپنی جان اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو اس سے میری بھی حفاظت کرو گے۔

اس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت ہے۔

حضرت براء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معرور نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا کہ ہم سب باتوں کے لئے تیار ہیں۔ حضرت ابوہیثم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن النیہان نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) وعدہ کریں کہ ہمیں چھوڑ کر واپس تو نہیں آجائیں گے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! نہیں میرا مرنا اور جینا اب آپ لوگوں کے ساتھ ہے۔ اس پر عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن رواحہ بولے بس سودا ہو چکا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا، لوگ بڑھ بڑھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اس دوران حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ تم ان سے سیاہ و سرخ سے جنگ کی بیعت کر رہے ہو۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ تمہارے اموال کا صفایا کر دیا جائے گا اور تمہارے اشراف قتل کر دیئے جائیں گے تو تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے تو ابھی سے چھوڑ دو کیونکہ اگر تم نے انہیں لے جانے کے بعد چھوڑا تو یہ دنیا و آخرت کی رسوائی ہو گی۔ اس پر سب نے ایک آواز ہو کر کہا کہ ہم مال کی تباہی اور اشراف کے قتل کا خطرہ مول لے کر انہیں قبول کرتے ہیں اور کہا۔

اے اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم)! اگر ہم نے عہد پورا کیا تو ہمیں کیا ملے گا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا **جنت**

بیعت مکمل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

بارہ نقیب (سربراہ) مقرر کئے جائیں جو اپنی قوم کے معاملات کے ذمہ دار ہوں۔

بارہ نقیب منتخب ہوئے جن میں نو بنوخزرج سے اور تین بنواوس سے تھے۔

1) سعد بن زرارہ بن اوس	بنوخزرج
2) سعد بن ربیع بن عمرو	بنوخزرج
3) عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ	،،
4) رافع بن مالک بن عجلان	،،
5) براء بن معرور بن صغر	،،
6) عبداللہ بن عمرو بن حرام	،،
7) عبادہ بن صامت بن قیس	،،
8) سعد بن عبادہ بن ولیم	،،
9) منذر بن عمرو بن خنیس	،،
10) اسید بن خضیر بن سماک	بنواوس
11) سعد بن خیثمہ بن حارث	،،
12) رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر	،،

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ان لوگوں کے انتخاب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے الگ سے عہد لیا اور فرمایا۔ آپ لوگ اپنی قوم کے معاملات کے کفیل ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ان کے حواری اور میں اپنی قوم یعنی مسلمانوں کا کفیل ہوں اور ان سب سے اقرار لیا۔

اس بیعت کی اطلاع جب کفارِ مکہ کو ملی تو ان کے ہاں کہرام مچ گیا۔ انہیں نے حقیقت جاننے کے لئے بہت کوشش کی لیکن نا کام رہے۔ اور مسلمان اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ اسی بیعت کو بیعتِ عقبہ کبریٰ کہتے ہیں۔

2.49۔اسماءگرامی شریکِ بیعت عقبہ ثانیہ

ذوالحجہ 13 نبوی ، جون 622ء

1) اسعد بن زرارہ ؓ 2) اسید بن حضیر ؓ 3) ابی بن کعب ؓ 4) اوس بن ثابت ؓ 5) اوس بن یزیدؓ 6) براء بن معرورؓ 7) بشر بن براء بن معرورؓ 8) بشیر بن سعد ؓ 9) بہیر بن الہیثم ؓ 10) ثابت بن الجزع 11) ثعلبہ بن عدیؓ 12) ثعلبہ بن غنمہ ؓ 13) جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام ؓ 14) جابر بن صخرؓ 15) حارث بن قیس16) خالد بن زید ؓ17) خالد بن عمرو بن ابی کعبؓ 18) خالد بن عمرو بن عدیؓ19) خالد بن قیس ؓ 20) خارجہ بن زید ؓ 21) خدیج بن سلامہ ؓ 22) خلاد بن سوید بن ثعلبہؓ 23) ذکوان بن عبد قیسؓ 24) رافع بن مالک بن عجلان ؓ 25) رفاعہ بن رافع بن مالکؓ 26) رفاعہ بن عبدالمنذر ؓ 27) رفاعہ بن عمرو ؓ 28) زیاد بن لبید ؓ 29) زید بن سہیل ابوطلحہ ؓ 30) سعد بن زید بن مالک ؓ 31) سعد بن خیثمہ ؓ 32) سعد بن ربیعؓ 33) سعد بن عبادہ ؓ 34) سلمہ بن سلامہ بن وقش ؓ 35) سلیم بن عمرو ؓ 36) سنان بن صیفی ؓ 37) سہل بن عتیک ؓ 38) شمر بن سعد ؓ 39) صیفی بن اسود ؓ 40) ضحاک بن زید ؓ 41) ضحاک بن حارثہ ؓ 42) طفیل بن نعمان ؓ 43) ظہیر بن رافع ؓ 44) عبادہ بن صامتؓ 45) عباد بن قیس ؓ 46) عبداللہ بن انیس ؓ 47) عباس بن نضلہ ؓ 48) عبداللہ بن ربیعؓ 49) عبداللہ بن رواحہ ؓ 50) عبداللہ بن زید بن اذان ؓ 51) عبداللہ بن عمرو بن حرام ؓ 52) عبس بن عامر ؓ 53) عبید بن التیہان ؓ 54) عقبہ بن عمرو ؓ 55) عقبہ بن عامر ؓ 56) عقبہ بن وہب ؓ 57) عبادہ بن حزم ؓ 58) عمرو بن حارث ؓ 59) عمرو بن غزیہ ؓ 60) عمرو بن عمیر ؓ 61) عمیر بن حارث ؓ 62) عوف بن حارث ؓ

63) عویم بن ساعدہ ؓ 64) فردہ بن عمرو ؓ 65) قتادہ بن نعمان ؓ 66) قطبہ بن عامر ؓ 67) قیس بن عامر ؓ 68) قیس بن ابی صعصعہ ؓ 69) کعب بن مالک ؓ 70) مالک بن تیہان ابوالہیثم ؓ 71) مالک بن عبداللہ بن جعشم ؓ 72) مسعود بن یزید ؓ 73) معاذ بن جبل ؓ 74) معاذ بن حارث ؓ 75) معاذ بن عمرو والجموح ؓ 76) معقل بن منذر ؓ 77) معن بن عدی ؓ 78) معوذ بن حارث ؓ 79) منذر بن عمرو ؓ 80) نعمان بن حارثہ ؓ 81) نعمان بن عمرو ؓ 82) ہانئ بن نیار ابو بردہ ؓ 83) یزید بن ثعلبہ ؓ 84) یزید بن خزام ؓ 85) یزید بن عامر ؓ 86) یزید بن منذر ؓ 87) نسیبہ بن کعب ؓ 88) اسماء بنت عمرو ؓ

(کتاب تلقیح از علامہ ابن جوزی)

2.50 ۔ ہجرت مدینہ کی عام اجازت

1 ہجری ، عمر مبارک 53 سال ، جون 622 ء

بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد کفار کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں پر مظالم میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا جن کی وجہ سے مسلمانوں کا جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے تمام مسلمان جو مکہ میں موجود تھے ان کو اس بات کی اجازت دے دی کہ اگر وہ کفار کے مظالم سے بچ کر مدینہ ہجرت کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں۔ لوگوں کو جب اس اجازت کی اطلاع ملی تو لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر اپنے عزیز و اقارب سے جدا ہو کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ جب کفار مکہ نے دیکھا کہ مکہ کے مسلمان یہاں سے جا کر مدینہ میں اطمینان اور سکون کی زندگی گزارنے لگے ہیں تو انہوں نے ان کے جانے کی رہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کر دیں۔

سب سے پہلے مدینہ کی ہجرت کرنے والے مہاجر حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میرے شوہر حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہجرت کا ارادہ ہوا تو مجھ کو اونٹ پر بٹھایا میری گود میں چھوٹا بچہ سلمہ تھا جب ہم روانہ ہوئے۔ میرے قبیلہ والوں نے حضرت ابو سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گھیر لیا اور کہا کہ تو جا سکتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ ہماری لڑکی کو لے کر

جائے اسے نہیں لے جا سکتا۔ اتنے میں حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قبیلے والے بھی آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ تو چلا جا لیکن بچہ ہمارے قبیلے کا ہے تو اسے نہیں لے کر جا سکتا۔ چنانچہ بنوعبدالاسد تو بچہ چھین کر لے گئے اور بنومغیرہ ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لے گئے آپ تنہا مدینہ کو چلے۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے خاوند اور بچہ دونوں جدا ہو گئے اور حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیوی اور بیٹا۔ آپ ؓ نے دونوں کو چھوڑ کر ہجرت کا ثواب حاصل کیا۔

اسی طرح سے ایک سال گزر گیا۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے شوہر اور بچہ کو یاد کر کے روتی تھیں۔ با آخر ان کے گھر والوں کو ترس آ گیا انہوں نے حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اپنے شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنی سسرال والوں کی منتیں کیں کہ ان کا بچہ واپس کر دیں تو انہوں نے ان کا بچہ واپس کر دیا۔ وہ بچے کو لے کر مدینہ کی طرف چل پڑیں۔ تقریباً پانچ سو کلومیٹر اکیلے اللہ کے سہارے جانے کے لئے جب وہ تنعیم پر پہنچیں تو ان کو عثمان بن طلحہ مل گئے۔ ان کو جب حالات کا علم ہوا تو وہ ان کو لے کر مدینہ پہنچانے چلے گئے اور جب قباء کی آبادی نظر آئی تو بولے۔ تمہارا شوہر اسی بستی میں ہے۔ اسی میں چلی جاؤ اللہ برکت دے گا۔ اس کے بعد وہ مکہ لوٹ آئے۔ (ابن ہشام)

حضرت صہیب رومی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو کفار نے ان سے کہا کہ تم جب یہاں آئے تھے تو تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ یہاں آ کر تم نے خوب مال کمایا اور بہت آگے بڑھ گئے۔ اب تم چاہتے ہو کہ اپنی جان اور مال دونوں لے کر چل دو تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ حضرت صہیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ اگر میں اپنا مال چھوڑ دوں تو تم میری راہ چھوڑ دو گے تو انہوں نے کہا۔ ہاں۔ حضرت صہیب رومی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا اچھا تو پھر ٹھیک ہے میرا مال تم لے لو اور مجھے جانے دو۔ انہوں نے ان کو جانے دیا اور ان کا سب مال لے لیا۔ جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اس بات کا علم ہوا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ حضرت صہیب رومی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نفع کا سودا کیا۔ (ابن ہشام)

حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عیاش بن ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اورحضرت ہشام بن عاص بن وائل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپس میں طے کیا کہ صبح فلاں جگہ ملیں گے اوروہاں سے مدینہ ہجرت کر جائیں گے۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اورحضرت عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو مقررہ وقت پر وہاں پہنچ گئے۔ لیکن مشرکیں کو خبر ہوگئی انہوں نے حضرت ہشام بن عاص کو پکڑ کر قید کر دیا اورطرح طرح کی تکالیف دیں۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اورحضرت عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مدینہ پہنچے تو ان کے پیچھے ابوجہل اوراس کا بھائی حارث بھی مدینہ پہنچے۔ یہ ماں کی طرف سے تینوں بھائی تھے۔ انہوں نے عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ تمہاری ماں نے منت مانی ہے کہ جب تک وہ تمہیں نہ دیکھ لیں سر میں کنگھی نہیں کریں گی اور نہ دھوپ چھوڑ کر سائے میں آئے گی۔ یہ سن کر عیاش کو ماں پر ترس آیا۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جب ان کی یہ کیفیت دیکھی کہا عیاش دیکھو یہ لوگ تم کو محض فتنہ میں ڈالنا چاہتے ہیں ان سے ہوشیار رہو۔ جب تمہاری ماں کو جوؤں سے اذیت پہنچے گی تو وہ کنگھی کرلے گی اور مکہ کی دھوپ لگے گی تو سائے میں چلی جائے گی۔ مگر عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہ مانے اپنی ماں کی خاطر ان دونوں کے ساتھ واپس جانے لگے۔ جب حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دیکھا کہ یہ حالت میں واپس جانے کے لئے تیار ہیں تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ اچھا تم میری یہ اونٹنی لے جاؤ بہت عمدہ اور تیز ہے تم اس کو نہیں چھوڑنا اگر ان لوگوں کی طرف سے مشکوک حرکت دیکھو تو فوراً بھاگ نکلنا۔

عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اونٹنی پر سوار ان دونوں کے ساتھ نکل پڑے راستے میں ایک جگہ ابوجہل نے کہا کہ میرا اونٹ بہت سخت نکلا ہے کیا تم مجھے بھی اپنی اونٹنی پر بٹھالو۔ عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ ٹھیک ہے اس کے بعد اونٹنی بٹھا دی گئیں ان دونوں نے بھی اپنے اونٹ بٹھا دیئے تا کہ ابوجہل عیاش کی اونٹنی کے پاس آکر بیٹھ جائے۔ لیکن جب تینوں زمین پر آ گئے تو یہ دونوں اچانک عیاش پر ٹوٹ پڑے اورانہیں رسیوں سے جکڑ دیا اوراسی بندھی ہوئی حالت میں مکہ لائے اور کہا۔ اے مکہ والو! اس بیوقوف کے ساتھ وہی

سلوک کرو جیسا ہم نے اس بیوقوف (حضرت ہشام بن عاص) کے ساتھ کیا تھا۔

ہشام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کفار کی قید میں رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہجرت کر کے مدینہ گئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کون ہے جو میرے لئے ہشام اور عیاش کو چھڑا کر لے آئے۔ حضرت ولید بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ میں ان کو لانے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ پھر ولید خفیہ طور پر مکہ گئے۔ ایک عورت جوان قیدیوں کے لئے کھانا لے کر جا رہی تھی۔ اس کا پیچھا کرتے ہوئے ان کا ٹھکانا معلوم کر لیا۔ یہ دونوں ایک بغیر چھت کے گھر میں بند تھے۔ رات کو حضرت ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دیوار پھاند کر اندر گئے۔ ان کی بیڑیاں کاٹ کر اونٹ پر بٹھایا اور مدینہ بھاگ آئے۔ (ابن ہشام)

کفار مکہ کی مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے کی بھرپور کوشش کے باوجود ایک ایک، دو دو کر کے مسلمان مدینہ ہجرت کر رہے تھے۔ آخر کار مکہ میں چند مسلمان رہ گئے تھے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی۔ ان میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)، حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رہ گئے تھے اور چند وہ ضعیف اور بیمار لوگ رہ گئے تھے جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بھی اپنا ساز و سامان تیار کر کے روانگی کے لئے اللہ کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی پوری تیاری کر رکھی تھی۔ بس وہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے دو اونٹنیاں تیار رکھی ہوئی تھیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حکم کریں اور یہ چلیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میرا مقام ہجرت دکھایا گیا ہے یہ دو پہاڑوں کے درمیان واقع ایک نخلستانی علاقہ ہے۔ اس کے بعد لوگوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور عام مسلمان جو حبشہ ہجرت کر گئے تھے وہ بھی مدینہ واپس آ گئے۔

2.51 ۔ دارالندوہ میں قریش کے مشورے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کی قرارداد

1 ہجری ، عمر مبارک 53 سال ، 12 ستمبر 622 ء

قریش مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمان ایک ایک کر کے سب مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے ہیں اور مدینہ میں ان کی ایک اچھی تعداد جمع ہوگئی ہے۔ جن کی طاقت کی وجہ سے وہ فکرمند ہوگئے ان کو اپنا مستقبل خطرے میں نظر آنے لگا۔ انہوں نے سوچا کہ اب ہماری بقا کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسلمانوں اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے۔ چونکہ مکہ کے بیشتر مسلمان مدینہ جا چکے تھے۔ چند لوگ رہ گئے تھے اور کچھ کمزور لوگ جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے وہ رہ گئے تھے۔ اس طرح سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تقریباً تنہا رہ گئے تھے۔ اس لئے یہ فیصلہ کرنا آسان تھا کہ ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ان کو ڈر تھا کہ اگر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے تو ان کے لئے شدید خطرہ بن سکتے ہیں۔ اس قسم کی سوچ مکہ کے تقریباً تمام کفار کے ذہنوں میں تھیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے منصوبے بننے لگے۔ بلآخر صفر کی آخری تاریخوں میں نبوت کے چودھویں سال بنو ہاشم کے علاوہ تمام قبائل کے بڑے بڑے سردار دارالندوہ میں اس مسئلہ کے حل کے لئے غور و خوض کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ اس اجلاس میں قریش کے مشہور اور قابلِ ذکر سردار یہ تھے۔

(1) بنوعبدشمس سے — شیبہ، عتبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب
(2) بنونوفل بن عبدمناف سے — طعیمہ بن عدی اور جبیر بن مطعم ، حارث بن عامر بن نوفل
(3) بنوعبدالدار بن قصی سے — نضر بن حارث بن کلدہ
(4) بنواسد بن عبدالعزی سے — ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حرام، زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب
(5) بنومخزوم سے — ابوجہل عمر بن ہشام
(6) بنوسہم سے — نبیہ و منبہ بن حجاج
(7) بنوجمح سے — امیہ بن خلف

یہ کل چودھا سردار تھے۔ گیارہ جنگ بدر میں ایک ہی دن قتل ہوئے اور باقی تین یعنی ابوسفیان بن حرب، جبیر بن مطعم اور حکیم بن حزام قتل ہونے سے بچ گئے اور بعد میں تینوں نے اسلام قبول کرلیا۔
(ابن ہشام، مظہری)

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ابھی مجلس شروع ہی ہوئی تھی کہ ابلیس لعین ایک بوڑھے شخص کی شکل میں دروازے پرآ کر کھڑا ہوگیا۔ جب لوگوں نے اس کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ میں اہل نجد سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں نے سنا تم لوگ ایک اہم مشورہ کر رہے ہو تو میں بھی حاضر ہوگیا کہ شاید کوئی مفید نصیحت اور مشورہ دے سکوں۔ یہ سن کراس کو اندر بلالیا اور مشورہ شروع ہوا۔

گفتگو شروع ہوئی تو ابوالبختری بن ہشام نے کہا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ کر ایک کوٹھری میں بند کردیا جائے اور وہاں ہی جسمانی اذیتوں اور بھوک و پیاس کی تکلیف سے ہلاک ہوجائے۔ جیسے زہیر اور نابغہ وغیرہ ہلاک ہوئے بےشک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بھی ان ہی کی طرح ہیں۔
شیخ نجدی نے کہا کہ یہ اچھی رائے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے رشتہ دار اور حمایتی اس کو چھڑا کرلے جائیں گے اور فساد بڑھے گا۔ قریش کے سرداروں نے شیخ نجدی کی تائید کی اور کہا کہ کوئی اور تدبیر سوچو۔

اس کے بعد ابوالاسود نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر یہاں سے جلاوطن کردو اور پھر مکہ میں نہ آنے دو ہمارا شہران کے فساد سے محفوظ ہوجائے گا اور ہمیں جنگ بھی نہیں کرنی پڑے گی۔ بوڑھے شیخ نجدی نے اس رائے کو بھی رد کردیا۔ اس نے کہا کہ کیا تم ان کے کلام کی شیرینی اور خوبی نہیں دیکھتے جو جس سے بات کرتے ہیں اپنا بنالیتے ہیں جو چیز وہ پیش کرتے ہیں دل میں اتر جاتی ہے۔ اگر تم نے ان کو یہاں سے نکال دیا وہ جہاں جائیں گے وہاں کے باشندے ان پر ایمان لے آئیں گے پھر وہ تم سب پر حملہ کردیں گے اور تم کو شہر سے نکال دیں گے۔ تمہارے شرفاء کو قتل کریں گے۔ اہل قریش نے کہا کہ شیخ نجدی ٹھیک کہتا ہے کوئی اور ترکیب سوچو۔ غرض یہ کہ اجلاس میں مختلف قسم کی رائے آتی رہیں اور شیخ نجدی

ان کا غلط انجام کار بتا کر رد کرتا رہا۔ آخر کار ابوجہل بولا میری رائے یہ ہے کہ نہ تو ان کو قید کیا جائے اور نہ جلا وطن کیا جائے بلکہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک مضبوط اور بہادر جوان تلوار چلانے کا ماہر لیا جائے اور یہ تمام بیک وقت چاروں طرف سے گھیر کر تلوار سے وار کردیں۔ اس طرح سے قتل میں تمام قبیلے شامل ہوجائیں گے ان سب سے بدلہ نہ تو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا قبیلہ بنی عبد مناف لے سکے گا اور نہ ان کو سچا ماننے والے فساد برپا کرسکیں گے۔ صرف خون بہا اور دیت کے مال کا مطالبہ رہ جائے گا وہ سب مل کر ادا کردیں گے۔ بوڑھے نجدی اور تمام حاضرین مجلس کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور طے پایا کہ یہ کام اسی رات کو انجام دیا جائے۔ (ابن ہشام)

ادھر دارالندوہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے مشورے ہورہے تھے ادھر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ان کی سب سازشوں کا پتہ دے دیا اور ہجرت کا حکم نازل کر دیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُبِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اور جب کافر لوگ آپ (ﷺ) کے خلاف خفیہ سازشیں کر رہے تھے کہ آپ (ﷺ) کو قید کردیں یا آپ (ﷺ) کو قتل کر ڈالیں یا آپ (ﷺ) کو وطن سے نکال دیں۔ اور ادھر وہ سازشی منصوبے بنا رہے تھے اور ادھر اللہ (ان کے مکر کے رد کے لئے اپنی) تدبیر فرما رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر کرنے والا ہے۔ (سورۃ الانفال ۔ 30)

ebooks.i360.pk

حصہ سوم

بترتیب سنة هجری

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدّجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیعُ خصالہٖ

صلو علیہ و آلہٖ

(جامی)

3.1 ۔ ہجرتِ مدینہ منورہ

یکم ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

حاکم نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبریل امین (علیہ سلام) سے دریافت کیا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا۔ جبریل امین (علیہ سلام) نے فرمایا۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (مستدرک)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ملی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا O (بنی اسرائیل:80)

ترجمہ: اور دعا کیا کریں کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرما دے۔

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ملنے کے فوراً بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جمعرات کے دن ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں موسم گرما کی دھوپ اور لُو سے بچنے کے لئے پوشیدہ ہوتے ہیں راستے آنے جانے والوں سے خالی ہوتے ہیں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم)، حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً سمجھ گئے کہ ہجرت کا حکم آ گیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اجلت میں پوچھا کہ گھر میں کوئی غیر آدمی تو نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ بس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اہلِ خانہ ہیں۔ جب اطمینان ہوگیا کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اُن کی دونوں بیٹیوں حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کا حکم نازل ہوگیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پوچھا کہ رفیق سفر کون ہوگا آپ (صلّی اللہ علیہ

وسلم) نے فرمایا تم میرے ساتھ سفر کرو گے۔ یہ سن کر فرحتِ مسرت سے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں نے دو اُونٹنیاں پہلے ہی خرید کر خوب کھلا پلا کر موٹی تازی کر رکھی ہیں۔ ان سے ایک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی نذر کرتا ہوں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کے میں یہ اونٹنی قیمتاً لوں گا۔ چنانچہ اس کی قیمت ادا کی گئی اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قبول کرنی پڑی۔ اس وقت سے ہجرت کی تیاری شروع ہوگئی۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے جلدی جلدی سامان تیار کرنا شروع کر دیا۔ ستو کے تھیلے اور کھانے وغیرہ کا سامان تیار کیا۔ فوری اس کو باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو آپ حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنے نطاق (کمر پر باندھنے کا کپڑا) سے ایک ٹکڑا کاٹ کر اس کو باندھ دیا۔(اس زمانے میں عورتیں اپنی کمر پہ ایک کپڑا باندھا کرتی تھیں جس کو نطاق کہتے تھے)اس وجہ سے حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ذات النطاقین کا خطاب ملا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وحی الٰہی کے مطابق حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مرتضیٰ کو اپنے بستر پر لٹایا اور اپنی چادر ان پر ڈال دی۔ امانتیں جو اہل مکہ کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تھیں وہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سپرد کیں اور ان کو سمجھا دیا کہ صبح کو یہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا کر تم بھی مدینہ کی طرف آ جانا۔

مشرکین مکّہ کی قرارداد کے مطابق اسی رات انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لئے حملہ کرنا تھا اس لئے شام سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا اور اس انتظار میں رہے کے جب رات کے وقت نماز کے ارادے سے نکلیں گے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر اچانک حملہ آور ہو جائیں گے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) رات کی تاریکی میں اپنے گھر سے نکلے یہ رات جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات تھی اور یہ آیت تلاوت کیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْ ۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا

فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ (سورۃ یٰس۔۹)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنادی اور پیچھے بھی پھر ان پر پردہ ڈال دیا تو یہ دیکھ نہیں سکتے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے آیات تلاوت کرکے ایک مٹھی خاک پر دم کرکے ان کفار کی طرف پھینک دی اور ان کے درمیان سے صاف نکلتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کی طرف چلے آئے اور کفار میں سے کسی کو بھی نظر نہ آئے۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دونوں اونٹنیاں عبداللہ بن اریقط جو کافر تھا لیکن بھروسے کا آدمی تھا۔ اس کے سپرد کیں اور معقول اجرت پر محفوظ راستے سے مدینہ پہنچانے کے لئے رہنمائی کے لئے ساتھ لیا۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے منتظر تھے۔ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے مکان کی پشت پر واقع کھڑکی سے نکل کر روانہ ہوئے اور مکہ کی نشیبی سمت چار میل کے فاصلہ پر جبل ثور میں واقع ایک غار جس کی چڑھائی دشوار گزار ہے اس میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

حضرت علی مرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رات کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بستر مبارک پر آرام فرماتے رہے۔ کفارِ مکہ رات بھر مکان کا محاصرہ کئے ہوئے کھڑے رہے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بستر پر سوتا ہوا دیکھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گمان کرتے رہے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اُٹھ کر باہر آنے کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نمازِ فجر کے لئے بیدار ہوئے تو کفار نے ان سے پوچھا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ مجھے کیا خبر۔ خبر تو تم لوگوں کو ہونی چاہئے کیونکہ پہرہ تو تم لوگ دے رہے تھے۔ میں تو رات بھر سوتا رہا۔ کفار نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکڑ لیا، ان کو مارا۔ اور تھوڑی دیر گرفتار رکھا۔ بعد میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کفار نے چھوڑ دیا اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں لگ گئے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) نے اطمینان سے تمام امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کیں۔

یہ خاص بات توجہ طلب ہے کہ کفارِ مکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے جان کے دشمن تھے مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امانت ودیانت پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنی قیمتی چیزیں، زیورات، سونا، چاندی سب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس امانتوں کے طور پر رکھواتے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ ہجرت کرتے وقت بھی امانتوں کا پورا خیال کیا اور اپنے چچا زاد بھائی کو جو بیٹوں کی طرح آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس رہتے تھے امانتیں واپس کرنے کی ذمہ داری سونپی۔

کفار حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چھوڑ کر فوراً حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر پہنچے دروازے سے آواز دی تو حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) باہر نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا! لڑکی تیرا باپ کہاں ہے۔ حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بولیں مجھے خبر نہیں۔ یہ سن کر اس نے اس زور سے ان کے منہ پر طمانچہ مارا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی کان کی بالی ٹوٹ کر نیچے گر گئی۔ اس کے بعد کفارِ مکہ، مکہ اور اس کے اطراف میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو تلاش کرنے کے لئے پھیل گئے۔ مگر کوئی پتہ نہ چل سکا آخر کار انہوں نے اعلان کیا کہ جو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ گرفتار کر کے لائے گا اُس کو سو اُونٹ انعام دئے جائیں گے۔ اس انعامی اشتہار کو سن کر بہت سے لوگ مکہ کے چاروں طرف دور دور تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں نکل گئے۔

3.1.1 ۔ سرزمینِ مکہ سے خطاب

ربیع الاول 1 سنہ ہجری ، 622ء

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جب مکہ سے روانہ ہوئے تو ایک ٹیلے پر سے نظر ڈال کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ کو دیکھا اور فرمایا! خدا کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہترین زمین ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اگر میں یہاں سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا۔

3.1.2۔مکہ سے روانگی کے وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی دعا

ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مدینہ ہجرت کے ارادے سے مکہ سے روانہ ہوئے تو یہ دُعا فرمائی۔

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے اس وقت پیدا کیا جب میں کچھ نہیں تھا، اے اللہ! میری دنیا کی ہولناکیوں، زمانے کے حوادث، رات دن کے مصائب پر مدد فرما۔ اے اللہ! تو میرے سفر میں میرا صاحب اور میرے گھر میں میرا قائم مقام بن جا۔ جو کچھ مجھے رزق عطا فرمایا ہے اس میں برکت فرما۔ اور مجھے اپنا ہی فرمابردار بنا اور اچھی عادت پر قائم رکھ۔ اور مجھے اپنی محبت عطا فرما اور میرا معاملہ لوگوں کے سپرد نہ فرما۔ اے کمزوروں کے رب تو میرا بھی رب ہے میں تیرے کریم ذات کی جس کے لئے زمین وآسمان روشن ہوتے ہیں اور ظلمتیں دور ہوجاتی ہیں اولیں وآخرین کے معاملات درست ہوجاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میرے لئے تیرا غضب حلال ہوجائے یا تیرا غصہ نازل ہو۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تیری نعمتوں کے زائل کرنے، تیرے عذاب کے اچانک نازل ہونے۔ تیری عافیت کے پھر جانے اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے۔ انجام صرف تیرے قبضہ میں ہے۔ میں تو اپنی استطاعت کے مطابق خبر رکھتا ہوں۔ تیرے سوا کسی کے پاس طاقت و قوت نہیں۔ (سیرت ابن کثیرؒ)

3.1.3 ۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اضطراب

ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ غار ثور کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں کبھی وہ حضور (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے پیچھے کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا! یارسول اللہ

(صلّی اللہ علیہ وسلم) مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آگے آگے چلنے لگتا ہوں پھر اندیشہ ہوتا کہ پیچھے سے کوئی نہ وار کردے تو میں پیچھے ہو جاتا تھا۔ اسی طرح دائیں اور بائیں چلنے لگتا۔ (بیہقی، حاکم)

3.1.4 ۔آفتاب ومہتاب غارِثور میں

یکم ربیع الاول 1ھ ہجری، 622ء قیام: ہفتہ، اتوار، پیر کی شب

اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ‌ۚ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا السُّفۡلٰى‌ ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الۡعُلۡيَا‌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ☆ (سورۃ التوبہ۔۴۰)

ترجمہ: اگر تم نہ مدد کرو گے رسول (ﷺ) کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تمہیں نہیں دیکھتیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

غار کے پاس پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! خدا کے لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم)اس میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہو کر دیکھ لیتا ہوں۔ اگر اس میں کوئی چیز مضر ہوئی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بجائے میرا اس سے سابقہ پیش آئے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)غار کے اندر گئے اور اندر سے صاف کیا، ایک جانب چند سوراخ تھے۔ جنہیں آپ ؓ نے اپنے کپڑوں میں سے پھاڑ کر بند کر دیئے لیکن دو سوراخ بچ گئے تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) نے دونوں پر اپنا پاؤں رکھ دیا پھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اندر تشریف لے آیئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اندر تشریف لے گئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آغوش میں سر رکھ کر سو گئے۔ ادھر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاؤں پر کسی چیز نے ڈس لیا مگر ڈر سے ہلے نہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جاگ نہ جائیں۔ لیکن ان کے آنسو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے پر ٹپک گئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھ کھل گئی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ابوبکرؓ کیا بات ہے۔ عرض کیا میرے ماں باپ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر قربان! مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر اپنا لعابِ دہن لگایا اور تکلیف جاتی رہی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس زہر کا اثر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آخری وقت میں پھر ظاہر ہو گیا تھا اور یہی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی موت کا سبب تھا۔

یہاں دونوں حضرات نے تین راتیں گزاریں یعنی جمعہ، ہفتہ، اور اتوار۔ اس دوران حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحبزادے عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی یہیں رات گزارتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتی ہیں کہ وہ بہت گہری سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔ سحر کی تاریکی میں ان دونوں کے پاس چلے آتے تھے۔ مکہ میں قریش کے ساتھ یوں صبح کرتے گویا انہوں نے یہاں ہی رات گزاری ہے پھر آپ دونوں کے خلاف سازش کی جو بات سنتے اسے اچھی طرح یاد کر لیتے اور جب تاریکی گہری ہو جاتی تو اس کی خبر لے کر غار میں پہنچ جاتے۔

ادھر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے غلام عامر بن فہیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بکریاں چراتے رہتے اور رات کا جب ایک حصہ گزر جاتا تو بکریاں لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے۔ اس طرح دونوں حضرات آرام سے دودھ پی لیتے۔ پھر صبح ہی صبح عامر بکریاں ہانک کر چل دیتے۔ تینوں رات انہوں نے یہی کیا۔ (بخاری)

عامر بن فہیرہ حضرت عبداللہ بن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مکہ جانے کے بعد انہیں کے نشانات پر بکریاں ہانکتے تھے تاکہ نشانات مٹ جائیں۔ (ابن ہشام)

3.1.5۔قریشِ مکہ کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کوتلاش کرنے کی کوشش

ربیع الاول 1ھ ہجری، 622ء

بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد میں حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) غار میں تھے اور قریش تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر آ گئے اور وہاں کھڑے ہو کر سب طرف ڈھونڈ رہے تھے۔ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہم غار میں ہیں اور قریشِ مکہ غار کے اوپر ہیں اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کی طرف دیکھ لیا تو نیچے ہمیں ضرور دیکھ لیں گے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ابوبکرؓ تمہارا ان دو اشخاص کے بارے میں کیا خیال ہے، جن کا تیسرا اللہ ہے۔ یعنی اللہ ان کہ ساتھ ہے۔

اللّٰہ نے غار کے منہ پر ایک درخت اگا دیا اور اس پر کبوتروں کو حکم دیا کہ گھونسلہ بنائیں اور اُنہوں نے اس میں انڈے دے دیئے، اللہ نے مکڑی کو حکم دیا اس نے منہ پر جالا بنا دیا۔ پھر جب قریش کے لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں وہاں پہنچے تو ان میں سے ایک نے غار کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تو کبوتر وغیرہ کے علاوہ اسے کچھ نظر نہ آیا اور اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ وہاں تو کبوتر ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔

3.1.6۔غارِثور سے مدینہ کی طرف روانگی

5 ربیع الاول پیر کی علی الصبح 1ھ ہجری، 622ء

جب تین دن قیام کے بعد قریش کی تلاش میں کچھ کمی واقع ہوئی تو حضور (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قبیلہ بنوالدیل کا ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن اریقط لیثی تھا اگر چہ وہ مشرک تھا لیکن بھروسے کا آدمی تھا۔ جو صحرائی اور بیابانی راستوں کا ماہر تھا۔ اس سے پہلے ہی اجرت پر مدینہ پہنچانے کا

معاملہ طے ہو چکا تھا۔ دونوں حضرات نے اس کو امین بنا کر اپنی سواریاں ان کے حوالے کر دی اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ تیسری رات کے بعد اُونٹنیاں لے کر علی الصبح غارِ ثور پر پہنچ جائے گا۔ چنانچہ پیر کی رات ربیع الاول 1ھ ہجری چاندرات تھی بمطابق 16 ستمبر 622ء عبداللہ بن اریقط سواریاں لے کر حاضر ہو گیا۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عامر بن فہیرہ کے ساتھ ساحل کے راستے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (بخاری)

عبداللہ بن اریقط آپ تینوں کو سب سے پہلے یمن کے رخ پر لے گیا اور جنوب کی سمت کافی دور تک چلا گیا پھر مغرب کی جانب مڑا اور ساحل سمندر کا رخ کیا پھر ایک ایسے راستے پر پہنچ کر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے شمال کی طرف مڑ گیا۔ یہ راستہ ساحلِ بحر احمر کے قریب تھا اس پر بہت کم لوگ سفر کرتے تھے۔

ابن اسحٰق نے ان مقامات کا تذکرہ کیا ہے جہاں جہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ہوا۔ وہ لکھتے ہیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا راہبر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو جنوب کی طرف لے گیا پھر ساحل کے ساتھ ساتھ جنوبی عسفان سے راستہ کاٹا پھر زیریں امج سے گزرتا ہوا آگے بڑھا اور قدید پار کرنے کے بعد پھر راستہ کاٹا اور وہاں سے آگے بڑھتا ہوا خرار سے گزرا۔ پھر ثنیۃ المرۃ سے پھر لقف سے پھر بیابانِ لقف سے گزرا۔ پھر مُجاح کے بیابانوں میں پہنچا۔ وہاں سے پھر کر مجاح کے موڑ پر سے گزرا پھر ذوالغُضوین کے موڑ کے نشیب میں چلا پھر ذی کشر کی وادی میں داخل ہوا۔ پھر جداجد کا رخ کیا۔ پھر اجرد پہنچا۔ اس کے بعد بیابانِ تعہن کے اطراف کی وادی ذوسلم سے گزرا۔ وہاں سے عبابید اور اس کے بعد فاجہ کا رخ پھر عرج میں اُترا۔ یہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قافلے کا ایک اُونٹ چلتے چلتے تھک گیا۔ وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قبیلہ اسلم کے ایک شخص اوس بن حجر سے ایک اُونٹ لیا۔ اوس بن حجر نے اپنا ایک غلام بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کر دیا۔ یہاں سے پھر کوبہ کے داہنے ہاتھ ثنیۃ العائر پہنچے اور پھر وادی رئم سے ہوتے ہوئے قباء پہنچ گئے۔ (ابن ہشام)

ایک اُونٹنی پر آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) سوار تھے۔ دوسری پر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اُن کے ساتھ ان کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ عبداللہ بن اریقط

اپنے اُونٹ پر بیٹھ کر راستہ بتانے کے لیے آگے آگے چلتا تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے خوب واقف تھے کیونکہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شام کی تجارت کے سلسلہ میں ان کے پاس سے اکثر گزرتے تھے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے لوگ اتنا واقف نہ تھے۔اس لئے راستہ میں جو شخص ملتا وہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھتا کہ یہ کون ہیں جو تمہارے آگے آگے چل رہے ہیں۔حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیتے کہ یہ شخص مجھے راستہ بتاتا ہے۔ اس سے یہ مراد لیتے کہ آخرت اور خیر کا راستہ بتاتے ہیں۔

3.1.7 ۔ راستے میں رسول اللہ ﷺ کا آرام فرمانا

ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم مکہ سے روانہ ہو کر ایک دن اور ایک رات مسلسل چلتے رہے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ بہت شدید ہوگئی تو میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی کہ کہیں کوئی سایہ نظر آجائے تو وہاں تھوڑی دیر قیام کرلیا جائے اس وقت مجھے ایک جگہ چٹان کے نیچے کچھ سایہ نظر آیا۔ میں نے وہاں پہنچ کر سواری سے اتر کر زمین صاف کی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اپنی چادر بچھادی اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تھوڑی دیر کے لئے سو جایئے اور میں آپ کی نگرانی کرتا رہوں گا۔

پھر اچانک مجھے وہاں ایک چرواہا نظر آیا۔ میں نے اس لڑکے سے پوچھا کہ تو کس کا غلام ہے۔ اس نے ایک شخص کا نام لیا جس کو میں جانتا تھا۔ میں نے کہا تیری بکریوں کے پاس دودھ ہے اس نے کہا۔ ہاں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ہمیں دودھ دے گا۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر اس نے بکریوں میں سے ایک بکری کو پکڑا اور میں نے اس سے کہا کہ اس کے تھن سے گرد و غبار صاف کرے۔ پھر میں نے اپنے ہاتھ اسے صاف کرنے کو کہا۔ پھر اس نے اپنی ہتھیلی کو ایک دوسرے پر مار کر تھن صاف کئے۔ اور مجھے دودھ دوھ کر دیا۔ میرے پاس رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ایک لوٹا تھا۔ جس کے منہ پر کپڑے کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ پھر میں بچا ہوا پانی دودھ میں ڈالنے لگا یہاں تک کہ اس کے نیچے کا حصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ میں

دودھ لے کر آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچا۔ میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بیدار ہوئے تو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) دودھ پی لیجئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دودھ پیا۔ یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔ پھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور ہم روانہ ہوئے قریش مکہ کو ہمارے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔

3.1.8 ۔سُراقہ بن مالک کا تعاقب کرنا

ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

سراقہ کا پورا نام سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی وہ اپنے دادا کے نام کے ساتھ مشہور ہے۔ رابغ کا علاقہ اس کے قبیلہ کے قبضے میں تھا۔

سراقہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قریش کے قاصد آئے اور اعلان کیا کہ جو شخص محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی ابوبکر کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لائے گا تو ہر ایک کے بدلے (100) اونٹ انعام میں پائے گا۔ سراقہ نے کہا کہ اس وقت میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا تو اتنے میں ایک آدمی میرے سامنے آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ابھی ساحل کے پاس چند افراد دیکھے ہیں میرے خیال میں وہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی ہیں۔

سراقہ کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ ضرور یہ وہی لوگ ہوں گے لیکن میں نے اس آدمی سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں تم نے فلاں کو دیکھا ہے۔ جو ہمارے سامنے سے گزر کر گئے ہیں۔ میں نے اس خیال سے کہ انعام کی رقم کوئی دوسرا نہ لے جائے کچھ دیر تو محفل میں بیٹھا رہا اس کے بعد گھر میں گیا اور لونڈی سے کہا گھوڑا تیار کرے اور دور ایک ٹیلے کے پاس لے جا کر میرا انتظار کرے۔ پھر میں نے اپنا نیزا لے کر مکان کی پچھلی طرف سے نکلا اور اپنے نیزے کا نوک والا حصہ زمین پر ٹیک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی سے اس کو سرپٹ دوڑنے لگا تا کہ جلد از جلد وہاں پہنچ جاؤں۔ جب میں ان کے قریب پہنچا اور میں نے پہچان لیا۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا تا کہ فال نکالے اور

معلوم کرے کہ ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں فال میں نہیں آیا۔ عرب کے لوگ تیروں سے فال نکالتے تھے اور اس پر عقیدہ رکھتے تھے فال میں منع ہونے کے باوجود انعام کی لالچ میں میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی قرآت کی آواز سنی۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی توجہ بالکل میری طرف نہیں تھی۔ لیکن اچانک حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری طرف متوجہ ہوئے تو ایک دم میرے گھوڑے کے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں نیچے گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑے کو برا بھلا کہا۔ اور پھر کھڑا ہوا مگر گھوڑا پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا گھوڑے نے پاؤں زمین سے نکالنے کی کوشش کی تو غبار آسمان پر بلند ہوگیا۔ اس وقت میں نے ایک دفعہ اور فال نکالی مگر وہی پہلے والی بات نکلی۔ پھر میں نے امان کے لئے پکارا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) رک گئے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے قریب پہنچا تو اسی وقت میرے دل میں خیال آیا کہ جب مجھے ان تک پہنچنے میں یہ مصیبت آئی تو وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ پھر میں نے عرض کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی قوم نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے (100) سو اونٹوں کا انعام رکھا ہے اور میں نے وہ سب باتیں بیان کر دیں جو لوگ آپ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو زادراہ اور کچھ سامان کی بھی پیش کش کی۔ مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تکلیف نہیں دی اور نہ مجھ سے کوئی چیز لی۔ صرف اتنا فرمایا کہ ہماری خبر ظاہر نہ کرنا۔ میں نے عرض کی کہ مجھے امان کے لئے کوئی تحریر لکھ دیجئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے عامر بن فہیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لکھنے کا حکم دیا انہوں نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ دیا۔ (بخاری)

جب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سراقہ تو اپنے اتنے قریب دیکھا تو خوف سے فرمایا کہ یہ شخص ہمیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس پر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا

لا تحزن ا ن اللّٰہ معنا ☆

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

سراقہ بن مالک بن جعشم جب تحریر لکھا کر جانے لگا تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ

سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تیری ہاتھوں میں کسری کے شاھی کنگن پہنائے جائیں گے۔ اس نے کہا کہ کسری بن ہرمز کے؟ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں سراقہ یقین نہ آنے کے انداز میں خوش ہوا۔

سراقہ جعرانہ کے مقام پر مسلمان ہوا حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عہد خلافت میں جب مدائن فتح ہوا اور کسری کے سونے اور جواہرات حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے پیش ہوئے تو حضرت امیر المومنینؓ نے سراقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر ان کے ہاتھوں میں کسری کے شاہی کنگن پہنا دیے اور زبان سے فرمایا! ا للہ اکبر اللہ کی بڑی شان ہے کہ کسری کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے۔ (حلبی)

سراقہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے امان کی تحریر لے کر واپس لوٹا تو راستے میں اس کو اور بھی لوگ ملے جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں اس طرف آ رہے تھے ان سب کو یہ کہہ کر واپس لوٹا دیا کہ میں دیکھ آیا ہوں اس طرف کوئی سراغ نہیں ملا۔

3.1.9 ۔ امِ معبد کا واقعہ

ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزر سفر کے دوران قدید میں واقع ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے خیمہ پر ہوا یہ بہت شریف عقلمند توانا اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ یہ اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھ کر آنے جانے والے مسافروں کو کھانا اور پانی دیا کرتی تھیں۔ یہاں پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ام معبد سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدنے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ قحط سالی کا زمانہ ہے اگر کچھ کھانے یا پینے کی چیز ہوتی تو میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے سے پہلے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پیش کر دیتی۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دودھ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ بھی نہیں ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خیمہ کے کونے میں ایک دبلی پتلی سے بکری کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیسی بکری ہے اس نے کہا کہ اسے کمزور ہونے کی وجہ سے ریوڑ میں نہیں

بھیجا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس میں دودھ ہے ام معبد نے کہا بہت کمزور ہے دودھ دینے سے قاصر ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اگر اجازت ہو تو میں اس کا دودھ دوھ لوں ام معبد نے کہا کہ اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اس میں دودھ معلوم ہوتا ہے تو ضرور دوھ لیجئے پھر رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر بکری پر ہاتھ پھیرا اور بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ فرمایا اے اللہ! ام معبد کی اس بکری میں برکت فرما اس کے ساتھ ہی تھن دودھ سے بھر گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ام معبد سے دودھ کا برتن مانگا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دودھ دوھا تو دودھ کا برتن دودھ سے بھر گیا یہ دودھ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ام معبد اور اس کے ساتھوں کو پلایا۔ پھر سب سے آخیر میں خود نوش فرمایا۔

فرمایا قوم کو پلانے والا خود آخیر میں پیتا ہے۔ پھر دوسری بار دودھ دوھا اس بار پھر برتن بھر گیا۔ یہ دودھ ام معبد کے لئے چھوڑ دیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) روانہ ہوئے۔ کچھ دیر بعد ام معبد کا شوہر ابو معبد جنگل سے بکریاں چرا کر واپس آیا تو دودھ سے بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور حیرت سے پوچھا کہ گھر میں تو کوئی دودھ والی بکری نہیں تھی پھر یہ دودھ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک برکت والا شخص یہاں آیا تھا۔ یہ اسی کی برکت ہے۔ پھر اس نے تمام واقعہ اپنے شوہر سے بیان کیا۔ اس پر ابو معبد بولا یہ وہی شخص معلوم ہوتا ہے جسے قریش تلاش کر رہے ہیں اچھا اس کا حال بیان کرو۔ میرا ارادہ ہے کہ اس کی رفاقت اختیار کروں اور اگر کوئی رستہ ملا تو ضرور اپنا کر رہوں گا۔

3.1.10 ۔حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت کے بارے میں امِ معبد کا بیان

ربیع الاول 1 ہجری ، 622ء

ام معبد نے بڑے دلکش انداز میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اوصاف و کمالات کا ایسا نقشہ کھینچا کہ گویا سننے والا آپ ﷺ کو سامنے دیکھ رہا ہے۔

اس نے کہا وہ خوبصورت اور روشن چہرے اور متناسب ساخت والے تھے۔ نہ پیٹ نکلا ہوا تھا اور نہ سر چھوٹا تھا۔ خوبصورت و حسین آنکھیں، کشادہ اور سیاہ آبرو، آواز میں لطافت ، گردن لمبی ،

آنکھوں کی پتلیاں بالکل کالی اور ڈھیلے نہایت سفید، آنکھیں سرمگیں تھیں۔ بھویں لمبی اور باریک مگر ایک دوسرے سے ملی ہوئی۔ بال بالکل سیاہ تھے۔ خاموش رہیں تو پر وقار نظر آئیں اور گفتگو کریں تو دل موہ لیں۔ دور سے دیکھنے پر لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور خوش نما نظر آئیں گئے۔ قریب سے ملاقات ہو تو سب سے زیادہ دلنشین محسوس ہوں۔ گفتگو شیریں اور واضح نہ کم سخن نہ بسیار گو۔

ان کی گفتگو پروئے ہوئے موتیوں کی مانند یعنی دلکش۔ میانہ قد جو آنکھوں کو نہ تو چھوٹے پن کی وجہ سے بُرا معلوم ہو اور نہ لمبے ہونے کی وجہ سے بدنما لگے۔ گویا دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ ہے جو خوش کن منظر پیش کرتی ہے۔ مرتبہ کے لحاظ سے ان میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ ان کے ساتھی ان کے گرد دائرہ باندھے ہوئے اور جب بولیں تو تمام لوگ پوری توجہ سے سنیں۔ اگر حکم دیں تو تعمیل کرنے میں سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ سب کے مخدوم اور سب کے محبوب نہ ترش رو نہ تندخو۔ (زادالمعاد)

الفاظ کی ترتیب اور تھوڑے فرق سے یہ روایت سیرت ابن کثیرؒ، زرقانی اور عیون الاثر میں بھی ہے۔

3.1.11 ۔ پیر کا دن

ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

حنش صنعانی حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو منصب نبوت ورسالت بھی پیر کے دن سونپا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ حجر اسود کو اپنی جگہ پر پیر کے دن نصب کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وحی آنے کے بعد پہلی نماز حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ پیر کے روز پڑھی۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی پیر کے دن ہوئی۔ مدینہ منورہ کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تشریف آوری کا شرف بھی اسی دن ہوا۔ بارگاہ خداوندی سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا بلاوہ بھی اسی دن آیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پیر کے دن وصال فرمایا۔

3.1.12 ۔ قباء میں آمد

12 ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء (پیر کے روز بعد از زوال)

آٹھ روز کے سفر کے بعد آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) 12/ربیع الاول 1ھ ہجری بمطابق 23 ستمبر 622ء بروز پیر دوپہر کے وقت قباء پہنچے۔ اس وقت قباء یثرب سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا۔ لیکن یثرب کا ہی نواحی علاقہ کہلاتا تھا۔ وہاں قبیلہ بنوعمرو بن عوف کے لوگ بکثرت رہتے تھے۔ اسلام کا نور ان تک پہنچ چکا تھا۔ مکہ سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی روانگی کی خبر کئی روز پہلے مدینہ پہنچ چکی تھی۔ اس لئے انصار مدینہ روزآنہ صبح سے دوپہر تک بستی سے نکل کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے انتظار میں کھڑے رہتے تھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) دور سے آتے ہوئے نظر آئیں گے۔ جب دھوپ خوب تیز اور ناقابل برداشت ہو جاتی تھی تو وہ گھروں کو واپس لوٹ جاتے تھے۔

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) دوپہر کے وقت پہنچے اس وقت قباء والے آپ کا انتظار کر کے گھروں کو واپس ہو رہے تھے کہ ایک یہودی نے ایک ٹیلے پر سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو آتے دیکھ کر اندازے سے پہچان لیا اور بے اختیار پکارا۔ اے اہل عرب تم جس کا انتظار کر رہے ہو وہ آ گئے۔ یہ آواز سنتے ہی لوگ والہانہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے استقبال کے لئے دوڑ پڑے اور تمام شہر تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ (ابن ہشام)

یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں سے لیس ہو کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے استقبال کے لئے دوڑے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اردگرد پروانوں کی طرح جمع ہوئے۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) قباء میں داخل ہوئے تو انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے داخل ہونے کے وقت بے انتہا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتَ الْوِدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

جِئْتَ شَرَفْتَ الْمَدِيْنَة يَا خَيْرَ دَاعِ

ترجمہ: ہم پر بدر نے ثنیات الوداع سے طلوع کیا۔ جب تک کوئی دعا کرنے والا ہے ہم پر مبعوث ہونے والے نبی! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ایسا حکم لے کر آئے ہیں کہ اس کی اطاعت ضروری ہے۔ (بعض روایات میں ہے کہ یہ اشعار بچیوں نے آپ ﷺ کے مدینہ میں داخلے کے وقت پڑھے تھے)

ثنیات الوداع کے معنی ہیں رخصت کی گھاٹیاں۔ اہل مدینہ جب کسی کو مکہ کی طرف روانہ کرتے تو اس گھاٹیوں تک اس کو الوداع کہنے آتے تھے۔ اس لئے اس کا نام ثنیات الوداع مشہور ہو گیا۔

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک اونچی جگہ پر آبادی تھی۔ جسے عالیہ اور نباء کہتے تھے۔ یہاں انصار مدینہ کے کچھ خاندان آباد تھے۔ ان میں سے سب سے ممتاز بنی عمرو بن عوف کا خاندان تھا۔ اس خاندان کے سردار کا نام کلثوم بن الہدم تھا۔ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے گھر پر قیام کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اساف کے مکان پر ٹھہرے۔ (سیرت ابن کثیرؒ)

انصار میں سے جن لوگوں نے اب تک رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا تھا وہ جوش عقیدت سے اور دیدار کے شوق سے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سلام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر دھوپ آ گئی۔ یہ تمیز کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ دونوں میں رسول اللہ ﷺ کون سے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے انتہائی حکیمانہ انداز سے آپ ﷺ پر سایہ کر کے غلط فہمی دور کر دی۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے آئے اور اپنی چادر سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر سایہ کر لیا۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کون سے ہیں۔

3.1.13۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مدینہ آمد

ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مکہ میں تین دن ٹھہر کر لوگوں کو امانتیں جو رسول

اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تھیں وہ واپس لوٹا ئیں ۔اور پیدل ہی مدینہ کا رخ کیا اور قباء میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے آ کر مل گئے۔ انہوں نے بھی کلثوم بن الہدم کے مکان پر قیام کیا۔

3.1.14 ۔مسجد قباء کی تعمیر

ربیع الاول 1ہجری ، 622ء

قباء پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کیا وہ مسجد قباء کی تعمیر تھی۔ یہ پہلی مسجد ہے جو حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد بنائی گئی اور یہ پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس میں نماز بھی پڑھی۔ جب مسجد کے کام کا آغاز ہونے لگا تو حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے اہل قباء بڑے بڑے پتھر لاؤ۔ جب کافی تعداد میں جمع ہو گئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قبلہ رخ ایک خط کھینچا اور ایک پتھر اس جگہ رکھ دیا پھر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ ایک پتھر اس کے برابر رکھ دو۔ پھر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ایک پتھر اس کے برابر رکھو پھر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پتھر کے برابر ایک پتھر رکھو۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں خلافت کی ترتیب کی طرف بھی اشارہ تھا۔ پھر مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی اور حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہ اکرامؓ کے ساتھ کام میں شریک رہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شاعر تھے اور مسجد کی تعمیر میں شریک تھے جس طرح کام کے دوران مزدور تھکن مٹانے کے لئے گاتے یا گنگناتے ہیں اس طرح عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اشعار پڑھتے جا رہے تھے۔ اس مسجد کی شان میں سورۃ التوبہ کی آیت ۔108 نازل ہوئی۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ☆

ترجمہ: البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ اس لائق ہے کی آپ (ﷺ)

اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

3.1.15 ۔حضرت عبداللہؓ بن سلام کا اسلام لانا

ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

حضرت عبداللہ بن سلام کا اصل نام حصین بن سلام تھا۔ آپ حضرت یوسف علیہ سلام کی اولاد میں سے تھے اور توریت کے بہت بڑے عالم تھے۔آپ کے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کا نام عبداللہ بن سلام رکھا۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی صفت، نام اور زمانے سے پہلے سے واقف تھا مگر کسی پر ظاہر نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مدینہ تشریف لے آئے۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قباء میں بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا تو ایک آدمی نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کی مجھے اطلاع دی اس وقت میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور کھجوریں توڑ رہا تھا میری پھوپھی حضرت خالدہ بن حارث درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی جب میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کی خبر سنی تو وہاں سے میں نے خوشی سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

میری پھوپھی نے نعرہ سن کر مجھ سے کہا خدا کی قسم اگر تو موسیٰ (علیہ السلام) بن عمران کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا۔ عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں میں نے اپنی پھوپھی سے کہا کہ خدا کی قسم یہ بھی موسی (علیہ سلام) بن عمران کے بھائی ہیں اور وہی دین دے کر بھیجے گئے ہیں جو موسی علیہ سلام کو دیا گیا تھا پھر میری پھوپھی نے پوچھا اے میرے بھتیجے ! کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں ہمیں خبر دی گئی ہے اور وہ قیامت کی سانس تک کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں میں نے پھوپھی سے جواب دیا کہ ہاں یہ وہی نبی ہیں پھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با سلام ہوا پھر اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اسلام کی دعوت دی اور سب نے قبول کر لیا۔ (ابن ہشام)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مدینے تشریف لائے تھے انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے تین چیزوں سے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو سوائے نبی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا پوچھو۔ انھوں نے عرض کیا۔

۱۔ قیامت کی علامت میں سے پہلی علامت کون سی ہے

۲۔ پہلا کھانا جو اہل جنت کھائیں گے وہ کیا ہے

۳۔ لڑکا کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے کبھی ماں کے اس اختلاف کی کیا وجہ ہے

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا حضرت جبریل علیہ سلام ابھی ابھی مجھے تینوں سوالوں کے جواب بتا کر گئے ہیں انھوں نے کہا کہ یہ فرشتہ تو یہود کا دشمن ہے۔ (یہ یہودیوں کا عقیدہ ہے)

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ہر سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا

۱۔ علامت قیامت میں سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو مغرب سے نمودار ہوگی اور لوگوں کو مشرق یعنی میدان حشر کی طرف دھکیلے گی۔

۲۔ اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کا جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا۔

۳۔ لڑکے کے کبھی باپ اور کبھی ماں کے مشابہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ مرد کا مادہ منویہ جب عورت کے مادہ پر سبقت لے جاتا ہے تو وہ جنین کی شکل وصورت میں اثر انداز ہوتا ہے۔ اور باپ کی شکل کی طرف لے جاتا ہے اور عورت کا مادہ منویہ سبقت لے جائے تو وہ بچہ ماں کی شکل وصورت کی طرف جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ جوابات سن کر پکار اٹھے

" اشھدان لاالہ الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ"

حضرت عبداللہ بن سلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں نے اپنے اسلام لانے کو یہود سے چھپائے رکھا پھر میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہود بہت بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مجھے اپنے گھر کے کسی حصے میں چھپا دیں ان پر میرا اسلام ظاہر ہونے سے پہلے ان کو بلائیں اور میرے بارے

میں دریافت کریں کہ میں ان میں کیسا ہوں۔

چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سلام کو اپنے مکان کے ایک حصے چھپا دیا۔ یہود نے آ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے سوالات کئے پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم میں حصین بن سلام کیسا آدمی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور ہمارا سب سے بڑا عالم ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جب یہود اپنی بات ختم کر چکے تو میں نکل کر ان کے سامنے آ گیا اور ان سے کہا اے قوم یہود! اللہ سے ڈرو جو کچھ حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو قبول کر لو۔ خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ ان کا نام اور صفات توریت میں لکھی ہوئی ہیں۔ جو تمہارے پاس ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان کی معرفت رکھتا ہوں۔ وہ سن کر یہود نے کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی۔

یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیا میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بتا دیا تھا کہ یہ بہت بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ یہ بے وفا، جھوٹی اور حق سے منہ پھیرنے والی قوم ہے۔ پھر انہوں نے اپنا اور اپنے اہل خانہ کا اسلام ظاہر کر دیا اور کہا کہ میری پھوپھی خالدہ بنتِ حارث بھی اسلام لے آئی ہیں۔ (ابن ہشام)

3.1.16۔ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا اسلام لانا

ربیع الاول 1 ہجری ، 622ء

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا اسلام لانے کا قصہ بہت طویل ہے اس کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایران کے ایک شہر ہرمز میں پیدا ہوئے ایران کے عام مذہب کے مطابق آپ اور آپ کے والد بھی آتش پرست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ آتش پرستی کوئی صحیح بات معلوم نہیں ہوتی۔ انہوں نے اپنے باپ سے کہا لیکن باپ کسی طرح آتش پرستی

چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا۔ بالآخر تنگ آ کر انہوں نے اپنے باپ کو چھوڑ دیا اور شام چلے گئے اور یہ سوچ کر کے نصرانی مذہب کم از کم آتش پرستی سے بہتر ہے ایک نصرانی عالم کے پاس مقیم ہو گئے اور اس کی خدمت میں رہنے لگے۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو دوسرے عالم کے پاس گئے دوسرے کا انتقال ہوا تو تیسرے کے پاس اور تیسرے کا انتقال ہو گیا تو چوتھے عالم کے پاس چلے گئے۔ ان میں سے کسی نے ہمدردی کی اور کسی نے تکلیف پہنچائی ہر ایک عالم نے انہیں الگ الگ باتیں بتائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت لمبی عمر عطا فرمائی تھی تقریباً تین سو سال (بعض روایات میں ایک سو بیس سال کا ذکر ہے) عمر پائی۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ میں دس سے زیادہ افرد کے ہاتھوں میں بدلتا رہا۔ ایک آقا سے دوسرے کی طرف بالآخر آٹھ دس آدمیوں سے منتقل ہونے کے بعد ایک نصرانی عالم کے پاس پہنچا جو ان سب سے بہتر تھا۔ حسنِ سلوک کے معاملہ میں بھی اور دینی اعتبار سے بھی صحیح آدمی معلوم ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بھی مرنے کا وقت آ گیا تو سلمان فارسی نے اس سے کہا کہ آپ بھی رخصت ہونے والے ہیں تو بتائیں کہ میں آپ کے بعد کہاں جاؤں۔

اس نے کہا کہ اب تمہیں کسی اور آدمی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ نبی آخر الزماں (ﷺ) کی بعثت کا وقت قریب آ گیا ہے اور وہ مجھے اتنا پتا ہے کہ وہ عرب کے ایسے علاقے میں ہوں گے جہاں نخلستان زیادہ ہیں میں تمہیں ان کی علامت بتا دیتا ہوں کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے ہدیہ قبول کر لیں گے اور ان کے شانہ مبارک پر مہر نبوت ہوگی۔ یہ تین علامتیں تمہیں بتائی ہیں اگر وہ تمہیں مل گئے تو سمجھنا یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے اور پھر ان کے ساتھ زندگی گزارنا یہ وصیت کر کے نصرانی عالم کا انتقال ہو گیا۔

اب ان کے عرب جانے کا ارادہ ہوا۔ ایک قافلہ جا رہا تھا۔ انہوں نے ان سے کہا کہ میں عرب جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے شامل کر لیا۔ راستے میں قافلے سے متعلق بھی بڑے قصے ہیں انہوں نے غداری کر کے ان کو غلام بنا لیا۔ اور ایک بازار میں جا کر بیچ دیا۔ مدینہ منورہ کے ایک یہودی نے ان کو خریدا اور خرید کر مدینہ منورہ لے آیا۔ اس طرح آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے مدینہ منورہ پہنچ کر کے انہوں نے دیکھا کہ

وہاں نخلستان بہت ہیں اور یہ ہے بھی عرب کا علاقہ اس لئے سمجھ گئے کہ یہی مطلوبہ جگہ ہے۔ جس جگہ کی میرے استاد نے پیشن گوئی کی تھی شاید وہ یہی جگہ ہے اس لئے بڑے خوش ہوئے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہودی بڑا کٹرّ اور سخت تھا۔ بڑی سخت خدمت لیتا تھا۔ انہوں نے سوچا اب اس طرح زندگی گزارنی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کوئی بندوبست کریں گے چنانچہ اس یہودی کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک دن اس یہودی کی خدمت کے دوران میں اس کے باغ میں تھا اس نے مجھ سے کہا کہ کھجور کے درخت پر چڑھ جاؤ اور کھجوریں توڑو۔ میں درخت سے کھجوریں توڑ رہا تھا۔ اور میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چچازاد بھائی آیا اور آکر کہنے لگا۔ اللہ ان بنوقیلہ کے لوگوں کو ہلاک کرے (بنوقیلہ انصار کا پرانا لقب تھا) قباء میں ایک آدمی آیا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور سب اس کے گرد اکٹھے ہو رہے ہیں۔

سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں چونکہ پہلے سے ہی انتظار میں تھا اس لئے میرے کان میں جب یہ آواز پڑی کہ لوگ ایک ایسے شخص کے گرد اکٹھے ہو رہے ہیں۔ جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ سنتے ہی میرے جسم میں کپکپی طاری ہوگئی اور مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں درخت سے نیچے کود پڑا اور اپنے آقا سے اجازت چاہی کہ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں ذرا کام ہے وہ چونکہ بڑا سخت تھا اس نے کہا کہ تمہیں نہیں جانے دوں گا۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے بہت منت سماجت کی کہ مجھے تھوڑی دیر کی چھٹی دے دو لیکن اس نے کہا جب تک ساری کھجوریں نہیں اتارلو گے اس وقت تک نہیں جانے دوں گا۔ چنانچہ وہ دن میں نے بڑی مشکل سے گزارا۔ کھجوریں کاٹ کر شام کو جب چھٹی ملی تو میں نے ان میں سے تھوڑی سی کھجوریں ہاتھ میں لیں اور قباء پہنچ گیا۔ جہاں کا لوگ کہہ رہے تھے کہ حضور اقدس (صلّی اللہ علیہ وسلم) وہاں ہوں گے دیکھا کہ حضور اقدس (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف فرما ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آس پاس لوگ بیٹھے ہیں میں جا کر خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ سب لوگ مسافر اور حاجت مند ہیں۔ اس لئے آپ کی خدمت میں صدقہ لے کر آیا ہوں۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہم صدقہ نہیں کھاتے تم لوگ کھالو یا جو مستحق ہیں ان کو دے دو اس طرح نصرانی عالم نے جو تین

علامات بتائیں تھیں ان میں سے پہلی علامت ظاہر ہوگئی۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اٹھ کر آ گئے اور دوسری بار کچھ اور چیزیں لے کر گئے اور کہا کہ یہ کچھ ہدیہ لے کر آیا ہوں اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) قبول فرمائیں آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قبول فرمائی۔ دوسری علامت بھی ظاہر ہوگئی۔

پھر تیسری بار حاضر ہوئے تو حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہ اکرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ یہ سامنے بیٹھنے کے بجائے پیچھے بیٹھنے کے لئے آنے لگے۔ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح سے مہر نبوت کی زیارت کی جائے۔

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعہ علم ہوگیا کہ یہ اس فکر میں ہیں۔ آنخضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے شانے سے چادر ہٹادی۔ سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نظر مہر نبوت پر پڑی۔ فرماتے ہیں کہ جب میں نے مہر نبوت دیکھ لی تو اپنے آنسو نہ روک سکا اور آگے بڑھ کر مہر نبوت کو بوسہ دیا اور میرے آنسو سرکار عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مہر بنوت پر برس رہے تھے۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک عرصے سے اس انتظار تھے کہ کب نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائیں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت نصیب ہو۔ جب منزل نظر آ گئی تو آنسوؤں کو روکنا ممکن نہ رہا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ایمان لے آیا اور آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ایمان لے آیا ہوں لیکن ایک یہودی کا غلام ہوں اور زبردستی کی غلامی ہے کیونکہ غلامی کی حقیقت کوئی نہیں تھی۔ سرور عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم اس یہودی سے مکاتبت کا معاملہ کرلو۔ کچھ پیسے ادا کر کے آزاد ہو جاؤ چنانچہ یہ یہودی کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ میرے ساتھ مکاتبت کرلو اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن بدل کتابت تین سو اوقیہ چاندی ہے اور سو کھجور کے درخت لگاؤ جب وہ درخت جوان ہو جائیں اور ان پر پھل آ جائے تو تم آزاد ہو انہوں نے آ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ اس نے ایسی بدل کتابت مقرر کردی ہے کہ ساری عمر ادا نہ کرسکوں گا کھجور کے سو درخت لگانے ہیں اور جب ان پر پھل آ جائے

اور کھجور کا پھل سب سے زیادہ دیر میں آتا ہے اور اوپر سے تین سو اوقیہ چاندی بھی ہے۔ حضور اقدس (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ سے فرمایا! سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مدد کرو جن کے پاس کھجور کے پودے ہوں ان کو دے دے۔ لوگوں نے پودے دینے شروع کر دیے حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کل اپنے باغ میں جمع ہوجانا میں آؤں گا وہاں درخت لگائیں گے۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے گئے اور جو پودے اکھٹے کئے تھے وہ لگانے شروع کر دیے اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ تم رہنے دو۔ پورے کے پورے سو پودے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دست مبارک سے لگائے اور لگانے کے بعد دعا فرمائی۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خیال ہوا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے سارے پودے لگائے ہیں ایک آدھ پودا میں بھی لگادوں۔ چنانچہ ان سو پودوں کے علاوہ ایک ادھ پودا حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی لگایا جو سو پودے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لگائے تھے سال بھر میں وہ سو کے پھل لے آئے اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جو پودے لگائے تھے ان کا نام ونشان نہیں تھا۔

نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دست مبارک سے لگائے ہوئے درختوں کی نسل کے درخت ابھی کچھ عرصے پہلے تک باقی تھے۔ ان میں دو درخت وہ بھی باقی تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دست مبارک سے لگائے ہوئے ہیں جن کا واقعہ یہ ہے کہ ان دو درختوں کا پھل سارے مدینہ کے تمام باغات کے پھل سے مختلف تھا۔

ان درختوں کی کھجوریں بازار میں نہیں بکتی تھیں بلکہ کھجوروں کے مالک ان کو حفاظت سے رکھتے تھے اور خاص خاص لوگوں کو ہدیہ میں دیا کرتے تھے۔ اہل مدینہ ان کے جتنے اہتمام سے حفاظت کرتے تھے اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ یہ درخت اپنی درختوں کی نسل سے ہیں یہ نخلتہ النبی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کہلاتے تھے۔ قباء سے کچھ فاصلے پر یہ باغ تھے اب چند سالوں سے وہ درخت نہیں ہیں۔

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے معجزے کے طور پر ان درختوں میں سال بھر میں پھل آ گیا

تھا۔ پودوں کا مسئلہ تو اس طرح حل ہوگیا۔ اب دوسرا مرحلہ تین سو اوقیہ چاندی کا تھا۔ نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کچھ مال آیا جو تین سو اوقیہ سے کم تھا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا سلمان! تمھارا بدل کتابت آگیا۔ یہ لے جاؤ اور اس کو تولو۔ جب اس کو وزن کیا تو وہ تین سو اوقیہ ہوگیا چنانچہ انہوں نے وہ لے جا کر یہودی کو دے دیا۔

اس سارے عمل میں ڈیڑھ دو سال لگ گئے ۔ جس کی وجہ سے حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے کیونکہ آقا کی طرف سے اجازت نہیں تھی۔ آزادی کے بعد پہلا غزوہ جس میں آپ نے شرکت کی وہ غزوہ احزاب تھا۔ جس میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کہنے پر نبی (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خندق کھودی اور پھر اللہ تعالی نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **سلمان مناا هل البيت** . سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے اہل بیت میں سے ہیں۔
حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے کافی عرصہ بعد تک زندہ رہے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے میں ایران کی فتح میں ان کا بڑا ہاتھ تھا بالاخر مدائن کے گورنر بنے۔ مدائن ایران کا دارالحکومت تھا۔ مدائن کے گورنر بننے کے باوجود معمولی کپڑوں میں عام لوگوں کی طرح پھرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مسافر آیا وہ سمجھا کہ یہ کوئی قلی ہے اس نے حضرت سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ یہ گٹھڑی اٹھاؤ گے۔ انہوں نے کہا ہاں اٹھاؤں گا۔ چنانچہ اٹھا کر سر پر رکھوالی اور کہا کہاں لے جانی ہے۔ اس نے کہا فلاں جگہ اب وہ آگے آگے جا رہا ہے اور یہ پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اچانک لوگوں نے دیکھا کہ امیر المومنین (گورنر) گٹھڑی اٹھائے جا رہے ہیں تو اس شخص پر بہت ناراض ہوئے کہ یہ تو نے کیا حرکت کی ہے تمہیں معلوم نہیں کہ یہ مدائن کے حاکم ہیں۔

اس نے بڑی منت سماجت کی کہ آپؓ یہ گٹھڑی اتار دیجئے لیکن حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں جس نیکی کا ارادہ کر چکا ہوں جب تک اس کو پورا نہیں کروں گا اس وقت تک نہیں اتاروں گا چنانچہ گٹھڑی کو اس کے گھر تک پہنچایا۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی وفات حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عہد خلافت میں مدائن میں ہوئی اور وہاں ہی دفن ہوئے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبر مبارک پر آج بھی یہ حدیث

کندہ ہے کہ "سلمان منا اھلِ البیت"

ابن ہشام نے حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مکاتبت تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونا لکھا ہے جو پورا کیا گیا۔

3.1.17 ۔ مدینہ منورہ میں تشریف آوری

بروز جمعہ 16 ربیع الاول 1ھ ہجری ، 27 ستمبر 622ء

قباء میں چندروز قیام کرنے کے بعد جمعہ کے روز اللہ کے حکم سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنوسالم بن عوف کے قبیلے کے پاس سے گزرے تو جمعہ کی نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں ہی بطن وادی کے مقام پر تقریباً سولوگوں کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی جس میں یہ اسلام کا پہلا جمعہ اور پہلا خطبہ تھا اس جگہ بعد میں مسجد تعمیر کی گئی جس کا نام مسجد جمعہ ہے۔

جمعہ کا خطبہ:

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں۔ میں اس سے مدد، مغفرت اور ہدایت طلب کرتا ہوں میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ جولوگ اس کی نافرمانی کرتے ہیں میں ان سے عداوت رکھتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت، نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے وقت میں بھیجا ہے۔ جب کہ اس زمانے میں کوئی رسول دنیا میں نہیں آیا۔ دنیا میں علم کی قلت ہوگئی لوگ گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ قیامت قریب ہے اور موت نزدیک ہے۔

جو اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا ہے پس وہ ہدایت یافتہ ہوا اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے بلاشبہ بھٹک گیا۔ وہ کوتاہی اور گمراہی میں پڑ گیا۔ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بیشک یہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لئے بہترین وصیت ہے کہ اس کو آخرت کے

لئے آمادہ کرے اور اللہ سے ڈرائے اور پرہیز گاری کا حکم دے۔ پس خدا نے جس چیز سے بچنے کے لئے کہا تم ان سے بچو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ جو شخص امور آخرت کے بارے میں اللہ سے ڈر کر کام کرتا ہے اس کے لئے تقویٰ بہترین اور سچا مددگار ہے۔

جو شخص اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ ظاہر و باطن سے درست کرے گا۔ اور ایسا کرنے سے اس کی نیت خالص اور اللہ کی رضا کے لئے ہوگی تو یہ (ظاہر و باطن کی مخلصانہ اصلاح) دنیا میں اس کے لئے ذکر اور مرنے کے بعد جب انسان کو اعمال کی ضرورت وقدر معلوم ہوگی تو یہ ذخیرہ آخرت ثابت ہوگا۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو وہ (خلاف تقویٰ امور کے متعلق) اس دن یہ پسند کرے گا تو اس کے اعمال اس سے دور رکھے جائیں اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اور جس نے اللہ کے قول کو سچا جانا اس وعدوں کو پورا کیا تو اس کے قول اور وعدے میں کچھ خلاف نہیں کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میرے ہاں بات نہیں بدلتی اور میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

پس تم اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہری و باطنی امور میں اللہ سے ڈرو اور بے شک جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے پس وہی بلا شبہ بڑا کامیاب ہے اور یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری، اس کی سزا اور اس کے غصہ کو دور کرتا ہے اور تقویٰ ہی قیامت کے دن چہرے کو روشن بنائے گا اور اللہ کی رضا اور درجات کو بلند کرنے کا ذریعہ ہوگا۔

لوگو! تم تقویٰ سے اپنا حصہ لے لو اور اللہ کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔ اللہ نے اس لئے تمہیں اپنی کتاب کی تعلیم دی اور تمہیں اپنا راستہ دیکھایا تاکہ سچے اور جھوٹے لوگوں کو الگ کر دیا جائے۔ بس جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ حسن سلوک کیا تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی حسن اور خوبی کا برتاؤ کرو اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھو۔ اللہ کے رستہ میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اس نے تمہیں اپنے لئے منتخب کیا ہے اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ جو ہلاک و برباد ہونے والا ہے وہ بھی حجت قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہنے والا ہے وہ بھی روشن دلائل پر زندہ رہے اور کوئی طاقت اور قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آنے والی زندگی کے لئے عمل کرو کیونکہ جو شخص اپنے اور اللہ کے

درمیان معاملہ کو درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لوگوں کے درمیان معاملہ کو درست کر دیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا اور اللہ ہی سب کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور ہمیں نیکی کی طاقت وہی خدائے عظیم دیتا ہے۔ (سیرت ابن کثیر، البدایہ والنہایہ)

جمعہ کی نماز کے بعد آپ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ننہیالی قبیلہ بنو نجار کو بھی اپنے آنے کی اطلاع کر دی تھی تو اس قبیلے کے لوگ بھی تلواریں اپنی گردن میں حائل کئے ہوئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ساتھ تھے۔ قبیلہ بنو سالم بن عوف کے لوگوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور اپنے ہاں ٹھہرانا چاہا دوسرے قبیلے والے بھی یہ خواہش رکھتے تھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کے گھر قیام کریں اس میں بحث وتکرار کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری اونٹنی کو نہ روکو اس کی مہار چھوڑ دو۔ اس کو اللہ کی طرف سے حکم مل چکا ہے میری اونٹنی جہاں بیٹھ جائے گی وہاں ہی میں ٹھہروں گا۔ سب کی نگاہیں اس اونٹنی پر تھیں۔ جب بنو بیاضہ کے محلّہ میں پہنچی تو اس قبیلہ کے سردار زیاد بن ولید اور عروہ بن عمرو نے آگے بڑھ کر اونٹنی کی مہار پکڑ لی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اس کے بعد اونٹنی بنو ساعدہ کے محلّہ میں پہنچی قبیلہ ساعدہ کے سردار سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو نے اونٹنی کو روکنا چاہا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وہی الفاظ دوہرائے۔ اس کے بعد اونٹنی قبیلہ بنو حارث بن خزرج کے محلّہ میں پہنچی یہاں سعد بن ربیع خارجہ بن زید عبداللہ بن رواحہ نے روکنا چاہا۔ان کو بھی وہی حکم ملا۔ ان لوگوں میں چونکہ عبدالمطلب (حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے دادا) کی ننہیال تھی اس لئے وہ اپنا زیادہ حق سمجھتے تھے۔ جناب عبدالمطلب کی ماں سلمیٰ بنت عمرو اسی قبیلہ سے تھیں اس لئے حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کے ہاں قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ سلیط بن قیس اور اسیرہ بن ابی خارجہ سرداران بنو عدی نے آگے بڑھ کر اونٹنی کی مہار پکڑ لی۔ ان کو بھی وہی جواب ملا کہ اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو۔ اس کو اللہ کا حکم ملا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ اونٹنی عبدالمالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن نجار کے محلّہ میں جا کر ایک غیر آباد زمین پر بیٹھ گئی اور پھر فوراً کھڑی ہوگئی۔ کھڑی ہو کر کچھ دور تک چلی چل کر خود بخود پھر لوٹی اور ٹھیک اسی جگہ جہاں پہلے بیٹھی تھی واپس آئی اور بیٹھ گئی اس مرتبہ اونٹنی نے بیٹھ کر جھرجھری لی اور گردن نیچے ڈال دی اور دم

ہلانے لگی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس پر سے اتر گئے۔

اللہ تعالیٰ نے بنو نجار کے لوگوں کو یہ فضیلت بخشی۔ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا دروازہ سب سے قریب تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا اصل نام خالد بن زید انصاری ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لپک کر کجاوہ اٹھالیا اور اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ اس پر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے دوسری طرف حضرت اسعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن زرارہ نے آکر اونٹنی کی نکیل پکڑ لی چنانچہ اونٹنی انہیں کے پاس رہی۔ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے گھر لے گئے ان کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے بالائی منزل پیش کی لیکن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کی آمد ورفت کے پیش نظر کہ گھر والوں کو تکلیف نہ ہو نیچے کے حصہ کو پسند فرمایا۔ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں وقت کا کھانا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کرتے اور جو کچھ بچ جاتا وہ خود اور ان کی اہلیہ کھاتے۔ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں ایک دن ہم نے کھانے میں لہسن پیاز شامل کردیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وہ کھانا بغیر کھائے واپس کردیا۔ میں گھبرا کر خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)! آج آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کھانا واپس فرما دیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اس میں لہسن اور پیاز کی بو تھی اس لئے میں نے واپس کردیا کیونکہ میں فرشتوں سے کلام کرتا ہوں اور ایسے کھانے سے پرہیز کرتا ہوں۔ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہا اس کے بعد ہم نے کبھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے کھانے میں لہسن اور پیاز کا استعمال نہیں کیا۔

ایک دن اتفاق سے اوپر کی منزل پر پانی کا برتن ٹوٹ گیا۔ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم نے اس خیال سے کہ کہیں پانی بہہ کر نیچے نہ گرنے لگے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تکلیف کا باعث بنے۔ ہم نے پانی کو جذب کرنے کے لئے اس پر لحاف ڈال دیا۔ گھر میں صرف یہی ایک لحاف تھا۔ گھر کی بالائی منزل میں ہم نے پوری رات کونے میں بیٹھ کر گزاردی۔ آپ (صلّی اللہ

علیہ وسلم) حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر سات ماہ یا گیارہ ماہ رہے دونوں روایات ہیں ۔ حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے 48 ہجری میں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عہد خلافت میں محاصرہ قسطنطنیہ کے دوران وفات پائی اور وہاں ہی قسطنطنیہ میں قلعہ کے قریب مدفون ہوئے ۔

چند دن کے بعد ام المومنین حضرت سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)، حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن زید اور ام ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی آ گئیں ۔ ان سب کو حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابوبکر لے کر آئے ان کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی تھیں ۔ البتہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت ابوالعاص کے پاس باقی رہ گئی تھیں ۔ انہوں نے نہیں آنے دیا تھا وہ جنگ بدر کے بعد تشریف لا سکیں ۔ (زادالمعاد)

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی دعا کا ذکر کیا ۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ۔ اے اللہ ہمارے لئے مدینہ کو اس طرح محبوب کر دے جیسے مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی فضاء کو صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع اور مد (غلے کے پیمانے) میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے جحفہ پہنچا دے ۔ اللہ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی دعا قبول فرمائی اور مدینہ منورہ میں حالات بدل کے بہت بہتر ہو گئے ۔

3.2 ۔ مسجد نبوی کی تعمیر

ربیع الاول 1ھ ہجری ، 622ء

مدینہ منورہ میں قیام کرتے ہی سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی ۔ حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کے قریب بنونجار کی کچھ زمین تھی جس میں کچھ قبریں بنی ہوئی تھیں کچھ کھجور کے درخت تھے یہاں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں چوپایوں کے ریوڑ بھی یہاں آ کر بیٹھا کرتے تھے ۔ آپ (صلی

اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا یہ زمین کس کی ہے۔ معاذ بن عفراء نے عرض کی کہ یہ میرے رشتہ دار دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ہے۔ جو اپنے چچا کی سر پرستی میں رہتے ہیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں یتیم لڑکوں کو بلا کر ان کے چچا کے ذریعے اس زمین کی خریدنے کے لئے گفتگو فرمائی۔ ان دونوں نے عرض کی کہ ہم یہ زمین بلاکسی معاوضہ کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نذر کرتے ہیں۔ ہم اللہ کے سوا کسی سے اس زمین کی قیمت لینے کے طلب گار نہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبول نہیں فرمایا اور قیمت دے کر زمین حاصل کی ۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس وقت اس زمین کی قیمت ادا کی ۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کی قیمت دس دینار ادا کی۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کے مطابق زمین پر سے کھجور کے درخت اور چند غرقد کے درخت تھے وہ کاٹ دیئے گئے۔ اور مشرکین کی قبروں کو برابر کر دیا گیا۔ مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ مسجد کی تعمیر کے لئے اینٹیں بنوائی گئیں۔ صحابہ اکرام کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور ان کے ساتھ اشعار پڑھتے تھے۔

اللّٰھم انہ لا خیر الا خیر الاخرہ

فانصر الانصار والمھاجرہ

ترجمہ: اے اللہ'' آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں۔ پس تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما

مسجد کی دیواریں پتھر اور گارے سے بنائی گئیں اور چھت کھجور کی لکڑی اور اس کے پتوں سے بنائی گئی۔ بارش کی وجہ سے پانی اندر ٹپکتا تھا۔ اس لئے چھت کو گارے سے لیپ دیا گیا اور فرش جو کہ بالکل کچا تھا اس پر کنکریاں بچھا دی گئیں قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا اور مسجد کے تین دروازے بنائے گئے ایک دروازہ اس طرف بنایا گیا جس طرف قبلہ کی دیوار ہے دوسرا دروازہ مغرب کی جانب جسے اب باب رحمت کہتے ہیں اور تیسرا دروازہ وہ تھا جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آتے جاتے تھے اسے بابِ جبرائیل کہتے ہیں۔

سترہ ماہ بعد جب قبلہ تبدیل ہو کر خانہ کعبہ کی طرف ہو گیا تو وہ دروازہ جو مسجد کے عقب میں تھا بند کر دیا گیا اور اس کے مقابل دوسرا دروازہ بنا دیا گیا۔ مسجد کی لمبائی اور چوڑائی کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے سو گز لمبی اور سو گز چوڑی بتائی ہے۔ بعض نے ستر گز لمبی اور ساٹھ گز چوڑی بتائی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ

مسجد کی تعمیر دو مرتبہ ہوئی۔ پہلی اس وقت جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہجرت فرما کے حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مکان پر قیام کیا تھا اور دوسری تعمیر فتح خیبر کے بعد 7ھ/ہجری میں ہوئی۔ پہلی تعمیر میں مسجد کی لمبائی چوڑائی سو گز سے کم تھی اور دوسری تعمیر میں سو گز سے کچھ زیادہ تھی۔ (بخاری)

سرور دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد کے صحن میں آرام فرماتے تو جسم مبارک پر کنکریوں کے نشان پڑ جاتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دس سال اس مسجد میں نمازیں پڑھیں۔ یہ مسجد اسلام کی تبلیغ اور تعلیم کا اولین مرکز تھی۔ اس مرکز سے اسلام کو وہ ترقی اور شان و شوکت نصیب ہوئی جو تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ یہاں ہی سے دنیا کے دور دراز علاقوں میں اسلام کی روشنی پھیلی اور اسلامی پرچم لہرائے۔

اس مسجد ہی کی تعلیمات کی برکت ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ایسی ہستیاں موجود رہیں جنہیں قرآن کریم حفظ ہوتا ہے اور جو احادیث نبوی کے علوم پر عبور رکھتے ہیں۔

یہ مسجد وہ مرکز تھا جس سے چھوٹی سی ریاست کا نظام چلایا جاتا تھا اور مختلف قسم کی مہمات بھی بھیجی جاتی تھیں۔ اسکے علاوہ اس کی حیثیت ایک پارلیمنٹ کی بھی تھی جس میں مجلس شوریٰ اور مجلس انتظامیہ کے اجلاس منعقد ہوا کرتے تھے۔ ان سب کے ساتھ ساتھ یہ مسجد ان فقراء اور مہاجرین کی ایک اچھی خاصی تعداد کی رہائش گاہ بھی تھی جن کا وہاں پر نہ کوئی مکان تھا نہ مال اور نہ اہل وعیال تھے۔

فتح خیبر 7ھ/ہجری کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مسجد کی از سرِ نو تعمیر کرائی۔

جب خدا کی طرف سے خانہ کعبہ کی طرف قبلہ کا حکم ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یروشلم کی طرف والا دروازہ بند کروا دیا اور مکہ کی طرف کا دروازہ کھول دیا۔ تحویل قبلہ کے بعد حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسجد میں پہلی نماز عصر کی ادا کی۔

مسجد نبوی کی توسیع حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن خطاب کے عہد میں 17ھ/ہجری میں، حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عفان کے عہد میں 29ھ/30ھ/ہجری میں، خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں 88ھ/ھ - 91ھ ھ میں، خلیفہ مہدی عباسی کے عہد میں 165ھ/161ھ/ہجری میں، سلطان اشرف قائتبائی کے عہد میں 888ھ/ہجری میں، سلطان عبدالمجید عثمانی کے عہد میں 1265ھ/ہجری میں۔

ملک سعود کے عہد میں 1372ھ / 1375ھ ہجری میں ہوئی۔ مسجد نبوی کی توسیع ملک فہد بن عبدالعزیز کے دور میں 1404ھ- 1414ھ ہجری میں ہوئی جو کہ مسجد نبوی موجودہ دور کا عظیم شاہکار ہے۔ موجودہ توسیع سے پہلے مسجد نبوی کا کل رقبہ 16500 مربع میٹر تھا اور اس وقت مسجد میں تقریباً 28,000 نمازیوں کی گنجائش تھی۔

موجودہ توسیع کے بعد مسجد کا کل رقبہ 98,500 مربع میٹر ہوگیا جو کہ پچھلی تعمیر سے پانچ گنا زیادہ ہے اس لئے اب ایک لاکھ اسی ہزار نمازیوں کی گنجائش ہوگئی اس کے علاوہ چھت پر بھی نماز پڑھنے کے لئے 67,000 مربع میٹر کی اضافی جگہ موجود ہے جس کی وجہ سے چھت پر تقریباً 90,000 نمازیوں کی گنجائش ہوگئی۔ مسجد نبوی کے صحن، مسجد نبوی کے جنوبی شمالی اور مغربی اطراف میں وسیع صحن تعمیر کئے گئے جن کا رقبہ 2,35,000 مربع میٹر ہے۔ خوبصورت فرش کے ساتھ روشنی کے 151 ستون ہیں جن پر بڑے بڑے گلوب لگائے گئے ہیں۔ صحن کے اردگرد مضبوط چار دیواری ہے۔ ان صحنوں میں تقریباً 4,30,000 افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مسجد نبوی کا کل رقبہ چھت اور تمام صحنوں کو ملا کر 4,00,500 مربع میٹر ہوگیا اور تقریباً 6,70,000 افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ رش کے دنوں میں یہ تعداد 10,00,000 تک ہوجاتی ہے۔ اور اب شاہ عبداللہ کے زمانے میں مزید توسیع کی جارہی ہے۔

مسجد نبوی میں کئی مقامات پر سیڑھیاں تعمیر کی گئی ہیں جو صحن کے نیچے بنے ہوئے غسل خانوں، وضو کے مقامات اور زائرین کی آرام گاہ کی طرف جاتی ہیں۔ اسی طرح صحنوں کے نیچے بس اسٹینڈ بھی بنائے گئے ہیں۔ اس طرح سے صحن کے نیچے دو منزلیں ہیں۔ خواتین اور مردوں کے لئے الگ الگ وضو خانے اور غسل خانے کافی تعداد میں موجود ہیں۔ مسجد نبوی کی تعمیر نو فن معماری کا ایک حسین شاھکار ہے۔ جہاں نہایت دیدہ زیب فانوس، روشنی کا جدید نظام، اذان کے لئے ساؤنڈ سسٹم کے ذریعہ میعاری آواز قائم رکھنا جو روح کی گہرائی میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ خوش قسمت لوگ جو اس دربار میں حاضر ہوتے ہیں اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

مسجد نبوی میں ہمیشہ درود شریف پڑھتے ہوئے داخل ہوں، روضہ پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف جانے کے لئے مغرب کی جانب سے باب السلام سے سیدھا راستہ روضۂ مبارک کو جاتا ہے۔ مشرق کی

جانب سے باب جبریلؑ ہے۔ روضۂ مبارک پر حاضری کے لئے باب السلام سے آنا ہوتا ہے روضۂ مبارک سے پہلے الٹے ہاتھ پر ریاض الجنہ سے گزرتے ہوئے پھر الٹے ہاتھ پر روضۂ مبارک پر سلام کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ باب جبریلؑ سے باہر نکلنے سے پہلے سیدھے ہاتھ پر کونے میں ایک حجرہ ہے جو کہ حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ الزہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا گھر تھا۔

ریاض الجنہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یہ ٹکڑا قیامت کے دن اسی طرح سے جنت میں چلا جائے گا۔ اسی ریاض الجنہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مصلّٰی مبارک بھی ہے۔ جہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہوکر امامت فرمایا کرتے تھے۔ اسی جگہ ایک خوبصورت محراب بنی ہوئی ہے جو محراب نبوی (ﷺ) کہلاتی ہے۔

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں ولید کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسجد نبوی کی توسیع کروائی تو اس جگہ پر محراب بنوائی تھی۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے بعد مصلّٰی رسول (ﷺ) جیسی متبرک جگہ کی تعظیم کو برقرار رکھنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز پڑھنے کی جگہ پر سوائے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدم مبارک کی جگہ چھوڑ کر باقی جگہ پر دیوار بنادی تھی تاکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سجدہ کی جگہ لوگوں کے قدموں سے محفوظ رہے۔ بعد میں ترکوں نے بھی اس دیوار کی حد تک محراب بنادی۔

چنانچہ اب اگر کوئی حاجی اور زائر مصلّٰی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو اس کا سجدہ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قدم مبارک کی جگہ پڑتا ہے۔ اس وقت جو محراب مقدس بنی ہوئی ہے وہ نو (9) فٹ سنگ مرمر کا ایک ہی ٹکڑا ہے۔ دونوں جانب سرخ سنگ مرمر کے شاندار ستون بنے ہوئے ہیں۔ محراب کے اوپر وہ آیت لکھی ہوئی ہے جس میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً o

خدا اور اس کے فرشتے، پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود
اور سلام بھیجا کرو۔ (سورۃ الاحزاب۔56)

محراب کی مغربی جانب " ہذا مصلّیٰ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)" لکھا ہوا ہے۔مسجد نبوی کے قدیم حصے کی پشت پر قبلہ کی سمت تین فٹ اونچی پیتل کی جالیوں کی دیوار ہے ۔ اس کے علاوہ محراب النبی (ﷺ) کے دائیں بائیں پیتل ہی کے دروازے بنے ہوئے ہیں ان دروازے اور جالیوں کے آگے کا حصہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا اضافہ کردہ ہے۔آجکل مسجد نبوی (ﷺ) کے امام صاحب اسی جگہ کے اگلے حصے میں امامت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔

محراب نبوی پر تاریخ تعمیر 182 ہجری ہے اور یہ سلطان شرف ابوالنصر کے دور کی تعمیر ہے۔

حضور پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزار مبارک کے سامنے تین جالیاں ہیں اور ان میں تین سوراخ ہیں۔

عام لوگ بلکہ اکثر عرب حضرات بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ پہلی جالی کے پیچھے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسری کے پیچھے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور تیسری کے پیچھے حضرت عمر فاروق ؓ آرام فرمارہے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ درمیان والی جالی ہی کے پیچھے آپ تینوں آرام فرمارہے ہیں۔ درمیان والی جالی میں ایک بڑا گول سوراخ رکھا گیا ہے یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے مبارک کے سامنے ہے۔ اس سوراخ میں سے تھوڑا ہٹ کر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سینہ مبارک ہے جہاں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر مبارک ہے۔ وہاں ایک گول سوراخ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے چہرے مبارک کے سامنے ہے اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سینہ کے پاس حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر ہے۔ ان کے چہرے مبارک کے سامنے بھی ایک گول سوراخ ہے اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام لکھا ہوا ہے۔ گویا درمیان کی جالی والے حصے میں تینوں آرام فرمارہے ہیں۔ موجودہ سعودی حکومت نے ان تینوں سوراخوں کے اوپر عربی میں بورڈ لگا کر نشاندھی کردی ہے کہ کہاں سلام پڑھنا ہے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جالیاں کے اوپر **هنا السلام علی رسول الله (صلی الله علیه وسلم)** حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جالی کے اوپر **هناالسلام علی ابوبکر (رضی اللّٰه تعالیٰ عنه)** اور حضرت عمر فاروق کی جالی کے اوپر **هناالسلام علی عمر بن الخطاب (رضی اللّٰه تعالیٰ عنه)** لکھا ہوا ہے۔

منبر: پہلے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہو کر تقریر فرماتے تھے پھر منبر تعمیر کیا گیا جس کے تین یا چار زینے تھے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تیسرے زینے پر بیٹھ کر تقریر فرماتے تھے بعد میں منبر میں بہت تبدیلیاں ہوئیں۔

حضرت امیر معاویہ ؓ کے دور میں منبر کے زینوں کی تعداد چھ ہوگئی۔ 654ھ ہجری میں مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آگ لگنے سے منبر جل گیا۔

یمن کے گورنر المظفر نے صندل کی لکڑی کا ایک منبر بھجوایا بعد میں مختلف لوگوں نے منبر بنوائے۔

998ھ ہجری میں عثمانی سلطان مراد نے بہت خوبصورت منبر بنوایا اسے مسجد نبوی میں رکھا اور پرانا منبر مسجد قباء میں پہنچا دیا۔

مینار: حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلفاء راشدین کے دور میں کوئی مینار نہیں تھا۔ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے 88ھ میں مدینہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مسجد نبوی کے چاروں کونوں میں مینار تعمیر کرانے کا حکم دیا اور رقبہ میں بھی وسعت کر کے اضافہ 2369 مربع میٹر کر دیا گیا۔ سلطان عبدالمجید نے مسجد میں پانچویں مینار کا اضافہ کیا اور مدرسہ قائم کیا اس وقت مسلم دنیا کی سب سے خوبصورت عمارت بن گئی۔ عباسی خلیفہ المہدی نے شمالی سمت اضافہ کرایا اور ایریا 2450 مربع میٹر ہوگیا۔ 645ھ میں مسجد نبوی میں آگ لگ گئی پھر مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

مسجد نبوی کی تعمیرات کا ایک سلسلہ 5 / شوال 1370ھ میں شروع ہوا۔ تین کروڑ ریال سے قریبی مکان خرید لے گئے 1375ھ میں توسیع کا کام مکمل ہوا۔ اور مسجد کا رقبہ 6633 مربع میٹر ہوگیا اور کل رقبہ 16326 مربع میٹر ہوگیا۔ دو مینار تعمیر ہوئے جن کی بلندی 70 میٹر اور بنیادیں 17 میٹر گہری تھیں 1393ھ میں شاہ فیصل شہید نے مزید پانچ کروڑ ریال کے قریبی مکان خریدے اور رقبہ پہلے 3500 مربع میٹر اور پھر 5550 مربع میٹر ہوگیا۔ اس کے بعد مسلسل مزید اضافہ کئے جا رہے ہیں۔

مسجد نبوی میں چھ مینار تعمیر کئے گئے جن کی اونچائی 34 میٹر ہے مسجد نبوی کا ائیر کنڈیشن کا نظام دنیا میں براہ راست ائیر کنڈیشننگ کا سب سے بڑا پلانٹ ہے۔ اس میں مین پلانٹ سات (7) کلومیٹر دور واقع

ہے اور اس کی پائپ لائینوں کو ایک سرنگ کے ذریعے مسجد تک لایا گیا ہے۔

موجودہ مسجدِ نبوی ﷺ اس لحاظ سے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ توسیع کے بعد رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا شہر مدینہ پورا کا پورا مسجد میں آچکا ہے۔ اس کی تعمیر ومرمت اور تزئین وآرائش اور اضافوں کا کام مستقل ہو رہا ہے۔

3.2.1 ۔ ریاض الجنۃ کے سات ستون

ربیع الاول 1 ہجری ، 622 سن عیسوی

مسجد نبوی میں ریاض الجنہ وہ جگہ ہے جسے جنت کا ٹکڑا کہا جاتا ہے۔ یہ حصہ قیامت کے بعد جنت کا حصہ بن جائے گا۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک بھی ہے جو کہ دراصل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ تھا۔ ایک حجرہ سے متصل جگہ ریاض الجنہ ہے اس میں سات متبرک ستون ہیں جو خاص رنگ سے نمایاں کئے گئے ہیں۔

ان کی تفصیل یوں ہے

(1) استوانہ حنانہ

یہ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کا ستون ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہاں ایک کھجور کا تنا ہوا کرتا تھا جس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ جب لکڑی کا منبر بن گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ دینے لگے تو یہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ بعد میں اس تنے کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا تھا۔

(2) استوانہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ قرعہ اندازی کرنے لگیں گے (طبرانی)

اس جگہ کی نشاندہی حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمائی ۔ اب وہاں ستونِ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنادیا گیا ہے۔

(3) استوانہ ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک صحابی حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ایک قصور ہوگیا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک راز فاش کردیا تھا۔ اس کے بعد توبہ کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو یہاں ستون سے باندھ لیا تھا اور قسم کھا لی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ آ کر خود نہیں کھولیں گے رسیاں نہیں کھولوں گا اور بنو قریظہ کی سرزمین پر قدم نہیں رکھوں گا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ یہ کام کر بیٹھے ہیں تو میں بھی نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ کردے۔ نماز کے وقت ان کو کھول دیا جاتا تھا اور نماز ختم ہونے کے بعد پھر باندھ دیا جاتا تھا۔ آپؓ مسلسل چھ راتوں تک اسی ستون سے بندھے رہے۔ رسول اللہ ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر پر تشریف رکھتے تھے کہ سورۃ توبہ نازل ہوئی اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری دعا قبول کر لی۔ تو لوگ ان کو کھولنے کے لئے دوڑے لیکن انہوں نے سب کو منع کر دیا جب تک رسول اللہ ﷺ آ کر مجھے نہیں کھولیں گے میں اپنی رسیاں نہیں کھلواؤں کا پھر رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز کے لئے نکلے تو آپ ﷺ نے آ کر ان کو کھول دیا۔

(4) استوانہ سریر

اس جگہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اعتکاف فرماتے تھے۔ اور رات کو یہاں ہی بستر بچھایا کرتے تھے۔

(5) استوانہ حرس:

اس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ رہتے تھے۔ اس مقام پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر نماز پڑھتے تھے۔اس کو ستونِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہتے ہیں۔ عربی میں حرس

Security کو کہتے ہیں۔

(6) استوانہ وفود:

یہ وہ جگہ ہے جہاں باہر سے جو وفد آتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کرتے تھے۔

(7) استوانہ تہجد:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس جگہ تہجد کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

یہ تمام ستون اسی حصہ مسجد میں ہے جو رسول اللہ کے زمانے میں تھی۔ یہاں ہر وقت بے پناہ ہجوم رہتا ہے، ان ستونوں کے پاس جا کر درود وسلام، تلاوتِ قرآن، دعا اور استغفار کرنا چاہیئے اور اگر موقعہ ملے تو نوافل ادا کیئے جائیں یہ وہ مقدس مقامات ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ کی نگاہ کرم پڑ چکی ہیں۔

3.3 ۔ مواخاۃ

ربیع الاول 1ہ ہجری ، 622ء سن عیسوی

مواخات دو بار ہوئی ایک بار ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مہاجرین کے درمیان ہوئی جس کے نتیجے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپس میں بھائی بنے۔ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، مصعب بن عمیرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ، ابوعبیدہؓ اور سالم مولیٰ ابی حدیفہؓ، سعید بن زیدؓ اور طلحہ بن عبیداللہؓ، اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دوسرے کے بھائی بنے۔ اور حضورا کرم ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دینی بھائی بھی بن گئے۔ (شامی)

دوسری بار ہجرت کے پانچ ماہ بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مکان پر مہاجر اور انصار کے درمیان بھائی چارہ کروایا۔ اس میں کل نوے (90) افراد تھے آدھے مہاجر اور آدھے انصار تھے، مواخات کی بنیاد یہ تھی کہ ایک دوسرے کے غم خوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبتی قرابت داری کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور وراثت کا یہ حکم جنگِ بدر تک قائم رہا، اس کے بعد ایک دوسرے کے لئے وراثت کا حکم ختم کر دیا گیا۔ لیکن باہمی اسلامی اخوت اور ایثار و محبت کا تعلق قائم رہا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دینی بھائی حضرت خارجہ بن زبیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دینی بھائی حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت سعد بن الربیع انصاری، حضرت زبیر بن عوامؓ کے بھائی حضرت سلامہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت ثابت بن منذر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حضرت مصعب بن عمیرؓ کے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمار بن یاسرؓ کے حضرت حدیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوحدیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ کے بھائی حضرت عباد بن بشیرؓ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنے۔ سلمان فارسیؓ اور ابوالدرداء عویمر بن ثعلبہؓ ، بلال بن رباحؓ اور ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمانؓ، حاطب بن ابی بلتعہؓ اور عویم بن ساعدہؓ، ابومرثدؓ اور عبادہ بن صامتؓ ، عبداللہ بن جحشؓ اور عاصم بن ثابتؓ، عتبہ بن غزوانؓ اور ابودجانہؓ، ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ اور سعد بن خیثمہؓ، عثمان بن مظعونؓ اور ابوالہیثم بن تیہانؓ ، عبیدہ بن حارثؓ اور عمیر بن حمامؓ، طفیل بن حارثؓ اور سفیان نسر خزرجیؓ، صفوان بن بیضاءؓ اور رافع بن معلیٰؓ، مقداد بن اسودؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ، ذوالشمانؓ اور یزید بن حارثؓ، ارقمؓ اور طلحہ بن زیدؓ، زید بن خطابؓ اور معن بن عدیؓ،

عمرو بن سراقہ ؓ اور سعد بن زید ؓ، عاقل بن بکیر ؓ اور مبشر بن عبدالمنذر ؓ، خنیس بن حذافہ ؓ اور منذر بن محمد ؓ، سرۃ بن ابی رھم ؓ اور عبادہ بن خشخاش ؓ، مسطح بن اثاثہ ؓ اور زید المزین ؓ، عکاشہ بن محصن ؓ اور مجذر بن دمار ؓ، عامر بن فہیرہ ؓ اور حارث بن صمہ ؓ، اور مہجع ؓ مولیٰ عمر ؓ فاروق اور سراقہ بن عمرو بن عطیہ ؓ بھائی بھائی بنا دیے گئے۔ (فتح الباری)

غرض یہ کہ ایک مہاجر اور ایک انصار کا رشتہ قائم ہوگیا۔ انہوں نے اس رشتے کو اتنے خلوص و محبت سے نبھایا جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی ہے۔ انصاری بھائیوں کی اپنا سب کچھ مہاجر بھائیوں پر قربان کرنے کی کوشش ہوتی۔ اور مہاجر بھائی اپنے انصای بھائی پر کم از کم بوجھ بننا چاہتے تھے۔ انہوں نے نہایت جفاکشی اور مستعدی کے ساتھ محنت و مزدوری کیں۔ دوکانداری اور تجارت شروع کیں اپنی ضروریات زندگی اپنی قوت بازو سے مہیا کرنے لگے۔ اور اپنے انصاری بھائیوں کے لئے تقویت بن گئے۔

بخاری شریف کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ربیع جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی بنائے گئے تھے۔ انہوں نے اپنا تمام مال آدھا آدھا تقسیم کیا۔ آدھا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف سے فرمایا کہ جو حصہ آپ کو پسند ہو لے لیجئے۔ میری دو بیویاں ہیں ان سے جو تمہیں پسند ہو میں اسے طلاق دے دیتا ہوں آپ ان سے شادی کر لیجئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف نے کہا اللہ آپ کے اہل وعیال اور مال میں برکت عطا فرمائے مجھے تو بازار کا رستہ بتا دیجئے۔ پس وہ ان کو مدینہ کے مشہور بازار قینقاع میں لے گئے۔ جہاں انہوں نے کچھ پنیر اور گھی خریدا اور شام تک فروخت کر دیا۔ چند روز میں خوب سرمایہ جمع ہوگیا۔ رفتہ رفتہ ان کی تجارت کو اتنی ترقی ہوئی کہ خود ان کا کہنا تھا کہ خاک پر ہاتھ مارتا تو سونا بن جاتی۔ ان کا سامان تجارت سات سات اونٹوں پر لادھ کر آتا تھا۔ اور جس دن وہ مدینہ پہنچتا تمام شہر میں دھوم مچ جاتی تھی۔ مدینہ میں ان سے زیادہ مالدار اور کوئی تاجر نہیں تھا۔ اسی طرح کچھ دوسرے صحابہ اکرم ؓ بھی تجارت میں لگ گئے اور آسودہ حال ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مقام سخ میں کپڑوں کا ایک کارخانہ قائم کر کے تجارت شروع کی۔ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قینقاع کے بازار میں تجارت کا آغاز کھجوروں کی خرید وفروخت سے کیا۔ جس کو بے حد ترقی حاصل ہوئی۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تجارت ایران تک پھیلی ہوئی تھی۔

سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک سے مروی ہے کہ انصاری اپنے درہم ودینار کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ اپنے کو حقدار نہیں سمجھتا تھا۔

دوسری طرف خود حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اگر انصاری کس وادی یا شعب سے گزریں تو میں بھی انصار کی وادی سے گزروں گا اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو ضرور انصار میں سے ہوتا۔ (بخاری)

حضرت براء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ انصار سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے اور منافق کے سواء ان سے کوئی بغض نہیں رکھتا بس جس نے ان سے محبت کی تو اللہ نے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اللہ نے اس سے بغض رکھا۔ حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ انصار کی محبت ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے۔ (بخاری)

3.4 ۔ پہلی سیاسی دستاویز

1ھ ہجری ، 622ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچے کے بعد بہت تیزی سے اپنے کام کا سلسلہ جاری رکھا۔ سب سے پہلے اسلام کے مرکز کا قیام مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں قائم ہوا۔ انصار اور مہاجریں مسلمانوں میں بھائی چارہ پیدا کیا گیا۔ اب ایک تاریخی دستاویز تیار کی گئی جس میں مدینہ کے تمام طبقوں کو شامل کیا گیا اور اس دستاویز پر متفقہ طور پر مشرکین مدینہ، یہود، اور مسلمانوں نے دستخط کئے اور عہد نامہ تیار ہوگیا۔ جس کے ذریعہ ساری جاہلی کشمکش کی بنیاد ڈھا دی گئی اور دورِ جاہلیت کے

رسم ورواج کی گنجائش ختم کر دی گئی۔

اس کی اہم باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) مدینہ میں جب کوئی بیرونی دشمن حملہ کرے گا تو تمام مدینہ والے مل کر اس کا دفاع کریں گے اور مقابلہ کریں گے۔

(2) یہود ان قریش مکہ یا ان کے حلیفوں کو مسلمانوں کے خلاف پناہ نہیں دیں گے۔

(3) مدینہ کے رہنے والوں میں کوئی شخص بھی کسی دوسرے کے دین و مذہب اور جان و مال سے تعرض نہ کرے گا۔

(4) مدینہ کے رہنے والوں میں کوئی دو فریق کسی بات پر آپس میں جھگڑیں اور خود نہ مسئلہ حل کر سکیں تو ان کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے جس سے کسی کو انکار وانحراف نہ ہوگا۔

(5) جنگ کے اخراجات وفائدے میں مدینہ کے تمام باشندے برابر کے شریک ہونگے۔

(6) جن قبیلہ یا قوموں سے مدینہ کے یہود کا معاملہ ہے اور ان سے معاہدہ ہے اور یہود ان کے دوست ہیں تو مدینہ کے مسلمان بھی ان کو اپنا دوست سمجھیں گے اور دوستوں کی طرح ان کو رعایت کریں گے۔

(7) اس طرح جو قبیلے مسلمانوں کے دوست ہیں مدینہ کے یہودی بھی ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کریں گے۔

(8) مدینہ کے اندر خون خرابہ کرنا حرام ہوگا مظلوم کی امداد سب پر فرض ہوگی۔

(9) مہاجرین قریش اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے اور مومنین کے درمیان معروف اور انصاف کے ساتھ اپنے قیدی کا فدیہ دیں گے۔ اور انصار کے قبیلے اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے اور ان کا ہر گروہ معروف طریقہ سے اور اہل ایمان کے درمیان انصاف کے ساتھ قیدی کا فدیہ ادا کرئے گا۔

(10) اہل ایمان اپنے درمیان کسی بے کس کو فدیہ یا دیت کے سلسلہ میں معروف طریقے کے مطابق عطاونوازش سے محروم نہ کرے گا۔

(11) کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

(12) مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو چھوڑ کر قتال فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں مصالحت نہیں کرے گا۔ بلکہ سب کے سب برابری اور عدل کے بنیاد پر کوئی معاہدہ کریں گے۔

(13) مسلمان اس خون میں دوسرے کے مساوی ہونگے جسے کوئی فی سبیل اللہ بہائے گا۔

(14) جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اور ثبوت موجود ہوگا۔ اس سے قصاص لیا جائے گا سوائے اس صورت کے کہ مقتول کا ولی راضی ہو جائے۔

(15) کسی مومن کے لئے حلال نہ ہوگا کہ کسی ہنگامہ برپا کرنے والے یا بدعتی کی مدد کرے اور اسے پناہ دے اور جو اس کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا۔ اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہوگا۔ اور اس کے فرض و نفل کچھ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔(ابن ہشام)

اس معاہدے کی تکمیل کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوشش فرمائی کہ مدینہ کے اردگرد کے علاقوں میں رہنے والے قبائل کو بھی اس معاہدے میں شریک کرلیا جائے تا کہ بدامنی اور آئے دن کی ہونے والی خونریزی کی روک تھام ہو سکے چنانچہ آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مقام ودان جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے اس مقصد کے لئے سفر فرمایا۔

قبیلہ بنی حمزہ بن بکر عبد مناف کو اس معاہدے میں شریک کر کے سردار عمرو بن محش سے دستخط کروائے۔ کوہِ بواط کے لوگوں کو بھی اس معاہدے میں شریک کیا گیا۔ ینبوع کی طرف مقام ذی العشرہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے گئے۔ اور بنو مدلج سے بھی معاہدے پر دستخط کروائے۔ ابھی مدینہ کے تمام نواحی قبائل پوری طرح سے معاہدے میں شریک نہ ہوئے تھے کہ مدینہ کے اندر خفیہ اور مدینہ کے باہر اعلانیہ دشمنوں نے حملے شروع کر دیئے۔

3.5 ۔ منافقت کی ابتداء

1ھ ہجری ، 622ء عیسوی

مدینہ میں ایک شخص عبداللہ بن ابیُ بن سلول تھا جو بہت عقل مند، تجربہ کار، ہوشیار اور چالاک تھا۔ اوس اور خزرج دونوں قبیلوں میں اس کا اثر ورسوخ تھا۔ لوگ اس کی سرداری کے لئے متفقہ طور پر تیار ہو گئے تھے۔ قبائل اوس وخزرج جنگ بعاث میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کر کے اپنے بہت سے بہادر مروا چکے تھے۔ اور اپنے آپ کو کمزور کر رہے تھے۔ عبداللہ بن ابیُ نے ان کی اس حالت سے فائدہ اٹھانے اور دونوں قوموں میں اپنی مقبولیت کو بڑھانے کی پوری کوشش شروع کر دی اور مدینہ والوں کو یہ بات منوانے میں کامیاب ہو گیا کہ اسے متفقہ طور پر مدینہ کا بادشاہ تسلیم کرلیں اور بات یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اس کے لئے ایک تاج بھی تیار کروالیا گیا تھا۔ بس اعلان ہونا باقی تھا کہ اس دوران مدینہ میں اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد ہوگئی اور یکدم حالات تبدیل ہو گئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مدینہ میں تشریف لانے کی وجہ سے مدینہ میں مسلمان سب سے بڑی طاقت بن گئے ۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت وہ معاہدہ تھا۔ جس پر مدینہ کے تمام قبائل نے دستخط لئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بالا دستی کو تسلیم کیا۔ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ عبداللہ بن ابیُ کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ بادشاہی اور سرداری اس کے لئے ایک خواب بن گئی ۔ چونکہ وہ بہت چالاک اور ہوشیار شخص تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا تھا۔ اس دشمنی کا اظہار وہ اپنے لئے نقصان دہ سمجھتا تھا اس لئے اس نے اپنی دشمنی کو پوشیدہ رکھا۔

قبائل اوس وخزرج کے جو لوگ ابھی مشرک اور بت پرست تھے وہ عبداللہ بن ابیُ کے زیر اثر تھے۔ قریش مکہ کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)اوران کے ساتھی مدینہ پہنچ کر اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں اور اسلام کی دعوت بہت تیزی سے پھیل رہی ہے تو انہوں نے ایک شرارت یہ کی کہ عبداللہ بن ابیُ اور مشرکین مدینہ کے پاس ایک اہم پیغام بھیجا کہ تم نے ہمارے آدمی کو ہماری مرضی کے خلاف

اپنے یہاں ٹھہرایا ہوا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم ان سے لڑو اور اپنے شہر سے نکال دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو ہم پورے زور کے ساتھ مدینہ پر حملہ کر دیں گے۔ تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو کنیزیں بنائیں گے۔

اس پیغام کے ملتے ہی عبداللہ بن ابیؑ نے تمام مشرکوں کو جمع کیا اور مکہ والوں کے اس پیغام سے مطلع کیا سب کو لڑائی پر آمادہ کیا۔ اتفاقاً آنخضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس مجلس اور اس سازش کا حال معلوم ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فوراً اس مجمع میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ قریش مکہ نے تم کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ اگر تم ان کے دھوکے اور دھمکی میں آ گئے تو بہت نقصان اٹھاؤ گئے۔ اور تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم ان کو صاف جواب دے دو اور اپنے عہد وقرار جو ہمارے ساتھ ہوا ہے اس پر قائم رہو۔ اگر قریش نے مدینہ پر حملہ کیا تو ہم کو ان کا مقابلہ کرنا اور ان سے لڑنا ہمیں بڑی اچھی طرح سے آتا ہے۔ کیونکہ ہم سب متحد ہو کر ان کے سامنے آئیں گے لیکن اگر تم مسلمانوں سے لڑے تو پھر اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بیٹوں اور بھائیوں اور رشتہ داروں کو قتل کرو گے اور برباد ہو جاؤ گے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ بات سن کر تمام مجمع نے اس کی تائید کی اور اسی وقت تمام مجمع منتشر ہو گیا اور عبداللہ بن ابیؑ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

3.6 ۔ اذان کی ابتداء

1ھ ہجری ، 622 عیسوی

جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ لوگوں کو کس طرح نماز کے لئے جمع کیا جائے۔ لوگوں نے مختلف رائے دیں مثلاً

(1) نماز کے وقت ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے جس کو دیکھ کر مسلمان ایک دوسرے کو مطلع کر دیں یہ رائے پسند نہیں کی گئی۔

(2) یہود کی طرح بوق (سینگ یا بگل) استعمال کیا جائے۔ جس کی آواز سے یہود نماز کی اطلاع دیا کرتے ہیں مگر یہ یہود کا طریقہ تھا۔ اس لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پسند نہیں فرمایا۔

(3) ناقوس کا ذکر ہوا جیسے نصاری اپنی نماز کی اطلاع دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں مگر یہ نصاری کا شعار تھا۔ اس لئے یہ تجویز بھی رد کر دی گئی۔

(4) پھر کہا گیا کہ آگ جلا دی جائے جس کو دیکھ کر لوگ اکٹھے ہو جائیں مگر یہ مجوسیوں کا طریقہ تھا۔ اس لئے اسے بھی پسند نہیں کیا گیا۔

آخر میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ تجویز دی کہ کوئی شخص مقرر کر دیا جائے جو نماز کے لئے بلند آواز میں پکار دیا کرے۔ چنانچہ یہ تجویز منظور ہوگئی۔ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ بوقت نماز **الصلوۃ جامعہ** کی صدا بلند کریں اس فیصلہ کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ (بخاری کتاب الاذان)

اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکھا اور اس نے انہیں اذان سکھائی۔ اس کے متعلق خود حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں۔ میں نے خواب کی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص آیا جس نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی تھیں اور ہاتھوں میں ناقوس لیا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے اللہ کے بندے کیا تم یہ ناقوس بیچو گے اس نے کہا کہ تم اس کا کیا کرو گے۔ میں نے کہا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے اس نے کہا کہ اس کام کے لئے میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہو۔ میں نے کہا کیوں نہیں چنانچہ اس نے کہا!

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

اشھد ان لا الٰہ الا للّٰہ

اشھد ان لا الٰہ الا للّٰہ

اشھد ان محمدا رّسول اللّٰہ

اشھد ان محمدا رّسول اللّٰہ

حیّ علی الصلوٰۃ حیّ علی الصلوٰۃ

حیّ علی الفلاح حیّ علی الفلاح

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

لا الٰہ الااللّٰہ

"حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں فرشتے کے اذان و اقامت سکھانے کا ذکر ہے، اس کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں: اذان کہنے کے بعد فرشتہ تھوڑی دیر رکا پھر کھڑا ہوا اور اذان کے مثل کلمات کہے لیکن حیّ علی الفلاح کے بعد

قد قا مت الصلوٰۃ قد قا مت الصلوٰۃ کے کلمات زیادہ کہے۔

(سنن ابی داوٗد ج 1 ص 82 باب کیف الاذان)

اس سے معلوم ہوا کہ اقامت کے کلمات بھی وہی ہیں جو اذان کے ہیں لیکن اقامت میں حیّ علی الفلاح کے بعد کلمہ قد قا مت الصلوٰۃ دومرتبہ زیادہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن محیریز رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔

(شرح معانی الآثار ج 1 ص 102 باب الاقامۃ کیف ھی؟)

اور سنن ابن ماجہ اور مصنف ابن شیبہ میں اقامت کے ان سترہ کلمات کا ذکر یوں ہے۔

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

اشھد ان لا الٰہ الااللّٰہ اشھد ان لا الٰہ الااللّٰہ

اشھد ان محمد ارّسول اللّٰہ اشھد ان محمد ارّسول اللّٰہ

حیّ علی الصلوۃ حیّ علی الصلوۃ

حیّ علی الفلاح حیّ علی الفلاح

قد قا مت الصلوٰۃ قد قا مت الصلوٰۃ

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

لا الٰہ الااللّٰہ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 312,313، سنن ابن ماجہ: باب الترجیع فی الاذان)

خواب دیکھنے کے بعد حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مسجد نبوی میں آکر اطلاع دی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خواب سن کر فرمایا! یہ خواب انشااللہ حق ہے اور فرمایا یہ اذان حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سکھا دو۔ ان کی آواز بلند ہے۔ چنانچہ جب حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اذان دی تو حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے گھر سے چادر گھسیٹتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے جیسے عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دیکھا ہے۔ اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سمیت چودھا (14) اور اصحاب نے بھی خواب میں اذان کا مشاہدہ کیا تھا۔ (ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب کیفیت الاذان)

3.7 ۔ یہود کے ساتھ معاہدہ

1ھ ہجری ، 622ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب مدینہ تشریف لے کر آئے تو یہاں مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت تھی۔ مدینہ میں بیشتر آبادی اوس اور خزرج کی تھی اور اطراف میں ایک بڑی تعداد یہودیوں کی تھی جن کے تین قبائل بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ تھے۔ جو مضبوط قلعوں میں رہتے تھے۔

اہل کتاب ہونے کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کافی جانتے تھے۔ مگر اپنی فطری بغض اور عناد و عداوت کی وجہ سے ایمان نہ لائے تھے لیکن ان میں کچھ سلیم الفطرت لوگ بھی تھے۔ جو ایمان لائے اور اپنی کتابوں میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں جو پیشنگوئیاں اور نشاندھیاں تھی وہ لوگوں میں بیان کرتے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انصار مدینہ اور مشرکینِ مدینہ کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد

یہودیوں کے ساتھ بھی ایک معاہدہ کیا۔ جس میں انہیں دین اور مذہب، اور جان و مال کی مکمل آزادی دی گئی اور جلاوطنی، ضبطیٔ جائیداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔

معاہدے کی دفعات اتنی معقول اور فائدہ مند تھیں کہ یہود کو چاہتے ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے اس معاہدے پر عمل کرنا پڑا۔

3.8 ۔ معاہدے کی اہم دفعات

1ہ ہجری، 622ء

اس معاہدے کی دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) بنوعوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت ہوں گے وہ اپنے دین پر عمل کریں گے۔ بنوعوف کے علاوہ دوسرے یہود کو بھی یہ حقوق حاصل ہوں گے۔

(2) یہود اپنے اخراجات کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخرجات کے۔

(3) اگر کوئی حملہ آور اس معاہدے کے کسی فریق سے جنگ کرے گا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

(4) اس معاہدے کے شرکاء کے باہمی تعلقات خیر خواہی، دوراندیش اور فائدہ رسانی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔

(5) کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرایا جائے گا۔

(6) مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

(7) جب تک جنگ جاری رہے گی یہود بھی مسلمان کے ساتھ جنگی اخراجات برداشت کریں گے۔

(8) اس معاہدے کے سارے شرکاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور خون خرابہ حرام ہوگا۔

(9) اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم سے ہوگا۔

(10) قریش اوراس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دیں گے۔

(11) جب کہیں سے مدینہ پرحملہ ہوگا تو تمام فرق مل کراس کا مقابلہ کریں گے۔

(12) یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے آڑ نہ بنے گا۔ (ابن ہشام)

یہ معاہدہ طے ہو جانے سے مدینہ اوراس کے اطراف میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک وفاقی حکومت قائم ہوگئی تھی اور مدینہ اس کا دارالخلافہ تھا۔ جس میں مسلمانوں کو غالب حکمرانی حاصل تھی۔ اس طرح سے مدینہ منورہ وقعتاً اسلامی حکومت کا مرکز بن گیا۔

3.9۔جنگ کی اجازت

1ھ ہجری ، 623ء

مدینہ میں مشرکین مدینہ اور یہود سے معاہدوں کے باوجود مسلمان اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سخت خطرے میں رہتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت محتاط طریقے سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ صحابہ اکرام ؓ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کے لئے راتوں کو پہرہ دیتے تھے۔ قریش مکہ کی طرف سے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار سے جنگ کی اجازت دے دی اور ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْ ا ط

وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِ ھِمْ لَقَدِیْرُ ☆ (الحج۔39)

ترجمہ: جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور خدا (انکی مدد کرے گا وہ) یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ (الحج ۔39)

جنگ کی اجازت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے حکمت سے کام لیتے ہوئے شروع میں اسے قریش مکہ سے مقابلہ کرنے کا منصوبہ بنایا اس کے دو اہم مشن تھے۔

(1) جو قبائل قریش کی تجارتی شاہراہوں کے اردگرد یا اس شاہراہوں سے مدینہ تک کے درمیانی علاقے میں آباد تھے ان کے ساتھ حلفِ دوستی وتعاون اور جنگ نہ کرنے کے معاہدے کئے۔

(2) ان تجارتی شاہراہوں پر گشتی دستے بھیجنا۔

پہلے منصوبے کی ضمن میں اطراف کے یہود کے ساتھ معاہدے کئے گئے جس میں قبیلہ جہنیہ کے ساتھ بھی دوستی وتعاون اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔

مدینہ کے راستے پر عموماً اور مکہ کے راستوں پر خصوصاً نظر رکھی جانے لگی اور قریش کی آمد ورفت پر کڑی نظر رکھی گئی۔ مدینہ کے مشرکین اور یہود اور آس پاس کے بدوؤں کے قبائل کو یہ احساس دلایا کہ مسلمان طاقتور ہیں اور اب انہیں اپنی پرانی کمزوری سے نجات مل گئی ہے۔ قریش کے اقتصادی اور معاشی مفادات کو خطرے میں ڈال کر ان کو صلح کی طرف مائل کیا جائے۔ جواب بھی مسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے کے عزم کئے ہوئے تھے اور مسلمان پورے جزیرہ العرب میں اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے آزاد ہو جائیں۔

3.10 ۔ سریہ سیف البحر یا سریہ حمزہؓ

رمضان 1 ہجری ، مارچ 623ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمطلب کو اس سریہ کا امیر بنایا اور تیس مہاجرین کو ان کے زیرکمان شام سے آنے والے ایک قریش قافلے کا پتہ لگانے کے لئے روانہ فرمایا اس قافلے میں تین سو آدمی تھے جن میں ابوجہل بھی تھا۔ مسلمان رعیض (بحراحمر کے اطراف ینبوع اور مروہ کے درمیان ایک مقام ہے) کے اطراف میں ساحل سمندر کے پاس پہنچے تو قافلے کا سامنا ہوگیا اور فریقین جنگ کے لئے صف آرا ہو گئے۔ لیکن قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو نے جو فریقین کا حلیف تھا دوڑ دھوپ کر کے جنگ نہ ہونے دی۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ جھنڈا پہلا تھا جسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دست بازو سے باندھا تھا۔ اس کا رنگ سفید تھا اور اس کے علمبردار حضرت مرثد کناز بن حصین غنوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔

3.11 ۔ امہات المومنین ؓ کے حجرے

1 ہجری ، 623ء

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے بعد اس سے متصل ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ازواج مطہرات کے لئے حجرے تعمیر کروائے اس وقت حضرت سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ کے نکاح میں آچکی تھیں ۔ اس لئے دو ہی حجرے تعمیر کرائے گئے ۔ باقی حجرے بعد میں ضرورت کے مطابق تعمیر ہوتے رہے ۔ مسجد کے متصل ہی حضرت حارثہ بن نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مکانات تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب ضرورت پیش آئی تو وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نذر کر دیتے اس طرح انہوں نے یکہ بعد دیگرے اپنے تمام مکان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نذر کر دیئے ۔ (زرقانی)

اکثر حجرے کھجور کی شاخوں اور کچی اینٹوں سے بنائے گئے تھے ۔ کمروں کی لمبائی دس ہاتھ اور چوڑائی چھ ہاتھ اور اونچائی اتنی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو لے ۔ تمام حجرے مشرق اور شام کی طرف واقع تھے ۔ (زرقانی)

دروازوں پر کمبل اور ٹاٹ کے پردے رہتے تھے اور راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے ۔ حجرے مسجد سے اتنے قریب تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر مبارک مسجد سے باہر نکال دیتے اور ام المومنین آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بال دھو دیتی تھیں ۔

3.12 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی رخصتی

شوال 1 ہجری ، 623ء

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مکہّ سے ہجرت کر کے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے کر آئیں اور آپ بنو حارث بن خزرج کے محلّہ میں ٹھہریں اور سات آٹھ ماہ اپنی والدام رومان کے ساتھ رہیں ۔ یہاں آ کر آپ (رضی اللہ تعالیٰ

عنہا) بیمار پڑ گئیں۔ جب صحت یاب ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آکر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی یارسول اللہ اب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں بلوا لیتے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس وقت میرے پاس مہر ادا کرنے کے لئے رقم نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میری رقم قبول فرمالیجئے چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بارہ اوقیہ چاندی اور ایک نش حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قرض لے کر، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس بھیجوا دیئے۔ مدینہ گویا حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی سسرال تھی انصار کی عورتیں دلہن کو لینے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر آئیں۔ جب حضرت بی بی عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی والدہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لے کر وہاں داخل ہوئیں جہاں انصار کی خواتین بیٹھی تھیں تو انہوں نے یہ کہہ کر استقبال کیا اور دلہن کو سنوارا۔

" علٰی الخیر و البرکۃ وعلٰی خیر طائیر "

ترجمہ: یعنی آپ کا آنا بخیر و برکت اور نیک فال ہو۔

تھوڑی دیر بعد خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تشریف لے آئے اس وقت ضیافت کے لئے ایک پیالہ دودھ کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا نکاح، مہر، رخصتی غرض ہر رسم سادگی سے ادا کی گئی۔ جس میں تکلف، آرائش اور اسراف کا نام تک نہ تھا۔

3.13 ۔سریہ رابع یا سریہ حضرت عبیدہ بن حارثؓ

شوال 1ھ ہجری، اپریل 623ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبیدہ بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمطلب کو مہاجرین کے ساٹھ سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ فرمایا۔ رابع کی وادی میں ابوسفیان سے سامنا ہوا اس کے ساتھ دوسو افراد تھے فریقین نے ایک دوسرے پر تیر چلائے لیکن اس سے آگے جنگ نہ ہوئی۔

اس سریہ میں مکی لشکر کے دو آدمی مسلمانوں سے آکر مل گئے۔ ایک حضرت مقداد بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) البہرانی اور دوسرے حضرت عتبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن غزوان المازنی۔ یہ دونوں مسلمان تھے

اور کفار کے ساتھ نکلے ہی اسی مقصد سے تھے کہ اس طرح مسلمانوں سے جاملیں گے۔

حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارث کا علم سفید تھا اور علمبردار حضرت مسطح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اثاثہ بن مطلب بن عبد مناف تھے۔

3.14 ۔سریہ خرار یا سریہ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص

ذو القعدہ 1ہ ہجری ، مئی 623ء

خرار حجفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سریہ کا امیر حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص کو مقرر کیا۔ انہیں بیس آدمیوں کی کمان دے کر قریش کے ایک قافلے کا پتہ لگانے کے لئے روانہ فرمایا۔ اور یہ تاکید کردی کہ خرّار سے آگے نہ بڑھیں۔ یہ لوگ پیدل روانہ ہوئے رات کو سفر کرتے اور دن کو کہیں چھپ جاتے تھے۔ پانچویں روز صبح خرّار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ ایک دن پہلے جاچکا تھا۔

اس سریہ کا علم سفید تھا اور علمبردار حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمرو تھے۔ راہِ خدا میں کفار کا پہلا خون بہانے کا شرف حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص کو حاصل ہے اور راہِ خدا میں پہلا تیر بھی انہوں نے ہی چلایا تھا۔

3.15 ۔ غزوۂ ابواء یا (وَدّان)

صفرالمظفر 2ہ ہجری ، اگست 623ء

ودان۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے یہ رابع سے مدینہ جاتے ہوئے انتیس (29) میل کے فاصلہ پر آتا ہے ابواء (ودان) کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔

اس مہم میں ستر (70) مہاجرین کے ہمراہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہ نفس نفیس تشریف لے کر گئے اور مدینہ میں حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبادہ کو اپنا قائم مقام بنا کر گئے، مہم کا مقصد قریش

کے ایک قافلہ کو روکنا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ودان تک پہنچے مگر کوئی معاملہ پیش نہ آیا۔

اسی غزوہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنوضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی الضمری سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔ معاہدے کی عبارت یہ تھی۔

یہ بنوضمرہ کے لئے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تحریر ہے یہ لوگ اپنے جان اور مال کے بارے میں امان میں رہیں گے اور جو ان کے خلاف جنگ کرے گا اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی الا یہ کہ یہ خود اللہ کے دین کے خلاف جنگ کریں۔ یہ معاہدہ اس وقت تک کے لئے ہے جب سمندر ان کو تر کرے یعنی ہمیشہ کے لئے۔ اور جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی مدد کے لئے انہیں آواز دیں گے تو انہیں بھی آنا ہوگا۔ (المواہب الدنیہ)

یہ ایک فوجی مہم تھی جس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بذاتِ خود تشریف لے گئے تھے اور پندرہ دن مدینہ سے باہر گزار کے واپس آئے۔ اس مہم (جنگ) کا پرچم سفید رنگ کا تھا اور اس کے علمبردار حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔

3.16 ۔ غزوۂ بُواط

ربیع الاول 2 ہجری ، ستمبر 623ء

بُواط۔ یہ کوہستان جہنیہ کے سلسلہ کے دو پہاڑ تھے جو درحقیقت ایک ہی پہاڑ کی دو شاخیں تھیں۔ یہ مکہ سے شام جانے والی شاہراہ کے ساتھ ساتھ اور مدینہ سے اڑتالیس (48) میل کے فاصلہ پر ہے۔

اس مہم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسو صحابہ اکرام ؓ کو لے کر روانہ ہوئے۔ مقصود قریش کا ایک قافلہ تھا جس میں امیہ بن حلف سمیت قریش کے ایک سو آدمی اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) رضویٰ کے اطراف میں مقام بُواط تک تشریف لے گئے لیکن کوئی معاملہ پیش نہیں آیا۔

اس غزوہ کے دوران حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معاذ کو مدینہ کا امیر بنایا گیا تھا۔ اس غزوہ کے پرچم کا رنگ سفید تھا اور علمبردار حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص تھے۔

3.17 ۔ غزوۂ سفوان

ربیع الاول 2ھ ہجری ، ستمبر 623ء

اس غزوۂ کی وجہ یہ تھی کہ کفار مکہ کا ایک سردار کرز بن جابر نے مشرکین کی ایک مختصر فوج کے ساتھ مدینہ منورہ کے متصل چراگاہ پر چھاپا مارا اور مسلمانوں کے بہت سے اونٹ اور مویشی لوٹ کر لے گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس واقعہ کی جب اطلاع ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ستر صحابہؓ کو لے کر اس کا تعاقب کیا اور بدر کے اطراف میں وادی صفوان تک تشریف لے گئے۔ لیکن کرز اور اس کے ساتھی نکل چکے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی ٹکراؤ کے بغیر واپس آ گئے۔

اسی غزوہ کو بعض لوگ غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔اس غزوہ کے دوران مدینہ منورہ کی امارت حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارثہ کو سونپی گئی۔ اس غزوہ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا اور اس کے علمبردار حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ تھے۔

3.18 ۔ غزوۂ العُشیر ہ

جمادی الاولیٰ و جمادی الاخرہ 2ھ ہجری ، بمطابق نومبر دسمبر 623ء

ذوالعشیر ہ: ینبوع کی طرف ایک مقام کا نام ہے۔ اس مہم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ ڈیڑھ یا دوسو مہاجرین تھے۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی کو روانگی پر مجبور نہیں کیا تھا۔ سواری میں صرف تیس اونٹ تھے۔ اس لئے لوگ باری باری سوار ہوتے تھے۔ مقصود قریش کا ایک قافلہ تھا جو شام جا رہا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ یہ مکہ سے نکل چکا ہے اور ان کے ساتھ قریش کا کافی مال واسباب ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے لئے ذوالعشیر ہ پہنچے لیکن وہ قافلہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہنچنے سے کئی دن پہلے جا چکا تھا۔ یہ وہی قافلہ تھا جسے شام سے واپسی پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے روکنا چاہا تھا لیکن اس کی وجہ سے غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا۔

اس غزوہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنو مدلج اور ان کے حلیف بنوضمرہ سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔ اس مہم کے دوران مدینہ میں سربراہی کی ذمہ داری حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالاسد مخزومی کو سونپی گئی۔ اس مہم کے علم کا رنگ سفید تھا اور اس کے علمبردار حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔

3.19۔سریہ نخلہ یا سریہ عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش

رجب المرجب 2ھ ہجری ، جنوری 624ء

اس مہم پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو امیر مقرر کیا کل بارہ مہاجرین کا دستہ تھا اور چھ اونٹ تھے ایک اونٹ پر دو افراد باری باری سفر کرتے تھے۔ دستے کے امیر کو حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک تحریر دی تھی اور فرمایا کہ دورانِ سفر دو دن کے بعد اسے کھول کر دیکھیں اور اسی پر عمل کریں۔ چنانچہ دو دن بعد وہ تحریر دیکھی گئی اس میں لکھا تھا۔ جب تم میری یہ تحریر دیکھ لو تو آگے بڑھتے جاؤ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ میں اترو۔ اور وہاں قریش کے ایک قافلے کی گھات لگ جاؤ۔ اور ہمارے لئے اس کی خبروں کا پتہ لگاؤ۔

اس پر حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش نے تمام ساتھیوں کو اطلاع کی اور فرمایا کہ میں کسی پر جبر نہیں کرتا جو میرے ساتھ آگے جانا چاہے وہ میرے ساتھ رہے اور جو واپس جانا چاہے وہ جا سکتا ہے۔ تمام ساتھی ان کے ساتھ آگے جانے کے لئے تیار ہو گئے اور نئی منزل کی طرف چل پڑے۔ راستے میں حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص اور عتبیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن غزوان جس اونٹ پر سفر کر رہے تھے وہ غائب ہو گیا اس لئے یہ دونوں حضرات پیچھے رہ گئے۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش نے طویل مسافت طے کر کے نخلہ پہنچ گئے۔ وہاں سے قریش کا قافلہ گزرا جن کے ساتھ کشمش، چمڑے اور تجارتی سامان تھا۔ قافلہ میں عبداللہ بن مغیرہ کے دو

بیٹے عثمان اور نوفل اور عمرو بن حضرمی اور حکیم بن کیسان مولیٰ مغیرہ تھے۔ مسلمانوں نے باہم مشورہ کیا کہ کیا کریں۔ رجب کی پہلی تاریخ شروع ہو چکی تھی جو کہ حرام مہینوں میں آتی ہے جس میں جنگ کرنا منع ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے انتظار کیا تو یہ حدودِ حرم میں داخل ہو جائیں گے اس لئے ہمیں حملہ کر دینا چاہئے۔

چنانچہ ایک شخص نے عمر بن حضرمی کو تیر مارا اور اس کا کام تمام کر دیا باقی لوگوں نے عثمان اور حکیم کو گرفتار کرلیا۔ البتہ نوفل بھاگ نکلا۔ اس کے بعد یہ لوگ دنوں قیدیوں اور سامان قافلہ کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ انہوں نے مالِ غنیمت میں سے خمس بھی نکال لیا تھا اور یہ اسلامی تاریخ کا پہلا خمس، پہلا مقتول اور پہلے قیدی تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی اس حرکت پر باز پرس کی کہ حرام مہینے میں جنگ کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس واقعہ سے مشرکین کو بہت پروپگنڈا کرنے کا موقعہ مل گیا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ق وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ج وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ط وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ o (البقرہ۔217)

ترجمہ: لوگ آپ سے حُرمت والے مہینوں میں لڑائی کی بابت سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان میں لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے یہ فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں ان کے اعمال دنیوی اور آخروی سب غارت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں

ہی رہیں گے۔

اس وحی کے بعد مسلمانوں کو جوان کے خلاف پروپگنڈا ہو رہا تھا اس سے تسلی ہوئی۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا اور مقتول کے اولیاء کو اس کا خون بہا دیا گیا۔

3.20 ۔ جہاد کی فرضیت کا حکم

شعبان 2 ہجری ، 624ء

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش کے سریہ کے بعد شعبان 2 ہجری میں جہاد کی فرضیت کا حکم آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۝ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ☆ (سورۃ البقرہ ۔ 193-190)

ترجمہ: اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور مار ڈالو ان کو جہاں پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا اور سنو فتنہ مار ڈالنے سے زیادہ سخت ہے۔ اور مسجدِ حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک یہ خود تم سے نہ لڑیں۔ اگر یہ تم سے لڑیں تو تم بھی انہیں مارو۔ کافروں کا بدلہ یہی ہے۔ پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ کا دین غالب نہ آ جائے۔ اگر یہ رک جائیں تو تم بھی رک جاؤ۔ زیادتی تو صرف ظالموں پر ہی ہے۔

ان آیات کے چند دنوں بعد یہ آیات اور نازل ہوئیں جس میں جنگ کا طریقہ بتایا گیا ہے اس کی ترغیب دی گئی ہے اور بعض احکامات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ق فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ج ذٰلِكَ ؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَا نْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَاْ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۞ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۞ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ☆

ترجمہ: تو جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو گردنوں پر وار مارو جب ان کو اچھی طرح کچل ڈالو تو اب خوب مضبوط قید و بند سے گرفتار کرو (پھر اختیار ہے) کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر۔ تاوقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو (خود) ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن (اس کا منشا یہ ہے) کہ تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے کے ذریعہ سے لے لے جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ انہیں راہ دکھائے گا اور ان کے حالات کی اصلاح کر دے گا۔ اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر دیا ہے۔ اے ایمان والو! اگر تم (اللہ کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا ۔ (سورۃ محمد: ۴-۷)

اس کے بعد جنگ سے کترانے والوں کی مذمت فرمائی۔

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ج فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ لا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ☆(سورۃ محمد:۲۰)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے وہ کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب صاف

مطلب والی سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں قتال کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نظر ہوتی ہے جس پر موت کی بیہوشی طاری ہو، پس تباہی ہے ایسے لوگوں کے لئے۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، زہریؒ، سعید بن جبیرؒ، مجاہدؒ، عروہ بن زبیرؒ، زید بن اسلمؒ، قتادہؒ، مقاتل بن حیانؒ اور دیگر سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی اجازت میں جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ☆اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ☆اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ☆

ترجمہ: حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ جن کو نکالا ان کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو تو ڈھائے جاتے تکیے (خانقاہیں) اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت اور اللہ مقرر مدد کرے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی بے شک اللہ زبردست ہے زور والا وہ لوگ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم دیں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ کے اختیار میں ہے انجام کام کا۔ (سورۃ الحج: ۳۹۔۴۱)

جس طرح جنگ سے متعلق آیات نازل ہو رہی تھیں اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قریب ہی کوئی

بڑی جنگ ہونے والی ہے اور اس فتح اور نصرت مسلمانوں ہی کو نصیب ہوگی ۔ ان آیات پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کسی طرح مسلمانوں کو اشارتاً سمجھتا رہا ہے کہ جس طرح ان مشرکین نے تم کو وہاں سے نکالا ہے اسی طرح تم بھی ان کو نکال دو پھر کسی طرح ان کو قید کرنے باندھنے اور مخالفین کو کچل دینے کے احکامات دیئے جارہے ہیں اس بات سے اشارہ ملتا ہے کہ آخری فتح مسلمانوں ہی کو حاصل ہونے والی ہے۔

3.21 ۔ تحویلِ قبلہ

شعبان 2ھ ہجری ، فروری 624ء

قبلہ کے معنی ہیں سمتِ توجہ یعنی جس طرف رخ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر سمت میں موجود ہے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشرق اور مغرب سب اس کے ہیں لیکن اسلام میں قبلہ کی بڑی اہمیت ہے اگرچہ مومن کا رخ ہر عبادت میں صرف اللہ ہی کی طرف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر سمت اور ہر جہت سے بالاتر ہے اور اس کے لئے تمام سمتیں یکساں ہیں وہ کسی خاص سمت میں نہیں بلکہ ہر سمت اور ہر جگہ موجود ہے لیکن اسلام وحدت کا دین ہے۔ نقطہ نظر، فکر و خیال اور عقیدے میں وحدت کا حکم دیتا ہے۔ بے حساب خداؤں کی پرستش سے نکال کر ایک ذات واحد لاشریک کی عبادت اور اطاعت کا درس دیتا ہے۔ تمام فکری اور نظریاتی وحدتوں کو ایک وحدت دینے کے لئے قبلہ کی سمت کی بھی وحدت ہے۔ اس لئے تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے حکم دیا گیا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔

دراصل خانہ کعبہ حضرت آدم (علیہ سلام) سے لے کر تمام انبیاء سابقہ کے لئے قبلہ تھا۔ لیکن انبیاء بنی اسرئیل (علیہ سلام) کے لئے بیت المقدس کو قبلہ قرار دے دیا گیا۔ مکہ میں بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن وہاں وہ خانہ کعبہ کو درمیان میں رکھتے تھے۔ پھر جب مدینہ تشریف لائے تو سترہ (17) ماہ تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دلی خواہش تھی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قبلہ بھی وہی قرار دے دیا جائے جو حضرت آدم (علیہ سلام) اور حضرت ابراہیم (علیہ سلام) کا تھا۔

یہود کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری مخالفت کرتے ہیں اور نماز ہمارے قبلہ کی طرف منہ

کر کے پڑھتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہو گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ☆

ترجمہ: ہم آپ (ﷺ) کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اب ہم آپ (ﷺ) کو اس قبلہ کی جانب متوجہ کریں گے جس سے آپ (ﷺ) خوش ہو جائیں۔ آپ (ﷺ) اپنا منہ مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیں اور آپ (ﷺ) جہاں کہیں ہوں اپنا منہ اسی طرف پھیرا کریں، اہل کتاب کو اس بات کے اللہ کی طرف سے برحق ہونے کا قطعی علم ہے اور اللہ تعالیٰ ان اعمال سے غافل نہیں جو یہ کرتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ:۱۴۴)

المواہب الدنیہ اور سبل الہدی والارشاد میں مذکور ہے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت براء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے انتقال کے بعد ام بشیر بن براء بن معرور ؓ سے ملنے قبیلہ بنی سلمہ میں تشریف لے گئے، ام بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے کھانا تیار کیا۔ وہاں ہی ظہر کی نماز شروع فرمائی۔ جب دو رکعتیں پڑھ چکے تو جبرائیل علیہ سلام نے آ کر اشارہ کیا کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز میں ہی کعبہ کی طرف مڑ گئے۔ جس جگہ مرد تھے وہاں عورتیں آ گئیں اور جہاں عورتیں تھیں وہاں مرد آ گئے غرض سب لوگوں نے نماز میں اپنا رخ بدل لیا۔ اس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف اور دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف رخ کر کے پڑھیں، اس لئے اس مسجد کو اب مسجدِ قبلتین کہتے ہیں۔ (زرقانی)

منافقین نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اعتراض کیا کہ ان کا دین بھی عجیب ہے اپنا قبلہ روز روز بدلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض کا جواب دیا۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ☆ (سورۃ البقرہ: ۱۴۲)

ترجمہ:عنقریب نادان لوگ کہیں گے کہ جس قبلہ پر یہ تھے اس سے انہیں کس چیز نے ہٹایا؟ آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ مشرق ومغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جسے چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کردے۔
دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ☆

ترجمہ: ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جواللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرے نماز کی پابندی اور زکوۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔ (سورۃ البقرہ: ۱۷۷)

3.22 ۔ اصحابِ صفہ کے لئے چبوترہ بنوانا

شعبان 2 ہجری ، 624ء

لغت میں صفہ سایہ دار درخت کو کہتے ہیں، تحویل قبلہ کے بعد جب مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رخ بیت اللہ کی طرف ہوگیا تو قبلہ اول کی طرف والی دیوار اور اس سے متصل جگہ ان اصحاب کے لئے چھوڑ دی جنہوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کے لئے وقف کر دی تھی۔ جن کا کوئی ٹھکانا اور گھر بار موجود نہ تھا یہ جگہ صفہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔ یہ لوگ اصحابِ صفہ کے نام

سے یاد کئے جانے لگے۔

یہ لوگ دن رات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر رہتے تھے یہ نہ تجارت کرتے تھے نہ زراعت اور نہ مزدوری نہ ان کے بال بچے تھے ان کی ہر وقت کوشش ہوتی تھی کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی بات ہم سننے سے رہ نہ جائیں ان لوگوں کو کبھی کبھار دو دو دن تک کھانا نہ ملتا تھا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز کے لئے تشریف لاتے تو یہ بھی نماز میں شریک ہوجاتے بعض وقت بھوک اور کمزوری کی وجہ سے نماز کی حالت میں گر پڑتے تھے باہر کے لوگ ان کو دیوانہ سمجھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے ستر (70) ایسے اصحابِ صفہ کو دیکھا کہ ان کے پاس ایک چادر بھی ہو، صرف ایک تہ بند یا کمبل ہوتا جس کو انہوں نے گردنوں میں باندھا ہوا ہوتا تھا۔ اور یہ کمبل بھی اتنے چھوٹے ہوتے کہ آدھی پنڈلیاں تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنے تک اور وہ ہاتھ سے پکڑ کر رکھتے تھے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔ (بخاری)

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اصحاب صفہ کو لوگوں پر تقسیم کر دیتے کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔ تو کوئی دو کو لے جاتا، کوئی تین کو وغیرہ۔ حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہایت فیاض اور مالدار تھے وہ اپنے ہمراہ اسی اسی (80) آدمیوں کو لے جا کر کھانا کھلاتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوگ رات کو مسجد میں سو جاتے تھے۔ (فتح الباری)

3.23 ۔ روزے کی فرضیت

شعبان 2ھ ہجری ، 624ء

انصار و مہاجرین میں مواخات کے بعد تحویل قبلہ کا واقعہ پیش آیا اس کے بعد روزے کی فرضیت کا حکم آیا اس کے بعد صدقۃ الفطر واجب ہوا اور اس کے بعد زکوۃ فرض ہوئی۔

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب مدینہ تشریف لائے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر ماہ تین روزے اور یومِ عاشور کا روزہ رکھتے تھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر روزے فرض کئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ☆ (سورۃ البقرہ: ۱۸۵۔۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (۱۸۳) گنتی کے چند ہی دن ہیں۔ لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (۱۸۴)

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔ (سورۃ البقرہ۔۱۸۵)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اس لئے نہ تو بری بات کرے اور نہ جہالت کی بات کرے اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرے یا گالی گلوچ کرے تو کہہ دے میں روزے سے ہوں دو بار کہہ دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے روزہ دار کی منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے وہ کھانا پینا اور اپنی مرغوب چیزوں کو اللہ کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

لغت میں صوم یا صیام کے معنی ہیں رکنا اور شریعت کی اصطلاح میں ان الفاظ کا مفہوم ہے فجر سے غروب آفتاب تک روزے کی نیت کے ساتھ کھانے پینے جماع کرنے سے رُکے رہنا ہے، روزے سے انکار کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ روزے میں آنکھ کی حفاظت اور زبان سے فضول گوئی اور غصہ کی خاص ممانعت ہے۔ (مظاہر حق)

3.24 ۔ صدقہ الفطر اور عید کی نماز کا حکم

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

اسی سال رمضان المبارک کے آخیر میں عید سے دو روز قبل صدقہ الفطر اور صلوٰۃ العید کا حکم نازل ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (زرقانی)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ☆ (سورۃ الاعلیٰ:۱۵۔۱۴)

ترجمہ: یقیناً فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا۔

عمر بن عبدالعزیز اور ابوالعالیہ اس آیت کی اس طرح تفسیر فرماتے ہیں۔ فلاح پائی اس شخص نے جس نے زکوۃ الفطر ادا کی اور عید کی نماز ادا کی ۔(احکام القرآن)۔

حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ کے نزدیک صدقہ الفطر فرض ہے۔ حضرت امام مالکؒ کے ہاں سنت مؤکدہ ہے اور حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک میں واجب ہے اور اس کا عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ (مظاہر حق)

اس کی مقدار کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ ہم کھانے میں سے ایک صاع جو یا کھجور یا خشک انگور صدقہ الفطر نکالا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

ایک صاع = پونے دو کلو (مختلف جگہوں پر صاع کی مقدار میں فرق تھا)

3.25 ۔ زکوۃ کی فرضیت

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

زکوۃ کی فرضیت کے مختلف اقوال ہیں کہ کب فرض ہوئی لیکن یہ ثابت ہے کہ صدقہ الفطر زکوۃ کی فرضیت سے پہلے واجب ہوا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ زکوۃ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد فرض ہوئی لہذا ثابت ہوا کہ زکوۃ کی فرضیت 2ھ ہجری میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد ہوئی ہے۔ (فتح الباری)

زکوۃ کے لغوی معنی ہیں ''طہارت و برکت اور بڑھنا'' اصلاحِ شریعت میں زکوۃ اپنے مال کی مقدار معین کے اس حصہ کا کہ جو شریعت نے کسی مسکین کو مالک بنانا مقرر کیا ہے۔ (مظاہر حق)

بغیر زکوۃ ادا کئے مال جمع کرنے والوں کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان بتاتے ہیں کہ تمہارا خزانہ قیامت کے دن گنجے سانپ کی صورت میں ہوگا مالک اس سے بھاگے گا اور وہ اسے ڈھونڈتا پھرے گا یہاں تک کہ وہ سانپ مالک کو پا جائے گا اور اس کی انگلیوں کو لقمہ بنائے گا۔ (مسند احمدؒ)

3.26 ۔ صلوٰۃ الضحیٰ اور قربانی

2ھ ہجری ، 624ء

اسی سال بقر عید کی نماز اور قربانی کا حکم آیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ☆ (سورۃ الکوثر ۔ ۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت دن
لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص
ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہے۔
(ترمذی بحوالہ مشکوۃ مترجم جلد اول ۵/۸۶۲)
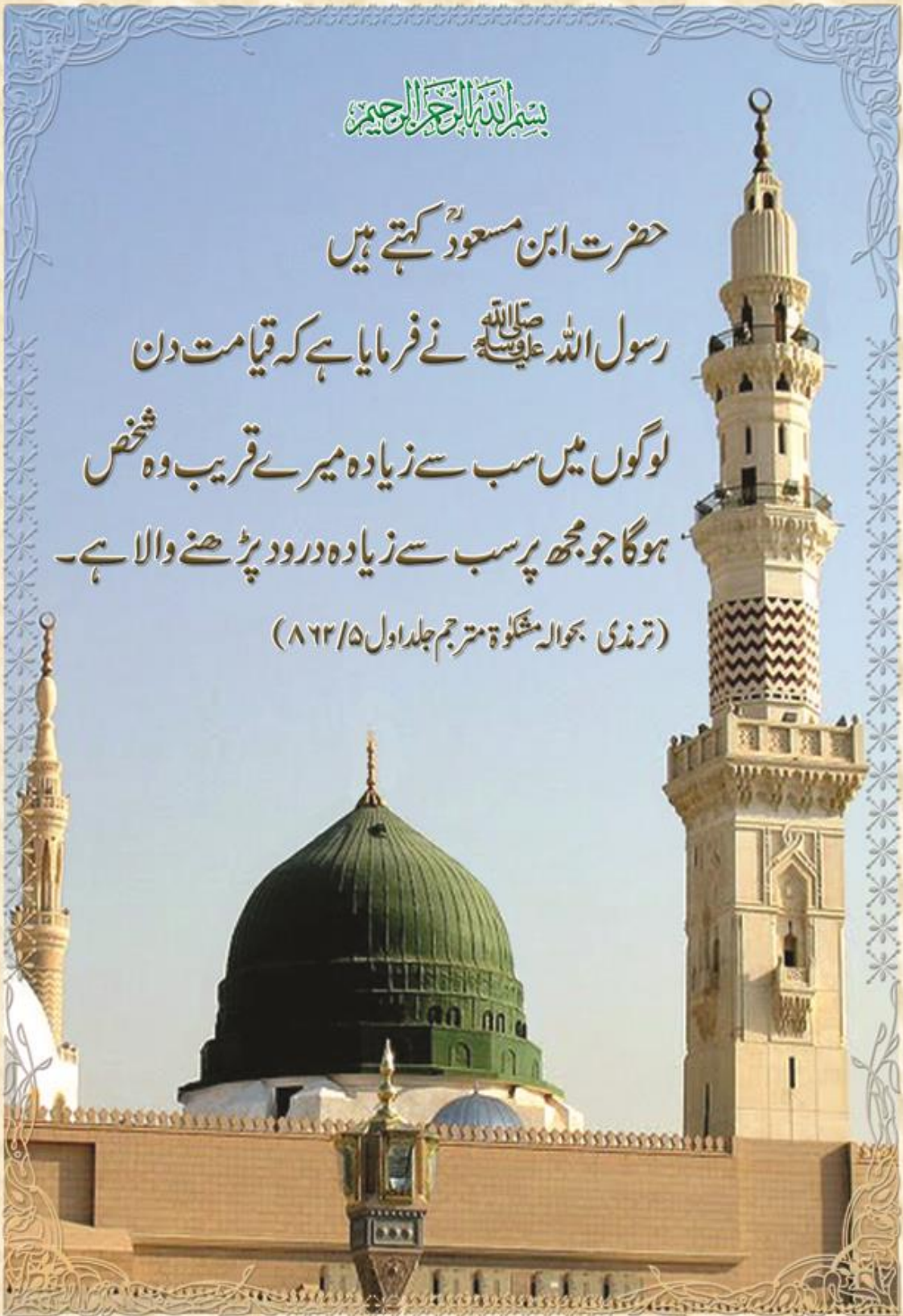
بسم اللہ الرحمن الرحیم
درود و سلام کی فضیلت
حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ
رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ بشاش تھا۔
آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور فرمایا کہ آپ ﷺ کے
پروردگار نے فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تجھ کو یہ پسند نہیں ہے کہ تیری امت میں
سے کوئی شخص تجھ پر درود بھیجے اور میں دس مرتبہ اس پر رحمت نازل کروں اور تیری
امت میں کوئی تجھ پر سلام بھیجے اور میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں۔
(نسائی، دارمی بحوالہ مشکوٰۃ مترجم جلد اول ۱۰/۸۶۷)
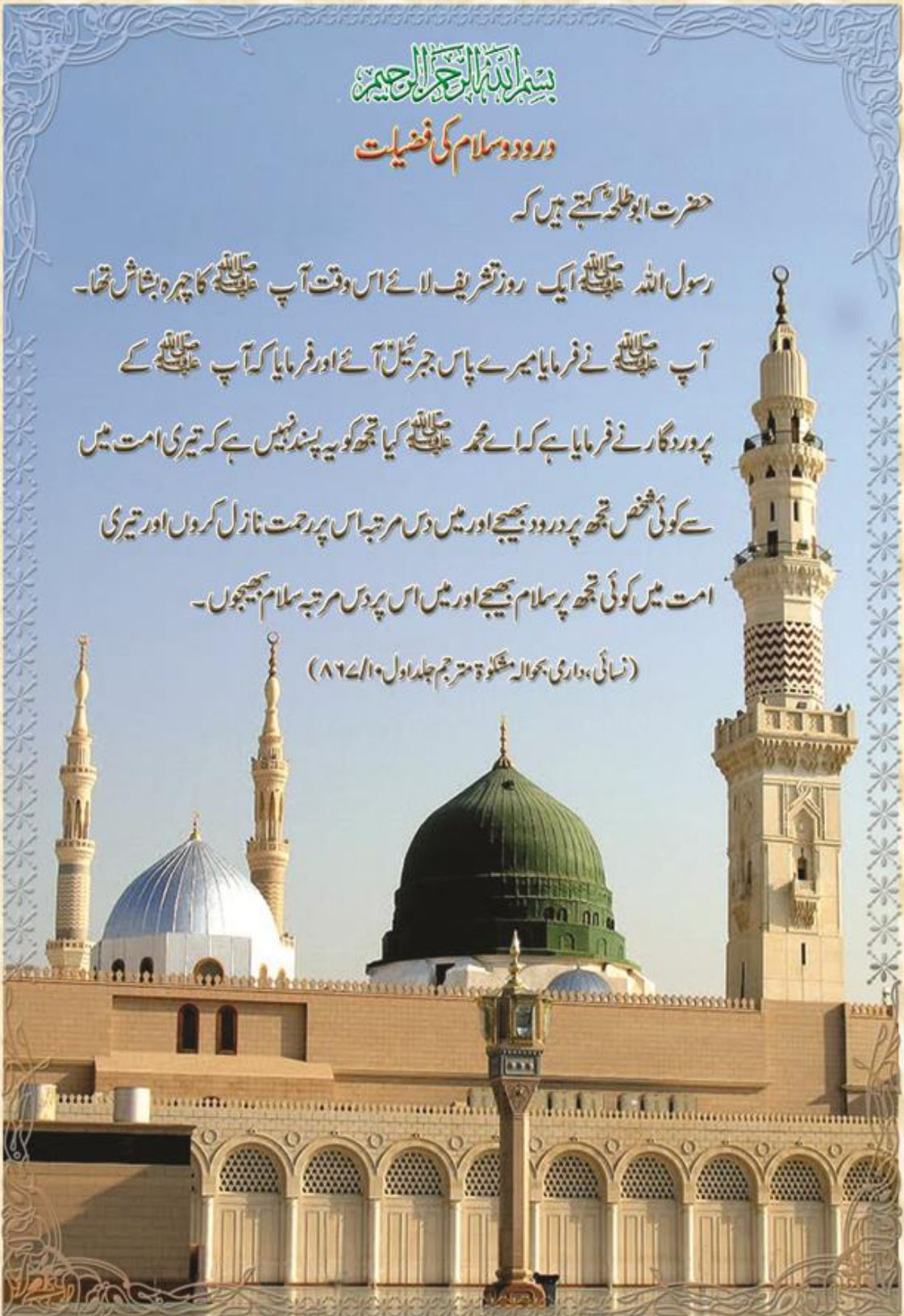
ترجمہ: تو اپنے پروردگار ہی کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کیا کرو۔
حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صلوٰۃ الاضحیٰ (بقرعید کی نماز) اور قربانی مراد ہے۔ (احکام القرآن للجصاص)

3.27 ۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجنے کا حکم

2 ہجری ، 624ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود وسلام بھیجنے سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ☆(سورة الاحزاب ۔ ۵٦)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی (ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم (بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

اس آیت کا اصل مقصد مسلمانوں کو یہ حکم دینا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کریں مگر اس کی تعبیر اور بیان میں طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور فرشتوں کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر فرمایا ہے اس کے بعد عام مومنین کو اس کا حکم دیا گیا ہے جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شرف اور عظمت کو مزید بلند فرما دیا کہ جو حکم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجنے کا مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے وہ کام اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے مقدس فرشتے بھی انجام دیتے ہیں۔ عام مومنین پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بے شمار احسانات ہیں اس لئے ان کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود وسلام بھیجنے والے مسلمان کی ایک بڑی فضیلت یہ ثابت ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمایا ہے جو کام اللہ تعالیٰ خود بھی کر تے ہیں اور اس کے فرشتے بھی۔ (انوار البیان)

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا قول ہے کہ درود شریف پڑھنا ہر مومن پر واجب ہے خواہ زندگی میں

ایک بار ہی پڑھے۔ امام طحاویؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے نماز میں التحیات کے بعد درود شریف کا پڑھنا واجب قرار دیا ہے۔ اس بات پر علمائے امت کا اجماع ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا نامِ مبارک سنا یا پڑھا جائے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ (تفسیر مظہری)

3.28 ۔غزوۂ بدر

رمضان ۲ھ ہجری، 624ء

3.28.1 ۔جنگ کے اسباب

غزوۂ ذی العشیر ہ میں قریشِ مکہ کا جو قافلہ مسلمانوں سے بچ کر شام کی طرف نکل گیا تھا اب یہی قافلہ شام سے پلٹ کر واپس مکہ آنے والا تھا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبید اللہ اور حضرت سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن زید کو اس کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے شمال کی جانب روانہ کیا۔ یہ دونوں صحابی (جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں) مقام خوداء تک تشریف لے گئے اور وہاں ہی ٹھہرے رہے جب ابوسفیان قافلہ لے کر وہاں سے گزرا تو یہ نہایت تیز رفتاری سے مدینہ پلٹے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع دی۔

اس قافلے میں اہل مکہ کی بڑی دولت تھی یعنی ایک ہزار اونٹ تھے جن پر کم از کم پچاس ہزار دینار (دوسو ساڑھے باسٹھ کلو سونا) کی مالیت کا ساز و سامان لدھا ہوا تھا اس کی حفاظت کے لئے صرف چالیس آدمی تھے۔

اہل مدینہ کے لئے یہ شاندار موقع تھا جبکہ اہل مکہ کے لئے اس کثیر مال سے محرومی بہت بڑی فوجی، سیاسی اور اقتصادی شکست کی حیثیت رکھتی تھی، اس لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کے اندر اعلان فرمایا کہ قریش کا یہ قافلہ مال و دولت لئے چلا آ رہا ہے اس لئے نکل پڑو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بطور غنیمت تمہارے حوالے کر دے۔ اس کاروائی کا ایک مقصد مکہ والوں پر ایک قسم کا رعب ڈالنا اور کرز بن جابر کی حرکت کا جواب دینا بھی تھا تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ مدینہ والوں سے بگاڑ کرنا ان کو تجارت کے لئے

کتنا نقصان دہ ہے۔ ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ اس قافلہ کی تجارت سے جو فائدہ ہوتا وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونا تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ گروہ جنگ کے ارادے سے نہیں بھیجا تھا اس لئے جنگی احتیاط بھی نہیں رکھی گئیں تھیں مکہ کے قافلے والوں کو جب مسلمانوں کے ارادوں کی اطلاع ملی تو وہ راستہ بدل کر قافلے کو نکال کر دوسری طرف سے لے گیا اور ایک شخص ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر راستہ ہی سے مکہ کی طرف دوڑایا کہ ہمیں مسلمانوں سے خطرہ ہے مدد کو پہنچو اور اپنے مال کو بچاؤ۔ اس نے مکہ پہنچ کر عرب کے دستور کے مطابق اونٹ کی ناک چھیددی، کجاوہ الٹا کیا، کرتا پھاڑ لیا اور وادی مکہ میں اسی اونٹ پر کھڑے ہوکر آواز لگائی۔ اے جماعتِ قریش! قافلہ............... قافلہ

تمہارا جو مال ابوسفیان کے ہمراہ ہے اس پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اوران کے ساتھی دھاوا بولنے جارہے ہیں۔ مجھے یقین نہیں کہ تم اسے پاسکو گے... مدد.....المدد

اس خبر کے پہنچتے ہی ابوجہل مکہ سے تقریباً ایک ہزار کی فوج جس میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے لے کر جوش وخروش کے ساتھ مکہ سے نکلا۔ یہ تمام لشکر ہر طرف سے ہتھیاروں اور اسباب سے لیس تھا۔ تمام سپاہی زرہ پوش تھے۔گانے والیاں اور رجز پڑھنے والے ہمراہ تھے۔ عباس بن عبدالمطلب، عتبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، ابوجہل عمر بن ہشام وغیرہ کل تیرہ آدمی کھانا کھلانے والے تھے۔ ابوسفیان کا قافلہ بہ حفاظت مکہ پہنچ گیا۔ مسلمانوں کا گروہ جو قافلہ والوں کو صرف ڈرانے کے لئے گیا تھا واپس مدینہ آ گیا۔

ابوسفیان نے ابوجہل کے پاس خبر بھیجی کہ قافلہ بحفاظت مکہ پہنچ گیا ہے اب تم واپس آجاؤ۔ لیکن ابوجہل اپنے لشکر جرار پر بہت مغرور تھا اس نے اس کو گوارا نہ کیا کہ ویسے ہی جنگ کئے بغیر واپس چلا جائے۔

حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ واپسی جانے کے لئے راضی ہوگئے۔ ابوجہل دراصل یہ لشکر لے کر صرف قافلے کی حفاظت کے لئے نہیں نکلا تھا بلکہ ان کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی وادی نخلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا اس کا بھی بدلہ لینا چاہتا تھا پھر ضمضم بن عمرو نے جس طرح قافلے کا حال بتایا تھا اس کی وجہ سے بھی ابوجہل بہت غصہ میں تھا۔ اس لئے اس نے قافلے کو واپس نہیں جانے دیا۔

قریش کے لشکر کی روانگی کا حال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا اور یہ بھی کہ اس میں ابوجہل عتبہ، شیبہ، ولید، حنظلہ، عبیدہ، عاصی، حرث، طعیمہ، زمعہ، عقیل، ابوالبختری، مسعود، بنیہ، نبہ، نوفل، سائب، رفاعہ وغیرہ بڑے بڑے سردار قریش اس لشکر میں موجود ہیں۔

3.28.2۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحابہ اکرامؓ سے مشاورت

رمضان 2 ہجری ، 624ء

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب ابوجہل کے لشکر کے آنے کی خبر سنی تو ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور صحابہ اکرامؓ سے فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشے اور منتخب لوگ تمہاری طرف بھیجے ہیں۔ ان سے مقابلہ کرنے سے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر ان کے بعد حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نہایت شجاعت اور بہادری کے کلمات فرمائے اور کہا ہم ان بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ سلام سے کہا تھا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ☆ (سورۃ المائدہ۔۲۴)

ترجمہ: قوم نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں ہیں تب تک ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے، اس لئے تم اور تمہارا پروردگار جا کر دونوں ہی لڑ بھڑ لو ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔(۲۴)

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے لوگو ان کفار سے لڑائی کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے۔ اس دوبارہ فرمانے سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقصد یہ تھا کہ انصار کی رائے معلوم کی جائے کیونکہ یہ تینوں افراد مہاجرین میں سے تھے۔ انصار سے جس بات پر بیعت لی گئی تھی وہ یہ تھی کہ مدینہ پر جب بیرونی حملہ ہوگا تو اس سے لڑیں گے۔ یہ عہد نہیں تھا کہ مدنیہ سے باہر نکل کر کسی سے جنگ کریں گے۔ انصار مدینہ فوراً اس بات کو سمجھ گئے ان میں حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کھڑے ہوئے۔ عرض

کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا روئے سخن شاید ہم لوگوں کی طرف ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں ! حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ کا رسول ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا رسول (ﷺ) کفار سے مقابلے کو جائیں اور ہم گھروں میں بیٹھے رہیں یہ کفار تو ہم جیسے آدمی ہی ہیں ہم ان سے کیا ڈریں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہمیں حکم دیں کہ سمندر میں کود جاؤ تو ہم بلا دریغ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

3.28.3 ۔ اسلامی لشکر کی کیفیت

رمضان 2 ہجری ، 624ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب خوب اطمینان ہو گیا کہ تمام صحابہؓ جنگ کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کے لوگوں کو جمع کیا تو کل تعداد تین سو تیرہ (313)، بیاسی (82) افراد مہاجر تھے اکسٹھ (61) افراد قبیلہ اوس کے اور ایک سو ستر (170) افراد خزرج سے تھے۔ اس لشکر میں غزوہ کا نہ کوئی اہتمام کیا تھا اور نہ مکمل تیاری۔

پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عوام اور دوسرا حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اسود کُندی کا، ستر (70) اونٹ تھے جن پر ہر ہر اونٹ پر دو یا تین آدمی باری باری سفر کرتے تھے۔ ایک اونٹ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت مرثد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی مرثد غنویٰ کے حصے میں آیا۔ جن پر تینوں باری باری سوار ہوتے تھے۔

مدینہ کا انتظام اور نماز کی امامت پہلے پہل حضرت ابن مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سونپی گئی لیکن جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مقام رُوحاء تک پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ کا منتظم بنا کر واپس بھیج دیا، لشکر کی تقسیم اس طرح سے کی گئی کہ ایک

جیش مہاجرین کا اور ایک انصار کا بنایا گیا۔ مہاجرین کا علم حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور انصار کا علم حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیا گیا اور پورے لشکر کی جنرل کمان کا پرچم جس کا رنگ سفید تھا وہ حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمیر عبدری کو دیا گیا۔ میمنہ کے اُفسر حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عوام اور میسرہ حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اسود مقرر ہوئے ۔ پورے لشکر میں یہی دو صحابی تھے جن کے پاس گھوڑے تھے۔ ساقہ کی کمان حضرت قیس بن ابی صعصعہ ؓ کے حوالے کی گئی اور سپہ سالار کی حیثیت سے جنرل کمان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود سنبھالی۔

3.28.4۔ اسماءگرامی شرکائے غزوۂ بدر

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

ائمہ حدیث اور علماء سیر نے اپنی تصانیف میں اسماء بدرین کے ذکر کا خاص اہتمام کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے صرف چوالیس نام اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمائے ہیں جو ان کی شرائطِ صحت اور اسناد کے مطابق تھے۔

علامہ دوّانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے مشائخِ حدیث سے سنا ہے صحیح بخاری میں اسماء بدرین کے ذکر کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بار بار اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ (زرقانی)

اسماء بدرین حضراتِ مہاجرینِ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

1) سید المہاجرین و امام البدرین و اشرف الخلائق اجمعین خاتم الانبیاء والمرسلین سیّدنا و مولیٰنا محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ
2) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
3) ابوالحفص عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
4) ابوعبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5) حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
6) زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7) انسہ حبشی مولیٰ رسول اللہ ﷺ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

8) ابوکبشتہ فارسی مولیٰ رسول اللہ ﷺ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9) ابومرثد کنّاز بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10) مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کناز کے بیٹے)

11) عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

12) طفیل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

13) حصین بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

14) مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

15) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

16) سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

17) صبیح مولیٰ ابوالعاص امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

18) عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

19) عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

20) شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

21) عقبۃ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

22) یزید بن رقیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

23) ابوسنان بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عکاشہ کے بھائی)

24) سنان بن ابی سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عکاشہ کے بھتیجے)

25) محرز بن فضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

26) ربیعہ بن اکتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

27) ثقف بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

28) مالک بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

29) مدلج بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
30 سوید بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
31) عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
32) جناب مولیٰ عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
33) زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
34) حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
35) سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
36) مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
37) سُویبط بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
38) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
39) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
40) عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سعد کے بھائی)
41) مقدار بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
42) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
43) مسعود بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
44) ذوالشمالین بن عبدعمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
45) خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
46) بلال بن رباح مولیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما
47) عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
48) صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
49) طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
50) ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

51) شماش بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
52) ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
53) عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
54) معتب بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
55) زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمرؓ کے بھائی)
56) مھجع مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
57) عمرو بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
58) عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
59) واقد بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
60) خولی بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
61) مالک بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
62) عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
63) عامر بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
64) عاقل بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
65) خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
66) ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
67) سعید بن زید بن عمرو بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
68) عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
69) سایب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
70) قدامۃ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
71) عبداللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ
72) معمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

73) خنیس بن خدافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

74) ابوسبرہ بن ابی رھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

75) عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

76) عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

77) عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

78) سعد بن خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

79) ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

80) عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

81) سہیل بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

82) صفوان بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

83) عمرو بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

84) وہب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

85) حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

86) عیاض بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسماء بدرین حضراتِ انصارِ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

1) سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

2) عمرو بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سعدؓ کے بھائی)

3) حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4) حارث بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5) سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6) سلمۃ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7) عباد بن بشیر بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
8) سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9) رافع بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10) حارث بن خزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11) محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12) سلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
13) ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
14) عبید بن التیہام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
15) عبداللہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
16) قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
17) عبید بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
18) نصر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
19) معتب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
20) عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
21) مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
22) ابوعبس بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
23) ابو بردہ ہانی بن نیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
24) عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
25) معتب بن قشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
26) عمرو بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
27) سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
28) مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

29) رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
30) سعد بن عبید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
31) عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
32) رافع بن عبدالحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
33) عبید بن ابوعبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
34) ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
35) ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
36) حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
37) حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
38) عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
39) انیس بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
40) معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
41) ثابت بن اقرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
42) عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
43) زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
44) ربعی بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
45) عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
46) عاصم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
47) ابوضیّاح بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
48) ابوحنۃ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
49) سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
50) حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

51) خوّات بن جبیر بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

52) منذر محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

53) ابوعقیل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

54) سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

55) منذر بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

56) مالک بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

57) حارث بن عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

58) تمیم مولیٰ سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

59) جبر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

60) مالک بن نمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

61) نعمان بن عصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

62) خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

63) سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

64) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

65) بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

66) سماک بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

67) خلاد بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

68) سبیع بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

69) عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

70) عبداللہ بن عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

71) یزید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

72) خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

73) عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
74) حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
75) سفیان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
76) تمیم بن یعار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
77) عبداللہ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
78) زید بن المزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
79) عبداللہ بن عرنط رضی اللہ تعالیٰ عنہ
80) عبداللہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
81) عبداللہ بن عبداللہ بن ابیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
82) اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
83) زید بن ودیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
84) عقبہ بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
85) رفاعہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
86) عامر بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
87) معبد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
88) عامر بن البکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
89) نوفل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
90) عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
91) اوس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
92) نعمان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
93) ثابت بن ہزال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
94) مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

95) ربیع بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

96) عمرو بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

97) ورقہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

98) مجدر بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

99) عباد بن خشخاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

100) نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

101) عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

102) عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

103) ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

104) منذر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

105) ابع اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

106) مالک بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

107) عبدربہ بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

108) کعب بن جماز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

109) ضمرہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

110) زیاد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

111) بسبس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

112) عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

113) قراش بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

114) حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

115) عمیر بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

116) تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

117) عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
118) معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
119) معوذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
120) خلاد بن عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
121) عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
122) حبیب بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
123) ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
124) عمیر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
125) بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
126) طفیل بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
127) طفیل بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
128) سنان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
129) عبداللہ بن جذ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
130) عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
131) جبار بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
132) خارجہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
133) عبداللہ بن حمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
134) یزید المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
135) معقل بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
136) عبداللہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
137) ضحاک بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
138) سعاد بن زریق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

139) معبد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

140) عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

141) عبداللہ بن مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

142) جابر بن عبداللہ بن رباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

143) خلید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

144) نعمان بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

145) ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

146) سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

147) قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

148) عنترہ مولیٰ سلیم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

149) عیس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

150) ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

151) ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

152) سہل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

153) عمرو بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

154) معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

155) قیس بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

156) حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

157) جبیر بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

158) سعد بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

159) عقبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

160) ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

161) مسعود بن خلدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

162) عباد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

163) اسعد بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

164) خاکہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

165) معاذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

166) عائذ بن ماعص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

167) مسعود بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

168) رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

169) خلاد بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

170) عبید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

171) زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

172) فردہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

173) خالد بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

174) جبلہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

175) عطیہ بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

176) خلیفہ بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

177) عمارہ خرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

178) سراقہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

179) حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

180) سلیم بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

181) سہیل بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

182) عدی بن زغبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

183) مسعود بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

184) ابوخزیمہ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

185) رافع بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

186) عوف بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

187) معوذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

188) معاذ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

189) نعمان بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

190) عامر بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

191) عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

192) عصیمہ اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

193) ودیقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

194) ابوالحمرأ مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

195) ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

196) سہیل بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

197) حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

198) ابیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

199) انس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

200) اوس بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

201) ابوشیخ ابی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

202) ابوطلحہ زید بن صراسہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

203) حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

204) عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

205) سلیط بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
206) ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
207) ثابت بن خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
208) عامر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
209) محرز بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
210) سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
211) ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
212) ابوالاعور بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
213) سلیم بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
214) حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
215) قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
216) عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
217) عصیمہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
218) ابوداؤد عمیر بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
219) سراقہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
220) قیس بن مخلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
221) نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
222) حماک بن عبد عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
223) سلیم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
224) جابر بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
225) سعد بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
226) کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

227) بجیر بن ابی بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

228) عتبان بن مارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

229) میلیل بن دبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

230) عصمہ بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

231) بلال بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سیرتِ المصطفیٰ ﷺ)

اسماء ملائکہ بدرین صلاۃ اللہ وسلام علیہم اجمعین

جنگ بدر میں فرشتوں کا آسمان سے نزول اور جہاد میں شریک ہونا قرآنی آیات اور احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن روایاتِ حدیث سے جن فرشتوں کے نام معلوم ہو سکے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1) افضل الملائکہ سیدنا جبریل علیہ السلام

2) سیدنا میکائیل علیہ السلام

3) سیدنا اسرافیل علیہ السلام (بیہقی)

3.28.5 ۔ بدر کی جانب اسلامی لشکر کی روانگی

رمضان 2 ہجری ، 624ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس لشکر کو جو دنیاوی لحاظ سے ناکافی اسباب کے ساتھ تھا کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ جانے والی شاہراہ عام پر چلتے رہے اور بئر روحاء تک تشریف لے گئے وہاں سے آگے بڑھے تو مکہ کے راستہ بائیں جانب چھوڑ دیا اور داہنی جانب کترا کے چلتے ہوئے نازیہ پہنچے اور نازیہ سے ایک طرف سے گزر کر وادی حقان پار کی۔ یہ نازیہ اور درۂ صفراء کے درمیان ایک وادی ہے اس وادی کے بعد درۂ صفراء سے گزرے پھر درہ سے گزر کر وادی صفراء کے قریب جا پہنچے۔

وہاں سے قبیلہ جہنیہ کے دو آدمی حضرت لبیس بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی الزغباء کو قافلے کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے بدر روانہ فرمایا۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ذفران سے آگے بڑھے اور چند پہاڑی موڑ سے گزر کر جنہیں اصافر کہا جاتا ہے دیت نامی آبادی میں اترے اور حنان نامی پہاڑ نما تودے کو دائیں طرف چھوڑ کر بدر کے قریب ٹھیرے۔

3.28.6 ۔ بارانِ رحمت کا نزول

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

اللہ تعالیٰ نے اس رات موسلا دھار بارش برسائی جو مشرکین کی پیش قدمی میں رکاوٹ بن گئی کیونکہ وہ نشیبی علاقے میں تھے اور مسلمانوں پر پھوار بن کر برسی اور اللہ نے انہیں پاک کر دیا یعنی شیطان کی گندگی (بزدلی) دور ہوگئی اور زمین ہموار ہوگئی پانی کی وجہ سے ریت سخت ہو کر جم گئی اور چلنے میں آسانی ہوگئی۔

3.28.7 ۔ جنگ کے لئے جگہ کا انتخاب

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر لے کر چلے تاکہ مشرکین سے پہلے بدر کے چشمہ پر پہنچ جائیں اور ان پر مشرکین کا تسلط نہ ہو، چنانچہ عشاء کے وقت بدر کے قریب ترین چشمے پر نزول فرمایا۔ اس موقعہ پر حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن منذر جو ایک ماہر فوجی تھے فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اس مقام پر آپ ﷺ اللہ کے حکم سے اترے ہیں اس لئے ہمارے لئے آگے پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں یا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنگی حکمت عملی کے طور پر یہ جگہ اختیار کی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہ محض جنگی حکمت عملی ہے تب انہوں نے کہا کہ یہ جگہ مناسب نہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگے تشریف لے چلیں اور قریش کے سب سے قریب جو چشمہ ہے اس پر ہم پڑاؤ ڈال دیں۔ پھر ہم باقی چشموں کو پاٹ دیں گے اور اپنے چشمے پر حوض بنا کر اس میں پانی بھر لیں گے۔ اس کے بعد ہم قریش سے جنگ کریں

گے تو ہم پانی پیتے رہیں گے اوران کو پانی نہیں ملے گا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم نے صحیح مشورہ دیا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اٹھے اور رات تک دشمن کے قریب ترین چشمے پر پڑاؤ ڈال دیا۔

پھر صحابہ اکرامؓ نے حوض بنا کر باقی تمام چشموں کو بند کر دیا۔ صحابہ اکرامؓ چشمے پر پڑاؤ ڈال چکے تو حضرت سعد بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) معاذ نے یہ تجویز پیش کی کہ کیوں نہ ہم مسلمان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ایک مرکزی قیادت کی جگہ نہ تیار کریں تا کہ اگر خدا نہ خواستہ فتح کے بجائے شکست سے دو چار ہونا پڑے یا کسی ہنگامی صورتِ حال سے سابقہ پڑے تو ہم پہلے سے مستعد ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ایک چھپر تعمیر کریں جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف رکھیں گے ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سواریاں بھی مہیا رکھیں گے اس کے بعد دشمن سے ٹکرائیں گے اگر اللہ نے ہمیں عزت بخشی اور دشمن پر غلبہ عطا فرمایا تو وہ چیز ہوگئی جو ہمیں پسند ہے اور دوسری صورت پیش آ گئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سوار ہو کر ہماری قوم کے ان لوگوں کے پاس چلے جائیں گے جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ درحقیقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے اے اللہ کے نبی! ایسے لوگ رہ گئے ہیں کہ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ اگر انہیں یہ اندازہ ہوتا ہے تا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنگ سے دو چار ہیں تو وہ ہرگز پیچھے نہ رہتے ۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت فرمائے۔ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیر خواہ ہوں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جہاد کریں گے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر ان کی تعریف کی اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں شمالِ مشرق میں ایک اونچے ٹیلے پر چھپر بنا دیا۔ جہاں سے پورا میدان جنگ صاف دیکھائی دیتا تھا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس مرکز قیادت کی نگرانی کے لئے حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معاذ کی کمان میں انصاری نوجوان کا ایک دستہ مقرر کیا گیا۔

3.28.8 ۔ سردارانِ قریش کے مقتل کی نشاندھی

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنگ کی ترتیب فرما کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے وہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے جارہے تھے کہ کل فلاں یہاں قتل ہوگا انشاءاللہ اور یہ کل فلان کی قتل گاہ ہے انشاءاللہ۔ (مسلم)

اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں ہی رات ایک درخت کی جڑ کے پاس گزاری اور تمام مسلمانوں نے بھی پرسکون رات گزاری ان کے دل پر اعتماد تھے اور پرامید تھے کہ صبح اپنی آنکھوں سے اپنے رب کی بشارتیں دیکھیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَا سَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَ كُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْ بِطَ عَلٰی قُلُوْ بِكُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَا مَ o (سورۃ الانفال۔۱۱)

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تم پر اونگھ طاری کررہا تھا اپنی طرف سے دینے کے لئے اور تم پر آسمان سے پانی برسارہا تھا کہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو پاک کردے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے پاؤں جمادے۔

یہ رات جمعہ 17 رمضان 2ھ ہجری کی تھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس مہینے کی 8 یا 12 تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔

3.28.9 ۔ کفارِ مکہ کے لشکر میں انتشار

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

قریش مکہ نے رات بدر سے پیچھے گزاری صبح کو وادیٔ بدر کی طرف روانہ ہوئے ایک گروہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوض کی طرف بڑھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو پانی پینے کی اجازت دے دی جس جس نے پانی پیا وہ بدر والے دن مارا گیا سوائے حکیم بن حزام کے جو بعد میں مسلمان

ہوئے۔ قریشِ مکہ نے اسلامی لشکر کا اندازہ لگانے کے لئے عمیر بن وہب جمحی کو بھیجا جو مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لے کر گیا، لیکن اس نے واپسی جا کر کہا کہ اے قریش کے لوگو! میں نے بلائیں دیکھی ہیں جو موت کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ یثرب کے اونٹ اپنے اوپر موت اٹھائے ہوئے ہیں جن کی حفاظت کے لئے ان کی تلواریں ہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں ان کا کوئی آدمی تمہارے آدمی قتل کئے بغیر نہیں رہے گا۔ اس کے بعد لشکر میں واپسی جانے کی باتیں ہونے لگیں جس کی ابوجہل نے سخت مخالفت کی۔

عتبہ بن ربیعہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا! اے قریش کے لوگو! تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے لڑ کر کوئی کارنامہ انجام نہیں دو گے۔ خدا کی قسم اگر تم نے انہیں مار دیا تو ایسے چہرے دیکھائی دیں گے جن کو تم دیکھنا پسند نہیں کرو گے کیونکہ تم نے اپنے چچیرے بھائی کو یا خالہ زاد بھائی کو یا اپنے ہی کنبے قبیلے کے کسی آدمی کو قتل کیا ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ واپسی چلو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اگر عرب نے انہیں مار لیا تو یہ وہی چیز ہوگی جسے تم چاہتے ہو اور اگر دوسری چیز پیش آئی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اس حالت میں پائیں گے کہ تم نے جو سلوک ان کے ساتھ کرنا چاہا تھا اسے کیا نہ تھا۔

حکیم بن حزام نے ابوجہل کو عتبہ کی بات سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس نے ان کی بات تکبر سے رد کر دی اور عامر بن حضرمی کو بلایا جو عمرو بن حضرمی کا بھائی تھا جو سریہ عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں مارا گیا تھا اور یہ لوگ اس کا بدلہ لینے آئے تھے۔ اس سے کہا کہ عتبہ تمہارے بھائی کا بدلہ لئے بغیر واپسی جانا چاہتا ہے اس پر عامر جوش میں آ کر مرنے مارنے کے لئے تیار ہو گیا۔ جس کی وجہ سے عتبہ کی جنگ کو ٹالنے کی کوشش رائیگاں گئی۔

3.28.10 ۔ جنگ کا آغاز

رمضان 2 ہجری، 624ء

17 رمضان 2 ہجری کو میدانِ جنگ کارزار گرم ہوا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چھپر میں گئے اللہ کے حضور دعا فرمائی۔ اے الٰہی اگر تو نے اس چھوٹی سے جماعت کو ہلاک کر دیا تو تیرے عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دو رکعت ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ذرا دیر کے لئے اچانک غنودگی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

باہر مسکراتے ہوئے نکلے اور فرمایا کہ کفار کی فوج کو شکست ہوگئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ تم جنگ میں پہل نہ کرنا۔ دونوں طرف جنگ کے لئے صفیں بن گئیں، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں تیر تھا اس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صفوں کو درست فرمارہے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سواد بن غزیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پیٹ پر جو صف سے کچھ آگے نکلے ہوئے تھے تیر کا دباؤ ڈالتے ہوئے فرمایا! سواد۔ برابر ہو جاؤ سواد نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تکلیف پہچائی ہے بدلہ دیجئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا پیٹ کھول دیا اور فرمایا بدلہ لے لو۔ سواد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے چمٹ گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیٹ پر بوسہ لینے لگے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس حرکت پر تمہیں کس بات نے آمادہ کیا۔ انہوں نے کہا۔اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ پیش آنے والا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھ رہے ہیں میں نے چاہا کہ اس موقع پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آخری معاملہ کہ میری جلد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جلد سے چھو جائے اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

عرب دستور کے مطابق تین افراد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دی ان تینوں کے مقابلہ میں انصار کے تین صحابی حضرت عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عفراء معوذ بن عفراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن رواحہ نکلے۔ عتبہ نے کہا کہ تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم انصار یعنی اہل مدینہ میں سے ہیں عتبہ نے نہایت متکبرانہ اور درشت لہجہ سے کہا کہ ہمیں تم سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔ پھر چلا کر کہا! اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے مقابلہ کے لئے ہماری ذات برادری کے لوگوں کو یعنی قریش کے مہاجرین کو بھیجو۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر حکم دیا کہ عتبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمطلب، شیبہ کے مقابلہ میں حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارث اور ولید کے مقابلہ میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب جائیں ۔یہ حکم سنتے ہی تینوں فوراً میدان میں حاضر ہوگئے۔ عتبہ نے ان تینوں کے نام دریافت کئے حالانکہ وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ ان کے نام سن کر اس نے کہا کہ

ہاں تم سے لڑیں گے اور مقابلہ شروع ہوا۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عتبہ اور ولید دونوں باپ بیٹے کو ایک ہی وار میں قتل کر دیا۔ شیبہ کے مقابلہ میں حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زخمی ہوئے زخم شدید تھا تو شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اٹھا کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے آئے۔ اس کے بعد کفار کی صفیں حملہ آور ہوئیں اور عام جنگ شروع ہوگئی دونوں طرف زبردست مقابلہ ہوا۔

ادھر ابو جہل نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اللہ سے فیصلہ کی دعا کی۔ اس نے کہا! اے اللہ! ہم میں سے جو فریق قرابت کو زیادہ کاٹنے والا اور غلط حرکتیں کرنے والا ہے اسے آج توڑ دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور زیادہ پسند ہے آج اس کی مدد فرما۔

بعد میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ☆

(سورۃ الانفال۔19)

ترجمہ: اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تمہارے سامنے آ موجود ہوا اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

دوسری طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اللہ کی وحی کا نزول ہوا۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَا سْتَجَا بَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ☆ (سورۃ الانفال۔۹)

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگا تار چلے آئیں گے۔(۹)

اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک جھپکی آئی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سر اٹھا کر

فرمایا ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خوش ہوجاؤ تمہارے پاس اللہ کی مدد آ گئی۔ یہ جبریل (علیہ سلام) ہیں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اس کے آگے آگے چلتے ہوئے آ رہے ہیں اور گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ چھپر کے دروازے پر آئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ذرہ پہن رکھی تھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جوش و خروش سے آگے بڑھے اور فرمایا!

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُر ☆ (سورۃ القمر۔۴۵)

ترجمہ: عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مٹھی مٹی لی اور قریش کی طرف رخ کر کے فرمایا۔

شَاهَتِ الْوُجُوْه ۔ چہرے بگڑ جائیں۔

اور ساتھ ہی مٹی ان کے چہروں کی طرف پھینکی پھر مشرکین میں سے کوئی بھی نہ تھا جس کے دونوں آنکھوں نتھنوں اور منہ میں اس ایک مٹھی مٹی میں سے کچھ نہ کچھ نہ گیا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ص وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ☆ (سورۃ الانفال۔۱۷)

ترجمہ: سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور آپ (ﷺ) نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محبت کا خوب عوض دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ (سورۃ الانفال۔۱۷)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جوابی حملہ کا حکم دیا اور جنگ کی ترغیب دیتے رہے اور پر جوش انداز میں فرماتے۔ چڑھ دوڑو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے ان سے جو آدمی بھی ڈٹ کر ثواب سمجھ کر آگے بڑھ کر اور پیچھے نہ ہٹ کر لڑے گا تو اللہ اسے ضرور جنّت میں داخل کرے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلسل قتال پر ابھارتے رہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس جنّت کی طرف اٹھو جس کی

وسعتیں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سن کر حضرت عمیر بن حمام ؓ نے فرمایا بہت خوب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم بھی اسی جنت والوں میں سے ہو۔ وہ کھجور کھا رہے تھے انہوں نے وہ پھینک دیں اور کفار کی صفوں میں گھس گئے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

مشہور خاتون حضرت عفراء ؓ کے بیٹے عوف بن حارث ؓ بغیر حفاظتی ذرہ پہنے دشمن کی صفوں میں گھس کر ٹوٹ پڑے اور شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے سخت جوابی حملہ کی وجہ سے دشمن کا جوش وخروش سرد پڑ گیا تھا اور ان کی صفیں ٹوٹ چکی تھیں مسلمان بڑی تیزی سے کفار کی گردنیں کاٹ رہے تھے۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عکرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ اس دن آدمی کا سر کٹ کر گرتا اور پتہ نہ چلتا تھا کہ اسے کسی نے مارا ہے آدمی کا ہاتھ کٹ کر گرتا اور پتہ نہ چلتا کہ کس نے کاٹا ہے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ ایک مسلمان ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک اس مشرک پر کوڑا مارنے کی آواز آئی اور ایک شہسوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا کہ حیزوم! آگے بڑھو۔ ایک مسلمان نے مشرک کو اپنے آگے دیکھا کہ وہ چت گرا اس نے لپک کر دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ کا نشان تھا چہرہ پھٹا ہوا تھا۔ جیسے کوڑے سے مارا گیا ہو اور پورا سبز پڑ گیا تھا۔ ایک انصاری مسلمان نے آکر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ ماجرا بیان کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔

ابوداؤد مازنی کہتے ہیں کہ میں ایک مشرک کو مارنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا کہ اچانک اس کا سر میری تلوار پہنچے سے پہلے ہی کٹ کر گر گیا میں سمجھ گیا کہ اسے میرے بجائے کسی اور نے قتل کیا ہے۔ ایک انصاری حضرت عباس بن عبدالمطلب کو قید کر کے لائے تو حضرت عباس کہنے لگے۔ واللہ! مجھے اس نے نہیں قید کیا مجھے تو ایک گنجے شخص نے قید کیا ہے جو نہایت خوبرو تھا اور ایک چتکبرے سے گھوڑے پر سوار تھا۔ اب میں اسے لوگوں میں نہیں دیکھ رہا ہوں۔ انصاری نے کہا! اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! انہیں میں نے قید کیا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! خاموش رہو۔ اللہ نے ایک بزرگ فرشتے سے تمہاری مدد فرمائی ہے۔

3.28.11۔میدانِ جنگ سے ابلیس کا فرار

رمضان 2ہجری ، 624ء

ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں مشرکینِ مکہ کے برابر ساتھ ساتھ تھا لیکن جب اس نے مشرکین مکہ کے خلاف فرشتوں کی کاروائیاں دیکھیں تو وہاں سے بھاگا۔ حارث بن ہشام نے اسے سُراقہ سمجھ کر پکڑ لیا وہ اسے گھونسا مار کر چھڑا کر بھاگا اور کہا کہ جو چیز میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے۔ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اللہ بڑی سزا دینے والا ہے۔ اس کے بعد بھاگ کر وہ سمندر کی طرف چلا گیا۔

اس کے بعد مشرکین کا لشکر مسلمانوں کے حملے برداشت نہ کر سکا اور کفار ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ان میں بھگدڑ مچ گئی اسی حالت میں مسلمان ان کا پیچھا کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں مکمل شکست ہوگئی۔

3.28.12 ۔ ابو جہل کا قتل

رمضان 2ہجری، 624ء

ابوجہل مسلسل اپنے لشکر میں لوگوں کے حوصلہ بڑھا رہا تھا سراقہ کے بھاگنے کے بعد اس نے لشکر سے کہا کہ تمہیں ہمت نہیں ہارنی چاہئے کیونکہ اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ساز باز کر رکھی تھی۔ لیکن ابوجہل کی طرف مسلمانوں کا گھیرا تنگ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہر طرف جا رہا تھا کہ دو انصاری نو جوان اس پر گھات لگائے ہوئے تھے کہ جیسے ہی موقعہ ملے اس کا کام تمام کر دیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ میں جنگِ بدر میں لڑائی میں مصروف تھا کہ میں مڑا تو اچانک میں نے دائیں بائیں دونو عمر نو جوان کو دیکھا میں ان کو دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اتنے میں اس نے اپنے ساتھی سے چھپا کر مجھ سے پوچھا کہ چچا جان ! مجھے ابوجہل کو دیکھا دیجئے۔ میں نے کہا بھتیجے تم اس کا کیا کرو گے اس نے کہا! کہ مجھے بتایا ہے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر میں نے اسے دیکھا تو میرا وجود اس کہ وجود سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے لکھی ہے وہ مر جائے حضرت عبدالرحمٰن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں مجھے اس

کی بات پر حیرت ہوئی اتنے میں دوسرے شخص نے مجھ سے اشارے سے متوجہ کر کے یہی بات کہی۔ میں نے چند ہی لمحے کے بعد دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان چکر کاٹ کر آ رہا ہے۔ میں کہا کہ دیکھتے نہیں وہ رہا تم دونوں کا شکار جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی دونوں انہی تلواروں سے اس پر جھپٹ پڑے اور آناً فاناً اس کو قتل کر دیا۔ پھر واپس آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم میں سے کس نے اسے قتل کیا دونوں نے کہا کہ میں نے کیا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا! تم اپنی اپنی تلواریں پونچھ چکے ہو وہ بولے نہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا! تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ البتہ ابوجہل کا سامان معاذ بن جموح ؓ کو دیا۔ دونوں کا نام معاذ بن عمرو بن جموح ؓ اور معاذ بن عفراء ؓ ہے۔ (بخاری)

دوسری روایت میں معوذ بن عفراء ؓ ہے۔ بعد میں یہ اسی جنگ میں شہید ہو گئے تھے اور ابوجہل کی تلوار حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دی گئی انہوں نے ابوجہل کا سر تن سے جدا کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے ایسی حالت میں پایا کہ اس کی سانس چل رہی تھی۔ انہوں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور سر کاٹنے کے لئے داڑھی پکڑی اور فرمایا! او اللہ کے دشمن آخر اللہ نے تجھے رسوا کر دیا۔اس نے کہا! مجھے کاہے کا رسوا کیا۔ کیا جس شخص کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے اس سے بھی بلند پایہ کوئی شخص ہے۔ اس کے بعد بولا۔ کاش مجھے کسانوں کے بجائے کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ اس کے بعد کہنے لگا۔ مجھے بتاؤ۔ آج فتح کس کی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی گردن پر پاؤں رکھ چکے تھے کہنے لگا۔ او بکری کے چرواہے تو بڑی اونچی اور مشکل جگہ چڑھ گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا سر کاٹ لیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں لا کر حاضر کرتے ہوئے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ رہا اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین

بار فرمایا۔ واقعی۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کے بعد فرمایا۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ صَدَقَ وَعۡدَہٗ وَنَصَرَ عَبۡدَہٗ وَھَزَمَ الۡاَحۡزَبَ وَحۡدَہٗ

ترجمہ: اللہ اکبر۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے اپنا وعدہ سچ کر دیکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔

پھر فرمایا چلو مجھے اس کی لاش دیکھاؤ۔ ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے جا کر لاش دیکھائی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ یہ اس امت کا فرعون تھا۔ اس جنگ میں چودھا مسلمان شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے۔ انصار میں چھ خزرج میں سے اور دو اوس میں سے شہید ہوئے۔ کفار کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قیدی بنا لئے گئے۔ جن میں ان کے سردار اور بڑے بڑے شہسوار تھے۔

3.28.13۔سردارانِ قریش کی لاشوں کو کنویں میں ڈلوانا اور ان سے خطاب

رمضان 2 ہجری، 624ء

حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم پر بدر کے روز قریش کے چوبیس (۲۴) بڑے بڑے سرداروں کے لاشیں گھسیٹ کر گندے کنویں میں پھینک دی گئیں۔ اس کنویں کے کنارے پر کھڑے ہوئے جس میں سرداروں کی لاشیں ڈالی گئیں تھیں پھر انہیں ان کے باپوں کے ناموں سے پکارنا شروع کیا۔ اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں! کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی ہوتی۔ کیونکہ ہم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا اسے تم نے برحق پایا! حضرت عمر بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ایسے جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔ (متفق علیہ۔مشکوۃ)

ابنِ اسحٰق کی روایت میں اس قدر اور اضافہ ہے کہ اے گڑھے والو! تم اپنے نبی کے حق میں بہت بُرا قبیلہ تھے۔ تم نے مجھ کو جھٹلایا اور لوگوں نے تصدیق کی۔ تم نے مجھ کو نکالا اور لوکوں نے مجھے ٹھکانا دیا۔ تم نے مجھ سے قتال کیا اور لوکوں نے میری مدد کی۔ امین کو تم نے خائن بنایا اور صادق کو کاذب کہا۔ اللہ تم کو بُری جزا دے۔ (زرقانی)

3.28.14 ۔اسماء گرامی شہداء بدر ؓ

رمضان 2ھ ہجری، 624ء

1) عبیدہ بن حارث بن مطلب (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معرکہ بدر میں پیر کٹ گیا تھا۔ مقام صفراء میں پہنچ کر وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہیں دفن فرمایا۔

2) عمیر بن ابی وقاص (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سعد بن ابی وقاص ؓ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ شہادت کے وقت عمر سولہ سال تھی۔ (طبقات الکبریٰ)

3) ذوالشمالین بن عبد عمرو (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4) عاقل بن البکیر (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سابقون الاولون میں سے ہیں دارالارقم میں اسلام لائے۔ پہلے ان کا نام غافل تھا آپ ﷺ نے بدل کر عاقل رکھ دیا تھا۔ شہادت کے وقت آپ ؓ کی عمر چونتیس (۳۴) سال تھی۔

5) مہجع بن صالح مولیٰ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6) صفوان بن بیضاء (مہاجر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوۂ بدر میں طیعمہ بن عدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

7) سعد بن خیثمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ؓ کے والد بھی شہید ہیں وہ جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ سعد ؓ بیعتِ عقبہ میں شریک تھے اور رسول اللہ ﷺ نے بنی عمرو کا نقیب بنایا تھا۔ (اصابہ)

حضرت سعد بن خیثمہ ؓ عمرو بن عبدو کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

8) مبشر بن منذر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
9) یزید بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
10) عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
11) رافع بن معلیٰ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
12) حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
13) عوف بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
14) معوذ بن حارث انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عوفؓ اور معوذؓ دونوں سگے بھائی تھے دونوں کی والدہ کا نام عفراء ہے۔
(سیرتِ المصطفیٰ ﷺ)

3.28.15۔ بدر کی فتح کی خوشخبری اور حضرت رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے انتقال کا صدمہ

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زید بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا نائب بنا کر آئے تھے۔ جنگِ بدر کی فتح کی خبر 18 رمضان المبارک 2ھ ہجری کو مدینہ میں پہنچی۔ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی اور عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اہلیہ حضرت سیدہ رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو قبر میں اتار کر مٹی برابر کی جاری رہی تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ ہی میں چھوڑ کر گئے تھے۔ انتقال کے وقت حضرت سیدہ رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر مبارک اکیس (۲۱) سال تھی اور آپؓ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

3.28.16۔ اسماءاسیرانِ بدر

رمضان 2ہجری، 624ء

صحیح روایات میں ہے کہ غزوۂ بدر میں ستر(۷۰) کافر قتل ہوئے اور ستر(۷۰) قیدی بنائے گئے۔

ابن ہشام نے بروایت محمد بن اسحٰق اور حافظ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں مقتولین اور قیدیوں کے نام ذکر لئے ہیں۔ یہاں ان لوگوں کے نام درج کئے جارہے ہیں جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔

1) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے آپ ﷺ سے عمر میں دوسال بڑے تھے۔ فتح مکہ سے کچھ پہلے اعلانیہ طور پر اسلام کا اظہار کیا)۔

2) عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی صلح حدیبیہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عقیلؓ حضرت جعفرؓ سے دس سال بڑے تھے اسی طرح حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ سے دس سال بڑے تھے اور ابوطالب کے سب سے بڑے بیٹے طالب جن کے نام پر انکی کنیت ہے۔ وہ عقیلؓ سے دس سال بڑے تھے اسلام کی دولت سے محروم رہے۔

3) نوفل بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غزوۂ خندق کی سال 5ھ میں مسلمان ہوئے۔

4) سائب بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5) نعمان بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6) عمرو بن سفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7) حارث بن ابی وحرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

8) ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

9) ابوالعاص بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

10) ابوریشہ بن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

11) عمرو بن ازرق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

12) عقبہ بن عبدالحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

13) عدی بن الخیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

14) عثمان بن عبدشمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

15) ابوثور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

16) عزیز بن عمیر عبدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

17) اسود بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

18) سائب بن ابی حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے فاطمہ بنت ابی حبیش مستحاضہؓ کے بھائی تھے۔(روضہ الانف)

19) حویرث بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

20) سالم بن شداخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

21) خالد بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوجہل کے بھائی تھے فتح مکہ پر مسلمان ہوئے اور جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔(عیون الاثر)

22) امیہ بن ابی حدیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

23) ولید بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

24) صیفی بن ابی رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

25) ابوالمنذر بن ابی رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

26) ابوعطاء عبداللہ بن ابی سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکہ کے مشہور قاری مجاہدؒ نے آپؓ سے علم قرأت سیکھا۔(روض الانف)

27) مطلب بن حنطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

28) خالد بن اعلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

29) ابووداعہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ پر مسلمان ہوئے۔

30) سروہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

31) حنظلہ بن قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

32) حجاج بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

33) عبداللہ بن ابی بن خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فتح مکہ پر مسلمان ہوئے اور جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔

34) ابوعزہ عمرو بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

35) فاکہ مولیٰ امیہ بن خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

36) وہب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

37) ربیعہ بن دراج رضی اللہ تعالیٰ عنہ

38) سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ صلح حدیبیہ کے وقت کفارِ قریش کی طرف سے صلح کے لئے آئے تھے۔ شام میں شہید ہوئے۔

36) عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ کے بھائی تھے)

40) عبدالرحمان بن مشنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

41) طفیل بن ابی قنیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

42) عقبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

43) قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

44) نسطاس مولیٰ امیہ بن خلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں مسلمان ہوئے۔

(روضہ الانف)

3.28.17 ۔ بدر سے مدینہ منورہ واپسی

رمضان 2 ہجری، 624ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بدر کے میدان سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام صفراء پر پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کے حکم کے مطابق مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا اور خمس

نکالا وادیٔ صفراء میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ قیدیوں میں سے نضر بن حارث بن کلاہ (بنو عبدالدار قبیلہ سے اس کا تعلق تھا) کو قتل کر دیا جائے۔ یہ شخص جنگ بدر میں مشرکین کا علمبردار تھا اور قریش کے بڑے بڑے مجرموں میں سے تھا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کی گردن ماردی۔

یہاں سے روانہ ہو کر عرق الظبیہ پہنچے تو یہاں پر عقبہ بن ابی معیط اور عمرو بن لبینہ کی گردنیں مارنے کا حکم دیا۔ یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی میں ابوجہل کے برابر کے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط وہ شخص جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیٹھ پر نماز کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی تھی اور اسی شخص نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن پر چادر لپیٹ کر قتل کرنا چاہا تھا۔ اگر اس وقت حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صدیق نہ بچاتے تو اس نے اپنی دانست میں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گلا گھونٹ کر مار دیا تھا۔ اس کو عاصم بن ثابت انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قتل کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیز رفتاری سے روانہ ہو کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ قیدیوں کو محافظ دستے کے حوالے کر دیا جو ایک دن بعد مدینہ پہنچ گیا۔

3.28.18 ۔ کفّارِ مکّہ کو جنگِ بدر میں شکست کی اطلاع

رمضان 2ہجری ، 624ء

ابن اسحٰق کے مطابق مکہ میں سب سے پہلے شکست کی اطلاع دینے والا حیمان بن عبداللہ خزاعی تھا۔ اس نے تمام سرداروں کے نام لے لے کر بتایا کہ یہ سب قتل ہو گئے۔ پہلے پہل تو لوگوں کو یقین نہیں آیا۔ جب ابولہب جو جنگ بدر میں نہیں گیا تھا۔ اس کی خبر ملی تو اس پر ذلت کی سیاسی چھا گئی۔ اتنے میں اسے خبر ملی کہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آ گیا ہے تو ابولہب نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا بھتیجے صحیح صحیح بتاؤ کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ بس ان لوگوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی اور ہم نے اپنے کندھے ان کے حوالے کر دیے وہ جس طرح سے چاہتے تھے قتل کرتے تھے جیسے چاہتے تھے قید کرتے تھے اور خدا کی قسم اس کے بارے میں ان لوگوں کو ملامت نہیں کر سکتا۔ درحقیقت ہماری مڈبھیڑ کچھ ایسے گورے چٹے لوگوں سے ہوئی جو آسمان اور زمین کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے اور خدا کی قسم نہ وہ کسی چیز کو چھوڑتے تھے اور نہ کوئی چیز ان کے مقابلہ میں ٹک سکتی تھی۔

3.28.19 ۔ ابولہب کی موت

رمضان 2ہجری ، 624ء

جنگِ بدر کی عبرت ناک خبر سن کر ابولہب بہت افسردہ ہو کر گھر چلا گیا پھر بیمار ہو گیا۔ اس کے ایک گلٹی نکل آئی جسے عربی میں عدسہ کہتے ہیں۔ یہ طاعون کی بیماری کی وجہ سے نکلتی ہے۔ اسی بیماری میں سات دن انتہائی تکلیف سے گزار کر مر گیا۔ اس کے بیٹوں نے اسے یوں ہی چھوڑ دیا تھا وہ تین دن تک بے گور و کفن پڑا رہا۔ کوئی اس کے قریب نہ جاتا تھا نہ اس کی تدفین کی کوشش کرتا تھا جب اس کے بیٹوں کو خطرہ محسوس ہوا کہ اس طرح چھوڑنے سے لوگ ان کو ملامت کریں گے ایک گڑھا کھود کر اس میں لکڑی سے اس کی لاش دھکیل کر اسی میں گرا دی اور دور ہی سے پتھر پھینک کر گڑھے کو بند کر دیا۔

3.28.20۔ مدینہ والوں پر رسول اللہ ﷺ کی دھاگ اور عبداللہ بن ابیؑ کا بظاہر مسلمان ہونا

18رمضان 2ہجری ، 624ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی غیر موجودگی میں حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ کا سربراہ مقرر کر گئے تھے۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غزوۂ بدر سے واپسی ہوئی تو حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مقام روحاء پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا استقبال کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فتح کے بعد شاندار طریقہ سے مدینہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اسید بن حضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ کی حمد ہے کہ اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کامیابی سے ہمکنار کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی۔

مدینہ کے اردگرد کے تمام قبیلوں پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رعب بیٹھ گیا تھا۔ اس فتح کے اثر سے مدینہ کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اسی موقع پر عبداللہ بن ابیؑ اور اس کے ساتھیوں نے بھی دیکھاوے کے لئے مجبوری میں اسلام قبول کر لیا۔

3.28.21 ۔ جنگی قیدیوں کا معاملہ

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

قیدی جب مدینہ پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں صحابہ اکرامؓ میں تقسیم کر دیا اور حکم دیا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا ہے۔ ان قیدیوں میں ایک شخص ابوعزیز بن عمیر تھا جو قریش کے لشکر کا علمبردار تھا اور حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمیر کا حقیقی بھائی تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جب انصار مدینہ گرفتار کر کے مدینہ لا رہے تھے۔ جب یہ لوگ کھانا کھاتے تو روٹی مجھے دیتے اور خود کھجوریں کھا کر گزر ہ کرتے تھے۔ میں شرما کر روٹی انہیں دیتا تو وہ مجھے واپس کر دیتے۔ مدینہ پہنچ کر ابوعزیز حضرت ابی یسر انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حصے میں آئے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت ابی یسر انصاریؓ سے کہنے لگے اس کی خوب حفاظت کرنا اس پر سختی کرنا اس کی ماں بڑی مالدار ہے خوب فدیہ ملے گا۔ ابوعزیز نے یہ دیکھ کر کہ یہ میرا حقیقی بھائی ہے اور میرے محافظ کو سختی کرنے کو کہہ رہا ہے تو اس نے کہا کہ بھائی! کیا تم میرے لئے خیر خواہی کر رہے ہو۔ حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا کہ اب تو میرا بھائی نہیں ہو میرا بھائی یہ شخص ہے جس نے تم کو حراست میں رکھا ہوا ہے۔ ابوعزیز کی ماں نے چار ہزار درہم بھیج کر ابوعزیز کو رہائی دلوائی۔

مدینہ پہنچ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ سے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ لوگ چچیرے بھائی اور کنبہ کے لوگ ہیں میری رائے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیں اس طرح ہم کفار سے جو کچھ لیں گے وہ ہماری قوت کا ذریعہ ہوگا۔ اور یہ بھی توقع ہے کہ اللہ انہیں ہدایت دے اور یہ ہمارے بازو بن جائیں۔

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رائے اس سے مختلف تھی انہوں نے کہا کہ یہ قیدی کو اس کے رشتہ دار کے حوالے کیا جائے کو اسے قتل کر دے۔ تا کہ اللہ کو اور ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لئے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بات پسند فرمائی چنانچہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ دوسرے دن صبح

صبح میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رو رہے ہیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ خدا کے لئے مجھے بات بتائیے ورنہ میں بھی رونے لگوں گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ فدیہ لینے کی وجہ سے ہمارے اصحابؓ پر جو چیز پیش کی گئی ہے اس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قریبی درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! مجھ پر اللہ کا عذاب اس درخت سے بھی قریب پیش کیا گیا۔

(تاریخ عمر بن خطاب۔ علامہ ابن جوزی)

اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ☆ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ☆ (سورۃ الانفال: ۶۸۔ ۶۷)

ترجمہ: نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہییں جب تک کہ ملک میں اچھی خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے، تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے اور اللہ زور آور باحکم ہے۔ اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے کیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کئی قیدیوں پر احسان کیا اور انہیں فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا گیا۔ ان میں مطلب بن حطب صیفی بن ابی رفاعہ اور ابوعزہ جمحی شامل ہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے داماد ابوالعاص کے فدیہ کے طور ان کی بیوی دختر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدہ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک ہار بھیجا جو درحقیقت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تھا اس کو دیکھ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ سے اجازت چاہی کہ ابوالعاص کو چھوڑ دیں۔ صحابہ اکرامؓ نے بخوشی قبول کرلیا۔ چنانچہ ابوالعاص کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ بھجوا دیں گے۔ حضرت ابوالعاص نے وعدہ پورا کیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہؓ اور ایک انصاری صحابی کو مکہ بھیجا کہ وہ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لے کر مدینہ آجائیں۔

اس جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مالِ غنیمت کے تمام بنیادی قواعد و ضوابط اور اصول بتائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا ذکر اس آیت میں مبارکہ میں اس طرح فرمایا ہے

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ☆(سورۃ الانفال۔26)

ترجمہ: اور اس حالت کو یاد کرو! جب کہ تم زمین میں قلیل تھے کمزور شمار کئے جاتے تھے۔ اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ نوچ کھسوٹ نہ میں لیں، سو اللہ نے تم کو رہنے کی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تا کہ تم شکر کرو۔

3.29 ۔ غزوۂ بنوسلیم بمقام کُدُر

24 رمضان 2 ہجری ، 624ء

غزوۂ بدر کے ایک ہفتہ بعد یہ خبر ملی کہ غطفان کی شاخ بنوسلیم کے لوگ مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے فوج جمع کر رہے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوراً دوسو سواروں کو لے کر خود ان کے علاقے میں اچانک دھاوا بول دیا اور مقام کُدُر میں ان کی منزل تک جا پہنچے۔ بنوسلیم میں اس اچانک حملہ سے بھگدڑ مچ گئی اور افراتفری کے عالم میں وادی کے اندر پانچ سو اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جس پر مسلمانوں کے لشکر نے قبضہ کر لیا۔ اس میں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خمس نکال کر بقیہ مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا ہر شخص کے حصہ میں دو دو اونٹ آئے ۔ اس غزوۂ میں یسار نامی ایک غلام بھی ہاتھ آیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنوسلیم کے علاقے میں تین دن تک رہے۔ پھر مدینہ واپس تشریف کے آئے۔ اس غزوہ پر جاتے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عرفطہ کو اور بعض روایت میں حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ کا منتظم بنایا۔

3.30 ۔ یہود کے مسلمانوں سے بغض کا نمونہ

2ھ ہجری ، 624ء

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا یہودی جس کا نام شاش بن قیس تھا۔ مسلمانو ں سے سخت حسد اور عداوت رکھتا تھا۔ ایک بار صحابہ اکرام ؓ کی مجلس کے پاس سے گزرا۔ جس میں اوس اور خزرج دونوں قبیلہ کے لوگ بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ان کو دیکھ کر اس کے اندر حسد کی آگ بھڑک اٹھی کہ دونوں قبیلے اپنی جاہلیت کی باہمی عداوت ختم کر کے دوستانہ طریقے سے رہ رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے ایک یہودی نوجوان کو جو اس کے ساتھ تھا حکم دیا کہ اس مجلس میں جائے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر جنگ بعاث اور اس سے پہلے کے حالات کا ذکر کرے اس سلسلہ میں دونوں جانب سے اشعار کہے گئے ہیں ان میں سے کچھ سنائے۔ اس یہودی نے ایسا ہی کیا جس نے نتیجے میں اوس اور خزرج میں تو تو میں میں شروع ہوگئی۔ لوگ جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے پر فخر جتلانے لگے یہاں تک کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر چاہو تو ہم اس جنگ کے لئے تیار ہیں۔ جو اس سے پہلے لڑی جا چکی ہیں اس پر دونوں فریقوں میں انتہائی کشیدگی ہوگئی اور دوسرے شخص نے کہا چلو ہم تیار ہیں۔ حرّہ میں مقابلہ ہوگا۔ ہتھیار۔۔۔۔۔۔۔ہتھیار۔۔۔۔۔۔

یہ لوگ ہتھیار لے کر حرّہ کی طرف نکل پڑے قریب تھا کہ خون ریز جنگ چھڑ جاتی لیکن اس بات کی خبر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہوگئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ساتھ مہاجرین صحابہؓ کو لے کر فوراً ان کے پاس پہنچے اور فرمایا۔ اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ اللہ کیا میرے رہتے ہوئے جاہلیت کی پکار! اور وہ بھی اس کے بعد کہ اللہ تمہیں اسلام کی دعوت سے سرفراز کر چکا اور اس کے ذریعہ تم سے جاہلیّت کا معاملہ کاٹ کر اور تمہیں کفر سے نجات دے کر تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ چکا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصیحت سن کر صحابہؓ کو احساس ہوا کہ ان کی حرکت شیطان کا جھٹکا اور دشمن کی ایک چال تھی۔ چنانچہ وہ رونے لگے۔ اوس اور خزرج ایک دوسرے کے ساتھ فرمابردار بن کر اس حالت میں واپس آئے کہ اللہ نے ان کے دشمن شاش بن قیس کی عیاری کی لگائی ہوئی آگ بجھادی۔ (ابن ہشام)

یہود نے یہ ساری حرکتیں بدر سے پہلے سے شروع کر دی تھیں اوراس معاہدے کی خلاف ورزی شروع کردی تھی اورصحابہ اکرام ؓ یہودیوں کے ایمان لانے کی امید پرصبر کرتے رہتے تھےاوراس کے علاوہ مسلمان یہ نہیں چاہتے تھے کہ علاقے کے اندر بدامنی اور انتشار کا ماحول ہو۔

3.31 ۔ بنوقینقاع کی عہد شکنیاں

2ھ ہجری ، 624ء

جیسے جیسے مسلمانوں کو کامیابیاں مل رہی تھیں ویسے ویسے یہودیوں کے کینہ اور حسد میں اضافہ ہو رہا تھا ان کی دشمنیاں کھل کر سامنے آنے لگیں تھیں۔ ان یہودیوں میں سب سے زیادہ کینہ پرور اور شریر شخص کعب بن اشرف تھا اسی طرح یہودیوں کے تینوں قبیلوں میں سب سے بدمعاش قبیلہ قینقاع تھا یہ لوگ مدینہ کے اندر ہی رہتے تھے یہ محلّہ ان ہی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ پیشے کے لحاظ سے سونا، لوہا اور برتن کا کاروبار کرتے تھے کافی مال دار لوگ تھے، پیشوں کی وجہ سے ان کے پاس سامانِ جنگ اوراسلحہ وغیرہ بھی رہتا تھا۔ ان میں لڑنے والے مردوں کی تعداد سات سو تھی اور بہت بہادر مانے جاتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے عہد شکنی کی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ان کے بازار میں جو مسلمان جاتا اس کا مزاق اڑاتے تھے اور مسلمان عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے جب ان کی حرکتیں بہت بڑھ گئیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو جمع کیا اور وعظ اور نصیحت کی اور ہدایت کی تلقین کرتے ہوئے ظلم اور بغاوت کے انجام سے ڈرایا۔ لیکن اس سے ان کے غرور اور بدمعاشیوں میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قریش کو بدر میں شکست دی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ تشریف لائے تو بنوقینقاع کے بازار میں یہود کو جمع کیا اور فرمایا۔ اے جماعتِ یہود! اس سے پہلے اسلام قبول کرلو کہ تم پر بھی ویسی مار پڑے جیسی قریش پر پڑ چکی ہے۔

انہوں نے کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اس بنا پر خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ تمہاری

مڈبھیڑ قریش کے اناڑی اور جنگ سے ناآشنا لوگوں سے ہوتی ہے اور تم نے انہیں مار لیا ہے اگر تمہاری لڑائی ہم سے ہوتی تو پتہ چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں اور ہمارے جیسے لوگوں سے تمہیں پالا نہیں پڑا تھا۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَار ☆(سورۃ آلِ عمران: ۱۳-۱۲)

ترجمہ: کافروں سے کہہ دیجئے! کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع لئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے (۱۲) یقیناً تمہارے لئے عبرت کی نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو مقابل کرائی گئی تھیں۔ ایک جماعت تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہی تھی دوسرا گروہ کافروں کا تھا وہ انہیں اپنی آنکھوں سے اپنے سے دگنا دیکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے۔ یقیناً اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

بنوقینقاع نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو جواب دیا تھا اس کا صاف صاف مطلب اعلان ِ جنگ تھا۔ لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا غصہ پی لیا اور صبر کیا۔ مسلمانوں نے بھی صبر کیا اور آنے والے حالات کا انتظار کرنے لگے۔ ابن ہشام نے ابوعون سے روایت کی ہے کہ ایک عرب عورت قینقاع کے بازار میں کچھ سامان لے کر آئی اور اسے بیچ کر کسی ضرورت کے لئے ایک سنار کے پاس جو یہودی تھا بیٹھ گئی۔ یہودی نے اس کے چہرے کو کھولنا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا اس پر سنار نے چپکے سے اس کا کپڑا پچھلی طرف باندھ دیا اور اس کو خبر نہ ہوئی جب وہ اٹھی تو اس سے بے پردہ ہوگئی تو یہودیوں نے قہقہہ لگایا، اس پر عورت نے چیخ وپکار کی جسے سن کر ایک مسلمان نے اس یہودی سنار کو مار ڈالا۔ جواباً یہودیوں نے اس مسلمان پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد مقتول مسلمان کے گھر والوں نے شور مچایا اور یہودیوں میں بلوہ ہوگیا۔ (ابن ہشام)

3.32 ۔ بنوقینقاع پر چڑھائی

15 شوال 2ھ ہجری ، 624ء

اس شرمناک واقعہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کا انتظام حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمنذر کے سپرد کیا اور خود حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمطلب کے ہاتھوں میں مسلمانوں کا علم دے کر لشکر لے کر بنوقینقاع کی طرف رخ کیا۔ جب انہوں نے مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو اپنے قلعوں میں بند ہو گئے ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا سختی سے محاصرہ کیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور شوال 2ھ ہجری کی پندرہ تاریخ تھی ۔ پندرہ دن تک ان کا سخت محاصرہ جاری رہا۔ جب ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جس کسی قوم کا شکست و ہزیمت دو چار کرنا چاہتا ہے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے ۔ چنانچہ بنوقینقاع نے ہتھیار ڈال دیے اور یہ فیصلہ ہوا کہ ان کی جان و مال، آل واولاد اور عورتوں کے بارے میں جو فیصلہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کریں گے وہ انہیں منظور ہوگا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم سے سب کو باندھ دیا گیا عبداللہ بن ابیّ جو منافقوں کا سردار تھا اس نے اپنا کردار ادا کیا اس کو یقین تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے سات سو نوجوانوں کو قتل کر دیں گے ۔ وہ ان کی معافی کیلئے مسلسل اسرار کرتا رہا بالآخر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رعایت کا معاملہ کیا اور ان سب کی جان بخشی کر دی۔ البتہ ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ مدینہ سے نکل جائیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پڑوس میں نہ رہیں۔ چنانچہ یہ سب شام کی طرف چلے گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں وہاں اکثر کی موت واقعہ ہوگئی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے اموال ضبط کر لئے جن میں سے تین کمانیں دو زرہیں تین تلواریں اور تین نیزے اپنے لئے منتخب کئے اور مالِ غنیمت میں سے خمس بھی نکالا ، غنائم جمع کرنے کا کام حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے انجام دیا۔ (ابن ہشام)

3.33 ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کی سازش

2ہجری ، 624ء

غزوۂ بدر میں عبرت ناک شکست پر کفارِ مکہ نے کھل کر نوحہ زاری نہیں کی کیونکہ اس سے مسلمان خوش ہوتے ۔ لیکن خفیہ انتقام کی تیاریاں شروع کر دیں ۔ صفوان بن امیہ جس کا باپ اور بھائی علی دونوں جنگ میں مارے گئے تھے اس نے عمیر بن وہب کو خفیہ طور پر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دے، عمیر بن وہب زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مدینہ روانہ ہوا تا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کر دے ۔ مدینہ پہنچا تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو دیکھا اور ان کو شبہ ہوا کہ یہ کسی اچھی نیت سے نہیں لگتا وہ اسے پکڑ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں لے آئے ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا! عمیر کو چھوڑ دو اور اس سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ عمیر نے کہا کہ میرا بیٹا قیدیوں میں شامل ہے اسے رہا کرانے آیا ہوں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ پر رحم کریں اور میرے بیٹے کو رہا کر دیں ۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم کو صفوان نے میرے قتل کرنے کے لئے آمادہ کر کے بھیجا ہے تم سچی بات کیوں نہیں کرتے ۔ اور پھر صفوان اور عمیر کے مشورہ کی پوری کیفیت سنا دی ۔ عمیر نے کہا! میں مسلمان ہوتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں کیونکہ اس بات کی خبر سوائے صفوان اور میرے کسی تیسرے شخص کو ہرگز ہرگز نہیں تھی ۔

3.34 ۔ عید کی نمازوں کی ابتداء

2ہجری ، 624ء

اسی سال پہلی دفعہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازیں باجماعت پڑھی گئیں ۔ عیدالفطر کی نماز پہلی دفعہ عیدگاہ میں باجماعت ادا کی گئی ۔

3.35 ۔ قربانی کا حکم

2ھ ہجری ، 624ء

اسی سال عیدالاضحیٰ میں قربانی واجب ہونے کا حکم آیا

حنفی مسلک میں قربانی ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو مقیم اور غنی ہو، یعنی نصاب کا مالک ہو۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک قربانی سنت موکدہ ہے۔ حضرت امام احمدؒ کا بھی مشہور اور مختار قول بھی یہی ہے۔(مظاہر حق)

3.36 ۔ ختنہ کا حکم

2ھ ہجری ، 624ء

اسی سال مسلمانوں کے لئے ختنہ کرانے کو ضروری قرار دے دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطری ہیں۔ ختنہ کرانا، زیر ناف بالوں کو صاف کرنا، مونچھوں کو کتروانا، ناخن کٹوانا اور بغل کے بالوں کو اکھاڑنا۔ (صحیح بخاری)

3.37۔حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ولادت

ذو القعدہ 2ھ ہجری ، 624ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مدینہ میں تشریف لانے کے بیس (20) ماہ بعد حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پیدائش ہوئی۔ آپؓ مدینہ منورہ میں مہاجرین کی سب سے پہلی اولاد ہیں۔ آپؓ کے پیدا ہونے سے مہاجرین میں بے انتہا خوشیاں منائی گئیں۔ کیونکہ یہودیوں نے جب دیکھا کہ ایک مدت تک مہاجرین کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہورہی تو انہوں نے مشہور کر دیا ہے کہ ہم نے جادو کر دیا ہے۔ اب مہاجرین کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوگئی، اسی لئے ان کے پیدا ہونے سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اسی طرح یہودیوں کو رنج و ملال اور ذلت و ندامت ہوئی پیدا ہونے کے بعد ان کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے منہ سے کھجور کو چبا کر حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چٹائی۔ انہوں نے گھٹی میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لعاب پیا تھا۔ اس بنا پر جب سنِ شعور کو پہنچے تو فضائل اخلاق کے پیکر مجسم تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، آپ کی کنیت ابوخبیب تھی۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خود بھی صحابی تھے اور عشرہ مبشرہ کے صحابی کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت اسماء جن کا لقب ذوالنطاقین تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صاحبزادی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بہن تھیں۔آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی دادی حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھیں جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت روزے رکھتے تھے اور نمازیں بہت پڑھتے تھے۔ کبھی ساری ساری رات قیام کرتے تھے۔ کبھی ساری ساری رات رکوع میں کبھی ساری ساری رات سجدہ میں رہتے تھے۔ صلہ رحمی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت بہادر اور زبردست سپہ سالار تھے۔ آپ کی شہسواری قریش میں ضرب المثال مانی جاتی تھی۔ آپ نہایت مستقل مزاج اور مصائب کے وقت قائم رہنے والے شخص تھے آپ تقریر کا فن جانتے تھے اور آپؓ کی آواز بہت زیادہ تھی جو پہاڑوں سے جا کر ٹکراتی تھی۔

عمر بن قیس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو جب کوئی دین کا کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو خیال کرتا تھا کہ ان کو کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا کی یاد نہ آتی ہوگی۔ (تاریخ اسلام۔اکبر شاہ خان)

3.38۔ دخترِ رسول سیدہ فاطمہ الزہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نکاح

ذوالحجہ 2ھ ہجری، 624ء

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جب حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت فاطمہ (رضی اللہ

تعالیٰ عنہا) کیلئے نکاح کا پیغام دیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک گھوڑا ہے اور ایک ذرہ ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ گھوڑا تو ضروری ہے البتہ ذرہ بیچ دو۔ چنانچہ انہوں نے وہ ذرہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چارسواسی (480) درہم میں بیچ دی اور پھر وہ درہم حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے آئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خوشبو لانے کو کہا۔

پھر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، طلحہؓ، زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور دیگر مہاجرین اور انصار کو مسجد نبوی میں بلالاؤ۔ جب سب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو حضوا کرام (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

اے گروہ مہاجرین وانصار! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نکاح علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب سے کردوں اور میں تمہارے سامنے اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔

اللہ کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کے باعث ہر تعریف وتحسین کا حقدار ہے اور اپنی قدرتوں کی وجہ سے عبادت کے لائق ہے، اس کا اقتدار ہر جگہ قائم ہے اس کا حکم زمین وآسمان پر نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے بنایا ہے اپنے احکام کے ذریعے انہیں آپس میں الگ الگ کیا ہے انہیں اپنے دین کے ذریعے عزت بخشی اور اپنے نبی کے ذریعہ سے عظمت اور بلندی عطا کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے شادی بیاہ ایک لازم امر قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! وہی ذات پاک ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور بعض کو بعض کا بیٹا، بیٹی اور داماد بنایا۔ اور تیرارب ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو اپنی قضاء وقدر کے تحت کر دیا ہے اور قضاء وقدر کا ایک وقت مقرر ہے اور ہر چیز اپنے وقت پر پوری ہوتی ہے۔ اور ہر اجل کے لئے کتاب ہے۔

خطبہ کے بعد حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے متبسم ہو کر فرمایا۔

وَسُبۡحَانَ اللّٰهِ
بُكۡرَةً
وَأَصِيلًا
وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ
كَثِيرًا
اللّٰهُ أَكۡبَرُ
كَبِيرًا

حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيلُ
ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔
سورۃ آل عمران 173

جب تم نماز نہیں پڑھتے تو
یہ مت سوچو کہ وقت نہیں ملا
بلکہ یہ سوچو کہ تم سے ایسی خطا ہوئی!
کہ اللہ نے تمہیں اپنے سامنے کھڑا
کرنا بھی پسند نہیں کیا۔

میں نے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر فاطمہؓ کو تمہارے نکاح میں دیا کیا تمہیں قبول ہے۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! قبول ہے

پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا کی۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمَا وَاَسْعَدَجَدَّكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَاَخْرَجَ مِنْكُمَا ذَرِيَّةً طَيِّبَةً

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم دونوں کو عزتیں عطا فرمائے اور تمہاری بزرگی کو نیک بنائے۔

تم دونوں کو برکتیں عطا فرمائے اور تم سے نیک اولادیں پیدا فرمائے

پھر سب نے مل کر دعائے خیر و برکت مانگی اور طبق میں کھجوریں حاضرین کو پیش کی گئیں۔ شہد کا شربت پیش کیا گیا۔

بی بی سیّدہ کی رخصتی کے مختلف روایت ہیں۔ بعض میں ہے کہ فوراً رخصتی ہوگئی تھی۔ بعض میں ایک ماہ بعد بعض میں نو ماہ بعد کا ذکر ہے۔

رخصتی پر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ولیمہ کیا۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک بھیڑ ہدیہ پیش کی اور انصار کے لوگوں نے بھی ضیافت کی ولیمہ کی دعوت میں کھجور، پنیر، نان، جو اور گوشت تھا جو اس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا۔

3.39 ۔غزوۂ سویق

ذو الحجہ 2ھ ہجری، 624ء

ابوسفیان کے دل میں بدر کی شکست کی آگ خوب بھڑک رہی تھی جنگِ بدر کے دو ماہ بعد دو سو (200) سواروں کو لے کر مکہ سے جنگ کے ارادے سے نکلا اور وادیٔ قناۃ کے قریب واقع نیب نامی پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن ہوا۔ مدینہ سے اس کا فاصلہ تقریباً بارہ (12) میل ہے۔ چونکہ ابوسفیان کی مدینہ پر کھلم کھلا حملہ کرنے ہمت نہ تھی۔ اس لئے اس نے ایسی کارروائی انجام دی جس طرح ڈاکہ زنی کی واردات ہوتی ہے۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں مدینہ میں داخل ہوا اور حیئ بن اخطب کے پاس مدد کو پہنچا لیکن حیئ بن اخطب نے انجام کے خوف سے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ پھر ابوسفیان بنونضیر کے سردار سلام بن شکم کے پاس جا پہنچا جو بنونضیر کا خزانچی تھا۔ ابوسفیان نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اس نے ابوسفیان کی مہمانداری کی۔ کھانے اور شراب سے اس کی تواضع کی اور مدینہ کے حالات سے آگاہ کیا۔ رات کے پچھلے پہر ابوسفیان وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ان کا ایک دستہ بھیج کر مدینہ کے اطراف میں عریض نامی مقام پر حملہ کر دیا وہاں کھجوروں کے درخت کاٹ دیے اور ان کو آگ لگا دی۔ دو شخص جو کاشتکاری کے کام میں مصروف تھے انہیں قتل کر دیا۔ ان دونوں میں ایک حضرت سعید بن عمر انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور دوسرا ان کا حلیف تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی واردات کی اطلاع ملی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیز رفتاری سے اس کے تعاقب کیلئے نکلے لیکن وہ مقابلہ کی ہمت نہ کر سکا اور بھاگ نکلا۔ بھاگتے ہوئے اپنے ستوؤں کے تھیلے وزن ہلکا کرنے کی خاطر راستے میں پھینکتے رہے۔ بہت سا سامان انہوں نے راستے میں پھینک دیا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا مسلمانوں نے ان کا تعاقب مقام کدُر تک کیا۔ مسلمان ستو اور سامان لادہ کر واپس لوٹے۔ اس واقعہ کا نام غزوۂ سویق ہے۔ عربی زبان میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔

3.40 ۔ غزوۃ قرقرہ الکدر

محرم 3ھ ہجری ، 624ء

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور صحابہ اکرامؓ کا ایک لشکر لے کر اس مہم پر روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے لشکر کا جھنڈا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور تقریباً (500) پانچ سو اونٹ مالِ غنیمت میں حاصل ہوئے۔ آپ ﷺ اس مالِ غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس لوٹے۔ (الوفا)

3.41۔غزوۂ ذی امر (سریہ غطفان) یا غزوۂ انمار

محرم 3ھ ہجری ، 624ء

معرکہ بدر کے بعد سب سے بڑی فوجی مہم تھی جو محرم 3ھ ہجری میں پیش ہوئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ بنو ثعلبہ اور محارب کی بہت بڑی تعداد مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے اکٹھا ہو رہی ہے۔ اس کی اطلاع ملتے ہی مسلمانوں کو تیاری کرنے کا حکم دے دیا اور ساڑھے چار سو اصحابؓ کا لشکر لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) روانہ ہوئے اور مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا جانشین بنایا۔

راستہ میں بنو ثعلبہ کا ایک شخص جبار گرفتار کر لیا گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اسلام کی دعوت دی اس نے قبول کر لی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ کر کے کہا یہ راستہ جانتا ہے یہ دشمن تک پہنچنے کا راستہ بتائے گا۔

دوسری طرف جب انہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ پہاڑیوں میں بکھر گئے۔ لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیش قدمی کرتے رہے اور اس مقام تک پہنچ گئے۔ جس جگہ دشمن کا لشکر جمع ہو رہا تھا۔ یہ درحقیقت ایک چشمہ تھا جو "ذی امر" کے نام سے مشہور تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں بدوؤں پر رعب و دبدبہ قائم کرنے اور مسلمانوں کی طاقت کا احساس دلانے کے لئے صفر 3ھ ہجری کا پورا مہینہ گزار دیا انہیں مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ (ابن ہشام)

3.42۔سردار دعثور کی رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش

ربیع الاول 3ھ ہجری ، 624ء

رسول اللہ ﷺ غزوہ غطفان سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں بارش ہوگئی۔ آپ

ﷺ اور صحابہ اکرام ؓ کے کپڑے بھیگ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بھیگے ہوے کپڑے ایک درخت پر سوکنے کے لئے ڈال دیے اور خود اس درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ وہاں کے اعرابی آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں نے اپنے سردار دعثور سے جو جوان اور بہت بہادر تھا کہا کہ محمد ﷺ اس درخت کے نیچے تنہا لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے اصحاب ؓ منتشر ہیں تو جا کر ان کو قتل کردے۔ دعثور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ اور کہا۔ اے محمد (ﷺ)۔ بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ **اللہ**۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً اٹھالی اور دعثور سے کہا کہ بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور کلمہ پڑھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اور یہ وعدہ کیا کہ اب آپ کے مقابلہ میں کوئی فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعثور کو اس کی تلوار واپس کردی۔ دعثور نے واپس جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْهَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ☆ (سورۃ المائدہ۔۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والا! یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب لوگوں نے ارادہ کیا تم پر دست درازی کا پھر اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ (سیرت المصطفیٰ ﷺ)

3.43۔دخترِ رسول حضرت ام کلثوم ؓ کا حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نکاح

ربیع الاول 3ھ ہجری ، 624ء

حضرت سیّدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کافی آفسردہ رہنے لگے تھے۔ جس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت محسوس کیا پھر 3ھ ہجری ربیع الاول میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی تیسری صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کر دیا۔ حضرت امِ کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس نکاح کے بعد چھ سال (6) زندہ رہیں۔ اور پھر شعبان 9ھ ہجری میں آپؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی بیٹی کی وفات کا بہت دکھ ہوا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت فضل بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن زید نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو قبر میں اتارا۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حضرت امِ کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔ (شامی)

3.44 ۔کعب بن اشرف کا قتل

ربیع الاول 3ھ ہجری ، 624ء

کعب بن اشرف کا تعلق قبیلہ طے کی شاخ بنونبھان سے تھا اس کی ماں قبیلہ بنونضیر سے تھی۔ بہت مالدار تھا۔ مشہور شاعر تھا سخت اسلام دشمن تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں ہجو لکھا کرتا تھا اس کا قلعہ مدینہ کے جنوب میں بنونضیر کی آبادی کے پیچھے واقع تھا۔ جنگِ بدر میں کفار مکہ کی شکست کا اس کو بہت دکھ تھا اپنے اشعار لکھ لکھ کر دشمنان اسلام کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا۔ جب بھی اسے تسلی نہیں ہوئی تو یہ مکہ پہنچا اور مطلب بن ابی وداعہ کے گھر مہمان رہا۔ مشرکین مکہ کو غیرت دلانے اور ان کی انتقام کی آگ کو گرم کرنے اور ان کے پیاروں کے قتل ہونے کا نوحہ کرتا تھا جنہیں قتل کر کے بدر کے کنویں میں پھینک دیا تھا۔

کعب بن اشرف کفارِ مکّہ سے کہتا کہ تم مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ دین دار ہو۔ مکہ سے

واپس آنے کے بعد اس نے مسلمان عورتوں کے بارے میں واہیات اشعار کہنے شروع کر دیئے۔ اس کی ان حرکتوں کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرام ؓ سے فرمایا کہ کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اذیت دی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جواب میں حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عباد بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جن کا نام سلکاب بن سلامہ تھا۔ جو کعب کے رضاعی بھائی تھے۔ حارث بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اوس اور ابو عبس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جبیر ؓ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس مختصر سی جماعت کے کمانڈر محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہ ؓ نے آپ ﷺ سے کچھ مبہم الفاظ کہنے کی اجازت چاہی جس سے کعب خوش ہو جائے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دے دی۔

اس کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) منصوبہ کے تحت کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکایت کی کہ وہ ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور جو ہم پر بوجھ ہے۔ اس پر کعب بولا کہ واللہ۔ ابھی تم لوگ اور بھی اکتا جاؤ گے۔

محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! اب جب ہم اس کے پیروکار بن گئے ہیں تو مناسب نہیں ہے کہ اس کو چھوڑ نا۔ ہم اس انتظار میں ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اچھا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں کچھ غلہ ایک یا دو وسق اناج دے دو۔ (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے جو ایک اونٹ کے وزن کا ہوتا ہے۔ کعب نے کہا میرے پاس کچھ رہن رکھو۔

محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا آپ کیا چیز رہن رکھنا پسند کریں گے کعب نے کہا! اپنی عورتوں کو ہمارے پاس رکھو۔

محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ ہم اپنی عورتوں کو تمہارے پاس کیسے رہن رکھ سکتے ہیں جبکہ تم عرب کے سب سے خوبصورت انسان ہو۔

اس نے کہا! تو پھر اپنے بیٹوں کو رکھو۔

محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا ہم اپنے بیٹوں کو کیسے رہن رکھ سکتے ہیں اگر ایسا کیا گیا تو انہیں گالی دی جائے گی۔ کہ ان کو دو وسق گندم کے بدلے رہن رکھا گیا۔ یہ ہمارے لئے شرم کی بات ہے البتہ

ہم آپ کے پاس اپنے ہتھیار رکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد یہ طے ہوگیا کہ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے پاس ہتھیار لے کر آئیں گے۔

دوسری طرف ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بھی منصوبہ پر کام کیا اور کعب بن اشرف کے پاس آئے ادھر اُدھر کے اشعار سناتے رہے کیونکہ وہ خود بھی شاعر تھا۔ پھر بولے اے ابن اشرف! میں ایک ضرورت کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ یہ بات کسی سے نہ کہی جائے۔

کعب نے کہا! ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔

ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! بھئی اس شخص (ان کا اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) نے ہمیں آزمائش میں ڈالا ہوا ہے سارا عرب ہمارا دشمن ہوگیا ہے سب نے ہمارے خلاف اتحاد بنا لیا ہے اور ہمارے راستے بند کردیئے ہیں۔ ہمارے اہل وعیال برباد ہورہے ہیں اور ہر وقت جان کا خطرہ رہتا ہے ہم اور ہمارے بچے محنت کرکر کے تھک گئے ہیں۔ میرے کچھ ساتھی ہیں جن کے خیالات بھی میرے جیسے ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ ہم پر کچھ احسان کریں اگر آپ کہیں تو میں ان کو لے کر آپ کے پاس آؤں اور آپ انہیں کچھ سمجھائیں۔

ابتدائی مرحلہ طے ہوگیا تھا۔ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہتھیار لے کر آئیں گے اور ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ساتھیوں کو لے کر آئیں گے۔

14 ربیع الاول 3ھ ہجری کو چاندنی رات کو انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی اور اپنے مشن پر نکلے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو جنت البقیع تک چھوڑنے آئے۔

یہ دستہ کعب بن اشرف کے قلعہ پر پہنچا تو ابو نائلہ نے اسے آواز دی۔ وہ اپنی نئی دلہن کے پاس بیٹھا ہوا تھا آواز سن کر اٹھا تو اس کی بیوی نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے کہا کے یہ میرا دودھ شریک بھائی ہے۔ باہر آیا تو خوشبو میں بسا ہوا تھا اس نے سر میں خوشبو لگائی ہوئی تھی۔ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ میں نے آج تک ایسی خوشبو نہیں سونگی۔ کعب نے کہا کہ میرے پاس عرب کی عورتوں میں سب سے خوبصورت اور خوشبو والی عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں سر سونگھ لوں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا سر سونگھا پھر ان کے ساتھیوں نے اور اس کی

تعریف کی۔

کچھ اور دور چلے ہوں گے تو ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ ایک بار پھر خوشبو سونگھا دو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ اس دفعہ ابو نائلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا اور بولے۔ اے اللہ کے دشمن! اتنے میں کئی تلواریں اس پر پڑیں لیکن اس کا کام تمام نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی کدال سے وار کیا جو اس کے آر پار ہوگئی اور اللہ کا یہ دشمن وہیں ڈھیر ہوگیا۔ پھر یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے قتل کی خبر دی۔ حملہ میں حضرت حارث بن اوس کچھ زخمی ہو گئے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے زخم پر اپنا لعابِ دہن لگایا جس سے وہ شفایاب ہو گئے اور پھر کبھی اس میں تکلیف نہ ہوئی۔ (ابن ہشام)

3.45 ۔ ابورافع کا قتل

جمادی الاخرہ 3ھ ہجری ، 624ء

اس کا اصل نام عبداللہ بن ابی الحقیق تھا اور ابورافع کنیت تھی اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت مالدار یہودی تاجر تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سخت دشمن تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف پہنچانے میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔

کعب بن اشرف (گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے والے محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھی قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب قبیلہ خزرج کے لوگوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجازت مانگی کے ہمیں اس گستاخِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ابورافع کو قتل کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اجازت دے دی۔ اور تاکید کر دی کہ کسی بچہ اور عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو امیر بنایا گیا اور ان کے ساتھ مسعود بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عبداللہ بن انیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابوقتادہ حارث بن ربعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حزاعی بن اسود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو روانہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عتیک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سورج غروب ہونے کے بعد ابورافع کے قلعہ کے پاس پہنچے، انہوں نے اپنے ساتھیوں کو وہاں ہی ٹھہرا کر قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کی اتفاق اس وقت قلعہ کا ایک گدھا گم ہوگیا جس کی تلاش میں کوئی روشنی لے کر نکلا تو یہ چھپ کر زمین پر ایسے بیٹھ گئے جیسے قضائے حاجت کر رہے ہوں۔ اس کے بعد دربان نے آواز دی کہ جو شخص قلعہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں داخل ہو جائیں۔ میں بھی داخل ہوگیا اور گدھے باندھنے کی جگہ پر چھپ گیا۔ دربان نے دروازہ بند کر دیا اور چابیاں ایک طرف کھونٹی پر لٹکا دی۔

ابورافع بالا خانے میں رہتا تھا۔ اوراس کے پاس دوستوں کی محفل جمی رہتی تھی۔ لوگوں نے اس کے ساتھ کھانا کھایا اور اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا اور ہر طرف خاموشی ہوگئی۔ دربان بھی سو چکا تھا میں نے چپکے سے چابیاں اٹھائیں اور دروازہ کھولا۔ میں جو دروازہ کھولتا تو اندر سے بند کر دیتا تھا تا کہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو میں ان کے پہنچنے سے پہلے اس کا کام تمام کر دوں پھر میں سیڑھیوں سے چڑھ کر ابورافع کے کمرے میں پہنچ گیا۔

وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ سو رہا تھا اور گھر میں مکمل اندھیرا تھا مجھے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ ابورافع کہاں ہے چنانچہ میں نے ابورافع کہہ کر آواز دی۔ اس نے کہا کون ہے میں نے آواز کی طرف جا کر تلوار سے زور سے وار کیا لیکن وہ صحیح جگہ پر نہ لگی اور میری ٹانگ پر زخم آیا۔ ابورافع نے چیخ ماردی میں نے پیچھے ہٹ کر آواز بدل کر کہا کیا ہوا ابورافع۔ اس نے کہا کہ تیری ماں پر تباہی آئے ابھی کسی شخص نے مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے۔ میں نے پھر آواز کی سمت دوبارہ تلوار سے وار کیا اس دفعہ زخم کاری تھا۔ اس کی بیوی بھی جاگ گئی اور وہ چیخنے چلانے لگی۔

میں نے آواز بدل کر ہمدردی ظاہر کی اس وقت وہ نیچے پڑا ہوا تھا میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ وہ کمر کے آر پار ہوگئی۔ میں سمجھ گیا کہ اب اس کا کام تمام ہوگیا۔ چنانچہ صبح ہی صبح موت کی خبر دینے والے نے قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر کہا کہ حجاز کے مشہور تاجر ابورافع کا قتل ہوگیا ہے۔

اعلان سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اس پر حملہ کے دوران میں خود بھی زخمی ہوگیا تھا۔ لیکن اس

خوشی کی خبر کی وجہ سے تکلیف کا احساس نہیں ہو رہا تھا وہاں سے نکل کر حضرت عبداللہ بن عتیک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے اور تمام واقعہ سنایا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا دستِ مبارک میری ٹانگ پر پھیرا تو میں ایسا ہو گیا گویا کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ (بخاری)

3.46 ۔ غزوۂ بحران

ربیع الثانی/جمادی الاولیٰ 3ھ ہجری ، 624ء

یہ ایک بڑی فوجی مہم تھی جس میں مجاہدین کی تعداد تین سو تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بحران نامی ایک علاقے کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ یہ حجاز کے اندر فرع کے اطراف میں معدنیاتی مقام ہے۔ وہاں ربیع الثانی اور جمادی الاولیٰ دو مہینے قیام کیا۔ اس کے بعد واپس مدینہ تشریف لائے۔ کسی قسم کی لڑائی سے سابقہ نہیں پیش آیا۔ (ابن ہشام)

3.47 ۔ سریہ زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جمادی الاولیٰ 3ھ ہجری ، 624ء

جنگِ بدر کے بعد سے کفارِ مکہ کی پریشانیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا اب ان کی شام کی تجارت بھی خطرے میں پڑتی نظر آنے لگی۔ شام کی تجارت کے لئے قافلہ تیار ہوا اور اس کا سربراہ صفوان بن امیہ کو بنایا۔ تو اس نے لوگوں سے کہا ہماری تجارتی شاہراہیں مسلمانوں نے غیر محفوظ بنا دی ہیں ان سے کس طرح نمٹا جائے۔ وہ راستوں پر مسلسل نظر رکھتے ہیں اور قریب کے قبائل نے ان کے ساتھ مصالحت کر رکھی ہے۔ عام لوگ بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سا راستہ اختیار کریں۔ اگر ہم تجارت نہ کریں اور گھروں میں بیٹھے رہیں تو تجارت کے ساتھ ساتھ اپنا مال بھی کھا کر ختم کر دیں گے اور کچھ نہ بچے گا۔ کیونکہ مکہ میں ہماری زندگی کا دارومدار ہی تجارت پر ہے کہ گرمیوں میں شام کی طرف اور سردیوں میں حبشہ کی طرف تجارت کریں۔

صفوان کی بات پر سردارانِ قریش نے غوروخوض کرنا شروع کیا۔ آخر اسود بن عبدالمطلب نے صفوان سے کہا۔ تم ساحل کا راستہ چھوڑ کر عراق کے راستے سفر کرو۔ یہ راستہ ذرا لمبا ہے نجد سے ہو کر شام جاتا ہے۔ لیکن محفوظ ہے اور مدینہ کے مشرق سے کافی دور سے گزرتا ہے۔ قریش اس راستہ سے نہ واقف تھے اس لئے اسود بن عبدالمطلب نے صفوان کو مشورہ دیا کے وہ فرات بن حیان کو جو قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتا ہے راستہ بتانے کے لئے راہ نما رکھ سکتے ہیں۔ وہ راستہ جانتا ہے اور سفر میں تمہاری راہ نمائی کرے گا۔ اس طرح سے یہ قافلہ نئے راستے سے شام کے لئے روانہ ہوا۔

دوسری طرف یوں ہوا کہ سلیط بن نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو مسلمان ہو چکے تھے ان کے دوست نعیم بن مسعود دونوں اکٹھے شراب پیتے تھے۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب نعیم پر شراب کے نشے کا زیادہ غلبہ ہوا تو انہوں نے قافلہ اور اس کے سفر کی پوری تفصیل بتا دی۔ حضرت سلیط بن نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً وہاں سے نکلے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر پوری تفصیل بتا دی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوراً حملہ کی تیاری کی اور سو سواروں کا ایک رسالہ حضرت زید بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کلبی کی کمان میں دے کر روانہ کیا۔ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نہایت تیزی سے راستہ طے کیا اور ابھی قریش کا قافلہ بالکل بے خبری کے عالم میں فروہ نامی ایک چشمہ پر پڑاؤ ڈالنے کے لئے اتر رہا تھا ان کو جا لیا اور اچانک اور بھرپور یلغار کر کے پورے قافلے پر قبضہ کر لیا صفوان بن امیہ اور دوسرے قافلے کے محافظ نے بھاگ کر جان بچائی۔

مسلمانوں نے قافلے کے راہنما فرات بن حیان اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ بھاری مقدار میں چاندی اور برتن جس کا اندازہ ایک لاکھ درہم تھا بطور غنیمت ہاتھ آئی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خمس نکال کر مالِ غنیمت رسالے کے افراد پر تقسیم کر دیا۔ فرات بن حیان نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ (ابن ہشام)

مسلمانوں کی طرف سے پے در پے چوٹ پڑنے کی وجہ سے قریش مکّہ کی کیفیت زخمی سانپ کی سی ہو گئی تھی۔

3.48۔ام المومنین حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح مبارک

شعبان 3ھ ہجری ، 624ء

ام المومنین حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام زینب بنتِ مظعون ہے جو بہت مشہور اور معزز صحابیہ تھیں۔ ان کی پہلی شادی خنیس بن حذافہ سہمی سے ہوئی۔ خنیس غزوۂ بدر میں زخمی ہوئے تھے اور پھر اس زخم کی وجہ سے ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے نکاح کیا۔ ان کے گھر کے سات افراد کو بدری صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

ان کے والد (1) حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ان کے چچا (2) حضرت زید بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ان کے شوہر (3) حضرت خنیس بن خزافہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ان کے تین ماموں (4) حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مظعون

(5) حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مظعون

(6) حضرت قدامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مظعون

(7) سائب بن عثمان بن مظعون۔ (ان کے ماموں کے بیٹے)

ام المومنین حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پیدائش بعثت سے پانچ سال پہلے ہوئی انہوں نے اپنے پہلے شوہر حضرت خنیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حذافہ کے ساتھ مدینہ میں ہجرت کی۔

آپؓ نے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دورِ حکومت میں شعبان 45ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی وفات کے وقت آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر ساٹھ (60) برس تھی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی اولاد نہ تھی۔

3.49۔نواسۂ رسول حضرت حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پیدائش

15رمضان 3ھ ہجری ، فروری 625ء

سیّدنا حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مرتضٰی اور دخترِ رسول سیّدہ فاطمہ الزہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے صاحبزادے ہیں، ان کی کنیت ابو محمد ہے اور ریحانۃ النبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لقب ہے۔ اس کے علاوہ اور القاب بھی ہیں مثلاً سید، شبر، مجتبیٰ اور شبیہِ رسول وغیرہ آپؓ رمضان کے مہینے میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔

سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیدائش کے بعد آپ کے کان میں اذان دی اور اپنا لعابِ دہن چٹایا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا اس میں دو مینڈھے ذبح کئے۔ آپؓ کے بال اتروا کر اس کے برابر چاندی صدقہ کی۔ سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تقریباً آٹھ سال تک حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سایہ عاطفت میں رہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر تھے اور سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھتے اور ایک مرتبہ حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف۔ اسی حال میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ میرا بیٹا سیّد (سردار) ہے اور امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہ میں صلح کروائے گا۔

حضرت امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بے حد مشابہت رکھتے تھے۔حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے دورِ خلافت میں آپؓ کی قدر و منزلت کی وجہ سے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا وظیفہ اصحابِ بدر کے برابر رکھا تھا۔ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دورِ خلافت میں آپ نے سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن العاص کے ساتھ طبرستان کے لشکر میں شریک ہو کر کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آخری دور میں باغیوں کے مقابلہ میں حضرت عثمان

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے محافظ کے طور پر خدمات دیں۔

رمضان 40ھ ہجری میں ایک خارجی ابن ملجم نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر قاتلانہ حملہ کیا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے تو لوگوں نے حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو جانشین کے طور پر منتخب کر لیا۔ لیکن آپ ؓ نے امت کو متحد کرنے کی خاطر جانشینی سے حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

حضرت سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا زمانہ خلافت 20 رمضان 40ھ ہجری سے 15 / جمادی الاولیٰ 41ھ ہجری ہے۔ اس طرح آپ سات ماہ اور چھبیس (26) دن تک خلیفۃ المسلمین رہے۔ خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا زیادہ تر وقت عبادت الٰہی میں گزرتا تھا۔

بعض روایت میں آتا ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتقال زہر کے اثر کی وجہ سے ہوا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے 49ھ ہجری یا 50ھ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پہلو میں سپردخاک ہوئے۔

3.50 ۔ غزوۂ احُد

3.50.1 ۔قریش کی تیاریاں

6/ شوال 3ھ ہجری، 625ء

قریش کے سردار عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب اور عبداللہ بن ربیعہ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے بے حد بے چین تھے ہر اس کاروائی کے لئے پیش پیش تھے جس میں مسلمانوں کے خلاف کوئی کام کیا جائے۔

واقعہ بدر کے وقت جو قافلہ ابوسفیان شام سے لے کر آیا تھا اور وہ کامیابی سے اسے بچا کر مکہ

لے گیا تھا۔ اس نے تمام مال جنگی اخراجات کے لئے روک لیا۔ اس نے کہا اے قریش کے لوگو! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں سخت دھچکا دیا ہے اور تمہارے سرداروں کو قتل کر دیا ہے اس لئے اس مال سے ان سے جنگ کرنے میں مدد دو تا کہ ہم اس سے بدلہ لے سکیں قریش کے لوگوں نے اسے منظور کیا۔ چنانچہ سارا مال جس میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا سامان تھا جنگ کی تیاری میں دے دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ط والَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْن☆

ترجمہ: بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے، پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے۔ پھر مغلوب ہو جائیں گے اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا۔ (سورۃ الانفال۔۳۶)

انہوں نے آس پاس کے قبائل کو بھی جنگ میں شریک کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔ بنو کنانہ اور بنو تہامہ کو جنگ میں شریک کیا، مکہ کے حبشی غلاموں کو بھی قریش کی فوج میں شریک کیا گیا۔ مدینہ کے منافقین نے بھی خفیہ طور پر ان کی مدد کی۔ جبیر بن مطعم کا ایک وحشی غلام تھا جو چھوٹا نیزا (حربہ) چلانے کا ماہر تھا۔ اس کو اس شرط پر جنگ میں شریک کیا کہ اگر وہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دے تو آزاد کر دیا جائے گا۔ ہند بنتِ عتبہ زوجہ ابوسفیان نے کہا کہ اگر تو نے میرے باپ کے قاتل حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کیا تو میں تجھے اپنا تمام زیور دے دوں گی۔

قریشِ مکہ نے کوشش کر کے تین ہزار کا لشکر تیار کر لیا اور ساتھ عورتوں کو بھی لے جانے کا پروگرام بنایا تا کہ غیرت کی وجہ سے سپاہی جوش سے لڑیں۔ عورتوں کی تعداد پندرہ تھی۔ سواری اور سامان کے لئے تین ہزار اونٹ تھے اور رسالہ میں دو سو گھوڑے تھے جن کو تازہ رکھنے کے لئے راستے میں ان پر سوار نہیں ہوتے تھے حفاظت کے لئے سات سو زرہیں تھیں۔ اس رسالہ کی کمان خالد بن ولید کو دی گئی جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور ان کی معاونت عکرمہ بن ابوجہل نے کی۔ ان کے قائدے کے مطابق علم قبیلہ بنی عبدالدار کے

پاس رہا۔

دوسری طرف مسلمان اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار کی تمام تیاریوں سے مکمل طور پر باخبر تھے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کفار کی جنگی تیاریوں اور ان کے ارادوں کی خبر قاصد کے ذریعے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچائی اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد قباء میں تشریف فرما تھے۔ قاصد کا یہ خط حضرت ابی بن کعب نے پڑھ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سنایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے راز داری کی تاکید کر کے مدینہ تشریف لائے اور انصار اور مہاجرین سے صلاح ومشورہ کئے۔

3.50.2 ۔ مسلمانوں کی حملے سے نپٹنے کی تیاریاں

شوال 3ھ ہجری، 625ء

مدینہ میں مسلمان بھی محتاط ہو گئے تھے نماز کے وقت بھی ہتھیار ساتھ میں رکھتے تھے۔ انصار کا ایک دستہ مستقل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت پر تعینات تھا جن میں حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت اسید بن خضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شامل تھے۔ یہ لوگ ہتھیاروں کے ساتھ ساری ساری رات پہرا دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں کی بھی نگرانی کی جانے لگی۔

کفارِ مکہ کا لشکر عام شاہراہ سے ہوتا ہوا ابواء کے مقام پر پہنچا۔ یہاں پہنچ کر ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے یہ تجویز دی کہ یہاں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ کی قبر اکھاڑ دی جائے۔ لیکن نتائج کے خوف سے لوگوں نے یہ تجویز مسترد کر دی۔ کفارِ کا لشکر سفر کرتا ہوا وادی عقیق سے گزرا پھر کوہ احد کے قریب عینین نامی مقام جو مدینہ کی شمال میں وادیٔ قناۃ کے کنارے ایک بنجر زمین پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ 6 شوال 3ھ ہجری کا واقعہ ہے۔

3.50.3 ۔ مسلمانوں کی جنگی حکمتِ عملی اور روانگی

7 شوال 3 ہجری، 625ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لمحہ لمحہ کی اطلاعات مل رہیں تھیں یہاں تک کہ ان کے پڑاو کی اطلاع بھی مل گئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوجی ہائی کمان کی مجلس شوری کا اجلاس منعقد کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اپنا ایک خواب سنایا کہ میں نے ایک بھلی چیز دیکھی ہے۔ میں نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح کی جارہی ہیں اور میں نے دیکھا کے ایک تلوار کے سرے پر شکستگی ہے اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ محفوظ زرہ میں داخل کیا ہے۔

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گائے کی یہ تعبیر بتائی کہ کچھ صحابہؓ شہید کئے جائیں گے تلوار کی شکستگی کی تعبیر یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر کا کوئی آدمی شہید ہوگا۔ اور محفوظ زرہ سے مراد شہر مدینہ ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ کو یہ رائے دی کہ شہر کے اندر رہ کر دشمن سے مقابلہ کیا جائے۔ اگر قریش کیمپ میں بیٹھے رہتے ہیں بے مقصد قیام سے اپنا نقصان کریں گے اور اگر شہر کے اندر داخل ہوتے ہیں تو ہم گلی کوچوں میں ان سے مقابلہ کریں گے۔ اس رائے سے عبداللہ بن ابی نے بھی اتفاق کیا وہ خزرج کے لوگوں میں شامل تھا جو اس قبیلہ کی نمائندگی کر رہے تھے۔

بعض کبار صحابہؓ کی جماعت بدر میں شریک نہ ہو سکی تھی انہوں نے جوش وخروش کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں دشمن سے مقابلہ کرنے کی رائے پیش کی جن میں بعض صحابہؓ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تو اس دن کی تمنا کیا کرتے تھے، اور اللہ سے اس کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

اب اللہ نے یہ موقع دیا ہے کہ میدان سے نکلنے کا وقت آ گیا ہے تو پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دشمن کے مقابلہ میں تشریف لے چلیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ڈر گئے ان اصرار کرنے والوں میں حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی شامل تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کثرت کی رائے کا خیال کرتے ہوئے اپنی رائے بدل دی اور مدینہ سے نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بعدِ نماز جمعہ مدینہ سے روانہ ہوئے مدینہ میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو چھوڑ گئے کہ نماز پڑھائیں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر موجودگی میں مدینہ کا انتظام سنبھالیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں لشکر تیار کر لیا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عصر کی نماز پڑھی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اندر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سر پر عمامہ باندھا اور لباس پہنایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نیچے اوپر دو زرہیں پہنیں۔ تلوار حمائل کی ہتھیار سے آراستہ ہو کر لوگوں کے سامنے تشریف لائے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رائے کے خلاف باہر نکل کر لڑنے پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مجبور کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو پسند ہو ہم ویسا کرنے کے لئے تیار ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کوئی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب اپنا ہتھیار پہن لے تو مناسب نہیں کہ اسے دشمن کے ساتھ فیصلہ سے پہلے اتار دے۔ (مسند احمد)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔

(1) مہاجرین کا دستہ: اس کا پرچم حضرت معصب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبدری کو عطا فرمایا۔

(2) قبیلہ اوس (انصار) کا دستہ: اس کا علم حضرت اسید بن حضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عطا فرمایا۔

(3) قبیلہ خزرج (انصار) کا دستہ: اس کا علم حضرت خباب بن منذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عطا فرمایا۔

لشکر میں سو زرہ پوش اور پچاس شہسوار تھے۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زرہ پہنے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شیخان نامی مقام پر لشکر کا معائنہ فرمایا۔ ان میں کم عمر اور کمزور لوگوں کو واپس کر دیا حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت اسامہ بن زید، اسید بن ظہیر، زید بن ثابت، زید بن ارقم، عرابہ بن اوس، عمرو بن حزم، ابوسعید خدری، زید بن حارثہ اور سعد بن حبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو اجازت مل گئی۔ ان کے علاوہ حضرت رافع بن خریج، سمرہ بن جندب اور براء بن عازب کو کمسن ہونے کے باوجود

جنگ میں شرکت کی اجازت مل گئی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسلامی لشکر نے احد اور مدینہ کے درمیان شام گزاری۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی یہاں ہی پڑھیں۔ پھر رات بھر یہاں ہی گزارنے کا فیصلہ ہوا۔ پہرے کے لئے پچاس صحابہؓ کو منتخب کیا گیا جن کے قائد محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انصاری تھے۔ ذکوان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ بن قیس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہرا دیتے رہے۔

3.50.4 ۔ منافقین کی شرارت

7 شوال ہفتہ 3ھ ہجری، 625ء

طلوع فجر سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چل کر مقام شوط پر پہنچ کر فجر کی نماز پڑھی اب آپ (ﷺ) دشمن کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں پہنچ کر عبداللہ بن ابیُ نے بغاوت کر دی اور اپنے تین سو آدمی لے کر مدینہ چلا گیا یہ کہہ کر کے کیونکہ ہماری رائے پر عمل درآمد نہیں ہوا اس لئے ہم مدینہ سے باہر نہیں لڑیں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے احد کے پہاڑ کو پشت پر رکھ کر اپنا کیمپ قائم کر لیا۔

عبداللہ بن ابیُ کی اس حرکت کا اثر یہ ہوا کہ قبیلہ اوس میں سے بنو حارثہ اور قبیلہ خزرج میں سے بنوسلمہ بھی شکست کے خوف سے واپسی کا سوچنے لگے لیکن اللہ نے ان کی مدد کی اور وہ پھر ثابت قائم ہو گئے۔

اس پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْن ☆ (سورۃ آلِ عمران۔۱۲۲)

ترجمہ: جب تمہاری دو جماعتیں پست ہمتی کا ارادہ کر چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور مددگار ہے۔ اور اسی کی پاک ذات پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر کے سات سو افراد کو لے کر آگے بڑھے آپ (صلی اللہ علیہ

وسلم) دشمن کے سامنے سے گزرے بغیر اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنا چاہتے تھے اس کام میں آپ ﷺ کی مدد حضرت خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کی۔ ان کی راہ نمائی میں ایک مختصر راستہ اختیار کیا گیا جو مشرکین کے لشکر کو مغرب کی سمت چھوڑتا ہوا بنی حارثہ کے علاقے اور کھیتوں سے گزرتا تھا راستہ میں مربع بن قیظی کا باغ تھا۔ یہ شخص منافق بھی تھا اور نابینا بھی۔ اس نے لشکر کی آمد کو محسوس کیا تو مسلمانوں کے چہروں پر دھول پھینکنے لگا اور کہنے لگا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرے باغ میں آنے کی اجازت نہیں لوگ اس کو قتل کرنے کے لئے لپکے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اسے قتل نہ کرو یہ دل و آنکھ دونوں کا اندھا ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر وادی کے سرے پر احد پہاڑ کی گھاٹی میں پڑاؤ ڈالا سامنے مدینہ تھا اور پیچھے احد کا بلند پہاڑ اس طرح دشمن کا لشکر مسلمانوں اور مدینہ کے درمیان آ گیا۔

3.50.5 ۔ لشکر کی ترتیب و تنظیم

7/ شوال 3ھ ہجری ، 625ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں پہنچ کر لشکر کو جنگی نقطہ نظر سے تقسیم کیا۔ ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ منتخب کیا جو پچاس جوانوں پر مشتمل تھا۔ اس کی کمان حضرت عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن نعمان انصاری کے سپرد کی۔ انہیں وادیٔ قناۃ کے جنوبی کنارے پر واقع ایک چھوٹی سے پہاڑی پر جو اسلامی لشکر کے کیمپ کے ڈیڑھ سو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے اور اب جبل رماۃ کے نام سے مشہور ہے پر تعینات کیا اور فرمایا۔ شہسواروں کو تیر مار کر ہم سے دور رکھنا تا کہ وہ پیچھے سے ہم پر نہ چڑھ آئیں۔ ہم جیتیں یا ہاریں تم اپنی جگہ پر رہنا۔ تمہاری طرف سے ہم پر حملہ نہ ہونے پائے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیر اندازوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ہماری پشت کی حفاظت کرنا، اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں پھر بھی ہماری مدد کو نہ آنا اگر دیکھو کہ ہم مالِ غنیمت سمیٹ رہے ہیں پھر بھی ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔

صحیح بخاری کے الفاظ کے مطابق یوں فرمایا اگر تم لوگ دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تو بھی اس جگہ کو نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں نہ بلالوں۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے قوم کو شکست دے دی ہے اور انہیں کچل دیا

ہے تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑ نا یہاں تک کہ میں نہ بلا بھیجوں۔ (ابن ہشام)

اتنے سخت فوجی احکامات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنا اہم فوجی مورچہ تھا۔ وہاں ہی سے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔

باقی لشکر کی ترتیب اس طرح سے تھی کہ میمنہ پر حضرت منذر بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور میسرہ پر حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مقرر ہوئے اور حضرت مقداد بن اسود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کا معاون بنایا۔ حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یہ مشن دیا گیا تھا کہ وہ خالد بن ولید کے دستہ کو روکیں گے۔ یہ منصوبہ اتنی باریک بینی اور حکمت پر مبنی تھا اس سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فوجی قیادت میں قابلیت اور دسترس کا پتہ چلتا ہے۔ حالانکہ مسلمان دشمن کے پہنچنے کے بعد میدان میں پہنچے تھے جو لشکر پہلے آتا ہے وہ بہتر جگہ منتخب کرتا ہے۔ دشمن کا کیمپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں نشیبی جگہ پر تھا اگر وہ غالب آ جائے تو فتح کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں کر سکتے تھے اور اگر مسلمان غالب آ جائیں تو دشمن کو بھاگتے ہوئے گرفتار کر سکتے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کو بتایا کہ جب تک میں حکم نہ دوں دشمن پر حملہ نہیں کرنا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی طرف سے مکمل تیاری کر کے بیٹھے تھے۔ مشرکین نے اپنے صفت بندی کی ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا جس نے لشکر کے قلب میں اپنا مرکز بنایا تھا۔

میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل تھے پیدل فوج کی کمان صفوان بن امیہ کے پاس تھی اور تیراندازوں پر عبداللہ بن ربیعہ تھا اور جھنڈا بنوعبدالدار کے پاس تھا۔ یہ کام ان کے باپ دادا سے ان کے پاس تھا۔ سب سے اہم پرچم ہوتا ہے اگر یہ گر جاتا تو فوج کے قدم اکھڑ جاتے تھے۔ اس لئے ابوسفیان نے ان کو غیرت دلائی۔ انہوں نے کہا کہ ہم کٹ جائے گے لیکن جھنڈا گرنے نہیں دیں گے۔

جنگ سے پہلے ابوسفیان نے ایک چال چلی کہ انصار مدینہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان سے ہٹ جاؤ ہماری تمہاری کوئی لڑائی نہیں ہے اس کا انصار نے بڑا سخت جواب دیا۔ ابوعامر جس کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی میں مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا وہ بھی کفار کے ساتھ آیا اور کفار کو جوش دلاتا رہا اس طرح عورتیں جن میں ہند بنتِ عتبہ ابوسفیان کی بیوی بھی بہت پیش پیش تھی۔

3.50.6 ۔ جنگ کا آغاز

7 شوال ہفتہ 3ھ ہجری ، 625ء

سب سے پہلا شخص جو مشرکین کی طرف سے نکلا وہ طلحہ بن ابی طلحہ عبدری تھا یہ نہایت بہادر شہسوار مانا جاتا تھا۔ مسلمان اسے کبش الکتیبہ (لشکر کا مینڈھا) کہتے تھے۔ یہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور مبارزت دی۔ اس کے مقابلہ میں حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگے بڑھے ایک لمحہ میں شیر کی طرح جست لگا کر اونٹ پر چڑھ گئے اور اس کو نیچے گرا کر تلوار سے ذبح کر دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ منظر دیکھ کر اللہُ اکبر کا نعرہ لگایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تعریف کی اور کہا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرے حواری زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ اس کے بعد ہر طرف جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے طلحہ بن ابی طلحہ علمبردار تھا اس کے بعد اس کا بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے پرچم اٹھالیا۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد ابوسعد بن ابی طلحہ نے پرچم اٹھالیا اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایسا تیر مارا کے اس کی گردن کے پار ہو گیا اور مر گیا۔ اس کے بعد مسافع بن طلحہ نے جھنڈا اٹھایا اس کو عاصم بن ثابت بن ابی افلح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تیر مار کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی کلاب بن طلحہ نے جھنڈا اٹھایا اس پر حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ٹوٹ پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر جلاس بن طلحہ نے جھنڈا اٹھایا تو طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نیزہ مار کر اسے ختم کر دیا اور عاصم بن ثابت نے بھی اسے نیزہ مارا ایک ہی گھر کے چھ لوگ جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے مارے گئے۔ اس کے بعد قبیلہ بنی عبد الدار کا ایک شخص ارطاہ بن شرجیل نے پرچم سنبھالا اسے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یا حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ختم کر دیا۔ اس کے بعد شریح بن قارظ نے جھنڈا اٹھایا اسے قزمان نے قتل کر دیا۔ قزمان منافق تھا وہ اسلام کے بجائے قبائل حمیت کے جوش میں مسلمانوں کے ہمراہ لڑنے آیا تھا۔ شریح کے بعد ابو زید عمرو بن عبد مناف نے جھنڈا سنبھالا مگر اسے بھی قزمان نے ٹھکانے لگا دیا پھر شرجیل بن ہاشم کے لڑکے نے جھنڈا اٹھایا اسے بھی قزمان نے مار دیا۔

بنی عبد الدار کے دس افراد جھنڈے کی حفاظت میں مارے گئے اب کوئی نہ بچا تھا اس موقعہ پر ایک

حبشی غلام جس کا نام صواب تھا اس نے جھنڈا اٹھالیا۔ وہ جھنڈا اٹھا کر بہادری سے لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور جھنڈا زمین پر گر گیا اور کوئی اٹھانے والا نہ تھا۔

دوسری طرف جنگ زوروں پر جاری تھی۔ حضرت ابو جادنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے ماتھے پر سرخ پٹی باندھ لی تھی جس کا مطلب تھا کہ اب مرتے دم تک لڑیں گے لڑتے ہوئے دشمنوں کا صفایا کرتے رہے۔ حضرت ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار تھی۔ حضرت ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔

ادھر وحشی غلام جس کو انعام کی لالچ دی گئی تھی اس کی نظریں حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعاقب کر رہی تھیں آخر اس نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اونٹ پر سوار لوگوں کے بیچ میں گھس کر ان کا صفایا کر رہے ہیں اس نے سامنے کوئی ٹک نہیں پا رہا تھا وحشی ان کے قتل کی تیاری کر رہا تھا کبھی درخت اور کبھی پتھر کی اوٹ میں چھپ کر ان کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وحشی نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سباح بن عبدالعزیٰ کو قتل کر رہے ہیں تو وحشی نے اپنا نیزہ تولا اور ان کی طرف اچھال دیا جو ان کو لگا اور آر پار ہو گیا۔ انھوں نے وحشی کی طرف بڑھنا چاہا لیکن گر پڑے۔ وحشی ان کو دور سے دیکھتا رہا یہاں تک کے وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد وحشی قریب گیا اور اپنا نیزا نکال کر لشکر میں واپس چلا گیا اس کو ان سوا کسی سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس نے انہیں صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ آزاد ہو جاؤں گا۔ چنانچہ جب وہ مکہ آیا تو اس کو آزادی مل گئی۔ ہند موقعہ پا کر حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کے پاس آئی اور ان کی ناک کان کاٹ دیے اور آنکھیں نکال دیں سینہ چاک کر کے جگر کاٹ کر نکالا اور اس کو دانتوں سے چبایا مگر نگل نہ سکی اگل دیا۔ اسی لئے جگر خواہ مشہور ہوئی۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بنتِ عبدالمطلب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سگی بہن تھیں جب وہ لاش دیکھنے آئیں تو حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو لاش دیکھنے سے روک دیا انھوں نے منع کیا تو حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے میں نوحہ کرنے نہیں آئی میں صبر کروں گی اور ان

کے لئے دعائے مغفرت کروں گی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کران کو دیکھنے کی اجازت دے دی انہوں نے اپنے بھائی کی لاش اوران کے جگر کے ٹکڑے زمین پر بکھرے ہوئے دیکھے پھرانہوں نے کہا۔

"انا للّٰہ و انا الیہ را جعون"

پھر دعائے مغفرت کی اور چلی گئیں علمدار اسلام حضرت مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمیر کے کفن کے لئے صرف ایک چادر تھی جو اس قدر چھوٹی تھی کہ سر چھپاتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر چھپاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ آخر سر چھپا کر پاؤں پر گھانس ڈال کر چھپا دیا۔ تمام شہید بلا غسل ایک قبر میں دو دو دفن کئے گئے۔ حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کے مطابق حضرت عبداللہ بن جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ دفن کیا گیا وہ آپ کے بھانجے بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے۔

جنگِ احد میں بہادری کے جوہر دیکھانے والے صحابی حضرت حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غسیلِ ملائکہ تھے جو نرالی شان سے میدانِ جنگ میں آئے۔ آپ ابوعامر راہب کے بیٹے تھے ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی لیکن جنگ کے اعلان کی وجہ سے یہ میدانِ میں نکل آئے میدانِ جنگ میں بہادری کے جوہر دیکھاتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان کے سپاہ سالار ابوسفیان تک پہنچ گئے اور قریب تھا اس کا کام تمام کر دیتے لیکن ان کے مقدر میں شہادت لکھی ہوئی تھی آپ نے ابوسفیان کو تلوار کے نشانے پر لیا لیکن اس سے پہلے کہ آپ اس پر وار کرتے شداد بن اوس نے دیکھ لیا اوران کے وار کرنے سے پہلے ان پر وار کر دیا جس سے خود حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہوگئے۔ میدانِ جنگ سے حضرت حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش غائب ہوگئی تلاش کے بعد ملی تو اس میں سے پانی ٹپک رہا تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ کو بتایا کے ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے پھر فرمایا ان کی بیوی سے پوچھو کیا معاملہ ہے تو انہوں نے واقعہ بتلایا۔ یہیں سے حضرت حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام غسل ملائیکہ (فرشتوں کے غسل دیئے ہوئے) پڑ گیا۔ (زادالمعاد)

ابن اسحٰق کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی۔ مسلمان تلوار سے مشرکین کی ایسی کٹائی کر

رہے تھے کہ وہ کیمپ سے بھی پرے بھاگ رہے تھے۔ ان کوشکست فاش ہوچکی تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والد کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ ہند بنتِ عتبہ اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ کپڑے اٹھائے بھاگ رہی تھی اس کی پنڈلیاں نظر آرہی تھیں۔ ان کی گرفتاری کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی۔

3.50.7۔تیراندازوں کی غیر ذمہ داری اورخوفناک غلطی

7 شوال ہفتہ 3ھ ہجری ، 625ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبل رماۃ پر جن تیراندازوں کی ڈیوٹی لگائی تھی انہوں نے بڑا رول ادا کیا۔ مکی شہسواروں نے خالد بن ولید کی قیادت میں اور ابوعامر فاسق کی مدد سے اسلامی فوج کا بایاں بازو توڑ کر مسلمان کی پشت تک پہنچنے اوران کوصفوں میں کھلبلی مچا کرشکست دینے کے لئے تین بار بھرپور حملہ کیا۔ لیکن مسلمان تیراندازوں نے اپنے تیروں سے ان کے تینوں حملے ناکام بنادیئے۔

لیکن عین اس وقت جب مسلمانوں کا لشکر کفار کے خلاف دوسری جنگ میں بھرپور کامیابی حاصل کر رہا تھا توان تیراندازوں کی خوفناک غلطی اوررسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حکم عدولی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ اورخود نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہونے سے بال بال بچے۔

ہوایوں کہ پہاڑی پر بیٹھے صحابہ اکرامؓ نے جب دیکھا کہ کفار جان بچا بچا کر بھاگ رہے ہیں میدان جنگ آہستہ آہستہ خالی ہونے لگا ہے اوردشمن کا مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں، اپنے خیال میں یہ سمجھے کہ جنگِ ختم ہوگئی ہے اوراب ہمیں اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مالِ غنیمت لوٹنا چاہئے ،ان کے اوپر بھی جب دنیا کا کچھ اثر ہوگیا اوروہ پہاڑی پرسے اتر کرمیدان کی طرف بھاگے۔

ان کے کمانڈر حضرت عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کورسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکامات یاد دلائے اورفرمایا! کیاتم لوگ بھول گئے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں کیاحکم دیا تھا۔ لیکن بیشتر لوگوں نے ان کی بات پر کان نہیں دھرا اورحضرت عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ہم بھی ان کے پاس ضرور جائیں گے اورکچھ مالِ غنیمت ضرورحاصل کریں گے اس طرح سے چالیس تیراندازوں

نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے عام لشکر میں جا ملے اور مسلمانوں کی پشت خالی ہوگئی وہاں عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے نو ساتھی باقی رہ گئے تھے۔ خالد بن ولید مسلسل تیراندازوں کی نقل و حمل جانچ رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ پہاڑی پر تیرانداز نہیں ہیں تو وہ نہایت تیزی سے چکر کاٹ کر اسلامی لشکر کی پشت کی جانب جا پہنچے اور چند لمحوں میں عبداللہ بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور سب کو شہید کر دیا اور پھر ایک آواز لگا کر شکست خوردہ مشرکین کو اکٹھا ہونے کو کہا آواز سن کر قبیلہ بنو حارث کی ایک عورت عمرہ بنتِ علقمہ نے لپک کر زمین سے پڑا ہوا مشرکین کا جھنڈا اٹھا لیا اور پھر اسکے گرد مشرکین اکٹھے ہونے لگے اور اب مسلمان آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھیرے میں آ چکے تھے۔

3.50.8 ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دلیرانہ قدم

شوال 3ہ ہجری ، 625ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اس وقت صرف نو صحابہؓ رہ گئے تھے کہ اچانک انہوں نے خالد بن ولید کو گھوڑے پر سوار دیکھا اب دو ہی راستہ تھے کہ کسی محفوظ جگہ جا کر پناہ لی جائے یا اپنی جان خطرے میں ڈال کر مقابلہ کیا جائے۔ اس نازک وقت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ کی جان بچانے کا فیصلہ کیا۔ خالد بن ولید کو دیکھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ کو پکارا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز مشرکین تک پہنچ گئی ان کو معلوم ہو گیا کہ آپ یہاں ہیں تو مسلمانوں سے پہلے انہوں نے پہنچ کر حملہ کر دیا۔ مسلمان مکمل طور پر دشمن کے نرغے میں تھے۔ کچھ لوگ تو اپنے ہوش و حواس کھو چکے تھے اور میدان میں ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ کسی کو دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ کچھ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے بعض لوگوں نے یہ سوچا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیُ کے ساتھ مل جائیں اور ابوسفیان سے امان طلب کر لیں۔ چند لمحوں کے بعد ان کے پاس سے حضرت انس بن نضر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں انہوں نے پوچھا کسی کا انتظار ہے تو جواب دیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو چکے ہیں۔

اس پر حضرت انس بن نضر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اب تم لوگ زندہ رہ کر کیا کرو گے جس چیز پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جان دی اسی چیز پر ہم بھی جان دے دیں اس کے بعد فرمایا! اے اللہ ان مسلمانوں نے جو کچھ کیا ان کی طرف سے معذرت کرتا ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا ان کی طرف سے برأت اختیار کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ان کی لاش جب دیکھی گئی تو اتنے زخم تھے کہ لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی ان کی بہن نے ہاتھوں کی انگلیوں سے پہچانا۔

ایک گروہ تھا جس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فکر تھی ان میں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شامل تھے۔ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت میں آگے آگے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اردگرد صرف نو افراد رہ گئے تھے جن میں سات انصار تھے اور دو مہاجرین سات انصار میں بھی باری باری آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو رہے تھے کہ یہاں تک کہ ساتوں نے جام شہادت نوش کر لیا۔ آخری انصاری صحابی حضرت عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن یزید بن السکن تھے۔ اب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت حضرت طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرما رہے تھے حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص تیر چلا چلا کر دشمن کو پیچھے رکنے پر مجبور کر رہے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان۔ اس دوران عتبہ بن ابی وقاص نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پتھر مارا جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلو کے بل گر پڑے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نچلا دانت ٹوٹ گیا اور نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا۔ عبداللہ بن شہاب زہری نے بڑھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیشانی پر وار کیا اور عبداللہ بن قمئہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ ایک ماہ تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف ہوتی رہی لیکن ذرہ کی وجہ سے حفاظت ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے ایک اور وار کیا جو آنکھ کے نیچے ابھری ہوئی ہڈی پر لگا جس کی وجہ سے خود کی

دو کڑیاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے مبارک میں گھس گئیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے آگے ڈھال بن کر لڑ رہے تھے یہاں تک کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔

حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف پلٹ کر آنے والے صحابی حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی پہنچ گئے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دانتوں سے پکڑ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خود کی کڑیوں کو نکالا جس کے نکلنے میں ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔

اس نازک ترین لمحوں کے دوران جن جانباز صحابہ کی جماعت آپ کے ساتھ تھی ان کے نام، ابودجانہ، مصعب بن عمیر، علی بن ابوطالب، سہل بن حنیف، مالک بن سنان (حضرت ابوسعید خدری کے والد)، امِ عمارہ نسیبہ بنتِ کعب مازنیہ، قتادہ بن نعمان، عمر بن خطاب، حاطب بن ابی بلتعہ اور ابوطلحہ رضوان اللہ اجمعین تھے۔ حضرت ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے کھڑے تھے اپنی پیٹھ کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ڈھال بنالیا تھا ان پر تیر پڑ رہے تھے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے۔ حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عتبہ بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ نکلا لیکن ان کو دوبارہ موقعہ ملا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

حضرت سہل بن حنیف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت ماہر تیرانداز تھے انہوں نے دشمن کی یلغار کو پیچھے دھکیل دیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود بھی تیر چلائے اتنے تیر چلائے کہ کمان ٹوٹ گئی پھر وہ حضرت قتادہ بن نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لے لی۔ اس روز یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ حضرت قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آنکھ زخمی ہو کر چہرے پر ڈھلک گئی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے لڑتے لڑتے منہ پر چوٹ کھائی جس سے ان کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا۔ انہیں بیس سے زیادہ زخم آئے اور زخموں کی وجہ سے پاؤں

سے لنگڑے ہو گئے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد مالک بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے خون چوس کر صاف کیا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھوک دو انہوں نے فرمایا ہرگز نہیں تھوکوں گا۔ اس کے بعد پھر دشمنوں کی صفوں میں لڑنے کے لئے چلے گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اگر کوئی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو ان کو دیکھ لے اس کے بعد وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

حضرت ام عمارہ نسیبہ بنتِ کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کرتے ہوئے ابن قمئہ کے سامنے آ گئیں اور اس کے کندھے پر تلوار ماری اور اس کو زخمی کر دیا لیکن وہ ذرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔ حضرت ام عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لڑتے ہوئے بارہ زخم آئے۔

حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی انتہائی بے جگری سے جنگ میں لڑے اور ابن قمئہ کے حملوں کو روکتے رہے۔ اس نے آپ کے داہنے ہاتھ پر اس زور سے تلوار ماری کہ وہ کٹ کر گر گیا ان کے ہاتھ میں مسلمان لشکر کا جھنڈا تھا۔ آپ نے بائیں ہاتھ میں اٹھالیا۔ اس نے تلوار سے وار کر کے آپ کا بایاں بازو بھی کاٹ دیا تو آپ نے سینے اور گردن کے سہارے سے اسے اٹھائے رکھا۔ یہاں تک کہ آپ نے جامِ شہادت نوش فرمالیا۔

حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شباہت آتی تھی کفار یہ سمجھتے کہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کر دیا اس لئے وہ چلا چلا کر کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا۔ اس آواز کے کو سنتے ہی بہت سے اصحابؓ کے حوصلہ پست ہو گئے اور مسلمانوں کے لشکر میں ناامیدی سی چھا گئی اور مشرکین اور جوش وخروش سے مسلمانوں پر حملے کرنے لگے اور مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تھام لیا تھا۔ اس دوران رسول للہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نکل کر سامنے آئے اور حضرت کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا خوشی سے سب کو بتانا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) نے اشارے سے منع کر دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تیس (۳۰) صحابہؓ جمع ہو گئے۔

ادھر کفار کی طرف سے عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ یہ کہتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بڑھا کہ یا تو میں رہوں گا یا وہ۔ لیکن اچانک ایک گڑھے میں اس کا گھوڑا گر گیا وہاں فوراً حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن صمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس پر حملہ کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ لیکن حضرت حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن صمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر مکی فوجی کا سوار عبداللہ بن جابر نے حملہ کیا اور کندھے پر تلوار مار کر زخمی کر دیا، عبداللہ بن جابر پر حضرت ابو دجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حملہ آور ہوئے اور ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر اڑ گیا۔ ابو دجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سر پر سرخ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اب دشمن کے حملے رک چکے تھے مسلمان محفوظ مقام پر آ گئے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھی محافظ دستہ پہنچ چکا تھا۔ خالد بن ولید کے حملے کی وجہ سے مسلمانوں میں جو بدحواسی پھیل گئی تھی اس پر قابو پا لیا تھا۔

3.50.9 ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ابی بن خلف کو قتل کرنا

7/ شوال 3ھ ہجری، 625ء

ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب گھاٹی میں تشریف لے آئے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا آیا کہ کہاں ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا یہ رہے گا یا میں، صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے کوئی اس پر حملہ کرے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اسے آنے دو۔ جب وہ قریب آیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حارث بن صمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے چھوٹا نیزا لیا اور لینے کے بعد جھٹکا دیا تو لوگ اس طرح پیچھے ہٹے جس طرح اونٹ جھرجھری لیتا ہے تو مکھیاں اڑتی ہیں اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سامنے آ پہنچے اس کے خود اور حلق کے درمیان تھوڑی سی جگہ دیکھائی دی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ٹکا کر اسی پر ایسا نیزا مارا کہ وہ گھوڑے سے لڑھک گیا اور بھاگ کر قریش کے پاس چلا گیا۔ حالانکہ اس کی گردن پر زیادہ چوٹ نہیں آئی تھی اور نہ خون بہا تھا وہ کہنے لگا۔ واللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا۔ لوگوں نے کہا! کہ خدا کی قسم تو نے دل چھوٹا کر دیا

ہے ورنہ کوئی خاص چوٹ نہیں آئی ہے۔ اس نے کہا! وہ مکہ میں مجھ سے کہہ چکا تھا کہ میں تمہیں قتل کروں گا اس لئے خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک دیتا تو بھی میری جان چلی جاتی۔

بالآخر اللہ کا وہ دشمن مکہ واپس آتے ہوئے مقام سرف پر پہنچ کر مر گیا۔ ابوالاسود نے حضرت عروہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ وہ بیل کی طرح آواز نکالتا تھا اور کہتا تھا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذی المجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے۔ (مختصر سیرت ﷺ۔ شیخ عبداللہ)

3.50.10 ۔کفارِ مکہ کی آخری کوشش

شوال 3ھ ہجری، 625ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھاٹی میں اپنی قیام گاہ پہنچ چکے تھے تو ابوسفیان اور خالد بن ولید نے جو اس وقت کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے ایک دفعہ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ ایک دستہ لے کر مسلمانوں پر چڑھائی کر دی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ سے دعا کی کہ وہ ہم سے اوپر نہ جانے پائیں۔ پھر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے لڑ کر ان کو پہاڑ سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔

جب کفار پہاڑ پر چڑھنے لگے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ان کے حوصلے پست کر دو اور ان کو پیچھے دھکیل دو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ترکش سے تیر نکالا اور ایک دشمن کو مارا وہ وہاں ہی ڈھیر ہو گیا۔ پھر انہوں نے دوسرے کو مارا اس کا بھی کام تمام ہو گیا۔ اس کے بعد تیسرے تیر سے تیسرے کا نشانہ لگایا اور اس کو بھی مار دیا۔ اس کے بعد مشرکین پہاڑ سے نیچے اتر گئے۔ (ابن ہشام)

حضرت کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ (حضرت) ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک مشرک جو ڈیل ڈول میں ان سے دوگنا تھا انہوں نے اس کافر کے سر پر ایسی تلوار

ماری کہ وہ پاؤں تک دو ٹکڑے ہو گیا۔

اس جنگ میں مسلمان عورتوں نے بہت خدمات انجام دیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت ام سلیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پانی بھر بھر کر لاتی تھیں اور مسلمانوں کو پلاتی تھیں۔ حضرت ام سلیط (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت امِ ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی مسلمانوں کی مدد کر رہی تھیں۔ حضرت امِ ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حبان بن عرقہ نے تیر مارا جس سے وہ گر گئیں تو حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی وقاص نے اس کو مار کر حضرت امِ ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بدلہ لیا۔

جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھاٹی میں قیام پزیر تھے تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لاتے جس سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا زخم دھویا اور سر پر پانی ڈالا اس حالت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما رہے تھے کہ اس شخص پر اللہ کا سخت غصب ہو جس نے اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے کو خون آلود کیا۔ (ابن ہشام)

زخم دھوتے ہوئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خون نہیں رک رہا تھا تو حضرت بی بی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے چٹائی کا ٹکڑا جلا کر اسے زخم پر رکھا جس سے خون رک گیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دوسری جگہ سے خوش ذائقہ پانی لائے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نوش فرمایا اور دعائے خیر کی۔ اس زخم کے اثر کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ظہر کی نماز بیٹھ کے پڑھی اور جو زخمی صحابہ اکرام ؓ تھے انہوں نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی تھی۔

مشرکینِ مکہ نے واپس جانے کی تیاری کر لی تو ابوسفیان جبل احد پر نمودار ہوا اور بلند آواز میں بولا۔ کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر بولا کہ کیا تم میں ابوقحافہ کے بیٹے ہیں۔ لوگوں نے جواب نہ دیا کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب دینے سے منع فرمایا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم میں عمر بن خطاب ؓ ہیں اس مرتبہ پھر جواب نہیں دیا گیا۔ تو اس نے کہا کہ چلو تینوں سے فرصت ہوئی یہ سن کر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بے قابو ہو گئے اور کہا کہ اے اللہ کے دشمن جن کا تو نے نام لیا ہے۔ سب زندہ ہیں اور ابھی تیری رسوائی کا سامان باقی ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ تمہارے

مقتولین کا مثلہ ہوا ہے لیکن اس کا میں نے حکم نہیں دیا تھا اور نہ میں نے برا منایا۔ اور پھر ہبل کا نعرہ لگایا اس کے جواب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ ابوسفیان بولا ہمارا عزیٰ ہے تمہارا کوئی عزیٰ نہیں صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہمارا مولا ہے تمہارا کوئی مولا نہیں ابوسفیان بولا۔ آج کا دن بدر کا بدلہ ہے۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں پھر ابوسفیان نے قریب آ کر پوچھا کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا۔ واللہ نہیں

بلکہ وہ تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں تم کو ابن قمئہ سے زیادہ سچا سمجھتا ہوں۔ پھر ابوسفیان بولا آئندہ سال پھر بدر میں مقابلہ ہوگا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابیؓ کے ذریعہ فرمایا ٹھیک ہے۔ (ابن ہشام)

اس کے بعد حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے پیچھے بھیجا دیکھو کہ ان کا کیا ارادہ ہے اگر یہ اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑے ساتھ ہیں تو یہ مکہ جا رہے ہیں اور اگر یہ گھوڑوں پر سوار ہیں تو ان کا ارادہ مدینہ جانے کا ہے اگر یہ مدینہ گئے تو وہاں جا کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے واپس آ کر بتایا کہ ان کا رخ مکہ کی طرف ہے۔

3.50.11 ۔ زخمیوں اور شہداء کی خبر گیری

شوال 3 ہجری ، 625ء

قریش کے واپسی کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) زخمیوں اور شہداء کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت کو بھیجا کہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ربیع کو تلاش کر و ان کی خیریت دریافت کرو جب حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے پاس پہنچے تو وہ آخری سانس لے رہے تھے ان کے ستر کے قریب زخم آئے تھے حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! اے سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ حال سناؤ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور میری قوم انصار سے کہنا کہ تم میں سے ایک آنکھ بھی ہلتی رہی اور دشمن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ گئے تو تمہارے لئے اس کا عذر نہ ہوگا اور اسی وقت ان کی روح پرواز کرگئی۔

زخمیوں میں ایک صحابی حضرت اصیر مؓ بھی تھے جن کا نام عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت تھا وہ ایمان لائے اور فوراً جنگ احد کا حکم ہوگیا، اس میں شریک ہوکر زخمی ہوکر شہید ہوگئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جب ان کا ذکر کیا گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ جنتیو ں میں سے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ حالانکہ انہوں نے ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ اسلام لانے کہ بعد ابھی کسی نماز کا وقت آیا ہی نہیں تھا کہ شہید ہوگئے۔ زخمیوں میں ایک شخص قزمان بھی تھا جو بڑی بہادری سے لڑا تھا لیکن یہ صرف قبائلی عصبت کی وجہ سے جنگ میں شریک ہوا تھا زخموں کی شدت کی وجہ سے اس نے خودکشی کرلی تھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ کچھ صحابہ اپنے عزیز شہداء کو مدینہ لے گئے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ انہیں واپس یہاں لاکر دفن کریں۔ جنگِ احد میں مسلمان شہداء کی تعداد ستر تھی جن میں بنوخزرج سے اکتالیس (41) بنواوس سے چوبیس (24) اور مہاجریں میں چار (4) اور ایک یہود میں سے قتل ہوا تھا۔

3.50.12۔ رسول اللہ ﷺ کا صحابیؓ کی زخمی آنکھ کا درست کرنا

شوال 3ھ ہجری، 625ء

حضرت قتادہؓ بن نعمان فرماتے ہیں غزوہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے کی خاطر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوگیا اور دشمن سے مقابلہ کرتا رہا۔ دشمن کا ایک تیر میری آنکھ پر لگا کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل پڑا جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ یہ دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے اور میرے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! جس طرح قتادہؓ نے

تیرے نبی کے چہرے کی حفاظت کی ہے اسی طرح تو اس کے چہرے کو بھی محفوظ رکھ اور اس کی آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر بنا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہاتھ سے پپوٹے کے اندر آنکھ کا ڈھیلہ داخل کیا اسی وقت آنکھ بالکل صحیح اور سالم بلکہ پہلے سے بہتر ہو گئی۔ اس کے بعد ان کی دونوں آنکھوں میں یہ آنکھ زیادہ خوبصورت لگتی تھی اس کی بینائی زیادہ تیز تھی۔

(رواہ الطبرانی و ابونعیم و الدارقطنی بنحوہ، زرقانی)

3.51 ۔ غزوۂ حمراءالاسد

8/ شوال 3 ہجری ، 625ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اندازہ لگایا کہ دشمن کو ایک وقت میں برتری حاصل ہو گئی تھی لیکن انہوں نے اس کا کوئی خاطر فائدہ نہیں اٹھایا اور واپس مکہ کی طرف چلے گئے۔ اگر انہوں نے اس بارے میں سوچا تو ان کو ندامت ہو گی اور وہ پھر پلٹ کر حملہ کریں گے تو اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر حملہ کریں مسلمانوں کو ان کے لشکر کا تعاقب کرنا چاہیے۔

اتوار کی صبح صبح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کر دیا کہ دشمن کے تعاقب کے لئے چلنا ہے اور ہمارے ساتھ صرف وہ شخص جا سکتا ہے جو جنگِ احد میں موجود تھا یعنی عبداللہ بن ابیؔ اور اس کے ساتھی شریک نہیں ہو سکتے دوسری طرف تقریباً تمام صحابہؓ زخمی اور تھکے ہوئے تھے لیکن وہ بلا جھجک چلنے کو تیار ہو گئے۔ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اپنے والد اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ دیا تھا انہوں نے اجازت مانگی تو ان کو اجازت دے دی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ سے نکلے اور مدینہ سے آٹھ میل دور حمراءالاسد میں خیمہ زن ہوئے۔

اسی قیام کے دوران معبد بن معبد خزاعی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ یہ مسلمان نہیں تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ بنو خزاعہ اور بنو ہاشم ایک دوسرے کے حلیف تھے۔

دوسری طرف کفار اور مشرکین نے مدینہ سے نکل کر چھتیس میل دور روحاء پر پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور ایک

دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ کچھ نہیں کیا ان کو شکست ہو رہی تھی اور ہم ان کو یوں ہی چھوڑ کر آ گئے وہ ہمارے لئے پھر درد ِسر بن سکتے ہیں لہٰذا واپس چلو اور ان کو جڑ سے ختم کر دو۔ لیکن صفوان بن امیّہ ڈر گیا اس نے کہا کہ ہم واپس گئے تو جو لوگ ابھی جنگ میں شریک نہیں تھے وہ بھی آ کر ہم سے جنگ کریں گے لیکن بیشتر کی یہ رائے ہوئی واپس چلیں اور مسلمانوں کو بالکل صفایا کر دیں۔

ادھر معبد بن معبد خزاعی جو ابھی مسلمان ہوئے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی ذمہ داری لگائی کے جا کر کفار کے حوصلہ پست کریں۔ چنانچہ وہ پیچھے پیچھے کفار کے لشکر کی طرف چلے اور ان سے مل گئے ابھی ابوسفیان کو نہیں معلوم تھا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس نے معبد سے پوچھا کہ بتاؤ پیچھے کی کیا خبر ہے۔ معبد نے ان پر اعصابی حملہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان تمہارے تعاقب کے لئے نکل پڑے ہیں اور ان کے ساتھ اتنے لوگ ہیں کہ میں نے کبھی اتنی بڑی فوج نہیں دیکھی ان کا جتنا نقصان ہوا ہے اس کی وجہ سے وہ سخت غصہ میں ہیں۔

ابوسفیان نے کہا کے بھئی کیا کہہ رہے ہو۔

معبد نے کہا! واللہ میرا خیال ہے کہ تم کوچ کرنے سے پہلے پہلے گھوڑوں کے نشان دیکھ لو گے۔ ان کے لشکر کا اول دستہ ٹیلے کے پیچھے سے نمودار ہونے والا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ واللہ ہم پلٹ کر پھر حملہ کر دیں گے اور ان کی جڑ کاٹ دیں گے۔

معبد نے کہا ایسا نہ کرنا میں خیر خواہی کی بات کرتا ہوں یہ سن کر قریش کے لشکر کا حوصلے پست ہو گئے ان کے اوپر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور انہیں اسی میں عافیت نظر آئی کہ فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

ابوسفیان نے بھی اسی طرح کا حربہ استعمال کیا کہ ایک قافلہ عبدالقیس کا گزرا تو اس نے ان سے کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرا ایک پیغام پہنچا دو میں تم کو ایک اونٹنی بھر کر کشمش دوں گا۔ پیغام یہ ہے کہ ہم نے مسلمانوں کی جڑ کاٹنے کے لئے پلٹ کر دوبارہ حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

یہ پیغام قافلہ والوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچا دیا لیکن اس پیغام کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلہ اور بلند ہو گئے انہوں نے کہا۔

حَسۡبُنَا اللّٰہ وَنِعۡمَ الۡوَکِیلُ

ترجمہ: اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حمراء الاسد میں اتوار، پیر اور منگل یعنی 9، 10، 11 شوال 3ھ ہجری تک قیام کیا پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

مدینہ منورہ واپس آنے میں ابوعزہ جمحی کو مسلمانوں نے گرفتار کرلیا یہ جنگِ بدر میں گرفتار ہوکر آیا تھا۔ اس نے اپنی غربت کا واسطہ دیا تھا اور کہا تھا کہ میری بہت سی لڑکیاں ہیں اس پر رحم کھا کر بغیر فدیہ لئے چھوڑ دیا تھا یہ شاطر تھا۔ اور مسلمانوں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان کے خلاف اشعار کہا کرتا تھا۔ اس نے واپس جا کر بدعہدی کی اور کفارِ مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جوش دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ پھر گڑگڑانے لگا کہ اب کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم پھر مکہ جا کر اپنے منہ پر ہاتھ پھر کر یہ کہو گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دو مرتبہ دھوکہ دیا مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ حضرت زبیرؓ یا حضرت عاصمؓ بن ثابت کو حکم دیا گیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔

اسی طرح سے ایک اور جاسوس معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم سے حضرت زید بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عمار بن یاسر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قتل کر دیا۔ (ابن ہشام)

دراصل غزوۂ حمراء الاسد کوئی غزوۂ نہیں تھا یہ غزوۂ اُحد ہی کا ایک جز تھا۔

3.52 ۔ میّت پر نوحہ کرنا، چہرہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا اور ماتم کی ممانعت کا حکم

شوال 3ھ ہجری، 625ء

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو (نوحہ کرتے ہوئے) اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے دعوے کرے۔ (صحیح بخاری)

کسی عزیز ورشتہ دار، دوست یا متعلق شخص کی دائمی جدائی پر رنج وغم اور حسرت وافسوس کا ہونا ایک فطری بات ہے۔ مرنے والا جتنا زیادہ قریبی اور عزیز ہوگا۔ رنج اور غم اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ کسی عزیز کا انتقال ہو جائے اس پر دل روئے نہیں اور آنکھ آنسو نہ بہائے اور چہرہ رنج وغم کی علامت نہ بن جائے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس موقع پر کو جو بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اس کے لئے اپنی امتیو ں کو مفید ہدایت بیان فرمائی ہے۔ (مظاہر حق)

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نوحہ کرنا، میت کی عمدہ خصلتوں کو رورو کر بیان کرنا۔ چلّا چلّا کے رونا، رخساروں کو پیٹنا، گریبان پھاڑنا، بالوں کو بکھیرنا، مونڈنا اور نوچنا، منہ کالا کرنا، سر پر مٹی ڈالنا۔ ایسی اور تمام چیزیں جو بے صبری پر دلالت کریں حرام ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے (ابوداوٗدؒ)

3.53 ۔ مشرکین عورتوں سے نکاح کی ممانعت

3 ہجری ، 625ء

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ☆ (سورۃ البقرہ ۔ 221)

ترجمہ: اور شرک کرنے والی عورتوں سے تا وقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو۔ ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے چاہے تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو، اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں ایمان والا غلام آزاد مشرک

سے بہتر ہے چاہے مشرک تمہیں اچھا لگے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرمارہا ہے' تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں(۲۲۱)

مسلمان مرد کا نکاح کافرہ عورت سے نہ کیا جائے اور مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے نہ کیا جائے۔ مسلمان عورت کا نکاح کتابی اور غیر کتابی دونوں سے جائز نہیں ہے بلکہ پہلے نکاح تھا اور مرد کافر ہو گیا تو نکاح خود بخود ختم ہوگیا۔ نکاح کا تعلق اخلاقی، قلبی، تمدنی ہوتا ہے اگر مشرک اور مسلمان شادی کریں گے تو ایک دوسرے پر اس کے اثرات مرتب ہوں گے اور ایک دوسرے پر یہ نہ ہوں تو اولاد پر ضرور ہوتے ہیں اس لئے اس کی ممانعت کردی گئی ہے۔ آج کل کے اہل کتاب دراصل مشرک ہیں کیونکہ وہ انبیاء کو خدا کی ذات میں شریک کرتے ہیں یا ان کو خدا مانتے ہیں اس لئے ان کے احکامات بھی اسی زمن میں آتے ہیں۔

3.54 ۔ وراثت کا قانون نازل ہوا

3 ہجری، 625ء

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِ كُمْ ۚ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ☆ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَلَهُنَّ

الرُّبُعُ مِمّا تَرَکْتُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّکُمْ وَلَد'' ج فَاِنْ کَا نَ لَکُمْ وَلَد'' فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ مِّنْ م بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْدَيْنٍ ط وَاِنْ کَا نَ رَجُلُ' يُّوْرَثُ کَلٰلَةً اَوِامْرَاَة'' وَّلَه' اَخ'' اَوْ اُخت'' فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُدُ سُ ج فَاِنْ کَا نُوْٓا اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَهُمْ شُرَکَآءُ فِيْ الثُلُثِ مِنْ م بَعْدِ وَصِيَةٍيُّوْصٰى بِهَآاَوْدَيْنٍ لا غَيْرَ مُضَآرٍّ ج وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمُ' حَلِيْمُ' ☆(سورۃ النساء: ۱۲۔۱۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر کا ہے۔ اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متر دکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اس میت کی اولاد ہو۔ اور اگر اولاد نہ ہو تو ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لئے تیسرا حصہ ہے۔ ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ یہ حصے اس (وصیت کی تکمیل) کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد، تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے۔ یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بے شک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔

تمہاری بیویاں کچھ چھوڑ کر مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھا تمہارا ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد۔ اور جو (ترکہ) تم چھوڑ جاؤ اس میں ان کے لئے چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد ۔ اور جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کے باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں۔ اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد۔ جب کے اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔ یہ مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار۔

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ربیع کی بیوی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی اورعرض کی کہ اس کے بیٹیوں کے باپ جنگ احد میں شہید ہو گئے لیکن ان کے چچا نے ان کے مال پر قبضہ کر لیا ہے اوران کو کچھ نہیں دیا بغیر پیسے کے، میں ان کی شادی کیسے کروں یہ سن کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ وحی کا انتظار کرو چنانچہ یہ آیت نازل ہوئیں۔

3.55 ۔ سریہ عبداللہ بن انیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

5 محرم 4 ھ ہجری، 625ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی مسلمانوں پرحملہ کے لئے فوج جمع کر رہا ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوراً اس کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن انیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ساتھیوں کے ساتھ روانہ کیا۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن انیس اٹھارا (18) روز مہم پر رہے پھر کامیابی کے ساتھ 23 محرم 4 ھ ہجری کو واپس اس طرح آئے کہ خالد کو قتل کر کے اس کا سر بھی لے آئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کر دیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن انیس کو ایک عصا بھی پیش کیا اور کہا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے روز نشانی رہے گا۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو وہ عصا بھی ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (ابن ہشام)

3.56 ۔ سریہ ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

محرم 4 ھ ہجری، 625ء

مقام قطن میں قبیلہ بنی اسد کے کچھ شرارتی لوگ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ طلحہ بن خویلد اور مسلمہ بن خویلد ان کے سردار تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) مخزومی کو ڈیڑھ (150) سو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ لیکن وہ ان کے پہنچے سے پہلے فرار ہو گئے البتہ ان کے مویشی ان ہاتھ لگے جو وہ مدینہ لے آئے۔

3.57 ۔ رجیع کا سانحہ

صفر 4 ہجری، 625ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کچھ آدمی آئے جن کا تعلق عضل اور قارہ (برادر بنو اسد) سے تھا انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ ہماری پوری قوم نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ساتھ کچھ لوگ بھیج دیں جو دین سیکھائیں اور قرآن پڑھائیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ میں سے دس (10) افراد یا چھ (6) افراد ان کے ساتھ روانہ کئے اور حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت کو ان کا سربراہ بنایا۔

جب یہ لوگ رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہذیل کے رجیع نامی چشمے پر پہنچے تو قارہ و عضل نے قبیلہ بنو ہذیل کی شاخ بنولحیان کے لوگوں کو ان کے پیچھے لگا دیا تقریباً ایک سو تیر انداز ان کے پیچھے لگے گئے۔ صحابہ اکرامؓ نے ایک ٹیلے کے پیچھے پناہ لی۔ انہوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا ہم تو صرف تم کو آزما رہے تھے تم نیچے اتر آؤ ہم کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ لیکن حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اترنے سے انکار کر دیا اور ان سے مقابلہ کرتے رہے بالاخر دو آدمیوں کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور باقی سب شہید ہو گئے۔

3.58۔ حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سولی پر لٹکانا

4 ہجری ، 625ء

جن صحابہ کو انہوں نے گرفتار کیا تھا ان میں حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عدد اور حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن الدشنہ تھے۔ وہ ان کو گرفتار کر کے مکہ لے گئے وہاں ان کو قید کر دیا۔ حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بدر میں مکہ کے سرداروں کو قتل کیا تھا انہوں نے حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) کے قتل کا ارادہ کیا اور ان کو حرم کے باہر تنعیم لے گئے۔ جب وہ ان کو سولی چڑھانا چاہتے تھے تو انہوں نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ مشرکین نے اجازت دے دی جب سلام پھیر چکے تو فرمایا۔ بخدا! اگر تم لوگ یہ نہ کہتے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں گھبراہٹ کی وجہ سے کر رہا ہوں تو میں کچھ اور طویل کر دیتا۔ اس کے بعد فرمایا اے اللہ! انہیں ایک ایک کر کے گن لے اور انہیں بکھیر کر مارنا ان میں کسی کو باقی نہ چھوڑنا۔

اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا! تمہیں یہ بات پسند آئے گی کہ تمہارے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس ہوتے اور ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل و عیال میں رہتے انہوں نے کہا نہیں۔ واللہ مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاں ہیں وہاں ان کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور آپ کو تکلیف ہو۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پھانسی دے دی۔ حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قاتل عتبہ بن حارث تھا۔ اس کے باپ کو جنگِ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔ دوسرے صحابی حضرت زید بن دشنہ ؓ کو صفوان بن امیہّ نے خرید کر اپنے باپ کے بدلے قتل (شہید) کر دیا۔

3.59۔حضرت عاصم بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کی حفاظت

4 ہجری ، 625ء

حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت ان دس صحابہ کے امیر تھے جنہیں کفار نے اپنی تعلیم و تربیت کے لئے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کر کے مانگا تھا۔ اور پھر ان کو دھوکے سے شہید کر دیا تھا۔ قریش مکہ نے اس مقصد کے لئے آدمی بھیج کر کہ حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جسم کا ٹکڑا کاٹ کر لائیں تا کہ وہ پہچان سکیں۔ جب لوگ ان کی تلاش کے قریب پہنچے تو بھڑوں کے جھنڈ اس پر آ گئے اور قریش کے لوگ ان کی لاش کی بے حرمتی نہیں کر سکے۔ حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دعا کی تھی کہ یا اللہ مجھے مشرکین نہ چھو پائیں۔ جب یہ خبر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا! اللہ اپنے مومن بندے کی حفاظت موت کے بعد بھی ایسے کرتا ہے جس طرح زندگی میں کرتا ہے۔

3.60 ۔ بئر معونہ کا سانحہ

4ہجری ، 625ء

ابو براء عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ مسلمان تو نہیں ہوا لیکن اس نے اسلام کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ کہنے لگا مجھے اپنی قوم کا خیال ہے اس نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ لوگوں کو میرے ساتھ کر دیں جو میرے ساتھ نجد چلیں اور وہاں میری قوم کو اسلام کی طرف بلائیں اور انہیں نصیحت کریں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد کی طرف سے اندیشہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے اس نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اہل نجد کی طرف سے پریشان نہ ہوں یہ لوگ میری پناہ میں ہوں گے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت منذر بن عمرو سامدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ستر (70) صحابہ ؓ کی جماعت کے ساتھ اس کے ساتھ روانہ فرمایا یہ سب صحابہ ؓ قاری اور قرآن کے حافظ تھے۔

حضرت منذر بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دن میں لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے تھے ان کو بیچ کر اہل صفہ کے لئے کھانے کا بندوبست کرتے تھے۔ قرآن پڑھتے اور پڑھاتے تھے اور رات رات بھر خدا کے حضور نماز اور مناجات میں کھڑے رہتے تھے۔

جب یہ لوگ ارض بنو عامر اور حرہ بنو سلیم کے درمیان بئر معونہ کے کنویں پر پہنچے تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط حضرت حرم بن ملحان کے ہاتھ عامر بن طفیل کے پاس پہنچا۔ یہ عامر بن طفیل ابو براء بن عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط پڑھا تک نہیں ایک شخص کو اشارہ کیا اس نے حضرت حرام بن ملحان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پیچھے سے زور کا نیزہ مارا کہ وہ نیزہ آر پار ہو گیا۔ خون دیکھ کر حضرت حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا

اللہ اکبر! ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا اور شہید ہو گئے۔

اس کے بعد اپنی قوم بنو عامر کو آواز دی کہ ان مسلمانوں کو قتل کردیں۔ انہوں نے ابو براء کی پناہ کے پیشِ نظر اس کی بات نہیں مانی تو اس نے مایوس ہو کر بنو سلیم کو آواز دی بنو سلیم کے تین قبیلہ عصیہ، رعل اور ذکوان آمادہ ہو گئے اور بغیر کسی جرم کے ان مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ان میں صرف حضرت کعب بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن نجار زخمی حالت میں زندہ بچے۔

دو اصحاب حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت منذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عقبہ بن عامر قریب ہی اونٹ چرا رہے تھے انہوں نے جائے واردات پر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا تو وہ سیدھے وہاں پہنچے تو حضرت منذر بن عقبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی انہوں نے شہید کر دیا اور حضرت عمرو بن امیہ صمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر لیا جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کا تعلق قبیلہ مضر سے ہے تو انہوں نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے جس نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی ان کو آزاد کر دیا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس دردناک واقعہ کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام حالات بیان کئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح ظلم اور دھوکے سے انہیں شہید کرنے پر بے انتہا دکھ ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے ایک مہینے تک بددعا میں قنوتِ نازلہ پڑھتے رہے۔

ایک ماہ کے اندر عامر بن طفیل طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر اور ابو براء عامر بن مالک ایک ہفتہ کے اندر مر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کی جوان شہداء کی طرف سے خبر تھی کہ ہماری قوم کو یہ بتلا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا یہ قنوتِ نازلہ پڑھنا ترک کر دیا۔ (بخاری)

قنوتِ نازلہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ نِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَا فِنِیْ فِیْمَنْ عَا فَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ وَتَوَلَّیْتَ وَبَا رِکْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَایُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہ، لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَا دَیْتَ تَبَا رَکْتَ رَبَّنَاوَتَعَالَیْتَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ اَللّٰھُمَ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْ مِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَا تِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْ بِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْ ھُمْ عَلٰی عَدُ وِّکَ وَعَدُ وِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَۃَ الَّذِیْنِ یَصُدُّ وْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِ بُّوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَا تِلُوْنِ اَوْلِیَآئَکَ ط اللّٰھُمَّ خَا لِفْ بَیْنَ کَلِمتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَا مَھُمْ وَ شَتِّتْ شَمْلَھُمْ وَفَرِّق جَمْعَھُمْ وَخَرِّبْ بُیُوْتَھُمْ وَدَمِّرْ دِیَا رَھُمْ وَکَسِّرْ اَعْمَارَھُمْ وَقَرِّ بْ اٰجَا لَھُمْ وَاَنْزَلْ بِھِمْ بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّ ہ، عَنِ الْقَوْ مِ الْمُجْرِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُرِ ھِمْ اَللّٰھُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّمْ یَرْ حَمْنَآ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَا مَ وَالْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَنْصُرْ عَسَا کِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اللّٰھُمَّ انْصُرْ جَمَا عَۃَ الْمُوَحِّدِ یْنَ وَا خْذُلِ الْکُفَّا رَ وَالْمُشْرِکِیْنِ وَاَ ھْلِکِ الْکُفَّا رَ وَالْمُشْرِ کِیْنَ وَصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ (ط)

3.61۔ یہود کی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کی سازش

ربیع الاول 4 ہجری ، 625ء

بئر معونہ کے واقعہ سے بچ کر جب حضرت عمرؓو بن امیہ واپس آ رہے تھے تو راستے میں دو آدمی ملے جن کو انہوں نے دشمن کے آدمی سمجھ کر قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ وہ دونوں بنو عامر سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کی امان میں تھے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ ان کا خون بہا دینا ضروری ہے۔

یہودیوں کا قبیلہ بنو نضیر بنو عامر کا حلیف تھا۔ ادھر سوچا کہ ان سے مدد لینی چاہئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنو نضیر سے مشورہ کے لئے خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی مرتضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ بنو نضیر آپس میں تنہائی میں جمع ہوئے اور ان کے دل میں شیطانی خیال آیا کہ یہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے جس کی وجہ سے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشورے کے لئے فوراً تیار ہو گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قلعہ کی دیوار کے ساتھ سائے میں بیٹھایا اور لوگوں کو بلانے کے بہانے ادھر اُدھر ہو گئے۔ انہوں نے ایک یہودی بد بخت عمرو بن حجاش کو پتھر کا بہت بھاری چکی کا پاٹ دے کر قلعہ کی دیوار پر چڑھا دیا کہ وہ وہاں سے اسے نیچے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُوپر گرا کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کچل دے۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص سلام بن شکم نے کہا کے ایسا نہ کرو ان کو تمہارے ارادوں کی خبر ہو جائے گی اور جو عہد و پیمان ان کے اور ہمارے درمیان ہے اس کی خلاف ورزی ہوگی۔ انہوں نے اس کی بات نہ سنی اور اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے پرعزم رہے۔

چنانچہ انہوں نے عمرو کو اوپر چڑھا دیا۔ ابھی وہ گرانے نہ پایا تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جبریل (علیہ سلام) تشریف لائے اور یہود کے ارادے سے باخبر کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیزی سے اُٹھے اور مدینہ کے لئے چل پڑے بعد میں صحابہ اکرام ؓ بھی اٹھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آ گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اٹھنے کی وجہ دریافت کی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہود کے ارادوں کے بارے میں بتایا۔

یہود نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلانا چاہا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم نے ہمارے قتل کا منصوبہ بنایا تھا اب ہم کو تم پر اعتبار نہیں ہے۔ یہود نے نہ اپنے منصوبہ سے انکار کیا اور نہ معذرت کی۔ مدینہ پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو پیغام بھیجا کہ دوبارہ عہد نامہ لکھو۔ لیکن انہوں نے دوبارہ عہد کرنے سے انکار کر دیا۔ انکار کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوبارہ ان کو الٹی میٹم دیا کہ دس روز کے اندر اندر مدینہ سے نکل جائیں اور کہیں چلے جائیں اس کے بعد جو شخص یہاں پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔

3.62 ۔غزوۂ بنونضیر

ربیع الاول 4ھ ہجری، بمطابق اگست 625ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نوٹس ملنے کے بعد یہود نے جلاوطنی کی تیاریاں شروع کر دیں لیکن اس دوران عبداللہ بن ابیؑ منافقین کے سردار نے ان کو کہلا بھیجا کہ ڈرومت ڈٹ جاؤ۔ اپنے گھر بار نہ چھوڑو میرے پاس دو ہزار لڑنے والے لوگ ہیں اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ ہم کسی سے بھی نہیں دبیں گے اگر انہوں نے جنگ کی تو ہم بھی تمہاری طرف سے جنگ کریں گے۔ بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔

عبداللہ بن ابیؑ کا پیغام سن کر یہود میں حوصلہ پیدا ہو گیا اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جلاوطنی اختیار کرنے کے بجائے مقابلہ کیا جائے گا۔ ان کے سردار حیؑ بن اخطب کو توقع تھی کہ عبداللہ بن ابیؑ نے جو کچھ کہا ہے اس کو پورا کرے گا۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جوابی پیغام بھیجا کہ ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کرنا ہے کر لیں۔

مسلمانوں کے لئے بھی یہ صورت حال انتہائی نازک تھی۔ بنونضیر کے یہود کے پاس بے انتہا اسلحہ تھا۔ ماضی قریب میں مسلمان بئر معونہ اور رجیع کے حادثہ میں بڑا نقصان اٹھا چکے تھے۔ اطراف کے جو قبائل مرعوب ہو رہے تھے ان دو واقعات سے حوصلہ مند ہوتے جا رہے تھے۔ اس وقت مسلمان کسی قسم کی کمزوری دیکھاتے تو ان کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

بدعہدی کے پے در پے واقعات کی وجہ سے مسلمان بہت محتاط ہو گئے تھے۔ ان جرائم کرنے والوں کے خلاف مسلمانوں کا جزبہ انتقام روز بروز بڑھ رہا تھا اس لئے انہوں نے سوچا کہ بنونصیر والوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قتل جیسی سازش کی ہے جس کا ان کو ضرور سبق سکھانا چاہئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ منورہ کے انتظام سونپ کر مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ بنونضیر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علی بن ابو طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں مسلمانوں کا علم تھا۔ بنونضیر کے علاقے میں پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا

محاصرہ کرلیا۔ بنونضیر کے لوگوں نے اپنے قعلوں میں پناہ لی۔ قلعہ بند ہوکر فیصل پر چڑھ کر تیر اور پتھر پھنکتے رہے۔ درمیان میں کھجور کے باغ ان کی باڑ کا کام کر رہے تھے اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا ان تمام درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْتَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (سورۃ الحشر۔5)

ترجمہ: تم نے کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر باقی رہنے دیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تھا اور اس لیے بھی کہ فاسقوں کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے۔

جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا سخت قسم کا محاصرہ کرلیا تو بنوقریظہ اس واقعہ سے الگ تھلک رہے۔ عبداللہ بن ابی بھی ڈر گیا ان کی مدد کے دعوے کے باوجود آگے آنے کی ہمت نہ کرسکا اور ان کے حلیف بنوغطفان بھی غیر جانبدار رہے۔ غرض کوئی بھی ان کی مدد کو نہ آیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال اس طرح دی۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ج فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ الحشر۔١٦)

ترجمہ: شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر۔ جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

محاصرہ نے جب طول پکڑا تقریباً دو ہفتہ اسی طرح سے گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور ان کے حوصلہ پست ہوگئے اور وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوگئے۔ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہلا بھیجا کہ وہ مدینہ سے نکل جانے کے لئے تیار ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی جلاوطنی کی پیش کش کو قبول فرمایا اور یہ بھی منظور فرمایا کہ اسلحہ کے علاوہ جو بھی سامان اور بال بچے لے جاسکتے ہیں انہیں لے جانے کی اجازت ہے۔

بنونضیر نے اس طرح ہتھیار ڈال کر اپنے مکان خود اُجاڑ دیئے بہت سے لوگ تو کھڑکی دروازے تک اونٹوں پر لادھ کر لے جانے لگے اپنے سامان اور اہل وعیال کے ساتھ تقریباً چھ سو اونٹوں پر حیّ بن اخطب نے خیبر کی طرف رخ کیا ان میں سے صرف دو افراد نے اسلام قبول کیا جن کے نام یامینؓ بن عمرو اور ابوسعیدؓ بن وہب ہیں۔ ان کو مدینہ میں رہنے کی اجازت مل گئی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنونضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضہ میں لے لئے۔ ہتھیاروں میں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔

3.63 ۔ غزوۂ ذات الرقاع (غزوۂ نجد)

ربیع الاول 4 ھ ہجری ، 625ء

غزوۂ بنونضیر کی شاندار کامیابی کے بعد پھر سے مسلمانوں کی دھاگ اطراف کے قبائل پر بیٹھ گئی تھی اور مدینہ میں مسلمانوں کا اقتدار اور مستحکم ہو گیا تھا منافقین میں بھی بددلی چھا گئی تھی انہیں کھل کر کچھ کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

اس دوران آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ بنوغطفان کے دو قبیلہ بنومحارب اور بنوثعلبہ لڑائی کے لئے بدوؤں کو اکٹھا کر رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نجد پر یلغار کر دی۔ صحرائے نجد میں دور تک ان بدوؤں کا پیچھا کرتے گئے۔ لیکن وہ خوف سے بھاگ گئے اور پہاڑ کی چوٹیوں میں جا کر چھپ گئے۔ مسلمانوں نے وہاں کچھ دن قیام کیا پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

اس غزوۂ کو ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس وقت جو مسلمان غزوۂ میں شریک ہونے کے لئے میدانِ جنگ کی طرف گئے وہ ننگے پاؤں تھے جس کی وجہ سے ان کے پاؤں میں سوراخ ہو گئے اور ناخن ٹوٹ گئے تھے چنانچہ ان مجاہدین نے اپنے پیروں میں رقاع یعنی چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اسی مناسبت سے یہ غزوہ ''ذات الرقاع'' (یعنی چیتھڑوں والا) کے نام سے مشہور ہوا۔ (مظاہر حق)

3.64 ۔ صلوٰۃالخوف کے احکامات

ربیع الاول 4 ہجری، 625ء

کفار کے خوف اور دشمن کے مقابل ہونے کی جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے نمازِ خوف کہتے ہیں۔ خوف کی نماز کتابِ وسنت سے ثابت ہے۔

حضرت سالم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک مرتبہ سرتاجِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ نجد کی طرف (غزوۂ ذاتِ الرقاع) جہاد کے لئے گئے جب ہم دشمن کے سامنے ہوئے تو ہم نے ان سے مقابلہ کے لئے صفیں باندھ لیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک جماعت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نماز کے لئے کھڑی ہوئی اور دوسری جماعت دشمن کے مدِ مقابل کھڑی رہی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کے ساتھ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ نماز کی جماعت میں شریک تھے ایک رکوع اور دو سجدے کئے پھر وہ لوگ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ نماز میں تھے ان لوگوں کی جگہ چلے گئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آئے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ نماز میں شریک ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کے ہمراہ ایک رکوع اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا۔ اور پھر یہ لوگ کھڑے ہوگئے ہر ایک نے اپنا اپنا ایک ایک رکوع اور دو سجدے کر لئے۔

حضرت نافعؒ نے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے مگر انہوں نے اتنا اور زیادہ بیان کیا کہ اگر عین جنگ کی حالت میں ہو۔ اور خوف اس سے بھی زیادہ ہو اور مذکورہ بالا طریقہ سے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو لوگ پیادہ کھڑے کھڑے یا پیادہ نہ ہو سکے تو سواری پر اگر ممکن ہو تو قبلہ کی طرف اور ممکن نہ ہو تو کسی بھی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں۔ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہی نقل کئے ہیں۔ (صحیح بخاری)

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ص وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ج وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝

☆ (سورۃ النساء۔۱۰۲)

ترجمہ: جب تم ان میں ہو اور ان کے لئے نماز کھڑی کرو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لئے کھڑی ہو، پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ ہٹ کر تمہارے پیچھے آ جائیں اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آ جائے اور تیرے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنا بچاؤ اور اپنے ہتھیار لئے رہے کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے بے خبر ہو جاؤ تو وہ تم پر اچانک دھادا بول دیں۔ ہاں اپنے ہتھیار اتار رکھنے میں اس وقت تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تمہیں تکلیف ہو یا بوجہ بارش کے یا سب بیمار ہو جانے کے اور اپنے بچاؤ کی چیزیں ساتھ لئے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے منکروں کے لئے ذلت کی مار تیار کر رکھی ہے۔

3.65 ۔نواسہء رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن عثمانؓ کی وفات

جمادی الاولیٰ 4 ہجری ، 625ء

حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت رقیہؓ بنتِ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے عبداللہ کا چھ سال کی عمر میں بیماری سے انتقال ہوا۔ (طبری)

بعض روایات میں ہے کہ ان کا انتقال اسّی (80) سال میں ہوا اور ان سے آپ کی کافی نسل چلی جو افریقہ کے مختلف علاقوں میں ساداتِ بنی رقیّہؓ کے نام سے موجود ہے۔

3.66 ۔ غزوۂ بدر (دوئم)

شعبان المعظم 4 ہجری ، 625ء

اطراف کے شر پسند بدوؤں سے کامیابی سے نپٹنے کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اصل دشمن سے مقابلہ کرنے کی تیاری شروع کردی۔ کیونکہ جنگِ احد کے موقعہ پر ابوسفیان جاتے ہوئے کہہ کر گیا تھا کہ اگلے سال پھر بدر میں مقابلہ ہوگا۔ مسلمانوں کے لئے ضروری تھا کہ ابوسفیان کی طرف سے اُٹھنے والے ہر فتنہ کا صفایا کیا جائے۔ مدینہ کے منافقین نے اپنا ایک نمائندہ نعیم بن مسعود کو مکہ بھیجا اور ابوسفیان کو یاد دلایا کے تم نے دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے کہا کے ہم اپنی تیاری کر رہے ہیں تم جا کر ہماری تیاریوں کو بڑھ چڑھ کر بتاؤ تا کہ وہاں مدینہ کے مسلمانوں پر ہمارا رعب چھا جائے اور وہ مقابلہ نہ کرسکیں۔ اس کام کے عوض نعیم کو بیس اونٹ بدلے میں دیئے۔

نعیم بن مسعود نے مدینہ میں آ کر ان کی تیاریوں کا خوب پروپگنڈا کیا۔ بعض مسلمان اس سے متاثر ہوکر پریشان ہوگئے۔ اس بات کا ذکر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار نہ ہوا تو میں اکیلا حسبِ وعدہ بدر میں ان کے مقابلہ کے لئے پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنگ کی تیاری کی اور ڈیڑھ ہزار صحابہ کا لشکر تیار ہوگیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ کا عامل مقرر کیا اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لشکر کا علم سپرد کیا۔ فوج میں کل دس گھوڑے تھے۔ دراصل ابوسفیان جنگ سے پہلوتہی کر رہا تھا لیکن اپنی کمزوری لوگوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دو ہزار کا لشکر بھرپور ساز و سامان کے ساتھ تیار کیا خشک سالی کی وجہ سے کھانے کے سامان میں ستو کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس لئے اس لشکر کا نام مکہ میں جیش السویق پڑ گیا۔

قریش مکہ کے لشکر میں پچاس سوار سمیت دو ہزار کا لشکر مکہ سے روانہ ہوا۔ وادی مہرالظہر ان پہنچ کر مجنہ نامی چشمہ پر خیمہ زن ہوئے۔ لشکر میں بددلی چھائی ہوئی تھی پھر جب وہ مقام عسقان پر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ڈیڑھ ہزار کا لشکر بدر میں موجود ہے۔ تو اس کے اوسان خطا ہوگئے حالانکہ اب بھی

مسلمان ان کی تعداد سے کم تھے۔ لیکن ان کے لئے پچھلی جنگوں میں ایک تہائی یا اس سے کم تعداد میں بھی ان کے لئے خطرناک ثابت ہوئے تھے۔ اس نے لشکر والوں سے کہا۔ اے قریش کے لوگو! جنگ اس وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی ہو ہر طرف پانی ہو جانور بھی چر سکیں اور تم بھی دودھ پی سکو خشک سالی ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ واپس چلے چلو۔

پھر وہ لشکر لے کر واپس چلا گیا۔ جب وہ مکہ پہنچے تو وہاں کی عورتوں نے کہا کہ تم صرف ستو پینے کے لئے گئے تھے جنگ کے ارادے سے جاتے تو واپس کیوں آتے۔

مسلمان بدر میں آٹھ دن تک ٹھہر کر دشمن کا انتظار کرتے رہے پھر واپس مدینہ آ گئے۔ دشمن کے فرار کی وجہ سے مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔ اس جنگ کے اور بھی نام ہیں۔ جن میں غزوۂ بدر موعد، بدر ثانیہ، بدر آخرہ، اور بدر صغریٰ شامل ہیں۔ (ابنِ ہشام)

3.67۔نواسہء رسول اللہ ﷺ حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ولادت

5 شعبان 4ھ ہجری، 625ء

سیّدنا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور سیّدہ فاطمہ الزہراءؓ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ ان کی کنیت عبداللہ، سید، شہید، شبیر، سبطِ اصغر اور ریحانہ النبی ہیں۔ آپؓ شعبان 4ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کی ولادت کا سن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت بی بی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر تشریف لائے اور آپؓ کے کانوں میں اذان دی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو آپؓ کا عقیقہ کرنے اور ان کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کو فرمایا۔ والدین نے آپؓ کا نام حرب رکھا تھا لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بدل کر حسینؓ رکھ دیا۔

سیدنا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تقریباً سات سال تک آقائے دوجہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دونوں نواسوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت

عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نواسوں رسول کا بے حد احترام اور محبت کرتے تھے۔ سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے میں طبرستان پر فوج کشی ہوئی (30ھ ہجری) تو سیدنا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے بڑے بھائی سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہمراہ اس لشکر میں مجاہد کی حیثیت سے شریک تھے۔ باغیوں نے جب حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خلیفۃ المسلمین کا محاصرہ کیا تو آپؓ نے اس کی محافظ کے فرائض انجام دیے۔ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دور میں جب 49ھ ہجری کو قسطنطنیہ پر لشکر کشی ہوئی تو حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس میں مجاہدانہ شریک کی۔ 10ھ محرم 61ھ ہجری کو کربلا کا اندوھناک واقعہ پیش آیا جس میں سیدنا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے فرزندوں، بھتیجوں اور دوسرے عزیز و اقارب کے ساتھ دشمنِ اسلام سے مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔

سیدنا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں جن سے متعدد اولادیں ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادوں میں علی بن حسین حضرت زین العابدین زیادہ مشہور ہیں دو صاحبزادے علی اکبر اور علی اصغر واقعہ کربلا میں شہید ہوئے آپؓ کی تین صاحبزادیاں ہیں حضرت سکینہ، حضرت فاطمہ، اور حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔

حضرت حسین سے روایت کی ہوئی احادیث کی تعداد آٹھ ہے۔ آپ صدقہ خیرات بہت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اہل علم اور شعراء کی بھی سرپرستی کرتے تھے۔

3.68 ۔ حضرت زینب بنتِ خزیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نکاح اور ان کی وفات

رمضان المبارک 4ھ ہجری ، 625ء

ام المومنین حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ خزیمہ کے والد کا نام خزیمہ بن حارث ہلالی تھا۔ یہ تمام امہات المومنین میں سے سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھیں اس لئے ان کا لقب ام المساکین تھا۔

آپؓ کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش سے ہوا۔ جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ عدت کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود آپؓ سے نکاح کر لیا۔ آپؓ کا مہر پانسو درہم مقرر ہوا۔ آپؓ یہ صرف تین ماہ حیات رہیں اور آپؓ کا انتقال ہو گیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی

اور آپؓ کو جنت البقیع میں مدفون کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک تیس (30) سال تھی۔ (زرقانی)

3.69 ۔حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ اسد کا انتقال

4 ہجری ، 626ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب اپنی چچی حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ اسد کی وفات کی خبر ملی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فوراً میت والے گھر میں تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا۔

اے میری ماں! خدا آپؓ پر رحم کرے۔آپؓ میری ماں کے بعد ماں تھیں۔ آپؓ خود بھوکی رہتی تھیں مگر مجھے کھلاتی تھیں آپؓ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی لیکن مجھے پہناتی تھیں۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غمزدہ اہل خانہ کو اپنی قمیص مبارک مرحمت فرمائی اور ہدایت کی کہ انہیں میری قمیص کا کفن پہناؤ۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ (حبِ النبیؐ) اور حضرت ابوایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انصاری (میزبانِ رسولؐ) کو حکم دیا کہ جنت البقیع میں جا کر قبر کھودیں جب وہ قبر کا اوپر کا حصہ کھود چکے تو سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) خود نیچے اترے اور اپنے دست مبارک سے لحد کھودی اور خود ہی نے اس میں سے مٹی نکالی۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں لیٹ کر دعا مانگی۔ الٰہی میری ماں کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو وسیع کر دے۔

یہ دعا مانگ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قبر سے باہر نکلے تو شدتِ غم سے ریش مبارکہ ہاتھ میں

پکڑ رکھی تھی اور رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا شمار ان جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے جو امت مسلمہ کے لئے سرمایا فخر و ناز ہیں۔ وہ سردار قریش ہاشم بن عبد المناف کی پوتی، حضرت عبد المطلب کی بھتیجی اور بہو، حضرت ابو طالب کی زوجہ سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چچی اور سمدھن، حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید موتہ اور شیرِ خدا حضرت علیؓ مرتضیٰ کی والدہ اور خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بتول کی خوش دامن تھیں۔

حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والد اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ہاشم حضرت عبد المطلب کے بھائی تھے حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی اولاد چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں لڑکوں میں طالب، عقیلؓ، جعفرؓ اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے اور لڑکیوں میں ام ہانی جن کا اصل نام ہند تھا اور جمانہ اور ربطہ تھیں۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ ابتدائی دور میں مسلمان ہوگئیں تھیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ہر موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) شعبِ ابی طالب میں تین سال سخت حالات میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے انتقال پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر دورد پڑھنے کا حکم دیا ہے

3.70 ۔شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم

4 ہجری ، 626 ء

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ☆ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ

الصَّلٰوةِ ج فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ☆(المائدہ:۹۱۔۹۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے اور تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آجاؤ۔

احادیث شریفہ میں شراب کی حرمت اور اس کے پینے اور پلانے والے پر لعنت اور آخرت کی سزا آئی ہے۔ شراب کو ام الخبائث یعنی ہر برائی کی جڑ کہا گیا ہے۔ جو لوگ شراب نہ چھوڑیں ان کے خلاف قتال کیا جائے۔ اللہ کے خوف سے شراب چھوڑنے والے پر بڑے انعام کی بشارت ہے شرابی اور جواری جنت سے محروم رہے گا۔

شراب، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت حرام کردی گئی۔

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کے لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اسی اثناء میں شراب کی حرمت کا حکم آگیا ایک آواز سنی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اعلان کررہا تھا۔ ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا دیکھو یہ کیا آواز ہے میں باہر نکلا تو میں نے واپس ہوکر بتایا کہ یہ پکارنے والا یوں پکار رہا تھا کہ خبردار شراب حرام کردی گئی ہے یہ سن کر ابوطلحہؓ نے کہا جاؤ یہ جتنی شراب ہے اس کو گرا دو چنانچہ شراب پھینک دی گئی جو مدینہ کی گلیوں میں بہہ رہی تھی۔ (انوارالبیان)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ شراب پر اس کہ پینے والے پر، پلانے پر بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، اٹھانے والے پر، اٹھوانے والے پر، بنانے والے پر، بنوانے والے پر قیمت لینے والے پر سب پر لعنت ہوتی ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جو شخص پہلی مرتبہ شراب پیتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا اور اگر وہ خلوصِ دل سے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ پھر اگر دوسری مرتبہ شراب پیتا ہے تو

اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں کرتا پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ چوتھی مرتبہ شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں کرتا بلکہ اگر وہ توبہ کرتا ہے تو توبہ بھی قبول نہیں کرتا اور آخرت میں اس کو دوزخیوں کی پیپ اور لہو کی نہر سے پلائے گا۔ (جامع ترمذی)

3.70.1 ۔ جوئے کی تمام صورتیں حرام ہے

4 ہجری ، 626 ء

وہ ہر معاملہ جو نفع و نقصان کے درمیان مبہم ہو شریعت اسے قمار کہتی ہے۔ مثلا دو آدمی آپس میں بازی لگائیں کہ ہم دونوں دوڑتے ہیں جو آگے بڑے گا وہ دوسرے کو ایک ہزار روپیہ دے گا مثلاً بند ڈبے ایک روپیہ ڈبہ کے حساب سے فروخت کریں کسی ڈبے میں پانچ روپے اور کوئی ڈبہ خالی ہو تو اس طرح ڈبوں کی فروخت قمار اور جوئے میں آئے گی۔ اگر کسی کھیل یا کسی معاملہ میں زیادہ کی لالچ میں رقم لگائی جائے اور ہارنے کی صورت میں وہ رقم ہی ملے تو یہ حرام ہے لیکن اگر انعام کی رقم کسی چیز کے خریدنے کے ساتھ ہو تو وہ جائز ہے۔

اخبار اور رسائل میں معمہ پر جو انعام ہوتا ہے وہ بھی قمار ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ معمہ بھیجو اس کے بعد اس پر قرعہ اندازی ہو گی جو جیتے گا اسے انعام ملے گا۔ پتنگبازی، کھیل میں، کبوتروں اور گھوڑوں پر شرطیں لگانا بھی جوئے میں شامل ہے۔ (انوار البیان)

3.71 ۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا توراۃ کے مطابق مقدمہ میں رجم کا حکم دینا

4 ہجری، 626ء

ابن اسحٰق نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ تشریف لائے تو یہود کے علماء اپنی عبادت گاہ میں جمع ہوئے اور ان میں سے

ایک شادی شدہ مرد نے یہود کی شادی شدہ عورت سے زنا کیا تھا۔ تو ان لوگوں نے کہا کے اس مرد اور عورت کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجو اور اس سے دریافت کرو کہ ان دونوں کے متعلق کیا حکم ہے۔ اور ان دونوں کے فیصلہ کا حاکم اسی کو بنا دو۔ پھر اگر اس نے دونوں کے ساتھ تجبیہ کا برتاؤ کیا جیسا تم کرتے ہو اور تجبیہ کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ کھجور کی چھال سے ایک رسی بناتے تھے جس پر تیل لگا کر نرم کرتے تھے اس سے کوڑے مارتے اور پھر منہ کالا کر کے گدھے پر منہ دم کی طرف کر کے بٹھاتے تھے۔

ان کے علماء نے کہا کہ اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مقدمہ کا فیصلہ تجبیہ پر کریں گے تو ان کو سچا مان لینا کیونکہ وہ صرف ایک بادشاہ ہے اور اگر اس نے ان کے بارے میں سنگساری کا حکم دیا تو یقین جان لو کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور جو چیز تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے اس سے بچاؤ کہ وہ اس کو تم سے چھین لے گا۔ (یعنی نبوت تمہارے خاندان سے جاتی رہے گی)

پھر یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شادی شدہ شخص نے ایک شادی شدہ عورت سے زنا کیا ہے ان کے متعلق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فیصلہ کیجئے کہ ہم نے اس فیصلہ کے لئے ان دونوں پر آپ ﷺ کو حاکم بنا دیا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے علماء کے پاس ان کے عبادت گاہ تشریف لے گئے اور فرمایا۔

اے گروہ یہود اپنے علماء کو میرے پاس لاؤ۔ تو وہ عبداللہ بن صوری، ابو یاسر بن اخطب اور وہب بن یہودا کو سامنے لائے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے تنہائی میں گفتگو فرمائی اور کہا!

اے ابن صوری میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اور تمہیں اس کی وہ نعمتیں یاد دلاتا ہوں جو بنی اسرائیل پر تھیں، کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ اللہ نے تورات میں اس شخص کے متعلق جس نے شادی کے بعد زنا کیا ہو سنگساری کا حکم دیا ہے۔

اس نے کہا یہی سچ ہے۔ واللہ اے ابوالقاسم! یہ لوگ یقیناً اس بات کو جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی ہیں لیکن ان کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حسد ہے۔

پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے نکلے اور ان دونوں کے متعلق حکم فرمایا تو ان دونوں کو

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس مسجد (مسجدِ نبوی ﷺ) کے دروازے کے پاس سنگسار کیا گیا جو بنی غنم بن مالک بن نجار کے محلّہ میں تھا۔ (ابن ہشام)

اس کے بعد عبداللہ بن صوری اپنے لوگوں میں جا کر اپنی بات سے مکر گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ لوگ تیرے غم کا سبب نہ بنیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں جوان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے منہ سے ہم ایمان لائے کہہ دیا ہے۔ حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کر رکھی ہے ان میں سے بعض جھوٹ (باتوں) کو بہت (شوق سے) سننے والے اور ایسے دوسرے لوگوں کی باتیں بہت سننے والے ہیں جو تیرے پاس نہیں آئے۔

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنوں میں سے کچھ لوگوں کو بھیجا ہے اور خود نہیں آئے ہیں اور انہیں بعض ایسے حکم بتا دیئے ہیں جو بجا نہیں لائے۔

ابنِ اسحٰق نے حضرت ابنِ عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت بیان فرمائی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان دونوں کو سنگساری کا حکم فرمایا اور وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجد کے دروازے کے پاس سنگسار کئے گئے اور جب اس یہودی نے پتھر مارتے ہوئے دیکھا تو اپنے ساتھ کی عورت کے پاس جا کر اس پر جھک پڑا تا کہ پتھر سے ان کو بچائے یہاں تک کہ وہ دونوں مار ڈالے گئے۔

ابنِ اسحٰق حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت بیان کرتے ہیں جب یہود نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان میں حاکم بنایا تو آپ ﷺ نے انہیں توریت کے ساتھ بلوایا اور ان میں ایک عالم بیٹھ کر اسے پڑھنے لگا اور اپنا ہاتھ رجم والی آیت پر رکھ دیا حضرت عبداللہ بن سلام ؓ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ! یہ آیت رجم ہے یہ شخص اسے آپ کو پڑھ کر سنانا نہیں چاہتا ہے اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔

اے گروہِ یہود تم پر افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دینے کی تم کو کس چیز نے ترغیب دی حالانکہ وہ تمہارے ہاتھوں میں ہے۔

انہوں نے کہا واللہ اس حکم پر ہم میں عمل ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے ایک شخص نے جو شاہی خاندان اور بڑی حیثیت والوں میں سے تھا اپنی شادی کے بعد زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار کرنے

سے روکا اس کے بعد پھر ایک اور شخص نے زنا کیا تو اس نے اس کو سنگسار کرنا چاہا۔ لوگوں نے کہا کہ واللہ اس کو اس وقت تک سنگسار نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ فلاں شخص کو سنگسار نہ کیا جائے جب انہوں نے ایسا کیا تو لوگ جمع ہوئے اور اپنے اس حکم کی ترمیم کر کے تحجیہ قائم کیا۔ سنگساری اور اس پر عمل کرنے کو مردہ سنت بنا ڈالا۔

3.72۔حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا عبرانی زبان سیکھنا

4ھ ہجری ، 626ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب دیکھا کہ یہودی اپنی کتابوں میں گڑ بڑ کرتے ہیں جیسا کہ رجم کے معاملہ میں ہوا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زید بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ وہ عبرانی زبان سیکھیں کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہود پر اعتبار نہیں تھا۔ حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے صرف پندرہ دنوں میں عبرانی زبان سیکھ لی۔ (طبری)

3.73۔ام المومنین ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نکاح

شوال 4ھ ہجری ، 626ء

ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نام ہند ہے اور کنیت امِ سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ان کی ماں عاتکہ بنتِ عمر بن ربیعہ بن مالک کنانیہ تھیں۔ آپؓ کے والد ابوامیّہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم تھے۔ ابوامیّہ قریش کے بلند مرتبہ شہسوار اور سخاوت میں مشہور تھے۔ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی سے ہوا۔ آپؓ آغازِ اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں اور ان کے ساتھ حبشہ کے لئے ہجرت کی، وہاں سے واپس آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک تھے۔ غزوۂ احد میں زخمی ہو گئے تھے اور اسی زخم کی وجہ سے ان کا 8/جمادی الاخریٰ 4ھ میں انتقال ہو گیا۔

ایک مرتبہ حضرت امِ سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ میرے شوہر گھر تشریف لائے تو

انہوں نے کہا کہ آج میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک حدیث سنی ہے جو میرے نزدیک دنیاومافیہا سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ جس کو کوئی مصیبت پہنچے وہ (انا للّٰہ انا الیہ راجعون) پڑھے اور اس کے بعد دعا مانگے اے اللہ! میں اس مصیبت میں اجر کی امید رکھتا ہوں اے اللہ! مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس سے بہتر فرماتا ہے۔ (مسند احمد)

جب حضرت امِ سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انتقال ہو گیا تو مجھے یہ حدیث یاد تھی جب دعا پڑھنے کا ارادہ کیا کہ مجھے ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر کون ملے گا لیکن ارشادِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا اس لئے پڑھ لیا۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو محبت اور قرابت حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے تھی اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد جو صداقت اور استقامت دیکھائی تھی اور ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کے دوران جو سخت آزمائیشوں کے وقت جو ثابت قدمی دیکھائی تھی اس کا خیال کرتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کا پیغام دیا اس طرح حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دنیا کے بہترین شخص کا نعم البدل مل گیا۔

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حسن و جمال، ذہانت، فقہی معلومات میں حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صدیقہ کے بعد ان ہی کا مرتبہ ہے۔ جلیل القدر صحابہ اکرامؓ اور کبار تابعین آپؓ سے پوچھ کر مسائل کی تحقیق کرتے تھے۔ ان کی رائے اور عقل کے کمال کی مثال واقعہ حدیبیہ میں ہے۔ جبکہ صلح کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ کی ہدی ذبح کرنے اور حلق کرنے کا حکم دیا اور کسی نے نہ ہدی ذبح کی اور نہ حلق کروایا۔ اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت رنج ہوا اور جا کر اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہا ان کو کیا ہو گیا ہے کہ میرا حکم نہیں مانتے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی طرف سے دل برداشتہ نہ ہوں ان کو صلح کی شرائط سے بہت صدمہ ہوا ہے آپ ﷺ ان سے کچھ نہ کہئے۔ آپ ﷺ خود اپنی ہدی ذبح کیجئے اور اپنا حلق کروا لیجئے۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسا ہی کیا۔ اس پر

صحابہؓ کو یقین ہوگیا کہ اب صلح کی شرائط تبدیل نہیں ہوسکتی اس لئے سب نے ہدی بھی ذبح کرنی شروع کردی اور بال بھی کٹوانے لگے۔ (زرقانی)

ان کی وفات کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔ بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں 58ھ ہجری تحریر کیا ہے۔ واقدی اور ابن عساکر نے 59ھ ہجری لکھا ہے۔ ابن ابی خثیمہ نے 61ھ ہجری کو صحیح قرار دیا ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر (84) چوراسی سال تھی۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں آپؓ کی تدفین ہوئی۔

3.74۔ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح وطلاق

5ھ ہجری ، 626ء

حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آزاد کردہ غلام تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ سن بلوغت کو پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ جحش سے کردیا، حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی والدہ کا نام امیمہ بنتِ عبدالمطلب تھا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی تھیں۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیونکہ غلام رہ چکے تھے اس لئے حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس بات کو اچھا نہیں سمجھتی تھی اور اس بات کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احترام میں وہ اس رشتہ پر راضی ہوگئی تھیں لیکن دونوں کے تعلقات زیادہ خوش گوار نہیں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آکر شکایت کی کہ وہ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو طلاق دینا چاہتے ہیں کیونکہ وہ مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو سمجھایا کہ طلاق نہ دو مصالحت کی کوشش کرو۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے۔

وَاِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ

وَتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّا سَ ج وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ ط فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِنْھَاوَطَرًازَوَّجْنٰکَھَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُوْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِھِمْ اِذَاقَضَوْامِنْھُنَّ وَطَرًا ط وَکَا نَ اَمْرُاللّٰہِ مَفْعُوْلًاO

(سورۃ الاحزاب ۔۳۷)

ترجمہ: (یاد کرو) جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تو اس سے ڈرے۔ پس جبکہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر لیں۔ اللہ کا یہ حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔ لیکن حالات کسی طرح سے بہتر نہ ہوئے اور انہوں نے طلاق دے دی۔

3.75 ۔ غزوۂ دومۃ الجندل

25 ربیع الاول 5ھ ہجری، 626ء

غزوۂ بدر ثانی سے واپس آکر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چھ سات ماہ تک مدینہ منورہ میں بڑے امن سے رہے۔ پوری ریاست کا کام اطمینان بخش طریقہ سے چل رہا تھا کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا تھا کہ ماہِ ربیع الاول 5ھ ہجری میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ دومتہ الجندل کا عیسائی حکمران اکیدار بن مالک ایک لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اور جو قافلے مدینہ سے تجارت کی غرض سے شام کی طرف جاتے ہیں ان کو راستہ میں لوٹ لیتا ہے۔ یہ نیا دشمن مسلمانوں کے لئے خطرناک ہوسکتا تھا اور اندیشہ تھا کہ اگر اس نے مدینہ پر حملہ کر دیا تو منافقین اور آس پاس کے یہود بھی مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ میں سباع بن عرفطہ غفاری کو عامل مقرر کیا اور ایک ہزار

مسلمانوں کا لشکر لے کر دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے، دومۃ الجندل دمشق سے پانچ منزل اور مدینہ سے دس منزل دمشق کی طرف شام کی سرحد پر واقع ہے۔ بنوعذرہ سے ایک شخص جس کا نام مذکور تھا راستہ بتانے کے لئے لے لیا، اس سفر میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کو سفر کرتے اور دن میں قیام کرتے تھے، جب دومۃ الجندل سے ایک رات کا سفر رہ گیا تو زہیر نے کہا کہ دشمن کی چراہ گاہ یہاں سے قریب ہے مناسب یہ ہے کہ ان کے مویشیوں پر قبضہ کرلیا جائے چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دے دی۔

جب دومۃ الجندل کے حاکم اکیدار بن مالک نے مسلمانوں کو اچانک اتنے قریب دیکھا تو وہ بدحواس ہوگیا اور بھاگ نکلا۔ اس سے اگلے دن جب وہاں پہنچے تو میدان خالی تھا۔ محمد بن سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک کافر کو گرفتار کرلیا۔ اس سے حالات دریافت کئے تو اس نے بتایا کہ اسلامی لشکر کے آنے کی خبر سن کر سب کے سب فرار ہوگئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چندروز وہاں قیام کیا اور چھوٹے چھوٹے دستے اس کی تلاش میں بھیجے مگر وہ مقابلہ پر نہ آیا۔ اس طرح شام کی سرحد تک آپ اپنا رعب ودبدبہ قائم کر کے مدینہ کی طرف واپس تشریف لائے۔

راستہ میں ایک عرب سردار عیینہ بن حصن جو قبیلہ فزارہ کا سردار تھا اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مصالحت کی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی کہ میرے علاقے میں خشک سالی کی وجہ سے چارہ نہیں ملتا مدینہ میں خوب بارش ہوگئی ہے وہاں خوب سرسبزی ہوگئی ہے اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیں تو میں اپنے مویشی وہاں چرانے کے لئے بھیج دیا کروں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اجازت دے دی۔

3.76 ۔ غزوۂ بنی المصطلق یا غزوۂ مریسیع

شعبان 5 ہجری، 627ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خبر ملی کہ بنوالمصطلق کا سردار حارث بن ضرار جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے اور عرب کے دوسرے قبائل کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے شریک کررہا ہے۔ رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا نمائندہ بنا کر حالات کی تحقیق کے لئے ان کے سردار کے پاس بھیجا۔ انہوں نے حارث بن ضرار سے بات چیت کی اور واپس آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حالات سے آگاہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو ختم کرنے پر تلا ہوا ہے اور عنقریب لشکر لے کر روانہ ہونے والا ہے۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کو فوراً تیاری کا حکم دیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ میں حضرت زید بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عامل مقرر کیا اور لشکر لے کر روانہ ہوئے اس لشکر میں تیس گھوڑے تھے۔ دس مہاجرین کے پاس اور بیس انصار کے پاس تھے مہاجرین اور انصار کے الگ الگ علم تھے۔ انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں تھا اور مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مقدمہ الجیش مقرر کیا، چونکہ متواتر متعدد حملوں میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہو رہی تھی اور مالِ غنیمت کی لالچ میں عبداللہ بن ابی بھی اپنی جماعت کے ساتھ شریک ہو گیا، منافق کیونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لئے ان کو لشکر میں شریک ہونے سے منع نہیں کر سکتے تھے۔ دشمن کے سردار حارث بن ضرار نے ایک جاسوس مسلمانوں کی طرف بھیجا جو پکڑا گیا۔ اس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کیا گیا، تحقیق سے اس کا جاسوس ہونا ثابت ہو گیا اسے قتل کر دیا گیا۔

یہ خبر حارث تک پہنچ گئی تو وہ پریشان اور بدحواس ہو گیا۔ جو عرب اس کے ساتھ تھے وہ بھی آہستہ آہستہ کھسکنے لگے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ تم آگے بڑھ کر ان کو اسلام کی دعوت دو۔ انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے مسترد کر دی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چشمہ مریسیع تک پہنچے تو بنو مصطلق جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے زبردست حملہ کیا کفار کا علمبردار حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھوں مارا گیا۔ علم کے گرتے ہی کفار کے پیرا کھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا اور مویشی اور بکریاں بھی کافی تعداد میں ہاتھ لگیں۔ مسلمانوں کا صرف ایک آدمی مارا گیا وہ بھی ایک انصاری

نے دشمن کا آدمی سمجھ کر مار دیا تھا۔ قیدیوں میں سپہ سالار کی بیٹی حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی گرفتار ہو کر آئیں۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

3.77 ۔ مدینہ سے ذلیل ترین آدمی کو نکالنے کی بات

شعبان 5 ہجری ، 627ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غزوۂ بنی المصطلق سے فارغ ہو کر چشمہ مریسیع پر قیام فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ چشمہ پر پانی لینے لگے۔ ان میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ایک مزدور بھی تھا جس کا نام جہجاہ غفاری تھا پانی پر ایک شخص سنان جہنی سے اس کی دھکم دھکا ہوگئی اور دونوں لڑ پڑے۔ پھر جہنی نے پکارا

"**یا معشر الانصار**" (اے انصار کے لوگوں مدد کو پہنچو)

اور جہجاہ نے آواز دے۔

"**یا معشر المهاجرين**" (مہاجرین مدد کو آؤ)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خبر پاتے ہی وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا میں تمہارے اندر موجود ہوں اور جاہلیت کی پکار جاری ہے اسے چھوڑ دو۔ یہ بدبودار ہے۔

اس واقعہ کی خبر عبداللہ بن ابی کو ہوئی تو وہ غصہ سے بھڑک اٹھا اور بولا کیا ان لوگوں نے ایسی حرکت کی ہے۔ یہ ہمارے علاقے میں آ کر ہمارے ہی حریف اور مقابل ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم ہماری اور ان کی وہی مثل صادق آئی ہے جو پہلوں نے کہی کہ اپنے کتّے کو پال پوس کر موٹا تازہ کرو تا کہ وہ تم کو پھاڑ کھائے۔ سنو خدا کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم میں کا معزز ترین شخص ذلیل ترین شخص کو نکال باہر کرے گا۔ پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ یہ مصیبت تم نے خود مول لی ہے۔ تم نے انہیں اپنے شہر میں اتارا ہے اور اپنے اموال بانٹ لئے ہیں دیکھو تمہارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے وہ ان کو دینا بند کر دو تو یہ تمہارا شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔ اس وقت اس محفل میں ایک نوجوان صحابی حضرت زید بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ارقم بھی موجود تھے انہوں نے یہ بات اپنے چچا سے کہی تو ان کے چچا نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع دی۔

اس وقت وہاں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی موجود تھے انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ حضرت عباد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن بشر سے کہئے کہ اس کو قتل کر دے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ کیسے مناسب رہے گا لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قافلہ کو چلنے کا حکم دیا لوگ چل پڑے تو حضرت اسید بن خضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بے وقت کوچ کا حکم دیا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہارے صاحب نے جو کچھ کیا ہے شاید تم کو اس کی خبر نہیں انہوں نے دریافت کیا کہ اس نے کیا کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس کا خیال ہے کہ وہ مدینہ واپس ہوا تو معزز ترین آدمی ذلیل ترین آدمی کو مدینہ سے نکال دے گا۔ انہوں نے کہا! اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں تو ہم اس کو مدینہ سے نکال دیں۔ خدا کی قسم! وہ ذلیل ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باعزت ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے ساتھ نرمی برتیں کیونکہ بخدا! اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے پاس اس وقت لے کر آیا جب اس کی قوم اس کی تاج پوشی کے لئے مونگوں کا تاج تیار کر رہی تھی۔ اس لئے اب وہ سمجھتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔

مدینہ منورہ پہنچے پر جب عبداللہ بن ابیّ کو معلوم ہوا کہ اس کی کہی ہوئی بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ گئی ہے تو وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ اس نے جو بات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بتائی ہے وہ میں نے نہیں کہی۔ وہاں جو انصار بیٹھے تھے انہوں نے بھی کہا کہ حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابھی بچے ہیں ہوسکتا ہے ان کے سننے میں کچھ غلط فہمی ہوگئی ہو اور انہیں ٹھیک سے یاد نہ رہا ہو۔ اس لئے اس (عبداللہ بن ابیّ) کی بات کو سچ مان لیا۔

جب حضرت زید بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ارقم کو اس بات کا پتہ چلا تو انہیں بہت دکھ ہوا اور وہ اس صدمہ میں گھر میں رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سچائی کیلئے قرآنی آیات نازل کیں۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ط وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (۷)يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (ع)(۸)

ترجمہ: یہی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جولوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ ادھر اُدھر ہو جائیں۔ اور آسمان و زمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا سنو! عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے۔ لیکن یہ منافق جانتے نہیں (سورۃ المنافقون:۸۔۷)

حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ارقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے بلوایا اور یہ آیات پڑھ کر سنائیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی۔ (بخاری)

اس منافق کے صاحبزادے جن کا نام بھی عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا اس کے برعکس تھے نہایت نیک طبیعت اور خیار صحابہ میں سے تھے انہوں نے اپنے باپ سے برأت اختیار کر لی اور تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے کہ عبداللہ بن ابیٔ آئے گا تو اس کو آگے نہیں آنے دوں گا جب تک اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت نہ دیں گے اور یہ اقرار کریں گے کہ تم ذلیل ہوا اور اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عزت والے ہیں۔ ان کا باپ آیا تو انہوں نے آگے آنے کی اجازت نہیں دی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے اور اس کی سفارش کی۔ حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے فرمائیے خدا کی قسم! میں اس کا سر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ (ابن ہشام)

3.78 ۔ واقعہُ اِفک

شعبان 5 ہجری، 627ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دستور تھا کہ جب بھی کسی سفر میں جاتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ نکالتے کہ کون ہمراہ جائیں گی۔ اس غزوہ میں قرعہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نام نکلا اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)انہیں ساتھ لے گئے ، واپسی میں ایک جگہ پڑاؤ پڑا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی حاجت کے لئے گئیں اور انکا ہار جوانہوں نے اپنی بہن سے پہننے کے لئے لیا تھا وہ کھو گیا جب ان کو احساس ہوا تو وہ فوراً اس جگہ گئیں جہاں وہ ہار کھویا تھا۔ اس دوران وہ لوگ آئے جو خواتین کے ہودج اونٹ پر لادتے تھے انہوں نے سمجھا کہ آپؓ ہودج کے اندر ہیں تو انہوں نے وہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیونکہ کم عمر تھیں اس لئے ان لوگوں کو وزن کا بھی احساس نہ ہوا اور قافلہ کی روانگی کا حکم ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جب ہار ڈھونڈ کر واپس پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور میدان خالی ہے۔ اس خیال سے وہاں ہی بیٹھ گئیں کہ جب انہیں نہ پائیں گے تو واپس ڈھونڈ نے آئیں گے۔ اس دوران حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی آنکھ لگ گئی حضرت صفوان بن معطل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہ ڈیوٹی تھی کہ جب قافلہ چلا جائے تو پیچھے رہ کر اگر کسی کی کوئی شے رہ جائے وہ اس کو سنبھال لیں۔ انہوں نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دیکھا تو حیران ہو گئے قریب آئے تو پہچان گئے اور فرمایا! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی اور کہا۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اس آواز سے ان کی آنکھ کھل گئی۔ پردے کا حکم آنے سے پہلے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دیکھ چکے تھے اس لئے پہچان گئے۔ حضرت صفوان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اونٹنی آپؓ کے قریب بٹھا دی اور حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اونٹنی پر سوار کر دیا۔

حضرت صفوان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون** کے سوا کچھ نہ کہا اور نہ کچھ پوچھا حضرت بی بی عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اونٹنی پر سوار کر کے نکیل پکڑ کر پیدل چلتے ہوئے قافلے سے آ کر مل گئے۔ یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا، قافلہ پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ انہیں اس کیفیت میں آتا دیکھ کر اللہ کے دشمن خبیث عبداللہ بن ابیُ کو بھڑاس نکالنے کا موقعہ مل گیا۔ اس کی چھپی ہوئی نفاق اور حسد کی حسِ جاگ اٹھی۔ اس نے ام المومنین پر تہمت لگا دی اور اس کا خوب پروپگنڈا کیا اس کے ساتھی اس کا خوب ساتھ دیتے تھے اور کچھ کمزور ایمان والے بھی اس کی باتوں سے گمراہ ہو گئے۔

دوسری طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بالکل خاموش تھے اور کچھ دن سے وحی بھی نہیں آ رہی تھی۔ مختلف لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مختلف مشورے دینے لگے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بات کی اصلیت جاننے کے لئے اللہ کی طرف انتظار کرنے لگے۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منبر پر عبداللہ بن ابیُ کی طرف سے اذیت سے نجات دلانے کی بات کی۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معاذ اور حضرت اسید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جبیر اس کو قتل کرنے کا مشورہ دینے لگے لیکن حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابن عبادہ، ان کا بھی تعلق بنوخزرج سے تھا جس سے عبداللہ بن ابیُ تعلق رکھتا تھا انہوں نے اس بات کی حمایت نہیں کی۔

دوسری طرف حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) غزوہ سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں۔ ایک مہینے تک مسلسل بیمار رہیں۔ انہیں اس تہمت کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ البتہ ایک بات کھٹکتی تھی کہ بیماری کی حالت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو لطف وعنایات ہوا کرتی تھیں وہ نظر نہیں آ رہی تھیں۔ بیماری ختم ہوئی تو ایک دن ام مسطع (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئیں۔

اتفاق سے ام مسطع (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا پاؤں پھسل گیا۔ اس پر انہوں نے اپنے بیٹے کو بددعا دی۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اس بات پر ان کو ٹوکا تو انہوں نے یہ بتایا کہ ان کا بیٹا بھی ان پر تہمت لگانے والوں میں شریک ہے تو تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

نے اس بات کا صحیح پتہ لگانے کے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دے دی وہاں جا کر ساری صورت حال کے بارے میں علم ہوا تو بے اختیار رونے لگیں اور اسی طرح دو راتیں اور دو دن روتے ہوئے گزر گیا۔ ان کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ان کا کلیجہ پھٹ جائے گا، اسی حالت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے۔ کلمہ شہادت پر مبنی خطبہ پڑھا اور فرمایا!

تمہارے متعلق ایسی ایسی بات کا پتا لگا ہے۔ اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ عنقریب تمہاری برأت ظاہر کر دے گا اور خدانخواستہ تم سے کوئی گناہ ہوا ہے تو اللہ سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرے اللہ کے حضور توبہ کا درخواست گزار ہوتا ہے تو اللہ توبہ قبول کرتا ہے۔

اس وقت حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے آنسو تھم گئے اور ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا انہوں نے اپنے والدین سے کہا کہ جواب دیں۔ لیکن ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دیں اس کے بعد خود ہی فرمایا! واللہ میں جانتی ہوں کہ جو بات سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے سچ سمجھ لیا ہے اس لئے اب اگر میں اس سے انکار کروں اور اللہ خوب جانتا ہے تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے اور اگر میں اس کا اعتراف کرلوں۔ حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے۔ ایسی صورت میں اللہ نے میرے لئے اور آپ لوگوں کے لئے وہی بات کی ہے جیسے حضرت یوسف علیہ سلام کے والد نے کہا تھا۔

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ o (سورۃ یوسف۔18)

ترجمہ: پس صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بتائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے۔

اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دوسری طرف جا کر لیٹ گئیں اور اسی وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی اور پھر وحی کی شدت و کیفیت ختم ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسکرا رہے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہلی جو بات فرمائی کہ اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! اللہ نے تمہیں بری کر دیا اس پر خوشی سے ان کی ماں بولیں کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اٹھو اور رسول اللہ (صلی اللہ

علیہ وسلم) کا شکر ادا کرو۔ انہوں نے اپنی پاکدامنی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پر اعتماد اور یقین کی وجہ سے ناز کے انداز سے کہا واللہ میں تو ان کی طرف نہ اٹھوں گی اور صرف اللہ کی حمد کروں گی۔ اس موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی براءت میں جو قرآن کی آیات نازل ہوئیں وہ یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُورَةٌ أَنزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (1) الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (2) الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ (3) وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (4) إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (5) وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاء إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ (6) وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (7) وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ (8) وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ (9) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ (10) ع

ترجمہ: شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

یہ ہے وہ سورت جو ہم نے نازل فرمائی ہے(۱) اور مقرر کر دی ہے اور جس میں ہم نے کھلی آیتیں (احکام) اتارے ہیں تا کہ تم یاد رکھو(۲) زنا کار عورتوں و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ(۳) ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہئے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے(۱) ان کی سزا پر مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہئے(۲)(۳) زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے نکاح نہیں کرتا اور زنا کار عورت بھی بجز زانی یا مشرک مرد کے اور نکاح نہیں کرتی اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا(۳)(۳)

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو یہ فاسق لوگ ہیں(۴) تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے(۵)

جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی ذات کے نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ سچوں میں سے ہیں(٦) اور پانچوں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو(۷) اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے(۸) اور پانچوں دفعہ کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو(۹)(٦) اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا(۱) (تو تم پر مشقت اترتی) اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا با حکمت ہے(۱۰) (سورۃ النور: ۱۰-۱)

اس کے بعد تہمت لگانے کے جرم میں مسطح بن اثاثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حسان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حمنہ بنتِ جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اسی اسی کوڑے مارے گئے ۔

(الرحیق المختوم)

3.79 ۔ام المومنین حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نکاح

شعبان 5 یا 6ر ہجری ، 627ء

ام المومنین حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح سافح بن صفوان سے ہوا تھا جو غزوہ مریسیع میں مارا گیا تھا۔ اس غزوہ میں جو بچے اور عورتیں گرفتار ہو کر آئیں تھیں ان میں حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی تھیں۔ غزوہ کے بعد آپ حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئیں آپ ﷺ نے حضرت ثابتؓ سے مکاتب کر لی۔

مکاتب اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں جو اپنے مالک سے یہ طے کر لے کہ وہ مقررہ رقم مالک کو ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی طرف سے رقم ادا کر کے ان سے شادی کر لی۔ اس شادی کی وجہ سے مسلمانوں کے بنوالمصطلق کے ایک سو گھرانے مسلمان ہو چکے تھے ان کو آزاد کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سسرال والے ہیں۔ (ابن ہشام)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا چار سو درہم مہر مقرر کیا ۔ اس وقت ان کی عمر ستائیس (27) سال تھی آپؓ کی وفات 50ھ ہجری میں پینسٹھ (65) سال کی عمر میں ہوئی۔ ایک قول کے مطابق ربیع الاول 50 رہجری میں ستر (70) سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ مروان بن حکم نے جو اس وقت مدینہ کے امیر تھے انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (مستدرک)

مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک روز آنخضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے گھر صبح تشریف لے گئے۔ اس وقت وہ مصلے پر تھیں آنخضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جب چاشت کے وقت واپس تشریف لائے تو اس وقت بھی وہ مصلہ پر بیٹھی تھیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس وقت سے

یہاں ہی بیٹھی ہو۔ انہوں نے عرض فرمایا۔ ہاں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں نے یہاں سے جانے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں۔ اگر ان کو تمہاری تمام تسبیحوں کے ساتھ تولا جائے جو تم نے صبح سے اس وقت تک پڑھی ہیں۔ تو وہ چار کلمات وزن میں ان تسبیحات سے بڑھ جائیں گے۔

وہ کلمات یہ ہیں۔

سَبُحَا نَ اللّٰہِ وَبِحمُدِہٖ عَدَدَ خَلُقِہٖ وَرِضِیٰ نَفُسِہٖ

وَ زِ نَۃَ عَرُشِہٖ وَمِدَادَ کَلِماَتِہٖ

3.80 ۔ غزوۂ احزاب (جنگِ خندق)

شوال۔ذوالقعدہ 5ھ ہجری ، 627ء

جب بنونضیر کو مدینہ سے نکالا تھا تو مدینہ میں سکون ہوگیا تھا۔ بنونضیر کے یہود کو خیبر میں جا کر بھی چین نہیں آیا وہ اس انتظار میں رہے کہ کفارِ مکہ کے ساتھ ان کا کیا معاملہ ہوتا ہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ بھی نہیں کر پارہے تو پھر انہوں نے دوبارہ سازشوں کے جال بننے شروع کر دیے۔

بنونضیر کے بیس سردار مکہ آئے اور ان کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ اپنا اور آس پاس کے قبائل کا مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ پھر یہ وفد بنوغطفان گیا اور ان کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار کیا۔ غرض یہ کہ انہوں نے کوشش کر کے مسلمانوں کے تمام دشمنوں کو اکٹھا کر لیا تھا تا کہ سب ایک بار مل کر حملہ کریں اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔

اپنے منصوبے کے مطابق جنوب سے قریش، کنانہ اور تہامہ اور دوسرے حلیف قبائل نے مل کر مدینہ کی طرف فوج کشی کی۔ ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی جب یہ لشکر مّر الظہر ان پہنچا تو بنوسلیم کے لوگ اس میں شامل ہو گئے۔ ادھر دوسری طرف سے مشرق سے غطفانی قبائل فزارہ، مہرہ اور اشجع لوگ مسلمانوں سے لڑنے نکلے۔ فزارہ کا سپہ سالار عیینہ بن حصن تھا، بنومرہ کا حارث بن عوف اور اشجع کا مسعر بن رخیلہ تھا۔ پھر ان کے ساتھ بنواسد اور کچھ دیگر قبائل بھی لشکر میں شامل ہو گئے۔

ان سب نے ایک منصوبہ کے تحت ایک ہی وقت میں سب طرف سے مدینہ کے گرد جمع ہو گئے ۔ ان سب کی تعداد دس ہزار تھی ۔ اب تک کی جنگوں میں یہ سب سے بڑی تعداد تھی ۔ اتنی تعداد مدینہ کی پوری آبادی عورتوں اور بچوں کو ملا کر بھی نہ تھی ۔ کفار یہ سب تیاریاں خفیہ طریقہ سے کر رہے تھے اور اچانک مدینہ پر دھاوا بول دینا چاہتے تھے۔لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قیادت نہایت بیدار معز اور چوکس تھی ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلسل حالات سے باخبر تھے جوں ہی لشکر مدینہ کے قریب پہنچنے والا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجلسِ شوریٰ کا اجلاس طلب کیا ۔ ان سے کس طرح مقابلہ کیا جائے اس کے لئے صلاح مشورے کئے ۔ مختلف تجاویز زیرِ غور آئیں ۔

اس میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی انہوں نے فرمایا کہ فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم خندق کھود لیتے تھے ۔ یہ بڑی حکمت والی تدبیر تھی عرب لوگ اس سے ناوقف تھے ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر فوراً عمل شروع کروا دیا ۔ تین طرف تو پہاڑ تھے ایک طرف سے دشمن کے آنے کا خطرہ تھا ۔ ایک سمت کے علاوہ پہاڑ ، کھجور کے باغات اور لاوے کے حّرر کی چٹانیں تھیں ۔ جس طرف سے کسی لشکر کا آنا ممکن نہ تھا ۔ صرف شمال کی سمت سے دشمن اندر آ سکتا تھا ۔ اس طرف خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ کی خندق کھودنے میں حوصلہ افزائی بھی کرتے جاتے تھے اور خود بھی عملی طور پر شریک ہو رہے تھے ۔

صحیح بخاری میں ایک روایت حضرت براء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عازب سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خندق سے مٹی ڈھو رہے ہیں یہاں تک کہ غبار نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شکم کی جلد ڈھانک دی تھی ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بال بہت تھے ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) رجزیہ کلمات پڑھتے جاتے اور مٹی ڈھوتے جاتے تھے ۔ مسلمان انتہائی گرم جوشی سے کام کر رہے تھے دوسری طرف اتنی شدت کی بھوک برداشت کر رہے تھے کہ اس کے تصور سے کلیجہ شق ہو جائے ۔

حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے شکم پر سے کپڑا ہٹا کر پتھر بندھا ہوا دیکھایا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا شکم کھولا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ (جامع ترمذی)

خندق کی کھدائی کے دوران صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اندر سخت بھوک کے آثار دیکھے تو ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اپنی بیوی کو ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) جو دیا اور پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رازداری سے گزارش کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیے اور کھانا کھا لیجئے۔ لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام صحابہؓ جو خندق میں کام کر رہے تھے سب کو ہمراہ لے آئے جن کی تعداد ایک ہزار تھی ان سب نے وہ کھانا کھایا اور گوشت اور ہانڈی کی حالت پہلے جیسی برقرار رہی اور گوندھا ہوا آٹا اپنی اصل حالت میں رہا۔ اس سے مزید روٹی پکائی جا سکتی تھی۔

حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بہن ان کے لئے دو مٹھی کھجوریں لائیں کہ ان کے بھائی اور ماموں کھالیں۔ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے گزریں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے کھجوریں لے لیں اور ایک کپڑے پر بکھیر دیں اور تمام اہل خندق کو بلا لیا کہ کھجوریں کھاؤ وہ آ آ کر کھاتے گئے لیکن کھجوریں ختم نہیں ہوئیں۔ (ابن ہشام)

ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان نما پتھر آ گیا جو ٹوٹ نہیں رہا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں اترتا ہوں پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اترے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور تین روز سے کچھ نہیں کھایا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بسم اللہ کہی اور ایک ضرب لگائی تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں واللہ میں وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اللہ اکبر مجھے فارس دے دیا گیا۔ واللہ میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا۔ بسم اللہ تو باقی چٹان بھی

کٹ گئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔ (سنن نسائی)

مسلمانوں کی محنت کی وجہ سے کفار کے لشکر پہنچنے سے پہلے خندق تیار ہوگئی۔ قریش چار ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کے قریب رومہ جرف اور زغبیہ کے درمیان مجمع الاسیال میں خیمہ زن ہوئے اور دوسری طرف غطفان اور نجدی چھ ہزار کا لشکر لے کر احد کی مشرقی کنارے ذنب نقمی میں خیمہ زن ہوئے۔ ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فوج تین ہزار تھی جو کوہ سلع کی طرف پشت کر کے قلعہ بندی کی شکل اختیار کئے ہوئی تھی۔ دونوں لشکروں کے درمیان خندق تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کا انتظام ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کیا۔

جب کفار حملہ کے لئے آگئے بڑھے تو انہوں نے بہت بڑی خندق دیکھی جو ان کے درمیان تھی وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے ان کے وہم وگمان میں بھی اس کا خیال نہیں تھا اور وہ اس کے لئے ذہنی طور پر بالکل تیار نہ تھے۔ نہ وہ اسے پار کر سکتے تھے اور نہ پیچھے بیٹھ کر غیر معینہ مدت تک انتظار کر سکتے تھے۔ مسلمان تیرانداز اور مجاہد مستعد اور تیار تھے کہ اگر کوئی اس کو پار کرنے کی کوشش کرے تو اس سے فوری نپٹ لیا جائے۔

قریش کے نوجوان مسلمانوں تک پہنچنے کے لئے بے چین تھے اور غصہ میں خندق کے ساتھ ساتھ چکر لگا رہے تھے۔ کچھ نوجوان جن میں عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابوجہل اور ضرار بن خطاب ایک جگہ سے خندق پار کر کے آگئے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور چند صحابہؓ اس مقام پر آگئے جہاں سے انہوں نے خندق پار کی تھی اب ان کی واپسی کا راستہ بند کر دیا۔ اس پر عمرو بن عبدود نے مبارزت کے لئے للکارا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے مقابلہ کے لئے آگے آگئے۔ اس کو ایسی بات کہی کہ وہ طیش میں گھوڑے سے کود کر نیچے آ گیا۔ بہت طاقت ور تھا بہت جم کر مقابلہ ہوا بالآخر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا کام تمام کر دیا اور باقی مشرکین بھاگ کر خندق سے واپس چلے گئے وہ اس قدر خوفزدہ تھے کہ بھاگتے ہوئے عکرمہ اپنا نیزا تک چھوڑ گیا۔ ایک جگہ سے انہوں نے اور کوشش کی کہ مٹی ڈال کر خندق میں سے راستہ بنا لیا جائے لیکن مسلمان تیراندازوں نے ان کی کوشش ناکام بنادی۔

3.80.1 ۔ پہلی مرتبہ قضاء نماز پڑھی

شوال 5ھ ہجری ، 627ء

جنگِ احزاب میں مقابلہ اتنے زوروں پر تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ اکرامؓ کی کئی نمازیں فوت ہوگئیں۔

صحیحین میں حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے اور کفار کو برا بھلا کہا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آج میں بمشکل سورج ڈبتے ہوئے نماز پڑھ سکا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! واللہ میں نے تو ابھی نماز پڑھی بھی نہیں۔ اس کے بعد ہم نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بطحان میں اترے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز کے لئے وضو کیا ہم نے بھی وضو کیا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عصر کی نماز پڑھی۔ یہ سورج ڈوب چکنے کے بعد کی بات ہے۔ اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ صحیح بخاری میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خندق کے روز فرمایا! اللہ ان مشرکین کے لئے ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہم کو نماز وسطی کی ادائیگی سے دور رکھا۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔

اتنی بڑی بڑی فوجوں کے درمیان جنگ میں دونوں طرف کے فریقین کا جانی نقصان نہ ہونے کے برابر ہوا۔ مسلمانوں میں سے چھ افراد شہید ہوئے اور کفار میں سے دس افراد قتل ہوئے۔ لیکن حئی بن اخطب کی سینے کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی وہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آیا اس نے پوری کوشش کی کہ ان لوگوں کو بھی جنگ میں اپنے ساتھ ملائے لیکن اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاہدہ ہونے کی وجہ سے اس سے ساتھ دینے سے انکار کر دیا لیکن یہ مسلسل کوششوں میں لگا رہا کہ وہ اپنا معاہدہ توڑ کر ان مشرکین کے ساتھ مل جائے آخر کار حئی بن اخطب نے کعب بن اسد کو اپنے ساتھ ملانے پر آمادہ کرلیا۔ اس کو یقین دلایا کہ اگر تم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ معاہدے کو توڑا اور مسلمانوں نے تمہارے خلاف کوئی کارروائی کی تو میں تم لوگوں کا ساتھ دوں گا۔

3.80.2 ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بہادری کا قصہ

شوال 5 ہجری ، 627ء

بنوقریظہ کے لوگ حیئ بن اخطب کے ساتھ ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

ابن اسحٰق کے مطابق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عبدالمطلب اور حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت فارغ نامی ایک قلعہ کے اندر تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورتوں اور بچوں کو ان کے ساتھ رکھا تھا۔ جب بنوقریظہ والوں کی نظریں بدلیں تو مسلمانوں کو ان سے خطرہ ہو گیا۔

حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ ایک یہودی جاسوسی کرنے اس قلعے کے پاس چکر لگانے آیا کہ اندازہ کرے کہ یہاں مسلمانوں کی فوج ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے صحابہ اکرامؓ جنگ میں مصروف تھے۔ اگر دشمن ان عورتوں اور بچوں پر اچانک حملہ کر دیتے تو ان کی حفاظت کرنے کے لئے کوئی نہیں تھا۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انے حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت سے کہا کہ مجھے یہ شخص مشکوک لگتا ہے اگر اب یہ قریب آئے تو اسے قتل کر دینا۔ حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ اب خود میں نے ہمت کی اور ایک خیمہ باندھنے کی لکڑی لی اور چپکے چپکے اس یہودی کے قریب گئیں اور اس کو لکڑی مار مار کر ہلاک کر دیا اور قلعہ میں واپس آ گئیں۔ یہودی ڈر گئے کہ قلعے میں مسلمانوں کی فوج موجود ہے۔ اور ان کو آگے بڑھ کر نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوئی۔ (ابن ہشام)

3.80.3۔ بنوقریظہ کی بدعہدی کی تحقیق اور منافقین کی حالت

شوال 5ھ ہجری ، 627ء

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ بنوقریظہ اپنے معاہدے سے پھر گئے ہیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اصل بات کی تحقیق کے لئے حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور خوات بن جبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے پاس بھیجا اور کہا کہ تصدیق کر کے بتاؤ کہ میں نے جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے یا غلط اور واپس آ کر رازداری سے مجھے بتا دینا۔ تا کہ اگر کوئی ہمارے خلاف خبر ہو تو مسلمان فوج میں بددلی نہ پھیل جائے۔ جب یہ لوگ ان کے پاس گئے تو وہ ان کے ساتھ بہت بدتمیزی سے پیش آئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کی۔ کسی قسم کی مصالحت کے لئے تیار نہ تھے صحابہؓ نے واپس آ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صورتِ حال سے آگاہ کیا اور ان کی بدعہدی کا پورا حال سنایا۔

اس بدعہدی کی خبر آہستہ آہستہ تمام صحابہ اکرامؓ کو ہوگئی صورتِ حال بہت خطرناک ہوگئی تھی آگے کفار کا بڑا لشکر اور پیچھے دشمن جن کے پاس مسلمانوں کی عورتیں اور بچے تھے جن کو وہ کسی وقت بھی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ مسلمانوں میں بے حد بے چینی اور اضطراب بڑھ گیا۔

اس کیفیت کا اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر کیا ہے

اِذْ جَآ ءُ وْ كُمْ مِّنْ فَوْ قِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُوَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِا للّٰهِ الظُّنُوْنَا(١٠)هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤ مِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْزِلْزَا الاًشَدِيْدًاo (سورۃ الاحزاب۔١١،١٠)

ترجمہ: جب کہ (دشمن) تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے (١٠) یہیں مومن آزمائے گئے اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیے گئے (١١)

بعض منافقین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہنے لگے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم قیصر وکسریٰ کے خزانے پائیں گے اور یہاں یہ حالت ہے کہ پیشاب پاخانہ کے لئے نکلنے میں بھی جان کا خطرہ ہے۔ بعض منافقین اپنے سرداروں سے کہنے لگے کہ ہمارے گھر دشمنوں کے سامنے کھلے پڑے ہیں ہمیں واپسی گھر جانے کی اجازت دیجئے اور بنوسلمہ تو ہتھیار ڈالنے کا سوچنے لگے۔ اس صورتِ حال کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِذْیَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّاغُرُوْرًا☆وَاِذْقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰٓاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ج وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ط وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ج اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا☆ (سورۃ الاحزاب۔۱۳۔۱۲)

۔اور اس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا کہنے لگے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے محض دھوکا فریب کا ہی وعدہ کیا تھا۔

ان ہی کی ایک جماعت نے ہانک لگائی کہ اے مدینہ والو! تمہارے لئے ٹھکانہ نہیں چلو واپس لوٹ چلو اور ان کی ایک جماعت یہ کہہ کر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ (کھلے ہوئے اور) غیر محفوظ نہ تھے (لیکن ان کا پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا تھا) (۱۳)

3.80.4۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگی حکمتِ عملی

شوال 5 ہجری ، 627ء

ایک طرف تو لشکر میں اضطراب اور بے چینی کی کیفیت تھی تو دوسری طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنوقریظہ کی بدعہدی کی وجہ سے انتہائی رنجیدہ ہوگئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے سر اور چہرے پر کپڑا ڈال دیا اور دیر تک خاموش لیٹے رہے۔ لوگ بے چینی سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکامات کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھے اور فرمایا۔ مسلمانوں! اللہ کی مدد اور فتح کی خوشخبری سن لو۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آئندہ کا لائحہ عمل بنایا۔ جس میں فوج کا ایک دستہ عورتوں اور بچوں کے پاس بھیجا تا کہ دشمن ان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ دوسری طرف دشمن کے مختلف گروہوں کو ایک دوسرے سے کاٹنے کا کام تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجویز دی کہ بنو غطفان کے دونوں سردار عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے مدینہ کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کر لیں تا کہ دونوں سردار اپنے قبیلہ کے لوگوں کو لے کر واپس چلے جائیں پھر ہم تنہا قریشِ مکہ سے مقابلہ کریں۔ اس پر حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معاذ اور حضرت سعد بن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبادہ نے کہا کہ اگر یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم ہے تو ہم اس کو بلا چوں و چرا ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ہماری خاطر کر رہے ہیں تو ہماری تلواریں ان کا کام کریں گی ہم ان کو مجبوری میں ایک دانہ بھی نہ دیں گے۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کہ آپ دونوں کی رائے درست ہے۔ دراصل جب میں نے دیکھا کہ سارا عرب ایک کمان کھینچ کر تم پر پل پڑا ہے تو محض تمہاری خاطر میں نے یہ کام کرنا چاہا۔

پھر۔ **الحمد للّٰہ** ۔ اللہ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے جس سے دشمن ذلیل وخوار ہوا۔ اس کی قوت ٹوٹ گئی اور وہ شکست سے دوچار ہوا۔

ہوا یوں کہ بنو غطفان کا ایک شخص جن کا نام نعیم بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عامر اشجعی تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اور کہا کہ میری قوم کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہیں مجھے کوئی کام بتائیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم اکیلے ہو اس لئے کوئی لڑائی جھگڑے کی بات نہیں کرنا ہاں جس قدر ان کی حوصلہ شکنی کر سکتے ہو تو وہ تم کرو۔ اس پر حضرت نعیم بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً ہی بنو قریظہ کی طرف گئے ان کا ان سے بے حد میل جول تھا وہاں جا کر انہوں نے ان لوگوں سے کہا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے آپ لوگوں سے کتنی محبت ہے اور میں آپ سے کتنا مخلص ہوں انہوں نے تسلیم کیا تو انہوں نے کہا کہ قریش کا معاملہ آپ لوگوں سے مختلف ہے یہ علاقہ آپ کا اپنا علاقہ ہے یہاں آپ کا گھر بار ہے مال و دولت ہے بال بچے ہیں آپ ان سب کو چھوڑ کر کہیں اور نہیں جا سکتے۔ مگر جب قریش اور غطفان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے آئے تو آپ لوگوں نے ان کا ساتھ دیا۔

ظاہر ہے ان کا یہاں نہ گھر بار ہے نہ مال و دولت نہ بال بچے ہیں۔ اس لئے انہیں موقعہ ملا تو اقدام اٹھائیں گے ورنہ اپنا بوریا بستر باندھ کر رخصت ہو جائیں گے۔ پھر آپ لوگ ہوں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں گے۔ لہٰذا وہ جیسے چاہیں گے آپ لوگوں سے انتقام لیں گے۔ اس پر بنو قریظہ والے چونکے اور پریشان ہو گئے اور بولے نعیم تم ہی بتاؤ کہ اب کیا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دیکھیے جب تک قریش آپ کو اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں اس پر بنو قریظہ والوں نے کہا کہ تم نے بہت مناسب رائے دی ہے۔

اس کے بعد نعیم بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سیدھے قریش کے پاس پہنچے اور بولے مجھے آپ سے جو محبت اور خیر خواہی ہے آپ اسے جانتے ہیں انہوں نے کہا۔ ہاں تو حضرت نعیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ سنو۔ یہود نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو معاہدہ توڑا ہے وہ اس پر شرمندہ ہیں اور ان سے یہ بات چیت ہوئی ہے کہ وہ قریش کے لوگ یرغمال کے طور پر لے کر تمہارے حوالے کر دیں گے اور اس طرح سے اپنا معاملہ درست کر لیں گے۔ لہٰذا اگر وہ کچھ لوگ یرغمال کے طور پر مانگیں تو ان کو ہرگز نہ دیں اور اس طرح کی بات بنو غطفان والوں سے بھی کی۔

قریش نے یہود کے پاس ایک پیغام بھیجا کہ ہم جس جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں وہ گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے موزوں نہیں ہیں اس لئے وہ بیمار ہو کر مر رہے ہیں اس لئے ادھر سے آپ لوگ اور اُدھر سے ہم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کر دیں۔ لیکن یہود نے جواب دیا کہ آج ہفتہ کا دن ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ ہم سے پہلے جن لوگوں نے اس دن کے بارے میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی ان پر کتنا سخت عذاب آیا تھا اس لئے ہم حملہ نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ آپ اپنے کچھ آدمی ہمیں بطور یرغمال دیں اس کے بغیر ہم جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ جب قاصد یہ جواب لے کر واپس گیا تو قریش اور غطفان نے کہا کہ نعیم نے صحیح کہا تھا۔

چنانچہ انہوں نے یہود کو کہلوایا کہ ہم آپ کو ایک آدمی بھی یرغمال نہیں دیں گے۔ بس آپ لوگ نکلیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کر دیں۔ یہ سن کر بنو قریظہ والوں نے کہا کہ نعیم نے سچ کہا تھا ۔ اس

طرح دونوں فریق کا اعتماد ایک دوسرے سے اٹھ گیا۔ ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کے حوصلہ پست ہو گئے ادھر مسلمان دعا کر رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا

ترجمہ: اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے امن دے۔

ان دعاؤں کے اثر سے دشمنوں کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی ان کے حوصلہ پست ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت تیز ہواؤں کا طوفان بھیجا جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور کھانے کا سامان خراب ہو گیا۔ ہر چیز خراب ہو گئی۔ ان کے اندر بے دلی اور بیزاری پیدا ہو گئی۔ اس حالت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن یمان سے کفار کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ وہاں جا کر جب انہوں نے دیکھا تو منظر ہی بدلا ہوا تھا ہر چیز اجڑی ہوئی تھی۔

مشرکین مکہ بددل ہو کر واپس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ صبح تک میدان صاف ہو گیا اور دشمن بغیر کچھ حاصل کئے نامراد واپس چلے گئے۔ اللہ نے وعدہ پورا کیا کہ اس نے اپنے لشکر کو عزت بخشی اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی سارے لشکروں کو شکست دی۔ چنانچہ آپ پھر واپس مدینہ منورہ آ گئے۔

مشرکین نے تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ کیا تھا۔ یہ جنگ جان، مال و اسباب کی جنگ نہیں تھی بلکہ یہ اعصاب کی جنگ تھی جن میں مشرکین اور کفار کو بری طرح سے شکست ہوئی۔ اس کے بعد ان کے حوصلہ پست ہو گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ چھوٹی سے طاقت جو مدینہ میں ترقی کر رہی ہے اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جنگِ احزاب میں جتنی بڑی طاقت سے کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے اس سے بڑی طاقت حاصل کرنا اب عرب قبائل کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جنگ احزاب سے واپسی پر فرمایا۔

اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے ان ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔

(صحیح بخاری)

3.81۔منہ بولے بیٹے کی حیثیت اصل بیٹے کی نہیں

ذو القعدہ 5ھ ہجری ، 627ء

جب اللہ کی طرف سے حکم آ گیا کہ منہ بولا بیٹا اصل بیٹے کے برابر نہیں تو لوگ جو حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو زید بن محمد کہتے تھے پھر سے ان کے اصل والد زید بن حارثہؓ کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ اسی طرح سے وراثت میں بھی وہ داخل نہیں ہوسکتا۔ اب آخری چیز رہ گئی تھی کہ اس کی بیوی سے شادی کرسکتا ہے تو اللہ نے حکم کے ذریعہ یہ کام کروا کر قیامت تک کیلئے احکام بتا دیئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ؕ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا(۵)

(سورۃ الاحزاب ۔۵)

لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے پھر اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے(۵)۔

بیضاوی نے لکھا ہے کہ منہ بولا بیٹا بنانا ہمارے یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک نا قابلِ اعتبار ہے۔ اس دعویٰ سے بیٹا ہونے کا حکم جاری نہیں ہوتا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر غلام کو بیٹا بنایا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور کسی مجہول النسب کو اپنا بیٹا ظاہر کیا اور وہ شخص ایسا ہے جس سے عمر کا فرق اتنا ہے کہ باپ اور بیٹا ہونا ممکن ہوسکتا ہے تو مدعی کو اس کا بیٹا مان لیا جائے گا۔

قرآنی دعائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

''اے ہمارے ربّ، ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے''۔ (القرآن)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

''اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد نہ پھیر اور

اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بیشک تو ہی بڑا دینے والا ہے''۔ (القرآن)

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں دوزخ

کے عذاب سے بچا۔'' (القرآن)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ ج وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ط فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ☆

(سورۃ الاحزاب۔۳۷)

(یاد کرو) جب آپ (ﷺ) اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے خوف کھاتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ آپ اس سے ڈریں۔ پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی۔ ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دے دیا۔ تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کرلیں۔ اللہ کا (یہ) حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔(37)

3.82 ۔ غزوۂ بنوقریظہ

ذو القعدہ 5 ہجری ، 627ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غزوۂ احزاب سے واپس آکر ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر میں غسل فرما رہے تھے کہ حضرت حضرت جبریل (علیہ سلام) تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہتھیار رکھ دیئے حالانکہ فرشتوں نے اپنے ہتھیار ابھی نہیں رکھے۔ ہم قریش کا تعاقب کر کے واپس آرہے ہیں۔ اٹھیے اور بنوقریظہ کی طرف چلیے۔ میں آگے آگے جارہا ہوں ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کردوں گا۔ ان کے دلوں میں رعب اور دہشت ڈال دوں گا۔ یہ کہہ کر جبریل علیہ سلام فرشتوں کو لے کر چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کروا دیا جو شخص اعلان سنے وہ عصر

کی نماز بنوقریظہ پہنچ کر پڑھے۔ مدینہ منورہ کا انتظام ایک بار پھر حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کیا اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لشکر کا علم سپرد کیا جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنوقریظہ کے قلعوں کے قریب پہنچے تو انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنوقریظہ کے علاقے میں ''انا'' نامی ایک کنواں ہے وہاں قیام فرمایا۔ عام اعلان کی وجہ سے لوگ بھی بنوقریظہ پہنچ رہے تھے۔ لوگ عصر کی نماز پڑھے بغیر بنوقریظہ پہنچنے لگے یہاں تک کہ عشاء کے وقت عصر کی نماز پڑھی گئی۔ کچھ لوگوں نے عصر کی نماز پڑھ لی تھی اس لئے کہ شاید رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جلدی جلدی وہاں پہنچنے کے لئے عصر کی نماز کا ذکر کیا تھا۔ لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ دونوں درست ہیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنوقریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا لشکر میں صحابہؓ کی کل تعداد تین ہزار تھی۔ اس میں تیس گھوڑے تھے محاصرہ سخت ہو گیا تو بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد نے یہود کے سامنے تین تجویزیں رکھیں۔

(1) سب یہودی اسلام قبول کر لیں اور اپنی جان و مال اور بال بچوں کو محفوظ کر لیں کیونکہ یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے نبی ہیں۔

(2) اپنے بیوی بچوں کو خود قتل کر دیں اور تلوار لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف پوری قوت سے ٹکرا جائیں فتح ہو یا شکست۔

(3) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہفتہ کے دن بھر پور حملہ کر دیں کیونکہ ان کو اطمینان ہو گا کہ آج ہم لڑائی نہیں کریں گے۔

لیکن کعب بن اسد کی تینوں تجویزیں منظور نہ ہوئیں اور اس نے جھلا کر کہا کہ تم میں سے کسی نے ماں کی کوکھ سے جنم لینے کے بعد ایک رات بھی ہوشمندی سے کام نہیں لیا۔

اب صرف ایک راستہ رہ گیا تھا کہ ہتھیار ڈال دیئے جائیں اور فیصلہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر چھوڑ دیا جائے۔ لیکن انہوں نے چاہا کہ ہتھیار ڈالنے سے پہلے مسلمانوں کے حلیفوں سے رابطہ قائم کریں تا کہ معلوم کر سکیں کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پیغام بھیجا کہ حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے حلیف تھے اور ان کے باغات اور اولاد اسی علاقے میں تھے۔

حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب وہاں پہنچے تو ان کو دیکھ کر وہ ان کی طرف دوڑ پڑے ان کی عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اس کیفیت پر حضرت ابو لبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر رقّت طاری ہوگئی۔ انہوں نے ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے ہتھیار ڈال دیں جو فیصلہ وہ ہمارے متعلق کریں ہم قبول کرلیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اور اس کے ساتھ انہوں نے حلق کی طرف اشارہ بھی کردیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ذبح کردیئے جائیں گے لیکن فوراً ہی خیال آیا کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ خیانت ہوگئی ہے۔ چنانچہ واپس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آنے کے بجائے سیدھے مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) گئے اور ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ کھولیں گے میں بنو قریظہ کی سرزمین میں کبھی داخل نہ ہوں گا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر میرے پاس آ جاتے تو میں ان سے درگذر سے کام لیتا لیکن اب انہوں نے جو کام کیا ہے اب جب تک اللہ کی طرف سے حکم نہ آجائے میں ان کو نہیں کھول سکتا۔

حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اشارے کے باوجود ان پر مسلمانوں کا اس قدر رعب پڑ چکا تھا۔ کہ پھر بھی انہوں نے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ برقرار رکھا حالانکہ ان کے پاس کھانے پینے کا وافر سامان تھا۔ مضبوط قلعوں میں محفوظ بیٹھے ہوئے تھے دوسری طرف مسلمان کھلے آسمان میں سخت سردی میں ایک ماہ کی جنگ خندق کی مشقت کے بعد تھکے ماندے ہوئے تھے۔ اس پر رہی سہی کسر اس بات سے نکل گئی جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قلعہ کی دیواروں کے قریب گئے اور ان کو جنگ کے لئے للکارا۔

چنانچہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا عزم اوران کی ہمت دیکھ کرانہوں نے فوراً اپنے آپ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کوحکم دیا کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان سب کے ہاتھ باندھ دو مردوں اورعورتوں اور بچوں کوالگ الگ کردو۔ قبیلہ اوس کے لوگوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی کہ بنوقینقاع کے ساتھ جوسلوک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یاد ہے بنوقینقاع ہمارے بھائی بنوخزرج کے حلیف تھے اور یہ لوگ ہمارے حلیف ہیں ان پر احسان فرمائیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کیوں نہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معاملہ بنواوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کر دیا ان کے لوگوں نے کہا کہ ہم اس پر راضی ہیں۔

اس کہ بعد حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلوایا گیا۔ اس وقت وہ مدینہ منورہ میں تھے۔ جنگِ خندق میں ان کا بازو کٹ گیا تھا اس وجہ سے وہ زخمی تھے۔ انہیں ایک گدھے پر سوار کر کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب وہ قریب پہنچے توان کے قبیلہ والوں نے ان کوگھیر لیا اور کہا کہ اپنے حلیفوں کے بارے میں احسان سے کام لیجئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپکو حکم بنایا ہے کہ آپ حسنِ سلوک کریں۔ مگر وہ چپ چاپ تھے کوئی جواب نہ دے رہے تھے۔ جب لوگوں نے ان سے گزارش کی بھر مار کر دی تو انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کوکسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروہ نہ ہو۔ یہ سن کر بعض لوگ اسی وقت مدینہ آ گئے اور قیدیوں کی موت کی خبر پھیل گئی۔

حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اپنے سردار کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ لوگوں نے ان کو ان کی سواری سے اتار لیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ لوگ تمہارے فیصلہ کے انتظار میں ہیں۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! کیا میرا فیصلہ نافذ ہوگا۔ لوگوں نے کہا

جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں پر بھی۔ لوگوں نے کہا۔ جی ہاں۔ انہوں نے کہا کہ جو یہاں ہیں ان پر بھی۔ ان کا اشارہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف تھا۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلال اور تعظیم کی وجہ سے چہرہ دوسری طرف رکھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ جی ہاں مجھ پر بھی۔

حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ عورتوں بچوں کو قید کر لیا جائے اور اموال تقسیم کر لئے جائیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فیصلہ انتہائی عدل وانصاف پر مبنی تھا اور آنے والوں کیلئے مثال تھی کہ غداروں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے کیونکہ بنوقریظہ نے مسلمانوں کی موت وحیات کے وقت بدعہدی کی تھی اور انہیں مسلمانوں کے بچ نکلنے کی بالکل امید نہیں تھی۔

انہوں نے مسلمانوں کے خاتمہ کے لئے ڈیڑھ ہزار تلواریں، دو ہزار نیزے، تین سو زرہیں اور پانچ سو ڈھالیں جمع کر رکھیں تھیں جو کہ بعد میں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ بنوقریظہ کے تین لوگوں نے جو کہ ثعلبہ بن سعید، اسد بن عبید اور اسید بن سعید تھے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس بدعہدی میں شریک نہیں ہوئے تھے تو ان کو جانے دیا گیا۔

اس فیصلہ کے بعد بنوقریظہ کے لوگوں کو مدینہ لایا گیا اور بنونجار کی ایک عورت جو حارث کی صاحبزادی تھیں ان کے گھر میں قید کر دیا گیا اور مدینہ کے بازار میں خندقیں کھودی گئیں پھر ایک ایک جماعت کر کے لے جایا گیا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماردی گئیں۔

کارروائی شروع کرنے کے بعد باقی ماندہ لوگوں سے ان کے سردار کعب بن اسد نے پوچھا کہ کیا اندازہ ہے۔ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ کیا تم کسی بھی جگہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ دیکھتے نہیں پکارنے والا پکارنے سے نہیں رک رہا ہے اور جانے والا واپس نہیں آ رہا ہے۔ یہ خدا کی قسم قتل ہے بہر کیف ان سب کو جن کی تعداد تقریباً سات سو تھی گردنیں مار کر قتل کر دیا گیا۔

بنونضیر کا سردار حیٔ بن اخطب جو فساد کی جڑ تھا وہ بھی بنوقریظہ کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے کے

لئے ان کے ساتھ شامل تھا وہ بھی اس وقت ان قیدیوں میں تھا اس کی بھی گردن ماردی گئی۔

بنوقریظہ کے مالِ غنیمت میں (1500) پندرہ سو تلواریں، (300) تین سو زر ہیں، (2000) دو ہزار نیزے، (5) ڈھالیں اور بے شمار اونٹ ہاتھ آئے۔ ان اموال کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خمس نکال کر تقسیم کر دیا۔ شہسوار کو تین حصے دیئے ایک حصہ اس کا اور دو گھوڑے کے اور پیدل کو ایک حصہ دیا گیا۔ قیدیوں اور بچوں کو حضرت سعد بن زید انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نگرانی میں نجد بھیج دیا گیا ان کے عوض گھوڑے اور ہتھیار خرید لئے۔

اس پورے واقعہ میں عورتوں میں صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا۔ جس کا جرم یہ تھا کہ اس نے چھپ کر چکّی کا پاٹ گرایا تھا جس سے ضلاد بن سویدؓ شہید ہو گئے تھے۔ ابن ہشام نے اس عورت کا نام بُنانہ لکھا ہے۔ یہ حکم قرظی کی بیوی تھی۔ (عیون الاثر)

3.83۔ام المومنین حضرت زینب بنتِ جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح

ذوالقعدہ 5ہجری ، 627ء

ام المومنین حضرت زینب بنتِ جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی حضرت امیمہ بنتِ عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بیٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوا تھا لیکن ان سے نباہ نہ ہو سکا اور حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو طلاق دے دی۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے!

وَاِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَتَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰىہُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَہَا لِکَیۡ لَا

يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ☆ (سورة الاحزاب۔۳۷)

ترجمہ: (یاد کرو) جب آپ (ﷺ) اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے خوف کھاتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ آپ اس سے ڈریں۔ پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی۔ ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دے دیا۔ تا کہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کرلیں۔ اللہ کا (یہ) حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔ (37)

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب بنتِ جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے نکاح کا پیغام دے کر حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھیجا۔ انہوں نے دروازے کے پاس جا کر پشت کر کے کہا اے زینب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر مجھے دے بھیجا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ جحش دوسری ازواج کے مقابلہ میں فخر کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو اولیاء نے کرائے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کیا۔

نکاح کے وقت حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔ ابن ہشام کے مطابق آپؓ کا مہر چار سو (۴۰۰) درہم تھا۔ اس نکاح کے بعد آپ ﷺ نے ولیمہ کا خاص اہتمام کیا تھا۔ آپؓ کا 20 ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ آپؓ کی نمازِ جنازہ حضرت عمر فاروقؓ نے پڑھائی۔ اس وقت آپ کی عمر 53 سال تھی۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے بعد آپؓ سب سے پہلی زوجہ تھیں جن کا انتقال ہوا۔

آپ ؓ کے انتقال پر حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا! کہ افسوس آج ایک ایسی عورت گزر گئی جو پسندیدہ اوصاف والی، عبادت گزار، یتیموں، بیواؤں کا ٹھکانہ تھی۔ (شامی)

3.84۔ حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت

ذوالحجہ 5 ہجری ، 627ء

بنوقریظہ کے کام تمام ہونے کے بعد حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی دعا کی قبولیت کا وقت آ گیا ان کے جو زخم لگا تھا وہ پھٹ گیا۔ وہ اس وقت مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تھے۔ ان کے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں ہی خیمہ لگا دیا تھا تا کہ لوگ ان کی عیادت کر سکیں۔ وہاں قریب بنوغفار کے بھی خیمے تھے انہوں نے دیکھا کہ ان کے خیمہ سے خون باہر آ رہا ہے تو دیکھا کہ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خون بہہ رہا ہے اور ان کی موت واقعہ ہو چکی ہے۔ (صحیح بخاری)

صحیحین میں حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی موت سے رحمان کا عرش ہل گیا۔ جب حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جنازہ اٹھایا گیا تو بے حد ہلکا تھا جس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کہ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی جو اس سے قبل زمین پر نہیں آئے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ)

3.85 ۔ حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قبولیتِ دعا

ذوالحجہ 5 ہجری ، 627ء

حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راز فاش کرنے کی جو غلطی ہوئی تھی اس کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو سزا دینے کے طور پر مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک

ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا۔ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اب تم نے خود فیصلہ کر لیا تو اب اللہ تمہارا فیصلہ کرے گا۔ وہ چھ رات مسلسل ستون سے بندھے رہے نماز کے وقت ان کی بیوی ستون سے کھول دیتی اور فارغ ہونے کے بعد پھر بندھ جاتے تھے۔ اس کے بعد صبح کے وقت ان کی توبہ نازل ہوئی اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرے میں تھے۔ حضرت ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت امِ سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے دروازے پر کھڑے ہوکر آواز دی اور کہا کہ ابولبابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے۔ یہ سن کر صحابہ اکرامؓ ان کو کھولنے کے لئے دوڑے۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ انہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی نہ کھولے چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نمازِ فجر کے لئے نکلے اور وہاں سے گزرے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں کھول دیا۔

3.86 ۔ سریہ سیف البحر (سریہ خبط)

ذوالحجہ 5ھ ہجری ، 627ء

غالباً رجب 2ھ ہجری یا 6ھ ہجری یا 8ھ ہجری

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین سو مہاجرین کا ایک لشکر دے کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سیف البحر کی طرف روانہ کیا کیونکہ ان کی طرف سے تشویشناک خبریں مل رہی تھیں۔ ان کو اس سفر میں کھانے پینے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ صرف دو دو تین تین چھوہاروں پر پورا دن گزارنا پڑتا تھا۔ اس سفر میں بھوک کی شدت اور کھانے کی کمی کی وجہ سے صحابہ اکرامؓ نے درخت کے پتے تک کھائے اور یہاں تک کہ اپنی سواری کے اونٹ ذبح کر کے کھانے لگے۔

یہ لشکر قبیلہ جہنیہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا اس لشکر میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) موجود تھے۔ اتفاق سے سمندر سے ایک بہت بڑی مچھلی ہاتھ لگی جو سب کے لئے پندرہ دن کے لئے کافی ہوگئی۔ اس کا تیل بھی استعمال کرتے تھے۔ اس کے گوشت کے کچھ ٹکڑے توشے کے طور پر رکھ کر مدینہ لے کر آئے اور کچھ گوشت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں بھی پیش کیا۔

3.87 ۔قبیلہ مزینہ کا وفد

5 ہجری ، 627ء

یہ ایک بڑا قبیلہ تھا جو مضر تک پہنچ کر قریش کے خاندان سے مل جاتا تھا۔ حضرت نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مقرن مشہور صحابی ہیں جو فتح مکہ کے وقت قبیلہ مزینہ کے علمبردار تھے انہوں نے اصفہان فتح کیا تھا۔ 5 ہجری میں اس قبیلہ کے چار سو افراد قبیلہ کی نمائندگی کر کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ یہ سب سے پہلا وفد تھا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔

3.88 ۔ پردے کے احکامات

ذوالقعدہ 5 ہجری ، 627ء

ام المومنین حضرت زینب بنتِ جحش ؓ کے ولیمہ میں آیاتِ حجاب نازل ہوئیں۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ☆ (سورۃ الاحزاب۔ ۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کہ دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے۔ اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔ (۳۲)

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ج (سورۃ الاحزاب۔۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔ اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔ اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی)

گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَ اِذَا سَاَلۡتُمُوۡ هُنَّ مَتَا عًا فَسۡـَٔلُوۡ هُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ ☆ (سورۃ الاحزاب۔۵۳)

ترجمہ: جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی یہی ہے۔

یٰۤاَ یُّهَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡ مِنِیۡنَ یُدۡ نِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَا بِیۡبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یُّعۡرَفۡنَ فَلَا یُؤۡذَیۡنَ ؕ وَكَا نَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا۝ (سورۃ الاحزاب۔۵۹)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا گھروں میں رہا کرو زمانہ جاہلیت کی طرح بن ٹھن کر نہ پھرو جس کی وجہ سے تمہارا پوشیدہ حسن ظاہر ہو۔ لیکن یہ حکم تمام عورتوں کے لئے ہے جہاں تک ہو سکے گھروں میں رہیں اور باہر نکلنا ضروری ہو تو پردۂ شرعی کا خوب زیادہ اہتمام کریں۔

حضرت ابنِ مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عورت چھپانے کی چیز ہے جب باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تکنے لگتا ہے۔ (جامع ترمذی)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو حکم آیا کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ازواجِ مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔ اس میں پردہ کا اہتمام کا حکم ہے کہ مردوں کو کوئی چیز طلب کرنا ہو تو وہ بھی پردہ کے پیچھے سے طلب کریں اور عورتیں بھی سامنے نہ آئیں۔ کوئی چیز دینی ہو تو پردہ کے پیچھے سے دیں۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی پاک رکھنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ (انوارالبیان)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قرآن کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ عورتوں کو چاہیئے اپنے سروں اور چہروں کو بڑی بڑی چادروں سے ڈھکے رہا کریں، صرف ایک آنکھ کھلی رہے، جس سے چلنے پھرنے اور دیکھنے کی ضرورت پوری ہو جائے اور پورا پردہ کرنے کی وجہ سے آزاد عورت اور باندھی میں امتیاز ہو جائے تا کہ بدنفس چھیڑ چھاڑ نہ کرسکیں۔ اگرچہ باندیوں کے ساتھ بھی چھیڑ چھاڑ کرنا ممنوع تھا لیکن آزاد عورت کو پورے پردے کا حکم دینے سے ان بدنفسوں کا یہ بہانہ ختم ہو گیا کہ ہم نے باندی سمجھ کر آواز کسی تھی۔ (روح المعانی)

اس وقت تک عورتیں جاہلیت کے طریقہ پر بے پردہ نکلتی تھیں اور بے باکانہ چلتی پھرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ شریف عورتیں گھروں سے نکلیں تو چادر اوڑھ کر منہ چھپا کر سینہ پر آنچل ڈال کر نکلیں۔ چلتے میں اٹھکیلیاں نہ کریں پردے کی اوٹ سے بولیں۔ آواز میں بناوٹ نہ پیدا کریں ازواجِ مطہرات نامحرموں کے سامنے نہ آئیں۔

سورۃ النور میں سترِ عورت کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔ یعنی بدن کے کتنے حصہ کو ہر وقت ڈھکا ہوا اور پوشیدہ رکھنا ہے اور بدن کا کتنا حصہ کھُلا رکھنا جائز ہے۔ مثلاً گھر میں چہرہ اور ہتھیلیوں کا ڈھکنا واجب نہیں ان اعضاء کو اگر ہر وقت گھر میں بھی ڈھکا ہوا رکھنا واجب اور فرض ہو تو دشواری ہو جائے اس کا مطلب یہ نہیں کہ کس کے سامنے چاہے کھول لیا جائے۔ اگر چہرہ کھولنے کی سب کے سامنے اجازت ہو تو پھر حجاب اور پردہ کا حکم نازل کرنے سے کیا فائدہ ہوا۔ (سیرتِ المصطفیٰ ﷺ)

قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ
لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ
اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ

الَّذِیۡنَ لَمۡ یَظۡهَرُوۡا عَلٰی عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِهِنَّ ؕ وَتُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ جَمِیۡعًا اَیُّهَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ☆ (سورۃالنور۔31)

ترجمہ:مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔ اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔ اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ سوائے اپنے خانداں کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجھوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں ۔ یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ اے مسلمانوں تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔ (سورۃالنور۔31)

3.89 ۔ تیمّم کے احکامات

5 ہجری ، 627ء

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَکُمۡ وَاَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ ؕ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا ؕ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِکُمۡ وَاَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡهُ ؕ مَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیَجۡعَلَ

عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّ لٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَہِّرَکُمۡ وَلِیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ☆

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمت دھولو اپنے سر کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمت دھولو اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلو۔ ہاں اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو آیا ہو۔ یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم **پاک مٹی سے تیمّم کرلو** اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے۔ تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔

(سورۃ المائدہ۔٦)

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) روایت کرتی ہیں ہم کسی سفر میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ تھے۔ ہم جب بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو ڈھونڈنے نکلے کچھ اور بھی ساتھ تھے۔ ڈھونڈتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں پانی نہ تھا لہٰذا لوگ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گئے اور کہا آپ دیکھتے نہیں عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کیا کیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہم سب کو ٹھہرا لیا اور اب پانی بھی نہیں ہے تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے زانو پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ انہوں نے کہا تم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہم سب کو ٹھہرا لیا اور ان کے پاس پانی بھی نہیں ہے اور غصہ ہوئے اور جو کچھ اللہ نے چاہا انہوں نے کہا اور اپنے ہاتھ میرے کولہے میں کونچا دینے لگے کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے زانو پر سر مبارک رکھے سو رہے تھے اس لئے میں حرکت نہ کرسکی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدار ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ سب نے تیمّم کیا۔ حضرت اسید بن حضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہیں جس سے مومن فیض یاب ہوئے بلکہ اس سے قبل بھی فیض پہنچ چکا ہے۔ اس کے بعد جس اونٹ پر میں بیٹھی ہوئی تھی وہ اٹھا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔ (صحیح بخاری)

3.90۔چاند گرہن اور صلوٰۃ الخسوف سورج گرہن اور صلوٰۃ کسوف

5ھ ہجری ، 627ء

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانۂ مبارک میں سورج گرہن ہوا چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک منادی والے کو بھیجا کہ وہ منادی کردے کہ الصلوۃ جامعۃ یعنی نماز جمع کرنے والی ہے جب لوگ جمع ہوگئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھے دو رکعت نماز پڑھائی جن چار رکوع اور چار سجدے کئے جتنے طویل رکوع اور سجدے اس دن نمازِ خسوف میں کئے اس سے زیادہ طویل ہم نے کبھی رکوع کیا اور نہ کبھی سجدہ کیا۔ (بخاری ومسلم)

چار رکوع اور چار سجدے کا مطلب ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کئے لیکن امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک میں دوسری نمازوں کی طرح ایک ہی رکوع کرنا ثابت ہے۔ (مظاہر حق)

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نمازِ خسوف یعنی چاند گرہن کی نماز قرأت بآواز بلند پڑھی تھی۔ (بخاری اور مسلم)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا سورج اور چاند خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ نہ کسی کے مرنے کی وجہ گرہن ہوتے ہیں اور نہ کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے۔ جب تم یہ دیکھو کہ یہ گرہن میں آگئے ہیں تو خدا کی یاد میں مشغول ہوجاؤ۔ (بخاری ومسلم)

3.91۔زنا کی اور پاکدامن عورتوں پرتہمت کی سزائیں

5ھ ہجری ، 627ء

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ ص وَلَا تَاۡخُذۡکُمۡ
بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ج
وَلۡیَشۡہَدۡ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ(۲) اَلزَّانِیۡ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا

زَانِیَةً اَوۡمُشۡرِکَةً ۫ وَّالزَّنِیَةُ لَا یَنۡکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ ۚ وَحُرِّمَ

ذٰلِکَ عَلَی الۡمُئو مِنِیۡنَ (۳) (سورۃ النور۔2.3)

ترجمہ: زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیئے اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیئے۔ زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے نکاح نہیں کرتا اور زنا کار عورت بھی بجز زانی یا مشرک مرد کے نکاح نہیں کرتی اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! مجھ سے حاصل کرلو! مجھ سے حاصل کرلو! تحقیق اللہ نے عورتوں کے لئے راستہ بنایا ہے کنوارا مرد کنواری عورت سے جو زنا کرنے والا ہو تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے ملک بدر کر دو اور شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے مارو اور رجم یعنی سنگسار کرو۔

پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَاۡ تُوۡا بِاَرۡبَعَةِشُهَدَآءَ فَا جۡلِدُ وۡهُمۡ

ثَمٰنِیۡنَ جَلۡدَةً وَّلَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَا دَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ☆

(سورۃ النور۔۴)

ترجمہ: جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو یہ فاسق لوگ ہیں (۱)(۴)

اسلام میں مومن مرد وعورت کی آبرو کی بڑی حیثیت ہے اگر کوئی مرد یا کوئی عورت کسی پاکدامن مرد یا عورت کو صاف لفظوں میں زنا کی تہمت لگا دے مثلاً اے زانی، اے رنڈی، اے فاحشہ اور جسے تہمت لگائی ہے تو وہ قاضی کے یہاں مطالبہ کرے کہ فلاں شخص نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے تو قاضی اسے اسی کوڑوں کی سزا دے گا۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو حد قذف کہتے ہیں۔ یہ کوڑے متفرق

طور پر اعضاء جسم پر مارے جائیں اور اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں جو عام طور پر پہنے ہوئے ہیں البتہ روئی کے کپڑے یا پوستین یا ایسی چیز جو چوٹ لگنے سے مانع ہو اس کو اتار لیا جائے۔

تہمت لگانے والے کی یہ تو جسمانی سزا ہوئی اور اس کے علاوہ ایک سزا اور بھی ہے وہ یہ کہ جس شخص کو حد قذف لگائی گئی اس شخص کی گواہی کبھی بھی کسی بارے میں بھی مقبول نہ ہوگی اگر اس نے توبہ کر لی تو توبہ سے گناہ تو معاف ہو جائے گا لیکن گواہی کے قابل پھر بھی نہ مانا جائے گا۔

(انوار البیان)

3.92 ۔ مدینہ میں قحط

6 ہجری ، 627ء

نماز استسقاء

حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کے ہمراہ بارش کی طلب کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قرات فرمائی اور قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے تھے اور قبیلہ رخ ہوتے وقت اپنی چادر پھیر دی۔

(صحیح بخاری و مسلم)

حضرت امام شافعیؒ اور صاحبین (یعنی حضرت امام یوسفؒ اور امام محمدؒ) کے نزدیک استقاء کی نماز عید کی نماز کی طرح ہے اور حضرت امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ استقاء کی دو رکعت نماز پڑھی جائے اسی طرح جیسے دوسری نمازیں پڑھی جاتی ہے۔ (مظاہر حق)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا سخت قحط اس کا نام نہیں کہ تم پر بارش نہ ہو بلکہ سخت قحط یہ ہے کہ تم پر بارش ہو اور زمین تم پر کچھ نہ اگائے۔ (صحیح مسلم)

3.93۔ام المومنین حضرت ریحانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عقد

محرم 6ھ ہجری ، 627ء

ام المومنین حضرت ریحانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) زید بن عمرو بن خناقہ کی بیٹی تھیں ان کا تعلق بنوقریظہ سے تھا ان کا پہلا نکاح حکم نامی شخص سے ہوا۔ یہ بنوقریظہ کے قیدیوں میں لائی گئیں تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو آزاد کر کے نکاح کرلیا۔ بارہ (12) اوقیہ چاندی مہر مقرر کیا گیا۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ام المومنین حضرت ریحانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے محرم 6ھ ہجری میں نکاح کیا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جمعہ الوداع سے لوٹتے ہوئے 10ھ ہجری میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (عیون الاثر)

(بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ آپؓ باندی تھیں)

3.94 ۔ سرَیہ محمد بن مسلمہ انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

10/محرم 6ھ ہجری ، 627ء

جنگِ احزاب اور بنوقریظہ سے فارغ ہونے کے بعد ایک سریہ حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں تیس صحابہ کی مختصر جماعت کے ساتھ تیار کیا گیا۔

یہ نجد کے اندر بکرات کے علاقے ضریہ کے آس پاس قرطاء نامی مقام پر بھیجا گیا تھا۔ ضریہ اور مدینہ کے درمیان سات رات کا راستہ تھا۔ یہ قافلہ 10/ محرم 6ھ ہجری کو روانہ کیا گیا اور مقصد بنوبکر بن کلاب کے لوگوں کو سبق سکھانا تھا جن کی شرارتیں بہت بڑھ گئیں تھیں۔ جب مسلمانوں نے چھاپا مارا تو بنوکلاب کے دس آدمی مارے گئے اور باقی فرار ہوگئے۔

مسلمانوں کے ہاتھ ایک سو پچاس اونٹ اور تین ہزار بکریاں مالِ غنیمت میں ملیں۔ محرم کا ایک دن باقی تھا کہ یہ لوگ مدینہ واپس آگئے۔ انیس دن کے بعد 29/محرم کو یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے۔ خمس نکال

کر مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا۔ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا گیاَ ۔(طبقات ابن سعد)
اس مہم میں بنوحنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال حنفی کو بھی گرفتار کر کے لائے۔

3.95 ۔ارادۂ قتل کی عشقِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تبدیلی

محرم 6ھ ہجری ، 627ء

سریہ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں بنوحنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال حنفی گرفتار کر کے لایا گیا یہ مسیلمہ کذاب کے حکم سے بھیس بدل کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے نکلا تھا۔ اس کو لا کر مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا حال دریافت کیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ثمامہ کیا خیال ہے۔

اس نے کہا! مجھے خیر کی امید ہے اگر تم قتل کرو گے تو ایک خونی کو قتل کرو گے اگر احسان کرو گے تو ایک قدر دان پر احسان کرو گے۔ اگر مال چاہیئے تو جو چاہو مانگو۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اسی حال پر چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر اس کے پاس سے گزر ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر پوچھا! ثمامہ کیا خیال ہے ثمامہ نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد تیسری بار پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ہوا تو پھر وہی سوال کیا اور اس نے وہی جواب دیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے فرمایا! کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔

ثمامہ مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے وہاں غسل کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس واپس آ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ پھر کہا۔

خدا کی قسم! کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن اب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ دوسرے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا جب میں عمرے کے ارادے سے جا رہا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ کہ خوش رہو اور عمرہ کرنے کو کہا۔ جب وہ عمرہ کے غرض سے مکہ پہنچے اور قریش سے

ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ثمامہ تم بے دین ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں اور سنو! خدا کی قسم تمہارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ نہیں آ سکتا جب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی اجازت نہ دیں۔ یمامہ اہل مکہ کے لئے کھیت کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت ثمامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وطن واپس جا کر مکہ کے لئے غلہ کی روانگی روک دی جس سے قریشی مشکلات کا شکار ہو گئے۔

انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قرابت کا واسطہ دے کر لکھا کہ ثمامہ سے کہیں کہ غلہ کی ترسیل کو نہ روکیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ترسیل بحال کرنے کے لئے کہا تو وہ راضی ہو گئے۔ (زادالمعاد)

3.96 ۔ غزوۂ بنولحیان

ربیع الاول 6 ہجری، 627ء

بنولحیان وہی ہیں جنہوں نے رجیع کے مقام پر دس صحابہ کو دھوکہ سے گھیر کر آٹھ کو قتل کر دیا تھا اور دو کو مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ جہاں وہ بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔ ان کا علاقہ حجاز کے اندر بہت دور حدودِ مکہ سے قریب تھا۔ اور اس وقت مسلمانوں میں قریش اور اعراب سے کشمکش چل رہی تھی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ اس وقت ان پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن اب کفار کے مختلف گروپوں میں پھوٹ پڑ گئی تھی اور وہ آپس میں کمزور ہو گئے تھے۔ حالات کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے سوچا کہ اب بنولحیان سے رجیع کے مقتولین کا بدلہ لینے کا وقت آ گیا ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ 7ھ کو دوسو صحابہ کو ساتھ لے کر ان سے نپٹنے کا پروگرام بنایا۔ مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو اپنا جانشین بنا کر یہ ظاہر کیا کہ ملک شام کا ارادہ ہے۔ اس کے بعد یلغار کرتے ہوئے امج اور عسفان کے درمیان بطن عزان نامی ایک وادی جہاں آپ ﷺ کے صحابہؓ کو شہید کیا گیا تھا پہنچے اور ان کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعائیں کیں۔ ادھر بنولحیان کو آپ ﷺ کے آنے کی خبر ہوگئی۔ اس لئے وہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف نکل گئے اور کوئی آدمی گرفتار نہ ہو سکا۔

آپ ﷺ نے ان کی سرزمیں پر دو روز قیام فرمایا۔ اس دوران ان کی تلاش میں دستے بھیجے لیکن وہ نہ مل سکے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے عسفان کا ارادہ کیا۔ وہاں سے دس شہسوار **کراغ الغمیم** بھیجے تاکہ قریش کو بھی آپ ﷺ کی آمد کی خبر نہ ہو۔ آپ ﷺ چودھا دن مدینہ سے باہر گزار کر مدینہ واپس آ گئے۔

3.97 ۔ سریہ غمر

ربیع الاول 6 ہجری ، 627ء

ربیع الاول یا ربیع الاخریٰ 6 ہجری میں حضرت عکاشہ بن محصن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چالیس صحابہ کی کمان دے کر مقام غمر کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ بنو اسد کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ مسلمانوں کے لشکر کی آمد کا سن کر دشمن بھاگ گیا۔ مسلمانوں کو دوسو اونٹ مال غنیمت کے طور پر ملے۔

3.98 ۔ سریہ ذوالقصہ (اول)

ربیع الاول 6 ہجری ، 627ء

اسی ماہ حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں دس افراد کا دستہ ذوالقصہ کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ مقام ثعلبہ کے قریب واقع ہے۔ دشمن جن کی تعداد ایک سو تھی وہ اپنے علاقے کی خفیہ جگہوں میں چھپ گئے جیسے ہی مسلمان وہاں پہنچے ان پر اچانک حملہ کر دیا اور ان کو قتل کر دیا صرف حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

3.99 ۔ سریہ ذوالقصہ (الثانی)

ربیع الثانی 6 ہجری ، 627ء

حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھیوں کی شہادت کے بعد ربیع الثانی 6 ہجری میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چالیس صحابہؓ کی

جماعت دے کر ذوالقصہ کی طرف روانہ کیا انہوں نے پہلے صحابہ اکرامؓ کی شہادت گاہ کا رخ کیا اور رات بھر سفر کر کے پیدل بنو ثعلبہ کے علاقے میں پہنچے اور پہنچتے ہی حملہ کر دیا۔ وہ بہت تیری سے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے کہ قابو میں نہ آسکیں ایک آدمی گرفتار ہوگیا جو مسلمان ہوگیا۔ مال غنیمت میں مویشی اور بکریاں ہاتھ آئیں۔

3.100 ۔ سریہ جموم یا سریہ زید بن حارثہؓ

ربیع الثانی 6 ہجری ، 627ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارثہ کی قیادت میں ایک لشکر جموم کی طرف روانہ کیا۔ جموم مرالظہران (موجودہ وادی فاطمہ) میں بنوسلیم کے ایک چشمے کا نام ہے۔ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں پہنچے تو قبیلہ مزینہ کی ایک عورت جس کا نام حلیمہ تھا گرفتار ہوئی۔ اس نے بنوسلیم کے مقام کا پتہ بتایا۔ وہاں سے بہت سی مویشی، بکریاں اور قیدی ہاتھ آئے۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سب کو لے کر مدینہ واپس آ گئے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس مزنیہ عورت کو آزاد کر کے اس کی شادی کر دی۔

3.101 ۔ سریہ عیص

جمادی الاولیٰ 6 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ستر صحابہ پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بنایا گیا۔ اس کو جمادی الاولیٰ 6 ہجری میں عیص کی جانب روانہ کیا۔ اس مہم میں قریش کے ایک قافلہ کا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جس کی قیادت داماد رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابوالعاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کر رہے تھے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ گرفتار تو نہ ہو سکے۔ لیکن سیدھے بھاگ کر مدینہ آ گئے اور حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صاحبزادی رسول اللہ

(صلّی اللہ علیہ وسلم) کی پناہ میں آ گئے اور ان کی پناہ لے کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے سفارش کی کہ ان کا مال واپس کر دیں تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ کو اشارہ کیا کہ ان کا مال واپس کر دیں۔ صحابہ اکرامؓ نے خوشی سے ان کا چھوٹا بڑا تمام مال ان کو واپس کر دیا۔ ابوالعاص تمام مال لے کر مکہ گئے اور ان کے مالکوں کو ان کا مال واپس کر کے فورا مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پھر سے حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ان کے نکاح کی تجدید کر دی۔ (ابوداؤد)

3.102 ۔ سریہ طرف یا طرق

جمادی الاخرہ 6 ہجری ، 628ء

یہ سریہ بھی حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں طرف یا طرق نامی مقام کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ مقام بنو ثعلبہ کے علاقے میں تھا حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ صرف پندرہ صحابہ ؓ تھے لیکن علاقے کے بدوؤں کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ فرار ہو گئے۔ ان کو خطرہ ہوا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خود تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چار روز تک وہاں رہے۔ مال غنیمت میں چار اونٹ ہاتھ آئے۔

3.103 ۔ سریہ وادی القریٰ

رجب 6 ہجری ، 628ء

اس سریہ میں سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی تھے ان کے ساتھ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بارہ افراد کو وادی القریٰ کی جانب روانہ کیا تھا۔ اس مہم کا یہ مقصد تھا کہ دشمن کی نقل حمل کا پتہ لگانا تھا۔ مگر وہاں کے لوگوں نے اچانک ان کے لشکر پر حملہ کر دیا اور (۹) صحابہ ؓ کو شہید کر دیا حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سمیت تین صحابہؓ زندہ بچ کر واپس آئے۔

3.104۔سریہ دیار بنی کلب۔علاقہ دومۃ الجندل

شعبان 6ھ ہجری ، 628ء

یہ سریہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں بھیجا گیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سامنے بٹھایا اور اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پہ عمامہ باندھا اور لڑائی میں سب سے اچھی صورت اختیار کرنے کو کہا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کرلینا۔ وہاں پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے تین روز تک اسلام کی دعوت دی جس میں اللہ کے کرم اور مہربانی سے تمام قوم نے اسلام قبول کرلیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہاں کے سردار کی بیٹی حضرت تماضر بنت اصبغ سے شادی کرلی۔حضرت عبدالرحمٰن کے صاجزادے حضرت ابوسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہی ماں تھیں۔

3.105 ۔ سریہ دیار بنی سعد ۔ علاقہ فدک

شعبان 6ھ ہجری ، 628ء

یہ سریہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں بھیجا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ بنوسعد کے کچھ لوگ یہود کو مدد فراہم کررہے ہیں۔ لہٰذا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوسو صحابہ ؓ کی جماعت کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا۔ آپ ؓ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے۔ آخرکار آپ ؓ نے اس علاقے کا ایک شخص پکڑلیا اس کو خیبر کے کھجوروں کی پیشکش کرکے وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس سے یہ پوچھا کہ بنوسعد والے اپنی جتھہ بندی کس جگہ کرتے ہیں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان پر اچانک شب خون مارا۔ بنوسعد کا سردار وبر بن علیم اپنے لوگوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ البتہ پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مسلمانوں کو مال غنیمت میں ملیں۔

3.106 ۔ سریہ وادی القریٰ (الثانی)

رمضان 6ھ ہجری ، 628ء

یہ سریہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں روانہ کیا جو بنوفزارہ کی ایک شاخ جس نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اس لئے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو روانہ فرمایا تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نے صبح کی نماز کے بعد ان پر چھاپہ مارا اور چشمے پر دھاوا بول دیا کچھ لوگوں کو قتل بھی کیا۔ وہاں ام قرفہ نامی ایک شیطان صفت عورت تھی جس نے تیس گھوڑ سواروں کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لئے تیار کیا تھا ان تمام کا خاتمہ کر دیا گیا۔

3.107 ۔ سریہ عرنیین

شوال 6ھ ہجری ، 628ء

اس سریہ کے لئے حضرت کرز بن جابر فہری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قیادت دے کر روانہ کیا گیا۔
اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عکل اور غرینہ کے کچھ لوگوں نے مدینہ آ کر اسلام قبول کیا اور کچھ دن مدینہ میں قیام کیا۔ ان کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو چند اونٹوں کے ساتھ چراہ گاہ کی طرف بھیج دیا اور حکم دیا کہ وہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیئں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ تندرست ہو گئے۔ تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چرواھے اور نمائندے کو بے رحمی سے قتل کر دیا۔ ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے ان کی آنکھوں میں ببول کے کانٹے چبوہ دئے۔ اور ان کی ہاتھ پیر کٹی ہوئی لاش کو درخت سے باندھ کر لٹکا دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ اور اسلام لانے کے بعد پھر سے کافر (مرتد) ہو گئے
رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی تلاش کیلئے حضرت کرز بن جابر فہری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بیس صحابہؓ کی جماعت دے کر روانہ فرمایا اور دعا فرمائی۔ یا اللہ! ان عرنیوں پر راستہ اندھا کر دے اور

راستہ کنگن سے بھی زیادہ تنگ کردے۔ اللہ تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی۔ ان لوگوں کو راستہ ہی سمجھ نہیں آیا اور وہ لوگ پکڑے گئے۔ انہوں نے مسلمان چرواھے کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کے بدلے میں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دی گئیں اور انہیں حرہ کے ایک حصہ میں چھوڑ دیا گیا۔ جہاں وہ زمین پر تڑپتے تڑپتے اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

یہ واقع صحیح بخاری میں حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے ۔

3.108 ۔ صلح حدیبیہ

ذو القعدہ 6ھ ہجری، 628ء

3.108.1 ۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خواب

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ میں رہتے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے صحابہ اکرامؓ اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ نہ جا سکے نہ حج عمرہ کر سکے۔ دلی خواہش ہونے کے باوجود حالات کی خرابی کی وجہ سے ممکن نہیں ہو رہا تھا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خواب دیکھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور آپ ﷺ کے صحابہ اکرامؓ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خانہ کعبہ کی چابیاں لی ہیں اور صحابہ ؓ سمیت بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے سر منڈوائے اور کچھ لوگوں نے بال کٹوائے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ کو خواب کی اطلاع دی کیونکہ یہ نبی ﷺ کا خواب تھا اس لئے سب کو بے حد مسرت ہوئی۔ انہوں نے یہ ہی سمجھا کہ اسی سال ہمیں یہ سعادت نصیب ہوگی تو صحابہ اکرامؓ نے بھی عمرے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس خواب کی صداقت کی طرف اللہ نے بھی اشارہ فرمایا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ج لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ لا مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لا لَا تَخَافُوْنَ ط

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ (۲۷)

(سورۃ الفتح ۔ ۲۷)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے (چین کے ساتھ) نڈر ہو کر۔ وہ ان امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے۔ پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔

3.108.2 ۔ عمرہ کے لئے سفر کی تیاری اور روانگی

ذوالقعدہ 6ھ ہجری، 628ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں صحابہ اکرام ؓ بھی جوش وخروش سے عمرے کے لئے جانے کی تیاریاں کرنے لگے آس پاس کے قبائل میں بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کر دیا کہ جو ہمارے ساتھ عمرے کیلئے جانا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ آ سکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو محسوس ہو رہا تھا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں کیونکہ بظاہر حالت کچھ اسی طرح کے تھے لیکن صحابہ اکرام ؓ کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خواب پر پورا یقین تھا۔ اس لئے آس پاس کے کم ہی لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آئے۔

حضرت محمد بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابن سعد کا قول ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا اور حضرت ابورھم کلثوم بن حصین کو ان کی مدد کے لئے مدینہ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یکم ذوالقعدہ 6ھ ہجری پیر کے روز مدینہ سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے گھر کے اندر غسل فرمایا پھر دو کپڑے (چادر اور لنگی) پہنے اور دروازے کے پاس اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے جس کا نام قصویٰ تھا اور امہات المومنین ؓ میں سے حضرت

ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھیں۔ آس پاس کے لوگ بھی قافلے میں ساتھ تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اسلحہ نہیں لیا تھا صرف اپنی حفاظت کی تلواریں ساتھ تھیں اور قربانی کے جانور تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ہدی (ہدی۔قربانی کے جانور کو کہتے ہیں) کو قلاوے پہنائے۔

اور اونٹوں کے کوہان چیر کر قربانی کے جانور کا مخصوص نشان لگایا۔ ذوالحلیفہ میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ظہر کی نماز پڑھی۔ قافلے میں 14 سو اصحابؓ تھے جن میں دو سو گھوڑے بھی تھے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آگے ایک صحابی بسر بن سفیانؓ کو قریش کی خبریں لینے کے لئے بھیج دیا اور حضرت عباد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن بشیر کو بیس سواروں کے ساتھ ہراول دستہ کے طور پر آگے روانہ کیا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دو رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ کی مسجد کے دروازے پر اونٹنی جو کہ قبلہ رخ تھی اس پر سوار ہوئے۔ عمرے کا حرام باندھا اور تلبیہ پڑھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جنگ کیلئے نہیں بلکہ کعبہ کی زیارت کے لئے جارہے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بعد تمام صحابہ اکرامؓ اور ام امومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بھی عمرے کا حرام باندھ لیا۔ اور کچھ صحابہؓ نے جحفہ پہنچ کر احرام باندھا۔

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بیداء کے راستہ پر چلتے ہوئے قبائل بنو بکر، مزینہ، جہنیہ کی آبادیوں کے پاس سے گزر کر جحفہ پہنچے اور ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت اگر تم ان کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ (بحوالہ بخاری ومسلم)

3.108.3 ۔ قریش کا ردعمل

ذو القعدہ 6ھ ہجری ، 628ء

قریش والوں کو جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ارادوں کی اطلاع ملی تو وہ سخت پریشان ہو گئے کیونکہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) لڑنے نہیں آرہے تھے اور حرمت والے مہینوں میں

آ رہے قریش کے لوگ ان کو روکنا چاہتے تھے۔ لیکن عرب کا سالوں سے دستور تھا کہ نہ وہ عمرہ اور حج کرنے والوں کو روک سکتے ہیں نہ حرمت والے مہینوں میں کسی پر پابندی لگا سکتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں تو دوسرے تمام قبائل ہمارے دشمن ہو جائیں گے کیونکہ یہ روایت کے خلاف ہوگا۔ اور اگر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے تمام اصحابؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اور عمرہ کرتے ہیں تو اس کو ان کی کمزوری سمجھا جائے گا اور ان کی انا بھی آڑے آ رہی تھی۔

ادھر مسلمان جب عسفان پہنچے تو مسلمانوں کے مخبر نے خبر دی کے قبیلہ کعب بن لوی والوں نے حلیف قبائل کو جمع کرلیا ہے۔ اور ہر حالت میں بیت اللہ جانے سے روکنا چاہتے ہیں اور انہوں نے مقام ذی طویٰ میں پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ دوسو نوجوان کا ایک دستہ خالد بن ولید (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سربراہی میں کراغ الغمیم بھیج دیا ہے۔

خالد بن ولید نے ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں سے وہ مسلمانوں کو دیکھ سکتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ مسلمان نماز پڑھ رہے ہیں رکوع سجدے کر رہے ہیں۔ انہوں نے سوچا یہ بڑا اچھا موقعہ تھا مسلمان غافل تھے ان پر حملہ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن مسلمان نماز پڑھ چکے تھے اب انہوں نے سوچا کہ جب یہ عصر کی نماز پڑھیں گے تو ان پر غفلت کی حالت میں دھاوا بول دیں گے لیکن عصر کے وقت مسلمانوں نے صلوٰۃ الخوف پڑی جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

3.108.4۔رسول اللہ ﷺ کی ٹکراؤ سے بچنے کی کوشش

ذوالقعدہ 6ھ ہجری ، 628ء

قریش نے مسلمانوں کے قافلے کی نقل وحمل پر نظر رکھنے کیلئے پہاڑوں پر دس جاسوس بیٹھا دیئے دور والا جب کچھ حرکت دیکھتا تو پکار کر دوسرے کو بتاتا وہ تیسرے کو اس طرح قریش تک خبر پہنچ جاتی تھی۔(مظہری)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بسر بن سفیانؓ کی ذمہ داری خبریں معلوم کرنے کی لگائی

تھیں وہ ان کی تمام خبریں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بتا رہے تھے راستے میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہ اکرامؓ سے مشورہ کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ حضرت مسور بن مخرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور مروان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حدیبیہ میں تشریف لے جارہے تھے تو رستہ میں ایک جگہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خالد بن ولید قریش کے سواروں کے ساتھ مقام غمیم میں ہیں اس لئے تم دائیں طرف چلو جو ثنیہ المرار پر نکلتا تھا۔ تا کہ خالد کو نہ معلوم ہو سکے لیکن قافلہ کے چلنے کی وجہ سے گرد وغبار سے ان کو خبر ہوگئی انہوں نے فوراً قریش کو اطلاع کر دی۔ (بخاری)

3.108.5۔اونٹنی قصویٰ کا بیٹھ جانا

ذو القعدہ 6ھ ہجری، 628ء

حضرت مسور سے مروی ہے کہ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس پہاڑ پر پہنچے جس کے اوپر ہوکر مکہ میں داخل ہو جاتے ہیں تو آپ ﷺ کی اونٹنی بگڑ گئی لیکن رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اونٹنی بگڑی نہیں ہے نہ اس کی یہ عادت ہے اس کو اس ذات نے روکا ہے جس نے ابرھہ کو روکا تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر قریش مجھ سے ایسی بات کا سوال کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی تعظیم ہو تو ان کی یہ بات میں منظور کرلوں گا۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اونٹنی کو ڈانٹا تو اونٹنی فوراً اچھل کر کھڑی ہوگئی اور رخ موڑ کر دوسری طرف چل دی اور حدیبیہ کے آخری کنارے پر پہنچ کر اقصائے حدیبیہ میں ایک چشمہ پر تھوڑا سا پانی تھا وہ اس نے پیا۔ اس جگہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قیام کیا۔ (بخاری)

3.108.6 ۔ چشمے کا پانی بڑھ جانا

ذو القعدہ 6ھ ہجری ، 628ء

جس چشمے پر اونٹی نے پانی پیا تھا اس میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ صحابہ اکرامؓ تھوڑا تھوڑا سا پی رہے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے پیاس کی شکایت کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو گڑھے کے پانی میں گاڑ دو۔ خدا کی قسم اسی وقت پانی نے جوش مارا اور سب لوگوں نے خوب سیراب ہو کر پیا۔ (بخاری)

3.108.7 ۔ بدیل بن ورقاء سے رابطہ

ذو القعدہ 6ھ ہجری ، 628ء

بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ خزاعہ کے چند افراد کے ساتھ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اہل تہامہ میں یہی قبیلہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خیر خواہوں میں تھا۔ بدیل کے کہا کہ کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو میں نے حدیبیہ کے چشموں پر دیکھا ہے۔ وہ اونٹنیوں کے ساتھ ہیں اور لمبے عرصے تک ٹھرنے کے ارادے سے آئے ہیں اور وہ لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بیت اللہ جانے سے روکنے اور جنگ کے ارادے سے آئے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم عمرہ کرنے کے ارادے سے آئے ہیں جنگ کرنے نہیں آئے۔ مسلسل جنگ کی حالت میں رہنے سے قریش کمزور ہو گئے تھے اور انہوں نے بہت نقصان بھی اٹھایا تھا۔ اگر وہ چاہیں تو میں ان سے ایک مدت تک کیلئے معاہدہ کر سکتا ہوں کہ وہ میرے اور دوسرے عرب قبائل کے درمیان سے ہٹ جائیں اگر میں غالب آ جاؤں تو ان کو اختیار ہوگا کہ اسلام قبول کر لیں اور اگر میں ناکام ہو گیا تو ان کی مراد ویسے ہی پوری ہو جائے گی۔ اور اگر وہ یہ بھی قبول نہ کریں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں یہ دین کا کام کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اکیلا رہ جاؤں اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور نافذ کرے گا۔

آپ ﷺ کی گفتگو سن کر بذیل نے کہا کہ میں یہ باتیں قریش کو پہنچا دوں گا۔ چنانچہ اس نے قریش سے کہا کہ ہم لوگ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے آ رہے ہیں۔ ہم نے ان سے کچھ گفتگو سنی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ ان کے بے وقوف نوجوانوں نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں مگر ان کے جو سمجھدار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ ہاں بیان کرو۔ انہوں نے کیا گفتگو کی تو بدیل نے وہ تمام بات ان لوگوں کو بتا دی جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے سامنے کی تھی۔ (بخاری)

بدیل کی باتیں سن کر بنو کنانہ کے حلیس بن علقمہ نامی شخص نے کہا کہ میں جا کر معاملہ کی حقیقت معلوم کر کے آتا ہوں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ قربانی کے جانور (ہَدی) کا بہت احترام کرتا ہے۔ اپنے جانور کھڑے کر دو۔ جب وہ قریب آیا اور ہدی کے جانور دیکھے تو بولا سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکنا چاہئے۔ اور واپس اپنے لوگوں میں گیا اور کہا کہ میں نے ہدی کے جانور دیکھے ہیں جن کے گلوں میں قلاوے ہیں اور ان کے کوہان چیرے ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ کسی طرح سے مناسب نہیں کہ ان لوگوں کو بیت اللہ آنے سے روکا جائے۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس کی گفتگو کو پسند نہیں کیا۔ اس پر عروہ بن مسعود نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایک آدمی نے اچھی تجویز دی ہے اسے قبول کر لو۔ لوگوں نے عروہ بن مسعود سے کہا کہ تم جا کر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بات کرو۔

3.108.8 ۔ عروہ بن مسعود کی گفتگو

ذو القعدہ 6 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں عروہ بن مسعود آئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے وہی گفتگو کی جو بذیل سے کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنی ہی قوم کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور کیا آپ ﷺ سے پہلے کسی عرب نے اس طرح کیا ہے اور اگر دوسری صورت پیش آئی تو میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو آپ (صلّی اللہ

علیہ وسلم) کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ جس پر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غصہ میں آ گئے۔ اس پر عروہ نے کہا کہ ان کے میرے اوپر احسان ہیں ورنہ میں ان کی بات کا جواب دیتا۔

حضرت مسور بن مخرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ عروہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کرنے لگا، اور گفتگو کے درمیان وہ بار بار رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کھڑے تھے ان کے پاس تلوار تھی سر پر خود تھا جب عروہ داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا تو ان کا ہاتھ تلوار پر جاتا پھر انہوں نے غصہ سے عروہ کو بولا کہ ہاتھ پیچھے رکھ کر بات کرو۔ کسی مشرک کو زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مَس کرے عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ عروہ کی ان سے پہلے سے رنجش تھی۔

حضرت مسور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ عروہ اپنی آنکھ سے صحابہ اکرامؓ کی حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عقیدت دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے دیکھا کہ رسول اللہ (ﷺ) تھوکتے ہیں تو وہ بھی صحابہؓ میں سے کوئی اپنے ہاتھوں میں لے کر چہرے پر مل لیتا ہے۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ بلا تامل فوراً اس کو کرنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے وضو کا پانی گرنے سے پہلے صحابہؓ اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

پھر عروہ جب اپنے لوگوں میں گیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں قیصر وکسری اور نجاشی کے دربار میں نے دیکھے ہیں لیکن عقیدت، محبت، تعظیم اور اطاعت کا جو منظر میں نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ہاں دیکھا وہ اور کہیں نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ایک اچھی تجویز دی ہے اسے قبول کرلو۔ (بخاری)

3.108.9۔حضرت عثمان غنیؓ کی پیغام رسانی

ذو القعدہ 6ھ ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قریش مکہ کی طرف پیغام دے کر روانہ کیا، اوران کو کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ اور کہا کہ ان کو اسلام کی دعوت دواور وہاں کے موجود مسلمانوں کو یہ خوشخبری بھی سنا دو کہ عنقریب اللہ کا دین مکہ میں غالب آئے گا اور یہاں پر ایمان پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہ رہے گی اور نہ چھپ کر رہنا ہوگا۔ (ابن ہشام)

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مقام بلاح میں ان لوگوں کے پاس پہنچے جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ بلاح والوں نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا مجھے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بھیجا ہے کہ تمہیں اسلام کی دعوت دوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤں اور تم سب اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جاؤ کیونکہ یہ دین ضرور غالب ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور عزت عطا فرمائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) لڑنے نہیں آئے ہیں عمرہ کرنے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ قربانی کے جانور ہیں جن کے گردنوں میں قلاوے پڑے ہوئے ہیں اور قربانی کے بعد وہ واپس چلے جائیں گے۔

یہ سن کے انہوں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا ہم نے سن لیا لیکن ہم ان کو ایسا کرنے نہیں دیں گے۔ ان کی یہ بات سن کر حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ کی طرف جانے لگے تو ابان بن سعید (جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) نے ان کو خوش آمدید کہا اور کہا کہ آپؓ میری حفاظت میں مکہ میں داخل ہوں۔ وہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ان کی اونٹنی پر بیٹھ گیا۔

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مکہ جا کر تمام سرداروں سے بات کی لیکن کوئی بھی رسول اللہ (ﷺ) کے مکہ میں داخلے کے حق میں نہیں تھا۔ پھر حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمان مردوں اور عورتوں کے پاس گئے اور ان کو مکہ میں اسلام کے غلبہ کی بشارت سنائی۔ قریش نے حضرت عثمان

غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ہم آپؓ کو اجازت دیتے ہیں کہ اگر آپؓ چاہیں تو طواف کر سکتے ہیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ جب تک رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) طواف نہ کر لیں میں طواف نہیں کروں گا۔ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ میں تین دن رہے۔

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اوس بن خولی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عباد بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، اور محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رات کے پہرے پر مقرر کیا۔ یہ لوگ باری باری پہرہ دیتے تھے ایک رات جب حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ میں تھے۔ تو قریش کے پچاس آدمی مکرز بن حفص کی قیادت میں مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف بھیجے انہوں نے اردگرد چکر لگائے کہ مسلمان غافل ہیں یا چوکنا ہیں۔ اس وقت حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہرہ دے رہے تھے انہوں نے سب کو پکڑ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مکرز بن حفص کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ بدکار اور غدار ہے۔ وہ سچ ثابت ہوا۔ قریش نے جب مکرز اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کی خبر سنی تو انہوں نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ایک مسلمان جماعت کو گرفتار کر لیا۔

3.108.10۔حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کی افواہ اور بیعتِ رضوان

ذوالقعدہ 6 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خبر (افواہ) ملی کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مکہ والوں نے شہید کر دیا یہ سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بہت صدمہ ہوا۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب تک میں ان سے بدلہ نہ لے لوں یہاں سے حرکت نہیں کروں گا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ سے بیعت لی۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کی خبر سن کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ سے جہاد کی بیعت لی اور

یہ کوئی معمولی بیعت نہیں تھی صحابہ اکرامؓ بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے اس بات پر کہ میدان چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔ جماعت نے موت پر بیعت کی کہ مر جائیں گے میدان سے نہیں بھاگیں گے۔ سب سے پہلے ابو سنان بن اسدیؓ نے بیعت کی حضرت سلمہ بن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تین بار بیعت کی۔ اس بیعت میں مسلمانوں کی تعداد چودھا سو (1400) تھی۔ ان کے پاس کسی قسم کا جنگی سامان بھی نہ تھا پھر اپنے گھر بار سے ساڑھے تین سو میل دور تھے دوسری طرف مشرکیں اپنے شہر اور گھروں میں تھے پوری طاقت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ آس پاس کے قبائل کو بھی اپنا حلیف بنا کر اپنے ساتھ جنگ میں لا سکتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے جس اخلاص، ایمان اور اللہ کے راستہ میں جان کی بازی لگا دینے کی مثال پیش کی اس کا کوئی ثانی نہیں۔ تمام لوگوں نے بیعت کی سوائے ایک منافق کے جس کا نام جد بن قیس تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ بیعت حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے ہے۔ یہ بیعت جو ایک درخت کے نیچے ہوئی حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا بازو تھامے ہوئے تھے۔ حضرت معقل بن یسار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے درخت کی ٹہنیاں پکڑ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر سے ہٹا کر رکھی ہوئی تھیں اس بیعت کا نام بیعتِ رضوان ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا!

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ○

(سورۃ الفتح۔۱۹۔۱۸)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالی مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا۔ اور ان پر اطمینان نازل فرمایا۔ اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔ (۱۸) اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں گے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

بیعت مکمل ہونے کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحیح سلامت واپس پہنچ گئے۔ صحابہؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے طواف کرلیا اس پر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ تم نے میرے بارے میں غلط گمان کیا۔ خدا کی قسم اگر مجھے ایک سال تک بھی موقع ملتا اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حدیبیہ میں رکے رہتے تو میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھے طواف کرنے کو کہا مگر میں نے انکار کردیا۔ (زادالمعاد)

3.108.11 ۔ قریش مکہ سے مذاکرات

ذو القعدہ 6ھ ہجری، 628ء

قریش کو جب مسلمانوں کی بیعت کا علم ہوا تو انہیں معاملہ کی نزاکت کا احساس ہوا۔ انہوں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ حالات مزید خراب ہوں سہیل بن عمرو کو نمائندہ بنا کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بات چیت کے لئے بھیجا جو نہایت سمجھدار فصیح و بلیغ تھا۔ اس سے تاکید کردی تھی کہ صلح کی شرائط میں یہ بات لازمی طے کرلی جائے کہ اس سال آپ بغیر عمرہ کئے واپس چلے جائیں۔ قریش مکہ آس پاس کے قبائل کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتے تھے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحابؓ کو لے کر مکہ میں جبراً داخل ہوئے ہیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سہیل بن عمرو کو آتا ہو دیکھ کر فرمایا! کہ اس شخص کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ قریش صلح چاہتے ہیں۔

پھر کافی دیر تک صلح کی شرائط پر گفتگو ہوتی رہی بالاخر چند شرائط کے ساتھ صلح کا معاملہ طے ہوگیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر صلح نامہ لکھنے کیلئے کہا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوانا چاہا اس پر اس نے اعتراض کیا کہ **باسمک اللّٰھم** لکھا جائے کیونکہ عربوں کا یہی پرانا دستور تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ٹھیک ہے باسمک اللّٰھم لکھ دو۔ اس کے بعد لکھوایا یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اتفاق کیا ہے۔ اس پر بھی سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)تسلیم کرتے تو خانہ کعبہ آنے سے کیوں روکتے اور نہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے قتال کرتے ۔

سہیل بن عمرو نے کہا کہ آپ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ لکھوائیں ۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ خدا کی قسم ! بلا شبہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تم میری تکذیب کرتے ہو۔ پھر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا۔ محمد بن عبداللہ لکھیں اور لفظ رسول اللہ کو مٹادیں ۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گوارہ نہ ہوا کہ اس لفظ کو مٹائیں اس لئے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جگہ پوچھ کر اس لفظ کو خود ہی مٹادیا۔ پھر اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوادیا گیا۔

ایک شرط پر کہ تم ہمارے اور کعبہ کے درمیان راستہ خالی کردو تا کہ ہم کعبہ کا طواف کرلیں ۔ سہیل نے کہا کہ خدا کی قسم اس سال آپ خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرسکتے کیونکہ عرب کہیں گے کہ ہم مجبور ہو گئے آئندہ سال آپ طواف کریں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہی بات لکھوادی ۔ سہیل نے ایک شرط یہ لکھوائی کہ اگر ہمارا کوئی آدمی آپ کے پاس جائے گا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اسے واپس کردیں گے چاہے وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دین پر ہو۔ اس پر صحابہ اکرامؓ نے کہا وہ شخص کیسے مشرکین کے حوالے کیا جاسکتا ہے جو مسلمان ہوکر ہمارے پاس آئے ۔ اسی دوران ابوجندلؓ جو سہیل بن عمرو کے بیٹے تھے زنجیروں میں جکڑے ہوئے مکہ کے نشیب سے نکل کر آگئے اور مسلمانوں کے سامنے گر گئے ۔ سہیل نے کہا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہ پہلی بات جس پر میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے صلح کی ہے کہ آپ اس کو (یعنی ابوجندلؓ) کو مجھے واپس کردیں ۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم نے ابھی تحریر مکمل نہیں کی ۔ سہیل نے کہا کہ خدا کی قسم پھر ہم کبھی بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کسی بات پر مصالحت نہیں کریں گے ۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم اس کو میری ضمانت میں دے دو۔ اس نے کہا کہ میں اس کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ضمانت میں نہیں دے سکتا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دوبارہ کہا اور اس نے دوبارہ منع کردیا۔

ابو جندلؓ نے کہا اے مسلمانوں کیا مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا جبکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے کیا کیا تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ حقیقت میں انہوں نے اللہ کی راہ میں سخت تکالیف اٹھائی تھیں۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ابو جندلؓ صبر کرو اللہ تعالیٰ جلد تم لوگوں کے لئے سامان پیدا کرے گا۔ (ابن ہشام)

3.108.12 ۔ صلح حدیبیہ کی شرائط

ذو القعدہ 6ھ ہجری ، 628ء

(1) دس سال تک دونوں فریق میں جنگ بند رہے گی اس دوران کوئی ایک دوسرے کے خلاف نہ ہتھیار اٹھائے گا اور نہ کوئی خیانت کرے گا۔

(2) مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں گے۔ آئندہ سال آئیں گے اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لائیں گے سوائے تلوار کے وہ بھی نیام یا غلاف میں ہوگی۔ صرف تین دن مکہ میں قیام کریں گے اور عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے۔

(3) قریش کا جو شخص اپنے ولی یا آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ کر مدینہ جائے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا اگر چہ وہ مسلمان ہو کر آئے۔

(4) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس مکہ جائے گا اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

(5) عرب قبائل کو اختیار ہوگا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو سکتے ہیں۔

(6) جو مسلمان پہلے سے مکہ میں مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے اور اگر مسلمان میں سے کوئی شخص مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو روکا نہ جائے گا۔ اس صلح نامہ پر مشرکیں اور مسلمانوں کی طرف سے جن لوگوں کے دستخط ہوئے ان میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں۔

1۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

2۔ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

3۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

4۔ حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو

5۔ حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

6۔ حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

7۔ مکرز بن حفص

8۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ (کاتب صلح نامہ) (سیرت ابن کثیرؒ)

3.108.13 ۔ معاہدے پر حضرت عمرؓ کی بے چینی

ذو القعدہ 6ھ ہجری ، 628ء

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرام (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالی کے سچے نبی نہیں ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ بیشک میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔ پھر میں نے عرض کی کیا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر عرض کیا کہ دین پر پھر ہمیں نہیں دبنا چاہئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا وہ میرا مددگار ہے۔ پھر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بہت جلد بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہاں کیوں نہیں۔ مگر کیا میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال کردیں گے۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا نہیں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا بیشک تم وہاں جاؤ گے اور بیت اللہ کا طواف کروگے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں پھر میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گیا اوران سے کہا۔ اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ (رسول اللہ ﷺ) اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا۔ ہاں۔ (یہ اللہ کے سچے نبی ہیں) پھر میں نے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور دشمن باطل پر۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ہاں۔ پھر میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں کیوں دبیں۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا۔ بے شک وہ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرسکتے اور وہی ان کا مددگار ہے۔ پس ان کا حکم مانو۔ خدا کی قسم! بلاشبہ وہ سچائی پر ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا وہ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ جا کر طواف کریں گے۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا۔ ہاں۔ مگر کیا انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے۔ میں نے کہا! نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا تو پھر تم یقیناً بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنی اس حرکت کی تلافی کے لئے بہت سی عبادتیں بطور کفارہ ادا کیں۔ (شامی)

3.108.14۔احرام کی پابندی سے نکلنے کیلئے قربانی اور حلق

ذو القعدہ 6ہ ہجری ، 628ء

حضرت مسور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ صلح نامہ سے فارغ ہوکر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ اٹھو اور قربانی کرو اور سر کے بال منڈواؤ۔ پس خدا کی قسم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی مگر ایک آدمی بھی نہ اٹھا۔ پھر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی بھی نہیں اٹھا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہا کہ میں نے ان لوگوں سے ایسا کرنے کو کہا مگر کسی نے کیا۔ اس پر حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہ بات پسند کرتے ہیں تو باہر تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بات نہ کریں بلکہ اپنی قربانی کا جانور ذبح کرکے سر مونڈنے والے کو

بلائیں تا کہ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سر مونڈ دے۔ پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) باہر تشریف لائے اور بغیر کسی سے بات کئے ہوئے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور سر مونڈ وایا۔ جب صحابہؓ نے یہ دیکھا تو سب اپنی اپنی قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے ۔ (بخاری)

حدیبیہ میں کچھ لوگوں نے بال مونڈوائے اور کچھ لوگوں نے کٹوائے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مونڈوانے والوں پر کہا اللہ کی رحمت ہو تین بار مونڈوانے والوں پر کہا کہ اللہ کی رحمت ہو پھر کہا کٹوانے والوں پر بھی۔

3.108.15 ۔ سورۃ الفتح کا نزول

ذو القعدہ 6 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ اکرامؓ جب واپس مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ضجنان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے تقریبا پچیس (25) میل کے فاصلہ پر ہے تو سورۃ الفتح نازل ہوئی۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مقام کراغ الغمیم پر نازل ہوئی۔ اس میں مسلمانوں کو جو کہ بہت ہی دل شکستہ واپسی کے سفر کو جا رہے تھے ان کو خوشخبری سنائی گئی کہ جس کو وہ شکست سمجھ رہے ہیں وہ دراصل فتح عظیم ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ کو جمع کر کے وہ سورۃ تلاوت فرمائی اور خاص طور پر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سنائی۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھے۔ صحابہ اکرامؓ یہ سورۃ سن کر ان کے دل مطمئن ہوگئے۔ پھر جلد ہی صلح کے فائدے بھی سامنے آنے لگے۔ یہاں تک کے اس صلح کے فتح عظیم ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہا۔ (زادالمعاد)

3.108.16 ۔ صلح کے دور رس نتائج

ذو القعدہ 6 ہجری ، 628ء

اس معاہدے سے مسلمانوں کو باقاعدہ طور پر ایک سیاسی قوت کے طور پر تسلیم کرلیا گیا اور عرب قبائل کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کریں چاہے مسلمانوں کے ساتھ سب کے سب قبائل اس کو تسلیم کریں گے۔

دس سال تک جنگ نہ کرنے کے معاہدے کی وجہ سے مسلمانوں کو امن و سکون حاصل ہوگیا اور خطۂ عرب کے دوسرے علاقے میں اسلام کی نشر واشاعت کا کام تیزی سے جاری ہوگیا۔ اور صرف دو سالوں میں مسلمانوں کی تعداد چار گناہ سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ صلح حدیبیہ میں جو تعداد چودھا سو تھی فتح مکہ کے لشکر میں دس ہزار ہوگئی تھی۔ جنگ نہ کرنے کے معاہدے سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو مدینہ میں اندرونی طور پر مضبوط کرنے کا موقعہ مل گیا اور اسلامی قوانین جاری کر دیے گئے۔ مسلمانوں کو عمرے کی اجازت دے کر قریش نے یہ تسلیم کرلیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے بلکہ وہ بھی عرب کے دوسرے لوگوں کی طرح مناسک حج و عمرہ کا حق رکھتے ہیں۔

اس صلح کی وجہ سے مسلمانوں کو عرب کی دوسری قوتوں کو قابو میں کرنے کا موقع مل گیا اور تبوک تک کی بستیوں کی اپنے زیر اثر کرلیا۔ ان فتوحات کی وجہ سے طاقت کا توازن بدل گیا اب مشرکین کمزور ہو گئے تھے اور مسلمان مسلسل طاقتور ہوتے جا رہے تھے۔

3.108.17 ۔ مکہ کے کمزور مسلمانوں کا مسئلہ

ذو القعدہ 6 ہجری ، 628ء

اس معاہدے سے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو تو سکون حاصل ہوگیا۔ لیکن مکہ کے مسلمان جو اذیتوں کے شکار تھے ان میں ایک صحابی جن کا نام ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا ان کا تعلق بنوثقیف سے تھا۔ جو کہ قریش کے حلیف تھے۔ مکہ سے بھاگ کر مدینہ منورہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ گئے۔

قریش والوں نے دو آدمی بھیجے اور کہا کہ اپنے عہد و پیمان کا خیال کر کے ان کو واپس ان کے حوالے کر دیں۔ لہٰذا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں ان کو لے کر ذوالحلیفہ پہنچے یہاں اتر کر وہ کھجوریں کھانے لگے۔ ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (جن کا پورا نام ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عتبہ بن اسد تھا) نے ان دونوں میں سے ایک سے کہا خدا کی قسم! مجھے تیری تلوار بہت عمدہ لگتی ہے یہ سن کر اس نے اپنی تلوار میان سے نکال کر کہا کہ خدا کی قسم یہ واقعی بہت عمدہ ہے اور میں نے اسے بار بار آزمایا ہے۔

حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ مجھے دو میں بھی تو دیکھوں کہ یہ کیسی ہے۔ اس آدمی نے وہ تلوار حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کر دی۔ حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس تلوار سے اسی شخص کو قتل کر دیا۔ اور دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ آ گیا اور دوڑتا ہوا مسجد میں جا گھسا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص خوفزدہ لگتا ہے۔ پھر جب وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے۔ بلاشبہ میں بھی قتل کر دیا جاتا۔ اس کے بعد حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ گئے اور انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی اے اللہ کے نبی! خدا کی قسم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے واپس کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دی پھر اللہ نے مجھے ان سے نجات دلا دی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا افسوس یہ تو لڑائی کی آگ ہے کاش کوئی اسے مکہ پہنچا دیتا۔ جب حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنی تو وہ سمجھ گئے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پھر ان کو مشرکین کے حوالے کر دیں گے۔ تو وہ وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پہنچ گئے اور وہاں ہی ٹھہر گئے۔

ادھر حضرت ابوجندل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سہیل بھی کفار سے چھٹکارا پا کر مدینہ آ رہے تھے کہ انہیں حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بھی مدینہ جانے کے بجائے حضرت ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس چلے گئے۔ اس طرح مکہ کا جو مسلمان بھی وہاں سے چھٹکارا پاتا وہ اس

گروپ سے آ کر مل جاتا۔ یہ لوگ قریش کے ان قافلوں کی تاک میں رہتے جو شام جا رہا ہوتا تھا تو یہ موقع پا کر ان کا مال لوٹ لیتے اور ان کے لوگوں کو قتل کر دیتے۔ یہاں تک کہ قریش اتنے تنگ ہوئے کہ انہوں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وفد بھیجا کہ اگر مکہ سے کوئی آدمی بھاگ کر آئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اسے مدینہ میں رکھ لیں ہم اس شق سے دستبردار ہوتے ہیں۔

3.109 ۔ بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط

محرم 7ھ ہجری ، 628

3.109.1 ۔ مہرِ نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم)

صلح حدیبیہ کے بعد جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کفارِ مکہ کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو آپ نے مختلف بادشاہوں اور امراء کو خطوط بھیجنے اور انہیں اسلام کی دعوت دینے کا کام شروع کیا۔

اس وقت بادشاہ وہی خط قبول کرتے تھے۔ جس پر مہر لگی ہوئی ہو اس لئے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بھی اپنی مہر بنوائی۔ یہ چاندی کی انگوٹھی تھی۔ جس پر **محمد رسول اللّٰہ** نقش تھا۔ یہ نقش تین سطروں میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ (صحیح بخاری)

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان صحابہؓ کو قاصد کے لئے منتخب کیا جو اس علاقے کی معلومات رکھتے تھے۔

3.109.2 ۔ نجاشی۔شاہِ حبش کے نام خط

محرم 7ھ ہجری ، 628ء

اس بادشاہ کا نام اصحمہ بن الجبر تھا۔ یہ خط عمروؓ بن امیہ ضمری کے ہاتھ روانہ فرمایا جن کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

یہ خط ہے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نبی کی طرف سے نجاشی اصحمہ شاہِ حبش کے نام:

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ واحد لاشریک لہٗ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ بیٹا اور میں اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور رسول ہے اور میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اس کا رسول (ﷺ) ہوں لہٰذا اسلام لاؤ اور سلامت رہو گے۔

اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے اور ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے بجائے رب نہ بنائے پس اگر وہ منہ موڑ لیں تو کہہ دو کے گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔ اگر تم نے یہ دعوت قبول نہ کی تو تم پر اپنی قوم انصاریٰ کا گناہ بھی ہے۔

جب عمرو بن امیہؓ نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خط نجاشی کے حوالے کیا تو نجاشی نے اسے لے کر آنکھوں سے لگایا اور تخت سے زمین پر اتر آیا اور پھر حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

(کتابوں میں ایک دوسرے خط کا بھی ذکر آیا ہے وہ یہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے نجاشی عظیم حبشہ کے نام

اس شخص پر سلامتی ہو جو اسلام کی پیروی کرے

امابعد!

میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو قدّوس اور سلام ہے۔ امن دینے والا محافظ اور نگراں ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ سلام) اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ اللہ نے اپنی پاکیزہ اور پاکدامن حضرت مریم (علیہ سلام) بتول کی طرف ڈال دیا اور اس کی روح اور پھونک سے (حضرت) مریم (علیہ سلام) عیسیٰ (علیہ سلام) کیلئے حاملہ

ہوئیں۔ جیسے اللہ نے (حضرت) آدم (علیہ سلام) کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ **میں اللّٰہ واحد لاشریک لہ** کی جانب اور اس کی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کی جانب دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میری پیروی کرو اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میں نے تبلیغ اور نصیحت کر دی۔

لہٰذا میری نصیحت قبول کرو اور اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔

(رسول اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی سیاسی زندگی۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

نجاشی کا رسول اللہ ﷺ کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں نجاشی اصحمہ کی طرف سے

اے اللہ کے نبی (صلّی اللہ علیہ وسلم) آپ پر اللہ کی طرف سے سلام اور اس کی رحمت اور برکت ہو وہ اللہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

امابعد!

اے اللہ کے رسول (ﷺ)! مجھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گرامی نامہ ملا جس میں عیسیٰ علیہ سلام کے بارے میں ذکر کیا گیا خدائے آسمان وزمین کی قسم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ فرمایا ہے حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) ایک تنکا برابر بڑھ کے نہ تھے وہ ویسے ہی ہیں جیسے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ذکر کیا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ میرے پاس بھیجا ہے ہم نے اسے جانا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چچیرے بھائی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اصحابؓ کی مہمان نوازی کی اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے اور پکے رسول (ﷺ) ہیں اور میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت کی اور آپ کے چچیرے بھائی سے بیعت کی اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العٰلمین کے لئے اسلام قبول کیا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے نجاشی سے یہ بھی کہا کہ وہ حضرت جعفرؓ اور دوسرے مہاجرین حبشہ کو واپس روانہ کر دے۔ چنانچہ اس نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ساتھ دو کشتیوں میں ان کی روانگی کا انتظام کر دیا۔ ایک کشتی میں حضرت جعفرؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور کچھ دوسرے اصحابؓ سوار تھے جو براہ راست خیبر پہنچ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوسری کشتی میں سوار جن میں زیادہ تر عورتیں بچے تھے سیدھے مدینہ پہنچ گئے۔(ابن ہشام)

نجاشی نے غزوہ تبوک کے بعد رجب 9ھ ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی وفات کے دن ہی صحابہؓ کو اس کی موت کی اطلاع دی اور اس کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔ اس کی وفات کے بعد دوسرا بادشاہ اس کا جانشین ہوا تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے پاس بھی ایک خط روانہ فرمایا تھا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔

3.109.3 ۔مقوقس شاہ مصر کے نام خط

محرم 7ھ ہجری، 628ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا یہ خط حضرت حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی بلتعہ کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ مقوقس کا اصل نام جریج بن متی تھا جو کہ مصر اور اسکندریہ کا بادشاہ تھا۔

خط کا مضمون یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مقوقس عظیم قبط کی جانب۔

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے

امابعد!

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور اسلام لاؤ گے اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہل قبط کا بھی گناہ ہوگا۔

اے اہل قبط ! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے بجائے رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔ (زادالمعاد)

جب یہ خط لے کر حضرت حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی بلتعہ مقوقس کے دربار میں پہنچے تو فرمایا! اس زمین پر تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے۔ جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے آخرو اول کے لئے عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا لہٰذا دوسرے اس سے عبرت پکڑیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں۔ مقوقس نے کہا کہ ہمارا ایک دین ہے جسے ہم چھوڑ نہیں سکتے جب تک کہ اس سے بہتر دین نہ مل جائے۔

حضرت حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام ماسوا کے بدلے کافی بنا دیا۔ دیکھو! اس نبی ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے خلاف قریش سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے۔ یہود نے سب سے بڑھ کر دشمن کی اور نصاری سب سے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم! جس طرح حضرت موسیٰ علیہ سلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بشارت دی تھی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ سلام نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے بشارت دی ہم تمہیں قرآن مجید کی دعوت اس طرح دیتے ہیں جیسے تم اہل توریت کو انجیل کی دعوت دیتے ہو۔ جو نبی جس قوم کو ملتا ہے۔ وہ قوم اس کی امت ہوتی ہے اور اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کرے اور تم نے اس نبی کا عہد پالیا ہے اور پھر ہم تمہیں دین مسیح سے روکتے نہیں ہیں بلکہ ہم تو اسی کا حکم دیتے ہیں۔ مقوقس نے کہا! میں نے اس نبی (ﷺ) کے معاملہ پر غور کیا تو میں نے پایا کہ وہ کسی ناپسندیدہ بات کا حکم نہیں دیتے ہیں اور کسی پسندیدہ بات سے منع نہیں فرماتے ہیں۔ نہ وہ گمراہ جادوگر ہیں اور نہ جھوٹے کاہن ہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کے ان کے ساتھ نبوت کی یہ نشانی ہے کہ وہ پوشیدہ کو نکالتے ہیں اور راز اور سرگوشی کی خبر دیتے ہیں میں مزید غور کروں گا۔

مقوقس نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خط لے کر احترام کے ساتھ ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ میں رکھ دیا اور مہر لگا کہ ایک لونڈی کے حوالے کر دیا۔ پھر عربی لکھنے والے ایک کاتب کو بلا کر

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں مندرجہ ذیل خط لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد (ﷺ) بن عبداللہ کے لئے مقوقس عظیم قبط کی طرف سے

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر سلام

امابعد!

میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خط پڑھا اور اس میں آپ (ﷺ) کی ذکر کی ہوئی بات اور دعوت کو سمجھا۔ مجھے معلوم ہے کہ ابھی ایک نبی (ﷺ) کی دعوت باقی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ شام سے نمودار ہوگا میں نے آپ (ﷺ) کے قاصد کا اعزاز و اکرام کیا۔ آپ (ﷺ) کی خدمت میں دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں جنہیں قبطیوں میں بڑا مرتبہ حاصل ہے اور کپڑے بھیج رہا ہوں اور آپ (ﷺ) کی سواری کے لئے ایک خچر بھی ہدیہ کر رہا ہوں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر سلام۔

مقوقس نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا اور اسلام نہیں لایا دونوں لونڈیاں ماریہ قبطیہ اور شیریں تھیں۔ خچر کا نام دُلدُل تھا۔ جو حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے تک زندہ رہا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ماریہ قبطیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنے حرم میں داخل کر لیا جو مسلمان ہوگئیں اور ان ہی کے بطن سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے صاحبزادے ابراہیمؓ پیدا ہوئے اور حضرت شیریں کو حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت انصاری کے حوالے کر دیا۔

3.109.4۔شاہ فارس (کسریٰ) خسرو پرویز کے نام خط

محرم 7ھ ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ایک خط حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حذافہ سہمی کے ذریعے بادشاہ فارس کسریٰ خسرو پرویز کے پاس روانہ کیا۔

اس خط کا مضمون مندرجہ ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد (ﷺ) رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی جانب

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا نمائندہ ہوں تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے برے انجام سے ڈرایا جائے اور کافر پر حق بات ثابت ہو جائے (یعنی حجت تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ سلامتی پاؤ گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس کا بھی گناہ کا بوجھ ہوگا۔

یہ خط لے کر جب حضرت عبداللہ بن حذامہ سہمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے دربار میں گئے تو اس نے وہ خط پڑھا۔ اسے پڑھ کر وہ انتہائی غصہ میں آ گیا تو اس نے وہ خط چاک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور زمین پر پھینک کر اسے پیروں سے روند دیا اور کہا کہ میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے۔ پھر وہی ہوا جیسا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا۔

خسرو پرویز نے مدائن کے گورنر بازان کو خط لکھا کہ حجاز کے اس شخص کو آدمی بھیج کر پکڑ کر میرے سامنے لا کر پیش کرو۔ بازان نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دو تندرست و توانا آدمی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے لانے کے لئے بھیج دیئے جب وہ مدینہ پہنچے اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش ہوئے تو ایک نے کہا شہنشاہ کسریٰ نے شاہ بازان کو ایک خط کے ذریعہ حکم دیا ہے وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آدمی بھیج کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو کسریٰ کے سامنے حاضر کرے اور بازان نے اس کام کے لئے مجھے بھیجا ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) میرے ساتھ چلیں۔

ساتھ ہی دونوں نے دھمکی آمیز باتیں بھی کیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اصحابؓ کو حکم دیا کہ ان کو رات کے لئے عزت و احترام سے ٹھہرایا جائے صبح ان سے بات ہوگی۔

دوسری طرف خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے باپ کے خلاف بغاوت کر دی اور باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا یہ واقعہ منگل کی رات 10 / جمادی الاول 7ھ ہجری کا ہے۔ (فتح الباری)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اس واقعہ کا علم وحی کے ذریعہ سے ہوا۔ چنانچہ صبح ہوئی اور دونوں فارسی نمائندے حاضر ہوئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا تم اس کے حکم سے آزاد ہو۔ انہوں نے حیرانی سے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہے کہ آپ کیا بات کہہ رہے ہیں۔ اتنی بڑی بات کیا ہم اپنے بادشاہ کو لکھ کر بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اسے میری بات کی خبر بھیج دو۔ اور اس سے یہ کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی۔ اور اس سے یہ بھی کہہ دو کہ جہاں تک کسریٰ پہنچا ہے اس سے آگے بڑھتے ہوئے اس جگہ جا کر رکیں گے جہاں اس کے اونٹ اور گھوڑے کے قدم نہیں جا سکے اور تم اس سے یہ کہہ دینا کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے اقتدار میں ہے وہ میں تمہیں دے دوں گا۔ تمہیں تمہاری قوم کا بادشاہ بنا دوں گا۔ اس کے بعد وہ دونوں مدینہ سے روانہ ہو کر باذان کے پاس پہنچے اور ساری تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کے پاس خط آیا کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ شیرویہ کی طرف سے خط میں یہ ہدایت تھی کہ جس شخص کے بارے میں میرے والد نے تمہیں لکھا ہے اسے تا حکم ثانی نہ چھیڑا جائے۔

اس واقعہ کے بعد باذان اور فارس کے جو رفقاء وہاں موجود تھے مسلمان ہوگئے۔ (فتح الباری)

3.109.5۔ قیصر بادشاہ روم ہرقل کے نام خط

7ھ ہجری ، 628ء

خط کا مضمون درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے اوراس کے رسول محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے ہرقل عظیم روم کی طرف اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ سلامتی پاؤ گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمہارا اجر دوگنا کر دے گا۔ اگرتم نے روگردانی کی تو تم پر تمہاری رعایا کا بھی گناہ ہوگا۔

اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے اور ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اسکے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے بجائے بعض کو بعض کا رب نہ بنائیں پس اگر لوگ رخ پھیر دیں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔ (صحیح بخاری)

اس خط کو لے جانے کے لئے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت وحیہ بن خلیفہ کلبی کو مقرر کیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو حکم دیا کہ وہ یہ خط سربراہ بصریٰ کے حوالے کر دیں وہ یہ خط قیصر کے پاس پہنچا دے گا۔ خط جب قیصر کی خدمت میں پیش ہوا تو اس نے دربار میں پوچھا کہ ان کے علاقے کے لوگ تجارت کی عرض سے شام آتے رہتے ہیں کیا کچھ لوگ یہاں ایسے ہیں جو ان کو جانتے ہوں۔ اگر ہوں تو میرے دربار میں پیش کیا جائے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب نے ان سے بیان کیا کہ ہرقل نے ان کو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے دربار میں بلوالیا۔ یہ جماعت صلح حدیبیہ کے بعد شام کی تجارت پر گئی تھی۔ یہ لوگ ایلیاء (بیت المقدس) میں اس کے پاس حاضر ہوئے جب یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے تو قیصر روم کے اردگرد بڑے بڑے لوگ موجود تھے پھر اس نے ترجمان کو بلایا اور اس کے ذریعہ گفتگو کا آغاز کیا۔

قیصر نے کہا کہ یہ شخص جو اپنے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو نبی کہتا ہے اس سے تمہارا کون سا

آدمی سب سے زیادہ قریبی نسبی تعلق رکھتا ہے۔ ابوسفیان نے کہا میں ان سب سے زیادہ قریب النسب ہوں۔

ہرقل نے کہا! اسے میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کر کے اس کی پشت کے ساتھ بٹھا دو۔

اس کے بعد قیصر روم نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے میں کچھ سوال کروں گا۔ اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کو جھٹلا دینا۔

ابوسفیان نے کہا کہ اگر جھوٹ بول کر بدنامی کا ڈر نہ ہوتا تو میں یقیناً جھوٹ بولتا۔

ہرقل نے سوالات کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے ابوسفیان سے پوچھا۔

ہرقل : تم لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے۔

ابوسفیان : وہ اونچے نسب والا ہے۔

ہرقل : جو بات وہ کہتا ہے وہ اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی

ابوسفیان : نہیں

ہرقل : اس کے باپ دادا میں کوئی باشاہ گزرا ہے۔

ابوسفیان : نہیں

ہرقل : اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی یا کمزوروں نے

ابوسفیان : کمزوروں نے

ہرقل : ان کے ماننے والے بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں

ابوسفیان : بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل : کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے۔

ابوسفیان : نہیں

ہرقل : اس نے جو دعوہ کیا ہے کیا اسے کہنے سے پہلے تم لوگوں نے اسے جھوٹ بولتے ہوئے سنا۔

ابوسفیان : نہیں

ہرقل : کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے۔

ابوسفیان : نہیں۔ البتہ ہم نے ان سے صلح کا ایک معاہدہ کیا ہے اب معلوم نہیں وہ اس پر قائم رہتے ہیں یا نہیں۔(ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس جملہ کے علاوہ مجھے کہیں اور کچھ اضافہ کرنے کا موقع نہ ملا)

ہرقل : کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے۔

ابوسفیان : جی ہاں

ہرقل : تمہارے اور ان کی جنگ کیسی رہی۔

ابوسفیان : جنگ ہم برابر کی چوٹ ہے کبھی وہ جیتتے ہیں اور کبھی ہم۔

ہرقل : وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں۔

ابوسفیان : وہ کہتے ہیں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ تمہارے باپ دادا جو کہتے ہیں اسے چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاکدامنی اور قرابت داری میں حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں۔

اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ تم اس شخص (ابوسفیان) سے کہو کہ میں نے تم سے اس شخص (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم) کا نسب پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب سے ہیں اور دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب سے بھیجے جاتے ہیں۔

میں نے ان سے پوچھا تھا کہ ان (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے تم میں سے کسی نے ایسی بات کی ہے تو تم نے کہا نہیں۔ اگر تم کہتے ہاں تو میں سمجھتا کہ وہ اس کی نقالی کر رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہے تو تم نے کہا نہیں۔ اگر ہاں کہتے تو میں یہ سمجھتا کہ یہ اپنے باپ دادا کی بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں۔

میں نے دریافت کیا تھا کہ تم نے اس سے پہلے ان کے منہ سے کوئی جھوٹی بات سنی تھی تو تم نے کہا نہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں جو لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ کے ساتھ اور اس کے لئے بھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

میں نے پوچھا تھا کہ ان کے ماننے والوں میں زیادہ تر لوگ بڑے ہیں یا کمزور ہیں تو تم نے کہا

کہ زیادہ تر کمزور لوگ ان پر ایمان لائے ہیں ۔ اور حقیقت یہی ہے کہ ہر پیغمبر کے ماننے والے شروع میں کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں

میں نے پوچھا کہ ایک دفعہ ان کے دین میں داخل ہو کر کوئی واپس مرتد ہوا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایمان کی بشاشت جب دلوں میں گھس جاتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے ۔

میں نے دریافت کیا تھا کہ وہ بدعہدی کرتا ہے تو تم نے بتایا کہ نہیں اور پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں وہ بدعہدی نہیں کرتے ۔

میں نے پوچھا وہ کن باتوں کا حکم دیتے ہیں تو تم نے تمام اچھے اوصاف بتائے جس کا وہ حکم دیتے ہیں ۔

اس کے بعد ہرقل نے کہا کہ اگر تم نے جو باتیں بتائیں ہیں ۔ اگر وہ صحیح ہیں تو یہ شخص بہت جلد میرے دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا ۔ میں جانتا تھا کہ ایک نبی (ﷺ) آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا ۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو میں ان سے ملاقات کو ضرور جاتا ۔ اگر ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا ۔

اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خط منگایا اور دربار کو پڑھ کر سنایا اور لوگوں سے اس کے بارے میں رائے لی ۔

اسی دوران ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو باہر بھیج دیا گیا ۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں انتہائی سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ معاملہ بہت زور پکڑ گیا ہے ۔ ان سے (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے) رومیوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے اس کے بعد مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا دین غالب آ کر رہے گا ۔ یہاں تک کہ اللہ نے میرے اندر بھی اسلام کو داخل کر دیا ۔

قیصر روم (ہرقل) پر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خط کا اثر حضرت ابوسفیان اپنی آنکھ سے دیکھ چکے تھے اس کے علاوہ ہرقل نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خط لانے والے صحابی حضرت وحید کلبی کو قیمتی تحائف سے نوازا تھا ۔

3.109.6۔حاکم یمامہ ہوذہ بن علی کے نام خط

7 ہجری ، 628ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہوذہ بن علی کے لئے

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخری حد تک غالب آ کر رہے گا۔ لہٰذا اسلام لاؤ تو سلامتی پاؤ گے اور تمہارے ماتحت جو کچھ ہے اسے تمہارے لئے برقرار رکھوں گا۔

اس خط کو لے کر حضرت سلیط بن عمرو عامری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حاکم یمامہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے آپ کی مہمان نوازی کی اور مبارک باد دی۔ حضرت سلیط (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے خط پڑھ کر سنایا تو اس نے درمیانہ سا جواب دیا اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو لکھا۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلم) جس کی دعوت دیتے ہیں اس کی بہتری اور عمدگی کا کیا پوچھنا۔ میں اپنی قوم کا شاعر اور ان کا خطیب ہوں اور سارے عرب پر میرے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ہیبت بیٹھی ہوئی ہے۔ اس لئے کچھ ذمہ داریاں میرے حوالے کر دیں۔ اس نے حضرت سلیط (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تحائف بھی دیئے اور ہجر کا بنا ہوا کپڑا بھی دیا۔ حضرت سلیط (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ تحائف لے کر حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچے اور ساری کارگزاری سنائی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خط پڑھ کر فرمایا کہ اگر وہ زمین کا ایک ٹکڑا بھی طلب کرے گا تو میں اس کو نہیں دوں گا۔ وہ خود بھی تباہ ہوگا اور اس کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ بھی تباہ کرے گا۔ پھر جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) فتح مکہ سے واپس آئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ ہوذہ کا انتقال ہو گیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یمامہ سے ایک کذاب نمودار ہونے والا ہے جو میرے بعد قتل کیا جائے گا۔ صحابہؓ نے پوچھا، یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اسے کون قتل کرے گا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ تم اور تمہارے ساتھی اور پھر ایسا ہی ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ سے واپس ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو اس کے مرجانے اور جہنم واصل ہونے کی اطلاع دی۔ (زادالمعاد)(الوفا)

3.109.7۔حاکمِ دمشق حارث بن ابی شمر غسانی کے نام خط

ربیع الاول 7ھ ہجری ، 628ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی طرف۔

اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور ایمان لائے اور تصدیق کرے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کے اللہ پر ایمان لاؤ، جو تنہا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور تمہارے لئے تمہاری بادشاہت باقی رہے گی۔

حضرت شجاع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن وہب کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا گیا۔ ان کا تعلق قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تھا جب یہ خط انہوں نے حاکم دمشق کے حوالے کیا تو اس نے کہا کہ میری بادشاہت کون چھین سکتا ہے۔ میں اس پر یلغار کرنے والا ہوں وہ اسلام نہیں لایا۔

جبلہ بن ایہم کے پاس بھی حضرت شجاع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن وہب رسول اللہ ﷺ کو خط لے کر گئے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جوابی خط لکھا اور اپنے اسلام لانے کے متعلق عرض کیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت تک وہ مسلمان رہا۔ حج کے لئے حاضر ہوا، طواف کر رہا تھا کہ بنی فزارہ کے ایک آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا اور اس کی چادر کھل گئی۔ اس نے اس شخص کو اس قدر زور سے تھپڑ مارا کہ اس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ حضرت عمر ؓ کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی گئی۔ آپ ؓ نے اس سے فرمایا کہ اس شخص کو راضی کر لو یا میں تجھ سے قصاص لوں گا۔ اس نے کیا کہ اسلام میں ایک بادشاہ اور ایک عام آدمی میں کوئی امتیاز نہیں ہے تو میں نصرانی بن جاتا ہوں۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ یہ ارتداد ہے اور مرتد ہونے کی صورت میں تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ آج رات مجھے غور و فکر کرنے کی اجازت دی جائے۔ رات ہی رات وہ اور اس کے تمام ساتھی اپنا ساز و سامان لے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس نے نصرانیت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مرا۔ (الوفا)

حرث بن عبد کلال حمیری شاہ یمن کے پاس حضرت مہاجر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی امیہ مخزومی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط لے کر گئے۔

3.110۔ام المومنین حضرت امِ حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نکاح

7ھ ہجری ، 628ء

ام المومنین حضرت امِ حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا اصل نام رملہ ہے اور امِ حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کنیت ہے آپ حضرت ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی ہیں۔ آپؓ کی والدہ کا نام صفیہ بنتِ ابوالعاص تھا جو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پھوپھی تھیں۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت عبید اللہ بن جحش سے ہوا۔ حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش ابتداء ہی میں مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں ان کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ تھا اسی کے نام پر آپ کی کنیت ہے۔ کچھ عرصے بعد عبید اللہ بن جحش اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گئے لیکن حضرت امِ حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اسلام پر قائم رہیں۔ (مستدرک)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جب ان کی اس حالت کا پتہ چلا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو نجاشی کے پاس بھیجا اور لکھا کہ ام حبیبہؓ کا عقد میرے ساتھ کر دو۔ نجاشی کو جب یہ پیغام پہنچا تو اس نے خاص لونڈی ابرہہ کے ذریعے حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام کی خبر دی۔ حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور خوشی سے اپنے زیور اتار کر ابرہہ کو انعام کے طور پر دے دیئے اور حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سعید بن ابوالعاص کو جو ان کے ماموں زاد بھائی تھے وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیج دیا۔

نجاشی نے حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور دوسرے صحابہؓ کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے ان کے سامنے نکاح کا خطبہ دیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ نکاح کے بعد نجاشی نے اہل مجلس سے کہا کہ انبیاءؑ کی سنت ہے کہ شادی کے بعد کھانے کی دعوت دیتے ہیں پھر اس نے سب کو کھانا

کھلا یا اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی، نکاح کے بعد نجاشی نے حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو حضرت شرجیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حسنہ کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔

حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بعثت کے سترہ (17) برس پہلے پیدا ہوئیں۔ 7ھ ہجری میں حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نکاح میں آئیں۔ نکاح کے وقت آپ ؓ کی عمر سینتیس (37) برس تھی۔ حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال 44ھ ہجری میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی عمر چوہتر (74) سال تھی آپ کی تدفین مدینہ کے مقدس قبرستان جنت البقیع ہوئی۔

اس وقت حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا دورِ حکومت تھا۔

3.111 ۔ قیامت کی دس نشانیاں بیان فرمائیں

7ھ ہجری ، 628ء

حضرت حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اسید سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک بالا خانے میں تھے اور ہم نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں جھانکا اور فرمایا! تم کیا تذکرہ کررہے تھے ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا تذکرہ کررہے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک یہ دس نشانیاں نہ ہوں گی۔

(1) خسف، ایک مشرق میں (خسف زمین کے دھسنے کو کہتے ہیں)

(2) خسف، دوسرا مغرب میں

(3) خسف، تیسرا جزیرہ عرب میں

(4) دھواں، (اس سے مراد یا تو قحط ہے جو قریش میں ہوا تھا، یا وہ دھواں ہوگا جس سے کافروں کا دم گھٹنے لگے گا اور مسلمانوں کو زکام کی سی کیفیت ہوگی یہ قیامت کے قریب ہوگا)

(5) دجال

(6) دابۃ الارض، زمین کا ایک جانور ہوگا جو مکہ میں زمین سے نکلے گا اس کی بہت سی علامات

کتب میں موجود ہیں

(7) یاجوج ماجوج

(8) سورج کا مغرب سے نکلنا، یہ توبہ کا دروازہ بند ہونے کی علامت ہے۔

(9) آگ، ایک آگ جو عدن کے کنارے سے نکلے گی اور سب کو ہانک کر لے جائے گی۔

(10) حضرت عیسٰی علیہ سلام کا نزول، اس روایت میں دسویں علامت کا ذکر نہیں۔

دوسری روایت میں حضرت عیسٰی علیہ سلام کا نزول اور ایک روایت میں وہ آندھی ہے جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔ (مسلم ، ترمذی ، ابوداؤد ، ابن ماجہ)

3.112 ۔ غزوۂ غابہ (غزوۂ ذی قرد)

7 ہجری ، 628ء

اس غزوۂ کے ہیرو حضرت سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اکوع ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اونٹنیاں اپنے غلام رباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ایک چرواھے کے ساتھ چرنے کے لئے بھیجی تھیں، اور میں بھی حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گھوڑا لئے ان کے ساتھ تھا کہ اچانک بنوفزارہ کے عبدالرحمٰن فزاری نے چھاپا مارا، چرواہے کو قتل کیا اور اونٹنیاں ہانک کر لے گیا۔

میں نے رباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ یہ گھوڑا لو اور ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پہنچا دو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر کر دو۔ پھر میں نے مدینہ کی طرف جا کر روائتی انداز سے مدینہ والوں کو حملہ کی اطلاع دی اور پھر حملہ آوروں کے پیچھے چل پڑا ان پر تیر برسانے شروع کئے۔ اگر ان کا کوئی سردار میری طرف بڑھتا تو میں چھپ جاتا جب وہ پہاڑ کے تنگ راستے میں داخل ہوئے تو میں پہاڑ پر چڑھ کر ان پر تیر اور پتھر برسانے لگا۔ یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جتنی اونٹنیاں پکڑی تھیں وہ سب چھوڑ دیں اور انہوں نے بھاگنے کے لئے اپنا سامان بھی وزن ہلکا کرنے کے لئے پھینک دیا، میں ایک پہاڑ پر بیٹھ گیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے سواروں کو آتے ہوئے دیکھا۔

جن میں حضرت اخرم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت

مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اسود آگے آگے تھے۔ حضرت اخرم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قریب پہنچ کر عبدالرحمٰن فزاری کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ لیکن عبدالرحمٰن نے نیزا مار کر حضرت اخرم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دیا۔ اس دوران حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے قریب پہنچ گئے اور نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ پھر ہم نے اس کے ساتھیوں کو پیچھے بھگانا شروع کیا۔ سورج ڈوبنے سے پہلے وہ ایک گھاٹی میں پہنچے جس میں ذی قرد نام کا ایک چشمہ تھا۔ وہ لوگ پیاسے تھے اور پانی پینا چاہتے تھے لیکن میں مسلسل ان کا پیچھا کرتا رہا اور ان کو ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں پینے دیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے شہسواروں کے ساتھ سورج ڈبنے کے بعد میرے پاس پہنچ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ سب پیاسے تھے اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے سو آدمی دے دیں تو میں زین سمیت ان سے تمام گھوڑے چھین کر لے آؤں اور ان کی گردنیں پکڑ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کر دوں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے اکوع کے بیٹے اب تم ان پر قابو پا گئے ہو تو ان سے نرمی سے کام لو۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بنوغطفان میں ان کی مہمان نوازی ہو رہی ہے۔

اس غزوہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اس غزوہ میں سب سے بہتر سوار حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور سب سے بہتر پیادہ حضرت سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اکوع ہیں۔ حضرت سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن اکوع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خوش ہو کر مدینہ واپس جاتے وقت مجھے اپنی اونٹنی عضباء پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ اس غزوہ میں جاتے وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حاکم بنا کر گئے اور اس غزوہ میں پرچم حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمرو کے ہاتھ میں تھا۔ (فتح الباری)

3.113 ۔ غزوۂ خیبر

محرم 7 ہجری ، 628ء

3.113.1 ۔ خیبر

خیبر: مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا شہر تھا جس میں قلعے بنے ہوئے تھے۔ یہاں کھیتیاں بھی تھیں اور ایک بستی میں لوگ رہتے تھے۔ مدینہ میں جب یہودیوں کی سازشیں بہت بڑھ گئیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنونضیر اور بنوقریظہ کو وہاں سے نکال دیا تھا تو وہ یہاں خیبر میں آ کر بس گئے تھے جس کی وجہ سے یہ شہر بڑا ہو گیا اور اس کی اہمیت بھی بڑھ گئی۔

یہودیوں کو جن کی حرکتوں کی وجہ سے نکالا گیا تھا وہ انہوں نے نہیں چھوڑیں وہ یہاں آ کر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ مسلمانوں کے خلاف مسلسل سازشیں، آس پاس کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی بھی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اور اب آس پاس کے علاقوں میں مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑھ کر گڑھ بن گیا تھا۔

مسلمان ان کے خلاف کوئی باقاعدہ کاروائی اس لئے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ بڑے دشمن کفارِ مکہ سے الجھے ہوئے تھے۔ اب صلح حدیبیہ کی وجہ سے ان سے معاہدہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو ان کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو ضرورت اس بات کی تھی کہ سب سے پہلے ان سازشیں کرنے والوں کا صفایا کیا جائے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ☆ (سورۃ الفتح ۔۲۰)

ترجمہ: اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا کہ تم ان کو حاصل کرو گے۔ سو اس نے غنیمت کی تمہارے لئے جلدی فرمائی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے غرض یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لئے (اللہ کی) قدرت کا نمونہ ہو اور وہ تم کو سیدھے رستے پر چلائے۔

3.113.2 ۔ خیبر کی مہم

محرم 7 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صلح حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد سب سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مختلف حاکموں اور بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط لکھ کر روانہ فرمائے اور پھر دوسری بڑی مہم خیبر کی سرکوبی کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) محرم کے آخیر میں صرف ان لوگوں کو لے کر جنہوں نے بیعتِ رضوان میں حصہ لیا تھا، خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جن کی تعداد چودہ (1400) سو تھی۔

اس دوران مدینہ کا انتظام حضرت سباع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عرفطہ غفاری کے حوالے کی۔ لیکن ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ حضرت نمیلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ لیثی کو ذمہ داری دی گئی تھی۔

جب عبداللہ بن ابیؔ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیبر پر چڑھائی کا ارادہ کر رہے ہیں تو اس نے خیبر والوں کو پیغام بھجوایا کہ ہوشیار ہو جاؤ، ڈرنا نہیں خوب تیاری کر لو کیونکہ تمہارے پاس جنگی سامان اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہے مسلمان تھوڑے ہیں اور ان کے پاس جنگی سامان بھی کم ہے۔

خیبر کے مشرکین اور یہود کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً کنانہ بن ابی الحقیق اور ہوذہ بن قیس کو مدد کے لئے بنو غطفان کے پاس روانہ کیا۔ کیونکہ یہ خیبر کے یہود کے حلیف اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ اس پر یہ کہ یہود نے ان کو یہ پیشکش کر دی کہ اگر ہم نے مسلمانوں پر فتح حاصل کر لی تو خیبر کی نصف پیداوار انہیں دے دیں گے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر جانے کے لئے جس راستے کا انتخاب کیا وہ جبل عصر کو پار کر کے وادی صہباء سے گزر کر وادی رجیع میں پہنچے۔ یہ وہی وادی ہے جہاں عضل اور قارہ کی غداری کی وجہ سے بنولحیان کے ہاتھوں آٹھ صحابہؓ بے دردی سے شہید کر دیئے گئے تھے اور دو صحابہ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکڑ کر مکہ والوں کے حوالے کر دیا تھا وہاں انہوں نے انہیں شہید کر دیا تھا۔ رجیع اور بنوغطفان کی آبادی ایک دن ایک رات کی مسافت پر تھی۔ بنوغطفان خیبر میں یہود کی مدد کرنے نکل پڑے تھے راستے میں خبر ملی کہ ان کے پیچھے مسلمانوں نے ان کے گھروں پر حملہ کر دیا تو وہ

واپس پلٹ گئے ۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس راہ پر جو مسلمانوں کو راستہ بتا رہا تھا اس کا نام حسیل تھا اس سے کہا کہ ہمیں ایسے راستہ سے خیبر لے جائے جس سے شہر میں داخل ہونے کے لئے مدینہ کے بجائے شام والے رستے سے داخل ہوں ۔ تا کہ یہود کو شام کی طرف بھاگنے کا راستہ بند کر دیا جائے ۔

دوسری طرف بنو غطفان اور یہود کے درمیان مسلمان فوج کو رکھا تا کہ ان کی وہاں سے سپلائی لائن کاٹ دی جائے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو راہبر نے مختلف راستوں کے بارے میں بتایا پھر ایک راستہ کا نام مرحب (کشادگی) تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے راستہ پر چلنا مناسب سمجھا خیبر کی وادی صہباء میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ اکرام ؓ نے کھانا کھایا اور وہاں ہی مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں ۔ (مغازی الواقدی)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں ہی رات گزاری ۔ یہود کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وہاں پہنچنے کی بالکل خبر نہیں تھی ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صبح اول وقت فجر کی نماز پڑھی اور خیبر کی طرف روانہ ہوئے ۔ خیبر کے لوگ صبح صبح کھیتی باڑی کے لئے نکلے تو دیکھا کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لشکر خیبر پر حملہ کرنے آ رہا ہے تو وہ ڈر کر واپس بھاگے اور چیختے ہوئے لوگوں کو بتلا رہے تھے ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا! اللہ اکبر، خیبر تباہ ہوا، اللہ اکبر خیبر تباہ ہوا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترے ہیں تو ان ڈرے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے ۔ (بخاری)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک جگہ پڑاؤ کیلئے منتخب کی تو ایک صحابی حضرت حباب بن منذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ بتائیے یہ جگہ اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پڑاؤ کے لئے حکم دیا ہے یا محض ایک جنگی تدبیر اور رائے ہے ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہ صرف ایک رائے ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ جگہ مناسب نہیں ہے ۔ یہ مقام قلعہ نطاۃ سے بہت قریب ہے اور خیبر کے سارے جنگجو افراد اسی قلعہ میں ہیں انہیں ہمارے معاملات اور حالات کا پورا پورا علم رہے گا اور ہمیں ان کی خبر نہ ہوگی ان کے تیر ہم تک پہنچ جائیں گے اور ہمارے تیر ان تک نہیں پہنچیں گے اور

ہم ان کے اچانک حملہ سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ پھر یہ مقام کھجوروں کے درمیان ہے اور پستی میں ہے اور یہاں کی زمین وبائی ہے۔ مناسب یہ ہوگا کہ ہم کسی اور جگہ پڑاؤ کریں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی رائے کو قبول کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر سمیت دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔

3.113.3 ۔ جنگ کی تیاری اور خیبر کے قلعے

محرم 7 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کے وقت خیبر کے قریب پہنچنے کے بعد حضرت حباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن منذر کے مشورے سے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ صبح میں ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول بھی محبت کرتے ہیں۔ صبح ہوئی تو صحابہ اکرامؓ حضور اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈے کی سعادت اسے ملے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب کہاں ہیں۔ صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا ان کی آنکھیں دکھنے آئی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! انہیں بلاؤ وہ لائے گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ وہ فوراً شفایاب ہو گئے ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا پھر ان کو جھنڈا عطا فرمایا گیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اطمینان سے جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترو۔ ان کو اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ تعالیٰ کے جو حقوق واجب ہوتے ہیں ان سے آگاہ کرو۔ واللہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

3.113.4 ۔ خیبر کے قلعوں کا نقشہ

محرم 7ھ ہجری ، 628ء

خیبر کی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی ایک حصہ میں پانچ قلعے تھے۔

(1) حصن نائم

(2) حصن صعب بن معاذ

(3) حصن قلعہ زبیر

(4) حصن ابی

(5) حصن نزار

ان تینوں قلعوں پر مشتمل حصہ نطاہ کہلاتا تھا اور دو قلعوں پر مشتمل علاقہ شق نام سے مشہور تھا۔

خیبر کی آبادی کا دوسرا حصہ کتیبہ کہلاتا تھا اس میں تین قلعہ تھے۔

(1) حصن قموص (یہ قبیلہ بنونضیر کے خاندان ابوالحقیق کا تھا)

(2)۔حصن وطیح۔ (3)۔حصن سلالم۔

ان آٹھ قلعوں کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں جو کہ چھوٹی اور قوت وحفاظت میں ان قلعوں سے کم تھیں۔

3.113.5 ۔ قلعہ ناعم پر حملہ

محرم 7ھ ہجری ، 628ء

خیبر کے آٹھ قلعوں میں سب سے پہلے قلعے ناعم پر حملہ کیا گیا یہ محل وقوع کے حساب سے یہود کی پہلی دفائی لائن تھی اس قلعہ میں مرحب نامی شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر مانا جاتا تھا۔ یہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لشکر لے کر اس قلعے کے سامنے پہنچے اور پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جو مرحب اور اس کے ساتھیوں نے مسترد کر دی اور مرحب نے میدانِ جنگ میں آ کر مبارزت دی۔ جس کے مقابلہ کے

لئے حضرت عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نکلے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا حضرت عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے نیچے سے مارنا چاہا تو تلوار اس کی پنڈلی پر لگی مگر اچٹ کر ان کے گھٹنے پر بھی لگی جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے اور ان ہی زخموں کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے لئے دُھرا اجر ہے وہ بڑے جانباز مجاہد تھے ان جیسا عرب کی سرزمین میں کم ہی ہوں گے۔ (صحیح بخاری)

حضرت عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد مرحب سے مقابلہ کے لئے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگے آئے اور اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے جنگل کے شیر کی طرح خوفناک۔ میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری دوں گا۔ اس کے بعد جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مرحب کے قریب پہنچے تو آپؓ نے مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ ایک ہی وار میں ڈھیر ہو گیا۔ پھر مرحب کا بھائی یاسر نکلا اس کے مقابلہ میں حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نکلے اور یاسر کو حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قتل کر دیا۔

اس کے بعد زوردار جنگ ہوئی اور یہودیوں کے کئی سردار مارے گئے اور دوسرے یہودی پسپا ہوتے ہوئے دوسرے قلعوں کی طرف بھاگ گئے اور قلعہ ناعم پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

3.113.6 ۔ قلعہ صعب بن معاذ پر حملہ

محرم 7 ہجری ، 628ء

قلعہ ناعم نے فتح کرنے کے بعد دوسرا سب سے محفوظ قلعہ یہی تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن منذر کو لشکر کی کمان دے کر اس قلعہ پر حملہ کے لئے بھیجا تین دن تک قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا پھر تیسرے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خصوصی دعا فرمائی۔

اس دعا کے بعد مسلمانوں نے قلعہ پر حملہ کیا۔ حملہ کرنے والوں میں بنو اسلم کے لوگ پیش پیش تھے۔ زبردست لڑائی کے بعد سورج ڈوبنے سے پہلے قلعہ صعب بن معاذ فتح ہوگیا۔ اس قلعہ سے مال غنیمت میں تمام قلعہ کے مقابلہ میں زیادہ خوراک، چربی اور منجنیقیں اور دبابے ملے۔ دبدبے ان لکڑی کی مضبوط بند گاڑیوں کو کہتے ہیں جن کے نیچے سے کئی آدمی گھس کر قلعے کی فصیل تک جا پہنچے تھے۔ اور دشمن کی زد سے محفوظ رہتے ہوئے فصیل میں شگاف لگاتے تھے۔ اس کی موجودہ شکل ٹینک ہے۔ (ابن اسحٰق)

اس جنگ میں شدید بھوک کی وجہ سے گدھے ذبح کر کے پکنے کے لئے رکھ دیئے گئے لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا گوشت کھانے سے منع کر دیا۔

(ابنِ اسحٰق)

3.113.7۔ گھوڑے اور گدھے کے گوشت کی حرمت

محرم 7 ہجری، 628ء

گھوڑے، گدھے اور پنجے والے جانور حرام قرار دیئے گئے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہر اس درندے کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے جو کچلی والا ہو اور ہر اس پرندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے جو پنجہ سے شکار کرتا ہو جیسے باز وغیرہ۔ (مسلمؒ)

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کے دن گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت کی تھی اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت دے دی تھی۔

(صحیح بخاری و مسلم)

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا قول یہ ہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔

حضرت امام شافعیؒ اور حنفیہ سے حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا حلال ہے۔

(مظاہرِ حق)

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھوڑے، خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، النسائی)

3.113.8 ۔ قلعہ زبیر کی فتح

محرم 7ھ ہجری ، 628ء

قلعہ ناعم اور قلعہ صعب بن معاذ فتح ہونے کے بعد نطاۃ کے سارے یہود قلعہ زبیر میں جمع ہو گئے۔ یہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا اور دوسرے قلعوں کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ تھا۔ اس کے گرد بھی محاصرہ قائم کر دیا گیا اور تین دن تک ان کو محصورر ہنے پر مجبور کر دیا۔ اس قلعہ میں ان کے پاس کھانے پینے کا وافر سامان تھا۔ اگر مسلمان ایک ماہ تک بھی محاصرہ رکھتے تو ان کے پاس اس کا بندوبست تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے قلعہ کے باہر سے ان کی پانی کی سپلائی کاٹ دی جس سے وہ مجبور ہو گئے اور دس یہودی مارے گئے اس کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔

3.113.9 ۔ قلعہ ابی کی فتح

محرم 7ھ ہجری ، 628ء

قلعہ زبیر کے بچے کچے لوگ قلعہ ابی میں جمع ہو گئے مسلمانوں نے اس کا بھی محاصرہ کر لیا ایک دو یہودی مبارزت کے لئے باہر نکلے اور مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ پھر ایک یہودی سے لڑائی کرتے ہوئے سرخ پٹی باندھنے والے جان فروش حضرت ابودجانہ سماک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن خرشہ انصاری اس کو قتل کر کے تیزی کے ساتھ قلعہ کے اندر گھس گئے اور ان کے پیچھے دوسرے مجاہدین صحابہؓ بھی اندر چلے گئے اندر زوردار جنگ ہوئی آخر کار یہودی پسپا ہو گئے اور قلعہ نزار کی طرف بھاگ گئے جو کہ ایک طرف کی آبادی کا آخری قلعہ تھا۔

3.113.10۔ قلعہ نزار کی فتح

محرم 7 ہجری ، 628ء

یہ ایک انتہائی محفوظ قلعہ تھا جس میں داخلہ بہت مشکل تھا، اس قلعہ میں ان کے عورتیں اور بچے بھی تھے۔ مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور یہودیوں پر دباؤ بڑھاتے گئے اور اس دوران اندر جانے کی ترکیبیں سوچتے رہے۔

یہود کو باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ قلعہ کے اوپر سے مسلمانوں پر تیر اور پتھر پھینک رہے تھے جب اس قلعہ کو فتح کرنے میں دشواری ہونے لگی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منجنیقیں لگانے کو کہا اور اس کے ذریعہ قلعہ کی دیوار پر پتھر برسائے جس کی وجہ سے قلعہ کی دیوار میں شگاف ہو گیا۔ اس رستے سے مسلمان قلعے کے اندر داخل ہوگئے۔ یہودیوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن زیادہ دیر تک ٹک نہ سکے قلعہ سے نکل کر بھاگنے لگے اور بھاگتے ہوئے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ نہ لے جا سکے اور انہیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ اس طرح آبادی کے ایک حصے کے تمام قلعے مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔ نطاۃ اور شق کا علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ آچکا تھا اب یہودی کتیبہ میں جمع ہوگئے تھے۔

3.113.11 ۔ قلعہ قموص کی طرف لشکر کشی

محرم 7 ہجری ، 628ء

قلعہ قموص ابی الحقیق یہودی کا قلعہ تھا جو دوسری طرف کے تین قلعوں میں سے سب سے مضبوط تھا یہ قلعہ بھی مختصر سی مزاحمت کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آگیا۔ اور اس کے بعد باقی قلعہ بغیر جنگ کے ہی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کتیبہ کے علاقے میں آئے تو وہاں کے قلعوں کا بہت سختی سے محاصرہ کیا گیا جو چودہ روز تک جاری رہا لیکن کوئی یہودی قلعوں سے باہر نہیں نکل رہا تھا۔ یہاں تک کہ ابن ابی الحقیق نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پیغام بھجوایا کہ کیا میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

پاس آ کر بات جیت کرسکتا ہوں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اجازت دے دی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ کر اس نے اس شرط پر صلح کر لی کہ قلعہ کے اندر جو فوج ہے اس کی جان بخشی کر دی جائے گی اور ان کے بال بچے ان ہی کے پاس رہیں گے غلام نہیں بنائے جائیں گے وہ اپنا تمام مال مویشی سب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر کے خیبر سے نکل جائیں گے اتنا سامان لے جاسکتے ہیں جو ان کی پیٹھ پر آ جائے۔ اس شرط پر صلح ہوگئی اور تینوں قلعے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔ ابوالحقیق کے بیٹوں نے کچھ مال چھپا دیا جب اس سے پوچھا تو اس نے انکار کیا تو اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر وہ مال تمہارے پاس سے نکل آیا تو تمہاری گردن ماردی جائے گی اس نے کہا کہ ٹھیک ہے پھر تلاش کے بعد زمین میں دبا ہوا خزانہ مل گیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔ (ابن اسحٰق)

خیبر کی جنگ میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے چار مہاجرین میں سے اور گیارہ انصاری میں سے اور یہودیوں کے ترانوے (93) لوگ مارے گئے۔

3.113.12 ۔ مالِ غنیمت کی تقسیم

محرم 7 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ابوالحقیق نے معاہدہ کیا تھا جس میں خیبر سے نکل جانے کا حکم تھا۔ لیکن یہود نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخواستیں کی کہ ہمیں اسی سرزمین پر رہنے دیں۔ ہم اس کی دیکھ بھال کریں گے کیونکہ زمین کے بارے میں ہم آپ لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں دوسری طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس نہ اتنے افراد اور غلام تھے جو ان زمینوں کی دیکھ بھال کرتے اور نہ ان کو اتنی فرصت تھی۔ نہ ان کو کھیتی باڑی کا تجربہ تھا۔ اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کی زمین اس شرط پر یہودی کے حوالے کر دی کہ ساری کھیتی میں سے تمام پھلوں کی پیداوار کا آدھا یہود کو جائے گا اور آدھا مسلمان لیں گے اور معاہدہ جب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں گے برقرار رہے گا اور جب چاہیں گے ان کو جلاوطن کر دیں گے۔ اس زمین کا تخمینہ لگانے کی ذمہ داری حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لگائی گئی۔ خیبر کے مال کی تقسیم اس طرح سے کی گئی کہ اس کے چھتیس (36) حصے کئے گئے اور ہر حصہ

ایک سوحصوں کا مجموعہ تھا۔ اس کے دو حصہ کئے گئے ایک حصہ اٹھارہ سوحصوں پر مشتمل تھا۔ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام صحابہؓ میں تقسیم کیا اور خود بھی ایک حصہ لیا۔ باقی دوسرا حصہ جو اٹھارہ سوحصوں کے برابر تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے رکھ لیا۔

اس جنگ کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں صرف ان ہی صحابہؓ نے حصہ لیا تھا۔ جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی اور وہ لوگ جو کسی مجبوری کی وجہ سے نہ جا سکے تھے مالِ غنیمت میں ان کے لئے بھی حصہ رکھا گیا مالِ غنیمت اتنا زیادہ تھا کہ اس نے مسلمانوں کو آسودہ حال کر دیا۔

3.113.13 ۔ متعہ حرام قرار دیا گیا

محرم 7 ہجری ، 628ء

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ☆ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ☆ (سورۃ المؤمنون: ۶۔۵)

ترجمہ: اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو اُن کی مِلک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔

اس آیت سے مفسرین نے متعہ کی حرمت ثابت کی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بقول غزوۂ خیبر میں متعہ کی ممانعت کا حکم آیا۔

حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زمانۂ جنگ میں نکاح متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ربیع بن سبرہ جہنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے لوگوں میں نے تمہیں عورتوں

سے نکاح متعہ کی اجازت دی تھی اور تحقیق اللہ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کردیا ہے پس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہو تو اسے آزاد کردے اور ان سے جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے (واپس) نہ لے۔ (صحیح بخاری)

3.113.14۔ حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی واپسی اور اشعری صحابہؓ کی آمد

محرم 7ہجری ، 628ء

حضرت ابو موسیٰ الاشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم یمن میں تھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور کا علم ہوا تو ہم لوگ یعنی ابوموسیٰ اشعریؓ ان کے بھائی اور قبیلہ کے پچاس لوگ ایک کشتی میں سوار ہو کر مکہ کی طرف چلے مگر کشتی غلطی سے حبشہ کی طرف چلی گئی اور یہ لوگ حبشہ پہنچ گئے وہاں ان کی ملاقات حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہوئی انہوں نے بتایا کہ ہمیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں بھیجا اور ہم یہاں ٹھہر جائیں تو یہ لوگ بھی ان کے ساتھ ٹھہر گئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ نجاشی کو خط بھجوایا تو اس سے کہلوایا تھا کہ وہ حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کو واپس بھجوا دے۔ چنانچہ اس نے دو کشتیوں میں سوار کر کے انہیں روانہ کیا۔ یہ سولہ (16) آدمی تھے. ان کے ساتھ ان کے بچے تھے اور باقی لوگ مدینہ پہنچ چکے تھے۔

یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کو مالِ غنیمت میں حصہ دیا۔ (فتح الباری)

جب حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان کا استقبال کیا اور انہیں بوسہ دے کر فرمایا واللہ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہے۔ خیبر کی فتح کی یا حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آمد کی۔ (زاد المعاد)

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ قافلے میں جو افراد تھے ان کے نام یہ ہیں

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیوی

(1) حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عمیس

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیٹے

(2) حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جعفر

(3) حضرت عون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جعفر

(4) حضرت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جعفر

(5) حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سعید بن العاص بن امیہ

(6) حضرت امینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ خلفاء، (حضرت خالدؓ بن سعد کی بیوی)

(7) حضرت سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بن خالد، (حضرت خالدؓ بن سعید کی بیٹی)

(8) حضرت ام خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(9) حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سعید

(10) حضرت ابوموسیٰ الاشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(11) حضرت جہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن قیس

(12) حضرت حرث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن خالد

(13) حضرت محسینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بن فدار

(14) حضرت معمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبداللہ

(15) حضرت ابوطالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عمرو

(16) حضرت ملک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ربیعہ بن قیس

(17) حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن امیہ ضمری ان کو لینے گئے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اشعریوں کا وفد آیا تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے فرمایا تمہارے یہاں یمن کے لوگ آئے ہیں جو نہایت رقیق القلب اور نرم دل ہیں۔

3.113.15۔حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبولِ اسلام

محرم 7ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب غزوۂ خیبر کی مہم پر تھے تو مدینہ منورہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا جانشین حضرت سباح بن عرفطہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مقرر کیا تھا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں صبح فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسجد میں تشریف لائے آپؓ نے سلام قبول کر لیا تھا۔ نماز کے بعد حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت سباح بن عرفطہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی درخواست کی انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیبر کی مہم پر گئے ہوئے ہیں تو حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً خیبر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت سباح بن عرفطہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کے راستہ کا بندوبست کر دیا۔

جب آپ خیبر پہنچے تو اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مل کر بہت خوش ہوئے اور باقی اصحابؓ سے اجازت لے کر حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی مالِ غنیمت میں شریک کر لیا۔

3.113.16 ۔ سورج کو واپس لوٹانے کا واقعہ

محرم 7ہجری ، 628ء

حضرت اسمأ بنت عمیسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ خیبر کے قریب مقام صہباء میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا اور ابھی تک حضرت علیؓ نے نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی۔ عرض کیا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا کہ اے اللہ علیؓ تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں تھا۔ آفتاب کو واپس بھیج دے تا کہ نماز عصر اپنے

وقت پر ادا کر سکے۔ حضرت اسماء بنتِ عمیس ؓ فرماتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعائیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ اور امام ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل قرار دیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس کا نام **کشف اللبس عن حدیث ردّ شمس** رکھا۔ جس میں اس حدیث کے طرق اور اسانید پر کلام فرمایا ہے اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے۔
علامہ زرقانی نے بھی شرح مواہب میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا ہے۔
(سیرت المصطفیٰ ﷺ)

3.113.17 ۔ دوس کا وفد

7ھ ہجری ، 628ء

یہ وفد 7ھ ہجری کے شروع میں ستر (70) افراد کے ساتھ مدینہ منورہ آیا۔ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیبر میں تھے۔ انہوں نے خیبر جا کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی۔ اس قبیلہ کے سردار حضرت طفیل بن عمرو دوسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں تھے۔ پھر انہوں نے اپنی قوم میں واپس جا کر دعوت وتبلیغ کا کام کیا۔ لیکن قوم برابر ٹالتی رہی یہاں تک کہ حضرت طفیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان سے مایوس ہو گئے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبیلہ دوس کے لئے بد دعا کیجئے۔
آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے اللہ! دوس کو ہدایت دے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا کے بعد اس قبیلہ کے لوگ مسلمان ہو گئے جن میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی شامل تھے۔

3.114 ۔ام المومنین حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت حیَیّ سے نکاح

صفر 7 ہجری ، 628ء

حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنی نضیر کے سردار حیَیّ بن اخطب کی صاحبزادی تھیں۔ حیَیّ موسیٰ علیہ سلام کے بھائی ہارون بن عمران کی اولاد سے تھے۔ حضرت صفیہؓ کا پہلا نکاح سلام بن شکم قرظی سے ہوا۔ سلام کی طلاق دینے کے بعد کنانہ بن الحقیق النفری سے ہوا یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بدعہدی کے نتیجے میں غزوۂ خیبر کے موقعہ پر قتل ہوا اور حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) گرفتار ہوکر آئیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو لونڈی کے طور پر حضرت وحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دے دی۔ اس پر کسی نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا کہ وہ سردار کی بیٹی ہیں وہ آپ ﷺ کے شایان شان ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے وحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوسری کنیز دے دی اور حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اسلام کی دعوت دی وہ مسلمان ہوگئیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو آزاد کر کے خود نکاح کرلیا اور مہر ان کی آزادی قرار پائی۔ مدینہ منورہ واپسی میں سدصہبا پہنچ کر حضرت ام سلیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ان کو آراستہ کر کے دلہن بنایا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شادی ہوگئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دولہا کی حیثیت سے صبح کو کھجور، گھی، اور ستو ملا کر ولیمہ کھلایا اور وہاں تین روز قیام کیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے چہرے پر ایک زخم کا نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیبر آنے سے پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند اپنی جگہ سے ٹوٹ کر میری گود میں آگرا ہے۔ بخدا مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملہ کا تصور بھی نہ تھا، لیکن میں نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے میرے چہرے پر تھپڑ مارا اور کہا کہ یہ مدینہ میں جو بادشاہ ہے تو اس کی آرزو کررہی ہے۔

حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بڑی عقلمند، بردبار اور صاحب فضل وکمال عورت تھیں۔ ایک دفعہ آپ کی باندی نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے شکایت کی کہ آپؓ ہفتہ کو زیادہ محبوب رکھتی ہیں اور یہود کو عطیات دیتی ہیں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دریافت کیا تو فرمایا کہ جب سے اللہ نے مجھے ہفتہ

کے بدلے جمعہ عطا فرمایا ہے اس روز کے بعد کبھی ہفتہ پسند نہیں کیا۔ جہاں تک یہودیوں سے میری قرابت کا تعلق ہے تو میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے باندی سے پوچھا کہ تو نے شکایت کیوں لگائی تو اس نے کہا مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔ یہ سن کر آپ نے اسے کہا کہ جاؤ آج سے تم آزاد ہو۔ (شامی)

ام المومنین حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات 50ھ ہجری ماہِ رمضان میں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دورِ خلافت میں ہوئی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

عرب کا دستور تھا کہ وہ رشتہ داریوں کا بہت احترام کرتے تھے خاص طور پر دامادی کا رشتہ قبائل کے اندر ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔ داماد سے لڑنا، جنگ یا محاذ آزمائی کرنا بڑے شرم اور عار کی بات ہوتی تھی۔ اس دستور کو سامنے رکھتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مختلف شادیاں کیں۔ اس مقصد سے مختلف افراد اور قبائل کی اسلام دشمنی کا زور توڑ دیا گیا۔ ان کے بغض اور نفرت کی چنگاری بجھا دیں۔

حضرت امِ سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) قبیلہ مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں جو ابوجہل اور خالد بن ولید کا قبیلہ تھا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے شادی کی تو خالد بن ولید میں وہ سختی نہ رہی جو وہ جنگِ احد میں کر چکے تھے۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد انہوں نے اپنی مرضی سے اور خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابوسفیان کی صاحبزادی حضرت امِ حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے شادی کر لی تو پھر ابوسفیان مدمقابلہ نہ آئے۔ جب حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی زوجیت میں آئیں تو قبیلہ بنی المصطلق اور قبیلہ بنونضیر نے محاز آرائی چھوڑ دی۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عقد میں ان دونوں بیویوں کے آنے کے بعد تاریخ میں ان کے قبیلوں کی کسی شورش اور جنگ کا سراغ نہیں ملتا بلکہ حضرت جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی قوم کیلئے ساری عورتوں سے زیادہ بابرکت ثابت ہوئیں کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شادی کی تو ان کے قبیلہ کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا گیا جو کہ سو گھرانوں کے لوگ تھے اور کہا گیا کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سسرالی ہیں ان کے دلوں پر اس احسان کا زبردست اثر ہوا۔

3.115 ۔ زہریلا گوشت کھانے کا واقعہ

7 ہجری 628ء

خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دشمنوں کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے۔ ایک دن یہودیوں کے ایک سردار سلام بن شکم کی بیوی زینب بنتِ حارث نے ایک سالم بکری بھون کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدیہ بھیجا۔ اس نے آ کر پوچھا تھا کہ آپ ﷺ کو کون سے عضو کا گوشت پسند ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتایا تھا کہ دست ۔ اس نے دست کا گوشت لیا اور اس میں خوب زہر ملایا اور اس کا باقی حصہ بھی زہر آلود کر دیا پھر اسے لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے رکھ دیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا ایک حصہ منہ میں چبایا اور پھر تھوک دیا اور فرمایا کہ یہ ہڈی مجھے بتلا رہی ہے کہ اس میں زہر ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ حضرت بشر بن البراء بن معرور بھی کھا رہے تھے وہ پہلا لقمہ لے کر نگل گئے اور وہ زہر کے اثر سے شہید ہو گئے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس یہودیہ زینب کو بلایا اور اس سے پوچھا تو اس نے اقرار کر لیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا کہ میں نے سوچا کہ اگر یہ بادشاہ ہیں تو ہمیں ان سے نجات مل جائے گی اور اگر نبی ہیں تو ان کو خبر ہو جائے گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو قصاص کے طور پر حضرت بشر کے ورثاء کے حوالے کر دیا انہوں نے اسے معاف کر دیا تو وہ مسلمان ہو گئی۔ (زادالمعاد)

3.116۔ فدک کا علاقہ رسول اللہ ﷺ کے زیر اثر

صفرالمظفر 7 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب غزوۂ خیبر کیلئے خیبر کے مقام پر پہنچے تھے تو آپ نے اپنا ایک قاصد حضرت محیّصہ بن مسعود کو فدک کے یہود کے پاس اسلام کی دعوت کے لئے بھیجا لیکن انہوں نے اس کا فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن جب خیبر فتح ہو گیا تو ان پر بھی رعب پڑ گیا انہوں نے خود ایک نمائندہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا کہ وہ بھی اسی قسم کے معاہدے کے لئے تیار ہیں۔ جس قسم کا

معاہدہ خیبر کے یہود کے ساتھ ہوا تھا یعنی اپنی پیداوار کا نصف وہ مسلمانوں کو دیں گے۔ یہ علاقہ بغیر لڑائی کے مطیع ہو گیا۔ اس سرزمین کی آمدنی خالص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے مقرر ہوئی۔

3.117 ۔ غزوہ وادی القریٰ

7 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ تشریف لے گئے وہاں پر یہود اور ان کے ساتھ کچھ عرب بھی تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہنچتے ہی انہوں نے تیروں کی بارش کر دی۔ وہ پہلے ہی سے لڑنے کے لئے تیار تھے ان کے تیر سے ایک غلام مارا گیا ۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شہید ہو کر جنت میں گیا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اس نے مالِ غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے ایک چادر چُرا لی تھی اب وہ آگ بن کر ان کے گرد لپٹ گئی ہے۔ جب یہ سنا تو ایک صاحب دو تسلمہ لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو گئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ دو آگ کے تسمے ہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے بعد صحابہ ؓ کو دشمن سے مقابلہ کے لئے ترتیب اور صف بندی کی، پورے لشکر کا علم حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں دیا۔ ایک دستہ کا پرچم حضرت حباب بن منذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اور حضرت عبادہ بن بشر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہود کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے قبول نہیں کی ۔ ایک آدمی میدان میں نکلا ادھر سے حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نکلے اور اسکا کام تمام کر دیا پھر دوسرا آدمی نکلا تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ ان کے گیارہ آدمی مارے گئے ہر دفعہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ کو نماز پڑھاتے اور پھر پلٹ کر یہود کے مقابلہ میں آجاتے۔ شام ہونے تک انہوں نے شکست تسلیم کر لی اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا وہ آپ کے حوالے کر دیا مالِ غنیمت صحابہ اکرامؓ میں تقسیم کر دیا گیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وادی القریٰ میں چار روز قیام فرمایا۔ یہود کے پاس جو کھجور کے باغ تھے وہ یہود کے پاس ہی رہنے دیے اوران سے بھی اہل خیبر جیسا معاہدہ طے فرمایا۔

3.118 ۔ وادی تیماء

صفر 7 ہجری ، 628ء

وادی تیماء کے یہود کو جب خیبر، فدک اور وادی القریٰ کے لوگوں کی شکست اور مسلمانوں کے مطیع ہونے کی خبر ملی تو وادی تیماء کے لوگوں نے محاذ آرائی سے بچنے کے لئے خود اپنے ہی آدمی بھیج کر صلح کی پیش کش کر دی۔ جیسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبول فرمالیا۔ یہود اپنے مال واسباب کے ساتھ اپنے علاقے میں پُر امن طریقہ سے رہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ایک تحریر عنایت فرمائی تھی وہ یہ تھی۔

یہ تحریر ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بنو عادیا کے لئے ان کے لئے ذمہ ہے اور ان پر جزیہ ہے ان پر نہ زیادتی ہوگئی اور نہ جلاوطن کیا جائے گا رات معاون ہوگی اور دن خوش بخت (یعنی یہ معاہدہ دائمی) اور یہ تحریر حضرت خالد بن سعید نے لکھی۔ (ابن سعد)

3.119 ۔ لیلۃ التعریس کا واقعہ (قضاء نماز)

صفر المظفر 7 ہجری ، 628ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپسی مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے لگے تو صحابہ کرام ؓ بلند آواز میں ذکر کرتے ہوئے سفر کرنے لگے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس ہستی کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے۔ (صحیح بخاری)

ایک رات کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سفر کیا اور آخیر رات کو راستے میں ٹھہر کر پڑاؤ ڈالا اور حضرت

بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تاکید کر کے سو گئے رات پر نظر رکھنا صبح فجر کے وقت ہمیں جگا دینا لیکن حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی آنکھ لگ گئی وہ بھی سواری کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گئے یہاں تک کہ دھوپ ان کے سروں پر آ گئی۔ اس کے بعد سب سے پہلے حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدار ہوئے پھر دوسرے لوگوں کو بھی جگایا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں سے تھوڑی دور جا کر لوگوں کو فجر کی قضاء نماز پڑھائی۔

3.120۔ سریہ حضرت ابان بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

صفر 7ھ ہجری، 628ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابان بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایک لشکر دے کر نجد کی طرف بدوؤں کو خوفزدہ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا جو ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کرتے تھے اور مسلمانوں کی غفلت کے منتظر رہتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس احتیاط کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان مدینہ سے خیبر کی طرف گئے ہوئے ہیں تو یہ پیچھے مدینہ پر حملہ نہ کر دیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خیبر سے واپسی کے بعد ابان بن سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس آئے۔

3.121۔ یہود نے جزیہ دینا قبول کر لیا

صفر 7ھ ہجری، 628ء

خیبر اور راستہ کی تمام مہمات کے بعد اطراف کے تمام یہود قبیلوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جزیہ دینا قبول کر لیا۔ کچھ جنگ کی وجہ سے مجبور ہو کر اور کچھ قبائل نے اپنے حفاظت کے پیش نظر خود پیش کش کر کے جزیہ دینا شروع کر دیا۔

3.122۔سریہ قدید یا سریہ غالب بن عبداللہؓ

ربیع الاول 7 ہجری، 628ء

اس سریہ کی کمان حضرت غالب بن عبداللہ لیثی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں دی جو قبیلہ بنوملوح کی طرف روانہ کئے گئے تھے کیونکہ اس قبیلہ کے لوگوں نے بشر بن سویدؓ کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا اس کا انتقام لینا تھا۔

قدید پہنچنے پر وہاں حرث بن مالک برضاء لیثی کو گرفتار کرلیا۔ اس نے کہا میں مسلمان ہونے آیا ہوں۔ غالب بن عبداللہ نے فرمایا! اگر تو مسلمان ہونے آیا ہے تو ایک دن اور ایک رات کی تکلیف کچھ نہیں ہے۔ اور اگر دوسری بات کے لئے آیا ہے تو وہ بھی سامنے آجائے گی۔ چنانچہ انہوں نے اسے باندھ دیا اور ایک چھوٹے سے سیاہ فام آدمی کو اس پر پہرادار بنایا اور کہا کہ اگر یہ تم سے جھگڑا کرے تو اس کا سر اڑا دینا۔ اور واپس آنے کا کہہ کر وادیِ قدید کی طرف چلے اور عصر کے بعد شام کو وہاں پہنچے۔ رات کا ایک حصہ گزار کر بستی والوں پر حملہ کر دیا جو مقابلہ پر آیا اس کو قتل کر دیا اور مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں لے کر واپس ہوئے۔ واپسی میں حرث بن مالک اور اس کے محافظ کو بھی ساتھ لے لیا۔ بستی کے کچھ لوگوں نے پیچھا کرنا چاہا لیکن راستے میں بارش ہو جانے کی وجہ سے وہ زیادہ دور تک نہ آسکے اور مسلمان سلامتی کے ساتھ مدینہ واپس آگئے۔ (زادالمعاد)

3.123 ۔ سریہ ابوقتادہؓ و محلم بن جثامہؓ

7 ہجری، 628ء

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوقتادہؓ اور محلم بن جثامہؓ کے ساتھ ایک سریہ اضم کی طرف روانہ کیا۔ عامر بن اضبط دودھ کا ایک مشکیزہ لے کر اونٹنی پر سوار ان کے پاس سے گزرا اور اسلامی طریقہ سے ان کو سلام کیا۔ انہیں نے جواب نہ دیا اور محلم بن جثامہ نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ان دونوں میں پہلے سے کچھ

عداوت تھی۔ جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔

جس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلاَمَ لَسْتَ مُؤْمِناً تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ز فَعِندَ اللّهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ط كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُواْ ط إِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْراً o

ترجمہ: مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اُس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو، پس اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے۔ (سورۃ النساء۔94)

واپسی پر رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے آمنت باللہ (میں ایمان لایا) کہنے کے بعد اسے قتل کر دیا۔

عیینہ بن بدر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عامر بن اضبط کا دم طلب کیا۔ یہ قیس کا سردار تھا۔ اقرع بن حابس غلم کی جانب سے مطالبہ کر رہا تھا یہ خندف کا سردار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابھی ہم سے پچاس اونٹ لے لو باقی ہم مدینہ واپس جا کر دے دیں گے۔

عیینہ بن بدر نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم میں اسے ہرگز اس دن تک نہیں چھوڑوں گا جب تک اس کی عورتوں کو بھی وہی تکلیف نہ پہنچا دوں جو اس نے ہماری عورتوں کو پہنچائی ہے۔ اس طرح کافی بحث مباحثہ کے بعد یہ لوگ دیت پر رضا مند ہو گئے۔ (زادالمعاد)

3.124 ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کا سریہ

7ھ ہجری، 628ء

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ میں ایک انصاری صحابی کو امیر بنایا اور حکم دیا کہ اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے کسی بات پر امیر کو ناراض کر دیا۔ امیر نے کہا لکڑیاں جمع کرو۔ انہیں نے لکڑیاں جمع کر دیں۔ پھر کہنے لگا اسے آگ لگاؤ۔ جب آگ جل گئی تو کہنے لگا! کیا رسول اللہ ﷺ نے حکم نہ دیا تھا کہ میرا حکم سنو اور اطاعت کرو۔

انہیں نے جواب دیا۔ ہاں

اس پر وہ بولا آگ میں کود جاؤ۔

انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگے کہ ہم آگ سے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے ہیں۔ اتنے میں امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بھی بجھ گئی۔ جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئے تو اس کا تذکرہ ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اگر تم اس میں داخل ہو جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے۔ اطاعتِ امیر صرف معروف میں ہے۔ (زادالمعاد)

3.125 ۔ سریہ حسمیٰ

جمادی آلاخرہ 7ھ ہجری، 628ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قیصر روم ہرقل کو خط لکھا تھا۔ قیصر نے خط لانے والے قاصد حضرت وحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تحائف اور پارچا جات سے نوازا تھا۔ جب حضرت وحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس آرہے تھے تو حسمیٰ میں قبیلہ جذام کے کچھ لوگوں نے ان پر ڈاکہ ڈال کر سب کچھ لوٹ لیا حضرت وحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مدینہ پہنچے تو سیدھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے اور تمام ماجرا سنایا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی کمان میں پانچ سو

صحابہؓ کا لشکر حسمیٰ روانہ کیا۔ حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قبیلہ جذام پر شبخون مارا اور خاصی تعداد میں لوگوں کو قتل کیا اور خاصی تعداد میں قیدی اور جانور لے آئے۔ جس میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں اور قیدیوں میں ایک سو عورتیں اور بچے شامل تھے۔ لیکن بعد میں اس قبیلہ کے سردار کی درخواست پر ان کے قیدی اور مویشی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے واپس کر دیئے۔

3.126 ۔ سریہ تُربہ

شعبان 7ھ ہجری ، 629ء

یہ سریہ حضرت فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں تیس (30) آدمیوں کا ایک دستہ تھا جو بنوہوازن کی طرف بھیجا گیا تھا یہ رات کو سفر کرتے تھے۔ اور دن میں روپوش ہو جاتے تھے لیکن پھر بھی بنوہوازن کو معلوم ہو گیا۔ جب یہ لوگ اس علاقے میں پہنچے تو وہ لوگ فرار ہو چکے تھے کوئی نہ ملا۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس مدینہ لوٹ آئے۔

3.127 ۔ سریہ اطرافِ فدک

شعبان 7ھ ہجری ، 629ء

یہ سریہ حضرت بشیر بن سعد انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں تیس (30) صحابہ کا دستہ تھا۔ جو بنومرہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ حضرت بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) علاقے میں پہنچے تو دشمنوں کے چوپائے اور بکریاں ہانک کر واپس آنے لگے تو انہوں نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے جم کر مقابلہ کیا لیکن ان کے تیر ختم ہو گئے اور وہ نہتے ہو گئے۔ اس نتیجے میں سب قتل ہو گئے صرف حضرت بشیر بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زخمی حالت میں باقی بچے جن کو فدک پہنچا دیا گیا بعد میں وہ مدینہ آ گئے۔

3.128 ۔ سریہ میفعہ

رمضان 7ھ ہجری ، 629ء

یہ سریہ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ ان کے ساتھ صحابہؓ کی تعداد ایک سوتیس (130) تھی۔ انہوں نے دشمن پر اجتماعی حملہ کیا جو بھی مقابلہ پر آیا اس کو قتل کر دیا اور چوپائے اور مویشی ہانک لائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے قبیلہ جہینہ کی شاخ حرقاب کی بھی سرکوبی کی۔

اسی سریہ میں حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نہیک بن مرد کو قتل کر دیا تھا۔ جبکہ قتل ہونے سے پہلے اس نے زور سے ''لا الہ الا اللّٰہ'' کہا تھا۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سخت ناراض ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اس نے جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ معلوم کیا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے توبہ کی اور آئندہ ساری عمر اس قسم کی غلطی سے بچنے کا وعدہ کیا۔

3.129 ۔ سریہ خیبر یا سریہ عبداللہ بن رواحہؓ

شوال 7ھ ہجری، 629ء

یہ سریہ حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں تیس (30) صحابہؓ پر مشتمل لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ اسیر یا بشیر بن رزام بنوغطفان کو مسلمانوں کے خلاف چڑھائی کیلئے جمع کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے اسیر کو یہ امید دلا کر کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے خیبر کا گورنر بنا دیں گے تیس ساتھیوں کے ساتھ چلنے پر آمادہ کر لیا لیکن قرقرہ ینار پہنچ کر فریقین میں بدگمانی پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں اسیر اور اس کے تیس ساتھی لڑائی میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

3.130 ۔ سریہ یمن وجبار

شوال 7 ہجری، 629ء

جَبار کا علاقہ بنوفزارہ اور بنوعذرہ کے علاقے کا نام تھا یہ سریہ حضرت بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن کعب انصاری کی قیادت میں تین سو صحابہؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اطلاع ملی تھی کہ بنوفزارہ اور بنوعذرہ کے لوگ مدینہ پر حملہ کے لئے جمع ہو رہے ہیں ان کی سرکوبی کے لئے یہ روانہ ہوئے تھے۔ یہ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے جب یہ قبیلوں کے قریب پہنچے تو مسلمانوں کا لشکر دیکھ کر یہ تتر بتر ہو گئے اور میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت بشیرؓ نے ان کے دو آدمی پکڑ لئے اور قیدی بنا کر لے آئے اور ان کے چوپائے اور مویشی بھی ہانک کر لے آئے۔ جب یہ دونوں قیدی مدینہ پہنچے تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

3.131 ۔ سریہ غابہ

شوال 7 ہجری، 629ء

قبیلہ جُشم بن معاویہ کا سردار رفاعہ بن قیس بہت سے لوگوں کو لے کر غابہ آیا۔ وہ بنوقیس کے مسلمانوں کے خلاف ان کو جنگ کے لئے تیار کر رہا تھا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت ابوحدود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ دو صحابہؓ کو معاملہ کی حقیقت جاننے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ایسی حکمتِ عملی اختیار کی کہ دشمن پسپا ہو گیا اور مالِ غنیمت میں بہت سے اونٹ اور بکریاں حاصل ہوئیں۔ (زادالمعاد)

3.132 ۔ عمرۃ القضاء

ذو القعدہ 7 ہجری، 629ء

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفارِ مکہ سے معاہدہ ہوا تو اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اس سال آپ

لوگ عمرہ نہیں کریں گے اگلے سال آ کر کر سکتے ہیں۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوررس نتائج کا سوچتے ہوئے اس شرط کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس لئے جیسے ہی ذو القعدہ کا چاند نظر آیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ کو حکم دیا کہ جو صحابہؓ پچھلے سال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھے اور بغیر عمرہ کئے واپس مدینہ آ گئے تھے سب عمرہ القضاء کے لئے تیار ہو جائیں کوئی بھی پیچھے نہ رہے سوائے جو لوگ فوت ہو گئے۔ ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے۔ اس طرح یہ تعداد دو ہزار ہو گئی عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے۔ (فتح الباری)

مدینہ منورہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا جانشین بنایا ان میں مختلف کتابوں میں مختلف نام ہیں۔ جن میں حضرت ابو ذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عویف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن الاضبط کے نام شامل ہیں۔ ان کے ساتھ اونٹوں کی دیکھ بھال کیلئے حضرت ناجیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جندب اسلمی کو ذمہ داری دی گئی۔ ذوالحلیفہ میں عمرہ کا احرام باندھا اور لبیک کی صدا لگائی گئی قریش کی طرف سے بدعہدی کے اندیشہ کی وجہ سے ہتھیار لے کر اور جنگجو تیار کر کے نکلے۔ جب وادی یاجج پہنچے تو سارے ہتھیار جس میں ڈھال، سپر، نیزے تیر سب رکھ دیئے اور ان کی حفاظت کے لئے حضرت اوس بن خولی انصاری کی قیادت میں دو سو صحابہ کو وہاں چھوڑ دیا اور تلوار میان میں رکھ کر گردن میں حمائل کر کے مکہ میں داخل ہوئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے۔ مسلمان گردنوں میں تلوار حمائل کئے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گھیرے میں لئے ہوئے لبیک پکار رہے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تمام صحابہ اکرام نے احرام باندھا ہوا تھا اور ستر اونٹ قربانی کے ساتھ تھے حضرت عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن رواحہ، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے طواف سے پہلے حکم دیا کہ اپنا دایاں کندھا کھول لیں اور پھیل کر طواف کریں تا کہ قریش والے مسلمانوں کی دلیری دیکھ لیں۔ مکہ کی عورتیں اور بچے مسلمانوں کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ وہ مشرکین جو حسد اور جلن کی وجہ سے مسلمانوں کو نہیں دیکھنا چاہتے تھے وہ باہر کی گھائیوں

اور وادیوں میں چلے گئے۔ کچھ لوگ جبل قیقعان پر جا کر بیٹھ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ یثرب میں بیماری کی وجہ سے مسلمان کمزور ہو گئے ہونگے لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ سے فرمایا پہلے تین چکر دوڑ کر لگائیں اور اصطباع (دایاں کندھا کھولنا) کا مقصد کفار پر رعب جمانا تھا۔

(بعد میں یہ طواف قدوم کا حصہ بنا دیا گیا)

طواف سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ اکرامؓ صفا اور مروہ کی سعی کے لئے گئے۔ اس کے بعد قربانی کی اور احرام کھول دیا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ لوگوں سے کہا کہ وہ بطن یاجج چلے جائیں اور وہاں ہتھیاروں کی حفاظت کریں اور ان لوگوں کو جو وہاں ہیں یہاں عمرے کے لئے بھیج دیں اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور ظہر کی نماز اندر ادا کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم سے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ میں تین دن گزارے چوتھے دن صبح ہوئی تو مشرکین نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ اپنے صاحب سے کہو کہ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ مدت پوری ہوگئی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ سے نکل آئے اور مقام سرف میں اتر کر قیام کیا۔

مکہ سے روانگی کے وقت حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صاحبزادی چچا چچا پکارتے ہوئے پیچھے پیچھے آ گئیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ساتھ لے لیا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں اختلاف ہوا کہ اس بچی کی پرورش ہم کریں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حق میں فیصلہ دیا کیونکہ ان کی زوجہ بچی کی خالہ تھیں۔

اس عمرہ کا نام عمرہ القضاء اس لئے پڑا کہ یہ عمرہ صلح حدیبیہ والے سال بغیر عمرہ کئے ایک معاہدے کے تحت واپس چلے گئے تھے اس لئے قضاء کے طور پر ادا کیا گیا اس عمرے کو اور بھی ناموں سے پکارا جاتا ہے جیسے عمرہ صلح، عمرہ قصاص اور عمرہ قضیہ وغیرہ۔

3.133۔ام المومنین حضرت میمونہؓ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نکاح

ذوالقعدہ 7ہجری ، 629ء

ام المومنین حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والد کا نام حارث ہلالیہ اور ماں کا نام ہند تھا۔ ان کی کئی بہنیں تھیں ۔ ان کی ایک بہن ام فضل لبابہ کبریٰ تھیں جو حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا کی زوجہ تھیں۔

حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا دور جاہلیت میں نکاح مسعود بن عمرو سے ہوا۔ ان سے علیحدگی کے بعد دوسرا نکاح ابورھم بن عبدا لعزیٰ بن عبدود بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی سے ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد عمرۃ القضاء کے موقعہ پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زوجیت میں آئیں۔(عیون الاثر)

مسند احمد اور نسائی میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو جعفر بن ابوطالبؓ کے ذریعہ نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا وکیل مقرر کیا اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)ہی نے ان کا نکاح پڑھایا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ سے واپسی کے وقت حضرت ابورافع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو سوار کر کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں لے آئیں۔ چنانچہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وادی سرف پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو پہنچا دیا گیا۔

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تقریباً تین سال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہیں پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وصال ہو گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے بعد آپؓ حیات رہیں اور 51ہجری میں اسی مقام سرف پر ہی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر مبارک اسی (۸۰) سال تھی۔ آپؓ کی نمازِ جنازہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پڑھائی۔ آپؓ کو قبر میں عبداللہ بن عباسؓ، یزید بن اصم، عبداللہ بن شداد اور عبیداللہ خولانی نے اتارا۔ پہلے تین آپؓ کے بھانجے تھے اور چوتھے یتیم تھے جن کی پرورش آپؓ نے کی تھی۔ آپؓ کی تدفین تنعیم العمرہ میں ہوئی۔ آپؓ امہات المومنین میں حضور اکرم ﷺ کے بعد طویل عرصہ تک حیات رہیں۔ (سیرت المصطفیٰ ﷺ)

3.134 ۔ سریہ ابوالعوجاء

ذوالحجہ 7ھ ہجری، 629ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پچاس صحابہ اکرام حضرت ابوالعوجاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں بنوسیلم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ لیکن انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر دونوں جماعتوں میں لڑائی ہوئی۔ جس میں حضرت ابوالعوجاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی زخمی ہوئے لیکن مسلمان کامیاب ہوئے اور دشمن کے دو آدمی بھی گرفتار کر کے لے آئے۔

3.135 ۔ فروہ بن عمرو جزامی کا پیغام

8ھ ہجری ، 629ء

حضرت فروہ بن عمرو جزامی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رومی فوج کے اندر ایک عرب کمانڈر تھے انہیں رومیوں نے اپنی حدود سے متصل عرب علاقوں کا گورنر بنایا تھا جس کا مرکز معان (جنوبی اردن) تھا۔ آس پاس کے تمام علاقے اس کے ماتحت آتے تھے انہوں نے جنگ موتہ میں مسلمانوں کی شجاعت جنگی حکمتِ عملی اور پیش قدمی دیکھ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ انہوں نے ایک قاصد کے ذریعے اپنے مسلمان ہونے کی اطلاع رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچائی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تحفہ میں ایک خچر دیا۔ ان کے خط کے جواب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے فردہ بن عمرو کے نام بعد از سلام!

صورت حال یہ ہے کہ ہمارے پاس تمہارا ایلچی اور قاصد پہنچا جو ہدایہ اور تحائف تم نے روانہ کئے ہیں وہ بھی پہنچ چکے ہیں۔ اس نے ہمیں تمہارے متعلق تمام تر تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور تمہارے اسلام لانے کی خوشخبری بھی سنائی ہے ہدایتِ خداوندی کے ساتھ بہرہ ور ہونے کی بھی۔

اس کے ساتھ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ اس کے قاصد کو پانچ سو درہم چاندی

عطا کریں۔ رومیوں کو جب ان کے مسلمان ہونے کا پتہ چلا تو ان کو گرفتار کر کے قید کر لیا اور ان سے کہا کہ اسلام سے واپس پھر جاؤ یا موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے مرتد ہونے پر موت کو ترجیح دی۔ انہیں فلسطین میں عفراء نامی ایک چشمہ پر سولی دے کر شہید کر دیا۔ (زادالمعاد)

3.136 ۔ دودھ کے پیالے میں برکت کا معجزہ

8ھ ہجری ، 629ء

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں اکثر بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ کو زمین سے لگا دیتا تھا۔ اور اکثر بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک روز میں راستہ میں بیٹھ گیا۔ جہاں سے لوگ گزرا کرتے تھے۔ اتنے میں وہاں سے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گزرے۔ میں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ وہ میری حالت دیکھ کر مجھے کھانا کھلانے لے جائیں گے۔ مگر وہ چلے گئے اور انہوں نے وہ نہیں کیا جو میں چاہتا تھا۔ پھر میرے پاس سے حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گزرے میں نے ان سے بھی قرآن کریم کی ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ اس سے میرا منشاء یہ تھا کہ وہ میری حالت دیکھ کر مجھے کھانا کھلانے کے لئے ساتھ لے جائیں گے مگر وہ بھی چلے گئے۔ اور انہوں نے بھی میری ضرورت کو نہیں سمجھا۔

پھر میرے پاس سے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہاں سے گزر ہوا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور جو کچھ میرے دل میں تھا وہ میرے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فوراً پہچان گئے اور فرمایا۔

اے اباہر! یعنی اے ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حاضر ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے ساتھ آؤ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چل دیئے اور میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھر میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ ایک

پیالہ دودھ رکھا ہوا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا۔ گھر والوں نے کہا کہ فلاں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہدیہ بھیجا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اے اباہر! میں نے عرض کیا! میں حاضر ہوں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جاؤ اور اہل صفہ کو بلالاؤ۔ پس میں اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان سب کو بلالایا۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اے اباہر! میں نے عرض کیا، میں حاضر ہوں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہ لو اور ان کو دو۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے پیالہ لے کر ایک آدمی کو دیا جب اس نے خوب سیر ہو کر پی لیا تو اس نے پیالہ مجھے لوٹا دیا۔ پھر میں نے وہ پیالہ دوسرے کو دیا اس نے بھی خوب سیر ہو کر پیا اور پیالہ مجھے واپس لوٹا دیا اسی طرح میں باری باری سب لوگوں کو دودھ پلاتا رہا۔ جب سب پی چکے تو آخیر میں، میں نے پیالہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو واپس دے دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری طرف دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا اے اباہر! میں نے عرض کیا۔ میں حاضر ہوں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں میں نے عرض کیا، آپ ﷺ نے سچ فرمایا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور پینا شروع کرو۔ پس میں نے بیٹھ کر پینا شروع کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بار بار فرماتے رہے اور پیو اور پیو۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، اچھا مجھے دو۔ پھر میں نے پیالہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دے دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا دودھ پی لیا۔ (بخاری)

3.137۔حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قبولِ اسلام

صفر 8ھ ہجری، 629ء

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جب **اللہ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دیتا ہے**۔اللہ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور مجھے ہدایت کی توفیق بخشی۔ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے جب قریش کی طرف سے شریک ہوتا تھا میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو افراد اور اسلحہ کی کمی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب کی۔ جس کا میرے دل پر بڑا اثر ہوتا تھا اور میرا دل کہتا تھا کہ یہ ایک دن ضرور غالب آئیں گے۔

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ حدیبیہ کے موقع پر میں مشرکین مکہ کے سواروں کو لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلے کے لئے نکلا مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحابؓ کے ساتھ عسفان پر ملے میں قریب پہنچ کر ان سے ٹکرانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ عین جنگ کے نازک حالات میں خطرے کے باوجود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہؓ نے دو پہر کی نماز پڑھی۔ میں نماز کے دوران حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن میں سوچتا ہی رہ گیا اور وہ لوگ نماز پڑھ چکے۔ میرے ذہن اور ارادے کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بتا دیا اور پھر جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عصر کی نماز پڑھی تو نمازِ خوف پڑھی اور حملہ سے محفوظ رہے۔ میں ناکام واپس ہو گیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری ناکہ بندی کئے ہوئے راستوں کو چھوڑ کر علیحدہ راستہ سے ذات الیمین کی طرف چل پڑے۔

پھر قریش سے صلح ہو گئی نجاشی بادشاہ حبشہ نے اسلام قبول کر لیا تو میں نے دل میں سوچا کہ قریش کی طاقت ختم ہو گئی۔ پھر میں نے سوچا ہرقل (شاہِ روم) کے پاس جا کر نصرانی یا یہودی ہو جاؤں یا عجمیوں کے تابع اور ماتحت ہو کر زندگی گزاروں یا پھر جو لوگ باقی رہ گئے ہیں ان کے ساتھ رہ کر دیکھوں کہ اللہ آگے کیا کرتا ہے۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) طواف کے لئے تشریف لائے (عمرہ القضاء

میں) میں یہ سن کر روپوش ہو گیا اور میرا بھائی ولید بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ عمرہ کے لئے آیا تھا اور مجھے تلاش کر رہا تھا میں نہ مل سکا تو اس نے میرے نام ایک خط چھوڑا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد

میں تم سے نہ مل سکا۔ اسلام جیسے پا کیزہ مذہب کے بارے میں اب تک تمہاری بے خبری اور غفلت پر مجھے حیرت بھی ہے اور افسوس بھی کیونکہ اسلام تو اب عملاً نافذ ہے اور اس کی خیر و برکت اور دوسری فلاح کے نتائج کو دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تمہاری بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا کہ خالد کہاں ہے۔ میں نے عرض کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ اس کو جلد لائے گا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ تعجب ہے کہ اس جیسا عقلمند اور ذی فہم آدمی اب تک اسلام جیسے پا کیزہ مذہب سے بے خبر اور غافل ہے اگر وہ اسلام میں داخل ہو کر حق کی مدد کرتا اور مشرکوں اور اہل باطل کا مقابلہ کرتا تو یہ اس لئے بہتر ہوتا اور ہم اس کو دوسروں پر مقدم رکھتے۔

پس اے بھائی اس تاخیر کے سبب جو کچھ تجھ سے ہو گیا ہے اس کی تلافی و تدارک کر۔

خالد کہتے ہیں کہ میں اس خط کو پڑھ کر بہت متاثر ہوا اور میرے دل میں اسلام کی محبت اور رغبت بڑھ گئی اور میں مدینہ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسی دوران میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں تنگ قحط زدہ شہر سے نکل کر سرسبز و شاداب اور کشادہ شہر میں چلا گیا ہوں۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ خواب ایک بشارت ہے۔ میں نے مدینہ پہنچ کر یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیان کیا۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ تمہارا نکلنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی توفیق دی اور قحط زدہ تنگ حالتِ کفر کی زندگی سے نکالا۔

3.138۔ حضرت عثمان بن طلحہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کا اسلام کی طرف رجوع

صفر 8 ہجری ، 629ء

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مدینہ منورہ جانے کا پکا ارادہ کرلیا تو انہوں نے سوچا کہ اگر کوئی ساتھ ہوجائے تو اچھا ہے۔ تو انہوں نے صفوان بن امیہ سے بات کی تو اس نے سختی سے منع کر دیا۔ پھر میں نے عکرمہ بن ابوجہل سے اسلام لانے کی بات کی لیکن وہ بھی تیار نہ ہوا تو میں اکیلے ہی جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ پھر خیال آیا کہ حضرت عثمان بن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اور پوچھ لوں وہ تو میرا دوست ہے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان بن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملاقات کی اور اسلام لانے کے بارے میں بتایا تو وہ فوراً تیار ہوگیا پھر انہوں نے طے کیا کہ مقام یاجج پر ملاقات کریں گے مدینہ جانے کے لئے اور جو پہلے پہنچ جائے وہ دوسرے کا انتظار کرے۔

جب حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روانہ ہوکر مقام یاجج پر پہنچے تو وہاں عثمان بن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) موجود تھے وہ صبح صبح روانہ ہوگئے تو مقام ہدہ پر حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ملے۔ وہ بھی اسلام لانے کے ارادے سے مدینہ جارہے تھے۔ انہوں نے مرحبا کہا اور پوچھا کہاں کا ارادہ ہے تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کے ارادہ سے جارہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی اسی ارادے سے نکلے ہیں۔

پھر یہ تینوں ساتھ سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور مقام حرہ میں اپنے اونٹ باندھے۔ کسی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان لوگوں کے آنے کی خبر دی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو پھینک دیا۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے غسل کرکے عمدہ کپڑے پہنے اور اپنے بھائی ولید بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ کے آنے کی اطلاع مل گئی ہے۔ جلدی چلو وہ انتظار کررہے

ہیں میں تیزی سے چلتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری طرف دیکھ کر مسکرائے میں نے سلام کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت محبت سے جواب دیا پھر میں نے کہا **اشھدان لا الہ الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ** آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہیں اسلام کی توفیق دی۔ میں تمہارے اندر عقل ودانائی دیکھتا ہوں اور امید ہے کہ وہ خیر اور بھلائی کی طرف تمہاری راہنمائی کرے گی۔

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا میں بہت مرتبہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں آیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرمائے اللہ تعالیٰ میری خطائیں معاف کرے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اسلام ان تمام گناہوں کو فنا کر دیتا ہے جو پہلے ہو چکے ہوتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر یہی درخواست کی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ اے اللہ! خالد بن ولید کی ان تمام خطاؤں کو معاف کر دے جو خالد نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لئے کی تھیں۔ (سیرتِ ابن کثیرؒ)

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد حضرت عثمان بن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور پھر ان کے بعد حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بیعت کی۔

حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے بیٹھ تو گیا تھا مگر شرم وندامت کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت کرتے وقت فرمایا۔ میں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تمہاری تمام خطاؤں اور قصور کو معاف کر دیا جائے۔

اس وقت حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خیال آیا کہ کہیں کہ میرے آئندہ اور پچھلے تمام قصور معاف کر دیئے جائیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔ اسلام ان تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو کفر کی حالت میں کیئے گئے ہوں۔ اسی طرح ہجرت بھی تمام پچھلے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ (سیرتِ ابن کثیرؒ)

3.139 ۔ سریہ بشیر بن سعدؓ

صفر المظفر 8ھ ہجری، 629ء

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عسیل بن نوہرہؓ کو خیبر کے قبائل کی نقل و حرکت کی خبر رکھنے کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ انہوں نے خبر دی کہ یمن، عطفان اور حیان کے لوگ ایک لشکر جمع کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عیینہؓ کو ان کے پاس اسلام کی دعوت کے لئے بھیجا۔ لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے مشورے کے بعد حضرت بشیر بن سعدؓ کو تین سو صحابہؓ کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی کہ رات کو سفر کرو اور دن میں چھپ جاؤ۔ عسیلؓ بھی ان کے ساتھ راہنمائی کے لئے نکلے۔ یہ رات کو چلتے اور دن میں چھپ جاتے یہاں تک کہ خیبر کے جنوبی علاقہ میں پہنچ گئے۔ دشمن کے قریب پہنچ کر ان پر حملہ کر دیا۔ دشمن اس اچانک حملہ سے گھبرا کر فرار ہو گئے۔ عیینہؓ کے ہاتھوں ایک آدمی قتل ہوا اور دو آدمی گرفتار ہوئے۔ مالِ غنیمت میں بہت سے مویشی ہاتھ لگے۔ (زادالمعاد)

3.140 ۔ سریہ ذات اطلح

ربیع الاول 8ھ ہجری، 629ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت کعب بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں پندرہ (15) صحابہ اکرامؓ کا ایک دستہ بنو قضاعہ کی طرف روانہ کیا۔ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بدوؤں کو اکٹھا کر رہے تھے۔ حضرت کعب بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول کرنے کے بجائے ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ اس تیراندازی کی وجہ سے سوائے ایک صحابیؓ کے تمام صحابہ شہید ہو گئے۔ وہ ایک بھی مقتولین میں سے زخمی حالت میں لائے گئے۔ (رحمتہ للعٰلمین)

3.141 ۔ سریہ ذات عرق

ربیع الاول 8ھ ہجری ، 629ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت شجاع بن وہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسدکو پچاس صحابہ اکرامؓ کی جماعت کے ساتھ بنوہوازن کی طرف بھیجا تھا۔ انھوں نے بار بار دشمنوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مدد پہنچائی تھی۔ یہ لوگ وہاں گئے تو وہ جنگ کے لئے سامنے نہیں آئے۔ اس لئے جنگ کی نوبت نہیں آئی لیکن یہ لوگ دشمن کے جانور ہانک کر لے آئے۔

3.142 ۔ سریہ ابی حدرد اسلمیؓ

8ھ ہجری ، 629ء

رسول اللہ ﷺ نے ابوحدرد اسلمیؓ کو اس سریہ کا سالار بنایا۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حثیم بن معاویہ کا ایک آدمی قیس بن رفاتحہ یا رفاعہ بن قیس تھا۔ یہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا۔ ابوحدرد اسلمیؓ اپنا لشکر لے کر غروب آفتاب کے وقت بستی کے قریب پہنچے اور سب ساتھیوں سے چھپ جانے کو کہا۔ اور کہا کہ جب میں تکبیر کہوں تو تم بھی تکبیر کہنا۔ اور صبح ہونے اور کچھ روشنی پھیلنے کا انتظار کرنے لگے۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ شہر والوں کے کسی چرواہے نے رات کو آنے میں دیر کر دی یہاں تک کہ انہیں خطرہ لاحق ہوا۔

اس پر ان کے سردار رفاعہ بن قیس کھڑا ہوا اس نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور کہنے لگا کہ میں اس چرواہے کے نشانات پر جاکے دیکھتا ہوں۔ اس کے ساتھی کہنے لگے ہم بھی ساتھ چلتے ہیں اس نے سب کو روک دیا اور کہا کہ صرف میں جاؤں گا۔ پھر وہ نکلا اور ابی حدردؓ کے پاس سے گزرا۔ جب وہ ان کی زد میں آیا تو انہیں نے نشانہ لے کر اس کے سینے میں تیر مارا اور وہ بغیر آواز نکالے گرا اور مر گیا۔ یہ پھرتی سے اس کے پاس گئے اور اس کا سر کاٹ لیا اور تکبیر کا نعرہ لگایا۔ جس کے جواب میں ان کے ساتھیوں نے بھی تکبیر کہی۔ ان کی آواز سے دشمن دہشت زدہ ہو گیا اور اپنی عورتوں، بچوں اور ہلکے ہلکے سامان کو لے کر فرار ہو گیا۔ اونٹوں اور

بکریوں کی بہت بڑی تعداد مالِ غنیمت کے طور پر ملی جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاظر کیں۔ رفاعہ کا سر بھی پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ (زادالمعاد)

3.143 ۔ جنگ موتہ

جمادی الاولیٰ 8 ھ / ہجری ، اگست ، ستمبر 629ء

موتہ ارون میں بلقا کے قریب ایک آبادی کا نام ہے جہاں سے بیت المقدس دو دن کی مسافت پر تھا۔ یہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا سب سے خونریز معرکہ تھا اور یہ عیسائی مما لک کی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

3.143.1 ۔ معرکہ کا سبب

جمادی الاولیٰ 8 ھ / ہجری ، اگست ، ستمبر 629ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حارث بن عمیر ازدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا خط دے کر حاکم بصری کی طرف روانہ کیا۔ قیصر روم کا گورنر شرجیل بن عمرو غسانی جو بلقا میں مامور تھا۔ اس نے حضرت حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کروا کر مضبوطی سے باندھ کر گردن مار دی تھی۔ سفیروں اور قاصدوں کا قتل اس زمانے میں بھی بہت بڑا جرم مانا جاتا تھا اسے جنگ کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو جب اس بات کی خبر ملی تو آپ کو بہت دکھ ہوا اور نا گوار لگا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس علاقے پر فوج کشی کرنے کے لئے تین ہزار کا لشکر تیار کیا۔ یہ اس وقت تک سب سے بڑا اسلامی لشکر تھا جو اس سے پہلے جنگ احزاب کے علاوہ کسی اور جنگ میں فراہم نہ ہو سکا تھا۔

3.143.2۔لشکر کے امیر کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی وصیت اور روانگی

جمادی الاولیٰ 8 ہجری ، اگست ، ستمبر 629ء

رسول للہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بنایا اور فرمایا کہ اگر زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابو طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لشکر کے سردار ہوں گے اور اگر حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سپہ سالار ہونگے ۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کا سفید جھنڈا سپرد کیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تھوڑی دور تک لشکر کے ساتھ چلے پھر مدینہ واپس آ گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس جگہ حضرت حارث بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کیا گیا تھا لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اگر قبول کر لیں تو بہتر ورنہ اللہ سے مدد مانگیں اور ان سے جنگ کریں۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی راہ میں اللہ کے نام سے جنگ کریں۔ دیکھو بدعہدی نہ کرنا۔ خیانت نہ کرنا، کسی بچے، عورت اور بہت بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ کسی گرجا میں رہنے والے راہب کو قتل نہ کرنا۔ کھجور اور کوئی درخت نہ کاٹنا اور عمارتیں منہدم نہ کرنا۔ (رحمتہ للعٰلمین)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) لشکر کو الوداع کہنے ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بڑے جذباتی انداز سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے رو کر رخصت ہوئے۔

مسلمانوں کا لشکر مقام معان پہنچا یہ شمالی حجاز سے متصل اردن میں واقع ہے۔ یہاں لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ یہاں جاسوسوں نے آ کر اطلاع دی کہ ہرقل روم بلقاء کے علاقے میں مآب کے مقام پر ایک لاکھ فوجیوں کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا اور اس کے ساتھ عرب کے قبائل لخم و جزام، بلقین و بہرا اور بلی کے مزید ایک لاکھ لوگ جمع ہو رہے تھے۔

یہ بالکل اچانک صورت حال تھی جس کا مسلمانوں کے وہم و گمان میں بھی اتنا بڑا لشکر نہیں تھا۔ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپس میں مشورہ کیا۔ کیا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع کی جائے اور مزید مدد منگائی جائے۔ جس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا!

لوگو! خدا کی قسم جس چیز سے آپ لوگ کترا رہے ہو وہ شہادت ہے جس کے طلب میں ہم نکلے ہیں۔ یاد رہے دشمن سے ہماری لڑائی تعداد، قوت اور کثرت کے بل پر نہیں ہے بلکہ ہم محض اس دین کے بل پر لڑتے ہیں۔ جس کی نعمت اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ اس لئے چلئے اور آگے بڑھیے۔ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہوگی یا تو ہم غالب آجائیں گے یا شہید ہو جائیں گے۔ آخر کار سب لوگ حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بات سے متفق ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ جرأت مندانہ بیان سن کر حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے ہاتھ میں جھنڈا لے کر کھڑے ہو گئے۔ تمام مسلمانوں میں جوش اور شہادت کا شوق پیدا ہو گیا اور لشکر معان سے روانہ ہوا اور بلقاء کی ایک بستی مشارف کے قریب دشمن کا لشکر جرار نظر آیا۔ مسلمانوں نے وہاں مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے کترا کے موتہ کی طرف بڑھے تا کہ جنگ کے لئے اچھا میدان ہاتھ آئے۔ موتہ میں خیمہ زن ہوئے اور لشکر کی جنگی ترتیب قائم کی۔ میمنہ پر قطبہ بن قتادہ عزریؓ مقرر ہوئے اور میسرہ پر عبادہ بن مالک انصاریؓ مقرر ہوئے۔

3.143.3 ۔ جنگ موتہ کا آغاز

جمادی الاولیٰ 8 ہجری ، اگست ، ستمبر 629ء

جنگ موتہ میں بالآخر دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے پھر دونوں لشکروں میں ٹکراؤ ہوا بہت ہی شدید جنگ ہوئی ایک طرف تین ہزار لوگ اور دوسری طرف دو لاکھ افراد کی جنگی ساز و سامان سے لیس فوج عجیب وغریب منظر تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں لیکن ایمان کی برکت اور طاقت نے عجیب عجیب مناظر دیکھائے۔

سب سے پہلے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے علم لیا اور بے جگری سے لڑتے ہوئے شامیوں کی صفوں میں گھس گئے یہاں تک کہ دشمنی کی فوج نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور نیزوں کی بارش کر دی جس سے آپؓ نے جام شہادت نوش فرمالیا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لپک کر جھنڈا اٹھالیا۔ اسے بلند رکھا۔

حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھوڑے پر سوار تھے دشمن نے آپؓ کے بازو پر اتنی زور سے وار کیا کہ بازو کٹ کر گر گیا۔آپؓ نے جھنڈا دوسرے بازو میں لے لیا۔ دشمن نے دوسرے بازو پر بھی وار کر کے اسے کاٹ دیا تو آپؓ نے جھنڈا سینے سے لگا کر باقی بازوؤں سے سنبھال کر اونچا رکھا۔ یہاں تک کہ دشمن نے اتنی زور سے آپ پر وار کیا کہ آپ کے دو ٹکڑے ہو گئے اور آپؓ بھی شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں بازوؤں کے بدلے میں جنت میں دو بازو (پَر) عطا کئے جس کے ذریعے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس لئے ان کا لقب جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور جعفر الجناحین پڑ گیا (طیار کے معنی اڑنے والا اور ذوالجناحین کے معنی دو بازوؤں والا)۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جنگ موتہ کے روز حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جبکہ وہ شہید ہو چکے تھے کھڑے ہو کر ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم شمار کئے ان میں سے کوئی بھی زخم پیچھے نہیں لگا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر نوے زخم تھے۔

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) علم تھام کر گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں اترے تھوڑی دیر تک دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر آپؓ بھی شہید ہو گئے۔ اس موقعہ پر قبیلہ بنو عجلان کے ثابت بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نامی صحابی نے جھنڈا اٹھا لیا۔ اور فرمایا مسلمانوں اپنے کسی آدمی کو سپہ سالار بنالو۔ لوگوں نے کہا کہ آپؓ ہی بن جائیں تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سپہ سالار منتخب کیا۔ یہ آپؓ کے اسلام لانے کے بعد پہلا موقع تھا کہ آپؓ مسلمانوں کی طرف سے جنگ لڑ رہے تھے۔ آپؓ نے جھنڈا اٹھانے کے بعد بھرپور طریقے سے دشمن پر حملہ کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جنگ موتہ کے موقع پر میری نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ پھر میرے پاس صرف ایک یمنی بانا (یعنی چھوٹی تلوار) رہ گئی۔ (صحیح بخاری)

مدینہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جنگ موتہ کے دن جبکہ میدان سے کسی قسم کی اطلاع نہیں آئی تھی۔ وحی کے ذریعہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کہ جھنڈا حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا اور شہید کر دیے گئے پھر جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا وہ شہید کر دیے گئے پھر حضرت ابن رواحہ (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا وہ بھی شہید کر دیے گئے۔ اس دوران آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی انکھوں میں آنسو تھے۔ یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لے لیا اور ایسی جنگ لڑی کہ اللہ نے ان پر فتح دی۔ اس وقت سے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سیف اللہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔
(صحیح بخاری)

اتنی قلیل تعداد کے ساتھ اتنی بڑی فوج پر فتح انتہائی حیرت انگیز بات تھی۔ اس لئے اللہ کی مدد اور حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حکمت عملی تھی۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سوچا کہ اگر مسلمانوں نے پسپا ہو کر بھاگنا شروع کر دیا تو رومی ایک بھی مسلمان کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپؓ نے جنگی نقشہ میں بڑے پیمانے میں تبدیلی کی کہ تمام صحابہؓ کو اپنی پوزیشنوں سے ہٹا دیا اور ان کی رو بدل کر دی۔ جس کی وجہ سے دشمن نے نئے چہرے دیکھے تو وہ سمجھے کہ مسلمانوں کو نئی کمک مل گئی ہے وہ خوف زدہ ہو گئے۔ تو حضرت خالد بن ولید نے لشکر کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹانا شروع کیا۔ اس کو دشمن کوئی چال سمجھا اور وہ آگے نہیں آیا اس ڈر سے کہ کہیں مسلمان ان کو گھاٹیوں میں پھنسا کر مار ڈالنا چاہتے ہیں دشمن واپس اپنے علاقے میں چلے گئے اور مسلمانوں کا تعاقب نہ کیا اور خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمانوں کا لشکر سلامتی اور کامیابی سے مدینہ منورہ آئے۔

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لشکر لے کر جب مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خود باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے بارہ صحابہؓ شہید ہوئے اور دشمنوں کے مقتولین کی تعداد بے حساب تھی۔ اس معرکہ کی وجہ سے عرب قبائل میں مسلمانوں کا رعب اور ساکھ بہت بڑھ گئی کیونکہ اس وقت روم سے ٹکرانا اپنی موت کو دعوت دینا تھا کیونکہ وہ وقت کی سب سے بڑی طاقت مانی جاتی تھی۔ تین ہزار لوگوں کے ساتھ دو لاکھ کی فوج سے ٹکرانا اور صحیح سلامت واپس آجانا کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ مسلمانوں کی شہرت اب بین الاقوامی سطح پر تسلیم کی جانے لگی۔ مسلمانوں سے ٹکرانے سے ہر کوئی ڈرنے لگا۔

اس جنگ کے بعد بہت بڑی تعداد میں قبائل اسلام کی طرف راغب ہوئے جن میں بنو سلیم، اشجع، غطفان، ذبیان اور فزارہ قبائل نے اسلام قبول کرلیا۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ
But Allah is your protector, and He is the best of helpers.
Surat Ali Imran | 3: 150

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میری بات دوسرے لوگوں کو پہنچادو
اگرچہ وہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل
کے واقعات (اگر تم چاہو تو) بیان کرو اس
میں کوئی حرج نہیں اور جس شخص نے مجھ پر
قصداً جھوٹ بولا تو اسے اپنا
ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہئے۔
(صحیح بخاری)

3.144۔ سریہ ذات السلاسل (جنگِ قضاعہ)

جمادی الاخرہ 8ھ ہجری ، 630ء

جنگ موتہ کے موقع پر جو قبائل نے رومی لشکر کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرنے جمع ہوئے تھے۔ ان سے نپٹنے کے لئے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ایک لشکر حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں تین سو صحابہ اکرام ؓ کے ساتھ تیار کیا۔ مشرکین بنو قضاعہ اطراف کے قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اسلامی لشکر کے ساتھ تیس گھوڑے تھے یہ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ راستہ میں بلی، عذرہ اور بلقین کے قبائل جو حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے ان کے لوگوں کو جنگ میں شریک کرنے کے لئے دعوت دیں۔ جب وہ دشمن کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی بہت بڑی تعداد ہے۔ حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت رافع بن مکیث جہنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مزید کمک کے لئے بھیجا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں مزید دو سو صحابہ ؓ کی جماعت روانہ کی جن میں بڑے صحابہ ؓ بھی شامل تھے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور انصار کے کچھ سردار۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں لشکروں کو مل کر لڑنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوعبید جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں پہنچے تو یہ لشکر بھی اس لشکر میں مل گیا اور نماز کی امامت حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کرائی۔ مزید فوج آ جانے کے بعد حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قضاعہ کے علاقے میں داخل ہوگئے۔ کافی دور تک علاقے کے اندر جا پہنچے تو آخیر میں جا کر دشمن کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی لیکن جب مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو وہ ادھر ادھر بھاگ گئے۔

حضرت عوف بن اشجعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قاصد بنا کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا گیا کہ فتح کی خوشخبری آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو سنا دیں۔ انہوں نے جنگ کی تفصیلات بیان کی اور مسلمانوں کی سلامتی کی اطلاع دی۔

ذات السلاسل وادی القری سے آگے ایک زمین کے حصہ کا نام ہے جن کا فاصلہ مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر تھا۔ ابن اسحٰق کے مطابق مسلمان قبیلہ جزام کی سرزمین میں واقع ایک چشمے کا نام سلسل تھا جس کے قریب مسلمان لشکر کا پڑاؤ ہوا تھا۔ (ابن ہشام)

3.145 ۔ سریہ خضرہ (سریہ ابی قتادہؓ)

شعبان 8ھ ہجری ، 630ء

اس سریہ میں حضرت ابوقتادہ ؓ کی سربراہی میں پندرہ صحابہؓ کو نجد کے اندر قبیلہ محارب کے علاقے میں خضرہ نامی مقام پر بنوغطفان کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا جو اطلاع کے مطابق اسلام دشمن سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ حضرت ابوقتادہؓ اوران کے ساتھیوں نے وہاں جا کران کا صفایا کیا۔ بہت سے قتل ہوئے اور کچھ کو قید کرلیا گیا اور مال غنیمت بھی حاصل ہوا۔

اس مہم میں حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا لشکر پندرہ دن مدینہ منورہ سے باہر رہا۔
(رحمتہ للعٰلمین)

3.146 ۔ فتح مکہ

رمضان المبارک 8ھ ہجری ، 630ء

3.146.1 ۔ فتح مکہ کے اسباب

کفار مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر جو معاہدہ ہوا تھا اس کی رو سے بنوخزاعہ اور بنوبکر اپنی دشمنیاں فراموش کر کے بنوخزاعہ مسلمانوں کے اور بنوبکر قریش کے حلیف بن گئے تھے۔ بنوبکر کی نیت بگڑ گئی اس کا سردار نوفل بن معاویہ دیلی نے بنوخزاعہ سے بدلہ لینا چاہا۔ قریش مکہ کا فرض تھا کہ وہ بنوبکر کو اس کے ارادوں سے باز رکھتے اور بنوخزاعہ جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے حلیف تھے۔ ان پر حملہ نہ کرنے دیتے کیونکہ حدیبیہ کی صلح کا معاہدہ دس سال کے لئے ہوا تھا۔ لیکن معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قریش نے بنوبکر کو ہتھیار بھی فراہم کئے اور قریش کے اہم لوگ صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل، سہیل بن عمرو نے بنوبکر کے حملہ میں شرکت بھی کی اور یہ حملہ رات کے وقت اچانک اس وقت ہوا جب بنوخزاعہ سو رہے تھے۔ انہوں نے بنوخزاعہ کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس اچانک حملہ سے گھبرا گئے اور بھاگ کر حرم میں چھپ گئے ۔ بدیل بن ورقہ خزاعی کے گھر میں گھس کر اس کا تمام سامان لوٹ لیا۔ اور جو لوگ حرم میں جان بچانے کے لئے چھپے ہوئے تھے وہاں جا کر قتل کیا۔ بنوخزاعہ کے بیس یا تیس آدمی مارے گئے۔ بدیل بن ورقہ اور عمرو بن سالم اپنی قوم کے چند آدمیوں کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے کہ بنوبکر اور قریش کی بدعہدی کی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے شکایت کریں اور اپنے نقصان کے بارے میں بتائیں۔

مکہ میں بنوخزاعہ کے چند مظلوم لوگوں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا نام لے کر فریاد کی کہ اے خاتم النبیین (ﷺ) ہماری مدد کیجئے اور فریاد سنیے۔ بنوبکر نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ اس وقت مدینہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ام المومنین حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرے میں وضو فرما رہے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بنوخزاعہ کے جو لوگ فریاد کر رہے تھے ان کے جواب میں لبیک لبیک فرمایا۔ حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے دریافت کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلّی اللہ

علیہ وسلم) نے لبیک کس کے جواب میں فرمایا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس وقت بنوخزاعہ کے لوگوں کی فریاد میرے کانوں میں آئی ہے جس کا میں نے جواب دیا ہے اہم بات یہ ہے کہ مکہ میں بنوخزاعہ کے لوگوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے جواب میں لبیک کی آواز سنی۔

صبح کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا کہ رات بنوبکر اور قریش نے مل کر بنوخزاعہ کے لوگوں کو قتل کیا ہے۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کی کہ کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ انہوں نے بدعہدی کی ہوگی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یقین ہے اور عنقریب اللہ تعالی ان کے بارے میں حکم نازل کرنے والا ہے۔ کئی دن بعد بدیل بن ورقہ اور عمرو بن سالم مدینہ پہنچے۔ قریش مکہ اور بنوبکر کی شکایت کی۔

عمرو بن سالم نے اشعار کی صورت میں دھائی دی۔ اس کا ترجمہ یوں ہے۔ اے پروردگار! میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے ان کے عہد اور ان کے والد کے قدیم عہد کی دہائی دے رہا ہوں۔

آپ لوگ اولاد تھے اور ہم جننے والے تھے (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں قصیٰ کی بیوی بنوخزاعہ میں سے تھیں) پھر ہم نے تابعداری اختیار کی اور کبھی انکار نہ کیا۔ اللہ آپ کو ہدایت دے آپ پر زور مدد کیجئے اور اللہ کے بندوں کو پکارئے وہ مدد کو آئیں۔ جن میں اللہ کے رسول (ﷺ) ہونگے ہتھیار پوش اور چڑھتے ہوئے چودھویں کے چاند کی طرح گورے اور خوبصورت۔ اگر ان پر ظلم اور ان کی توہین کی جائے تو ان کا چہرہ تمتما اٹھتا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسے لشکر جرار کے اندر تشریف لائیں گے جو جھاگ بھرے سمندر کی طرح تلاطم خیز ہوگا۔ یقیناً قریش نے آپ ﷺ کے عہد کی خلاف ورزی کی ہے آپ ﷺ کا پکا عہد توڑا ہے۔ انہوں نے میرے لئے کداء میں گھات لگائی اور یہ سمجھا کہ میں کسی کو اپنی مدد کے لئے نہیں پکاروں گا۔ حالانکہ وہ بڑے ذلیل اور تعداد میں قلیل ہیں۔ انہوں نے رات کو ہم پر حملہ کیا اور ہمیں رکوع و سجود کی حالت میں قتل کیا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے عمرو بن سالم تیری مدد کی گئی۔ اس کے بعد آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا دیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ بنوکعب کی مدد کی بشارت دے رہا ہے۔

جب مکہ والوں کو اپنے کرتوتوں کے نتائج کے بارے میں خیال آیا تو انہیں فکر ہوئی اور مشورہ ہوا کہ ابوسفیان کے ساتھ ایک وفد مدینہ جائے اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے تجدید عہد کر لیا جائے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ابوسفیان کے آنے سے پہلے ہی صحابہ اکرامؓ کو بتادیا کہ اب ابوسفیان آئے گا اور صفائیاں پیش کرے گا تاکہ معاہدہ کی تجدید ہو جائے اور بڑھادی جائے۔ ابوسفیان مشورہ کے مطابق روانہ ہو کر عسفان پہنچا تو بدیل بن ورقہ سے ملاقات ہوئی۔ بدیل مدینہ سے مکہ واپس آ رہا تھا۔ پوچھا بدیل کہاں سے آ رہے ہو بدیل نے کہا کہ میں ساحل کی وادی میں گیا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ تم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس نہیں گئے تھے ۔ بدیل نے کہا۔ نہیں۔ مگر جب بدیل مکہ کی طرف روانہ ہو گیا تو ابوسفیان کو شک ہو گیا کہ یہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر آ رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ اگر مدینہ گیا ہے تو اس نے وہاں اونٹوں کو چارا کھلایا ہوگا۔

مدینہ میں کھجور کی گٹھلی چارے میں دیتے ہیں۔ ابوسفیان ادھر گیا جہاں بدیل نے اونٹ بٹھائے تھے وہاں اس نے اونٹ کی مینگنیاں لے کر توڑی اس میں کھجور کی گٹھلی تھی ابوسفیان کے کہا کہ خدا کی قسم بدیل محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گیا ہے۔

ابوسفیان جب مدینہ پہنچا تو سیدھا اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر گیا۔ ابوسفیان نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو انہوں نے جلدی سے بستر لپیٹ دیا۔ اس پر انہوں نے کہا بیٹی یہ بستر میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک ہیں اس لئے آپ اس بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں اس پر انہوں نے کہا کہ میرے بعد تمہیں شر پہنچ گیا ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے الگ الگ بات کرنی چاہی لیکن انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے طنزاً کہا کہ تو کنانہ کا سردار ہے خود ہی مسجد نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں کھڑے ہو کر اعلان کر دے کہ میں معاہدے کی میعاد بڑھاتا ہوں اور عہد و اقرار کو مضبوط کرتا ہوں۔

جب ابوسفیان رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے بڑے صحابہ اکرامؓ سے بات کرنے میں

ناکام ہوگیا تو اس نے مسجد نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے صحن میں کھڑے ہو کر معاہدے پر قائم رہنے اور اس کی مدت بڑھانے کا اعلان کر کے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ واپس مکہ پہنچنے پر وہاں کے لوگوں نے اس کا مزاق اڑایا اور اس کو شرمندہ کیا۔

قریش نے پوچھا کہ کیا تمہارے اعلان کو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے نافذ کر دیا تو اس نے کہا نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ تباہی ہے تیرے لئے۔ اس شخص یعنی حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تیرے ساتھ مزاق کیا تھا۔ ابوسفیان بولا کہ خدا کی قسم اس کے علاوہ اور کوئی صورت بن ہی نہیں رہی تھی۔

3.146.2 ۔ غزوہ کیلئے خفیہ تیاریاں

رمضان المبارک 8 ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا لیکن اس دفعہ یہ نہیں بتایا کہ کسی قوم یا علاقہ پر حملہ کا ارادہ ہے۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بھی حکم دیا کہ ساز و سامان تیار کریں۔

3.146.3 ۔ سریہ بطن اضم

رمضان المبارک 8 ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پلان کو خفیہ رکھنے کیلئے رمضان کے شروع میں سریۂ بطن اضم کی طرف ایک دستہ روانہ کیا۔ جس کی قیادت حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ربعی کو دی گئی ان کے ساتھ آٹھ صحابہؓ کا قافلہ تھا۔ یہ مقام ذی خشب اور ذی المروہ کے درمیان مدینہ سے تقریباً چھتیس (36) میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ سمجھیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا اس طرف جانے کا ارادہ ہے۔ ہر طرف یہ خبریں پھیل گئی تھیں۔ لیکن یہ سریہ جب مقررہ مقام پر پہنچا تو ان کو خبر ملی کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں چنانچہ یہ لشکر بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے آ کر مل گیا۔ (ابن ہشام)

3.146.4۔حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا خط

رمضان المبارک 8ہجری ، 630ء

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قریش مکہ کو ایک خط لکھا جس میں ان کو اطلاع دی کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ ایک عورت کو دیا کہ یہ خط قریش مکہ کو پہنچادے اس کا معاوضہ طے کرلیا گیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعہ اس خط کے بارے میں خبر دے دی گئی۔ چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو مرثد غنویؓ کو یہ کہہ کر بھیجا کہ جاؤ روضہ خاخ پہنچو وہاں ایک ہودج پر سفر کرتی ہوئی ایک عورت ملے گی۔ اس کے پاس قریش کے نام کا ایک خط ہے وہ اس سے حاصل کرو۔ یہ حضرات بہت تیزی سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے تو وہ عورت موجود تھی۔ اس سے نیچے اترنے کو کہا اور کہا کہ تمہارے پاس جو خط ہے وہ ہمیں دے دو۔ اس نے خط سے انکار کیا۔ اس کے سامان کی تلاشی لی گئی لیکن خط نہ ملا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کے اللہ کے رسول نے جھوٹ نہیں کہا۔ تم وہ خط نکال دو نہیں تو ہم تم کو ننگا کر کے تلاشی لیں گے۔ جب اس نے دیکھا کہ بات اتنی بڑھ جائے گی تو اس نے کہا کہ منہ دوسری طرف کرو۔ جب انہوں نے منہ دوسری طرف کیا تو اس نے چوٹی کھول کر وہ خط نکال کر دیا۔ وہ خط لے کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے۔

وہ خط رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پڑھ کر سنایا گیا اس میں قریش مکہ کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مکہ پر حملہ کرنے کی خبر دی گئی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔ خدا کی قسم! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر میرا ایمان ہے۔ نہ میں مرتد ہوا ہوں۔ اور نہ مجھ میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں خود قریش کا آدمی نہیں ہوں ان کے ساتھ رہتا تھا میرے بال بچے اور اہل وعیال وہاں ہی ہیں۔ میری قریش سے کوئی قرابت بھی نہیں ہے کہ وہ میرے

بال بچوں کی حفاظت کریں۔ جب مجھے یہ سب حاصل نہیں تھا تو میں نے سوچا ان پر احسان کردوں جس کے عوض وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے۔

اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مجھے حکم دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔

کیونکہ اس نے اللہ اوراس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے اور یہ منافق ہو گیا ہے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! دیکھو یہ جنگ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں کیا پتا ہوسکتا ہے اللہ نے اہل بدر کو دیکھ کر کہا ہو کہ تم لوگ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا۔ اللہ اوراس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو معاف کردیا۔ بہرحال دشمن کو خبر نہ پہنچ سکی۔ (صحیح بخاری)

3.146.5۔رسول اللہ ﷺ کی مکہ کی طرف روانگی

10 رمضان المبارک 8 ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دس ہزار صحابہ اکرامؓ کے لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف روانگی کی۔ حضرت ابورھم غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا۔ مقام جحفہ پہنچے تو آپ کے چچا حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) معہ اہل وعیال مسلمان ہوکر ہجرت کرکے مدینہ آرہے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اہل وعیال کو مدینہ بجھوادیا اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنے ساتھ کرلیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھتے ہوئے وادی مرّ االظہر ان تک پہنچ گئے۔ یہ مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے مکہ والوں کو ابھی تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کی اطلاع نہیں تھی۔

پھر ابواء کے مقام پر اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن امیہ ملے۔ دونوں کو دیکھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے منہ پھیرلیا دونوں آپ کو سخت اذیت پہنچاتے تھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ذریعے سفارش

کروائی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں معاف کر دیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ (زادالمعاد)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مرّ االظہر ان پر پڑاؤ ڈالا صحابہ اکرامؓ روزے سے تھے۔ لیکن عسفان اور قدید کے درمیان کدید نامی چشمہ پر پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے روزہ توڑ دیا تھا اور صحابہ اکرامؓ نے بھی افطار کر لیا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سفر جاری رکھا اور وادی فاطمہ جا کر قیام کیا۔ وہاں پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر آگ جلوائی اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پہرے پر مقرر کیا۔

حضرت عباس رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سفید خچر (دلدل) پر سوار ہو کر نکلے مقصد یہ تھا کہ کسی ذریعے سے قریش والوں کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آنے کی خبر کر دیں تا کہ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی آ کر امان طلب کر لیں۔ دوسری طرف قریش بالکل لاعلم تھے۔ خبریں معلوم کرنے کے لئے وہ باہر جا کر معلوم کرتے تھے۔ لیکن وہ خوف اور اندیشوں کے شکار تھے۔ ابوسفیان بار بار باہر جا کر حالات کا پتہ لگا تا تھا۔ چنانچہ وہ باہر نکلا کہ حالات کا پتہ لگائے اس کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ تھے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے قریب سے گزرے تو ان کی گفتگو سنائی دی۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم! میں نے آج رات جیسی آگ اور ایسا لشکر اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ جواب میں بدیل کہہ رہا تھا کہ یہ خدا کی قسم بنوخزاعہ ہیں۔ اس پر ابوسفیان بولا۔ خزاعہ اس سے کہیں کمتر اور ذلیل ہیں کہ یہ لشکر اور آگ ان کی ہو۔

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں نے آواز پہچان کر کہا۔ ابوحنظلہ! اس نے بھی حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آواز پہچان لی اور بولا۔ ابوالفضل میں نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا کیا بات ہے میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ لوگوں سمیت۔ ہائے قریش کی تباھی واللہ۔

اس نے کہا کہ کوئی بچنے کا راستہ بتاؤ میرے ماں باپ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر قربان۔ میں نے کہا واللہ اگر وہ تمہیں پا گئے تو تمہاری گردنیں ماریں گے۔ لہذا میرے خچر پر بیٹھ جاؤ میں تمہیں رسول اللہ

(صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلتا ہوں اور تمہارے لئے امان طلب کرتا ہوں۔ اس کے بعد ابوسفیان میرے پیچھے بیٹھ گیا اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابوسفیان دونوں واپس چلے گئے۔

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب میں ابوسفیان کو لے کر چلا جس کسی الاؤ کے پاس سے گزرتا لوگ پوچھتے کون ہے۔ مگر جب دیکھتے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خچر ہے اور میں اس پر سوار ہوں تو کہتے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چچا ہیں۔ یہاں تک کہ میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے الاؤ کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا کون ہے اور اٹھ کر میری طرف آئے جب میرے پیچھے ابوسفیان کو دیکھا تو کہا کہ اللہ کے دشمن۔ اللہ کی حمد کہ اس نے بغیر عہد و پیمان کے ہمارے قابو میں کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف دوڑے میں نے بھی خچر تیز کر دیا اور جلدی سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پہنچ گیا۔

اتنے میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہنچے اور فرمایا۔ اے اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیجیئے میں اس اللہ کے دشمن کی گردن مار دوں۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بڑھ کر بولے کہ میں نے اسے پناہ دے دی ہے اور جب حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بار بار اجازت چاہی تو میں نے کہا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر یہ بنی عدی بن کعب کا آدمی ہوتا تو تم ایسی بات نہ کہتے۔ اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا۔ عباس۔ٹھرو۔ خدا کی قسم! تمہارا اسلام لانا میرے نزدیک خطاب کے اسلام لانے سے اگر وہ اسلام لاتے زیادہ پسندیدہ ہے اس کی وجہ میرے لئے صرف یہ ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک تمہارا اسلام لانا خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسند ہے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ ابوسفیان کو صبح میرے پاس لانا میں ان کو لے کر اپنے گھر آ گیا اور صبح کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے ان کو پیش کیا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ابوسفیان کو دیکھ کر فرمایا! ابوسفیان! تم پر افسوس ہے کیا اب

تمہارے لئے وقت نہیں آیا کہ تم یہ جان سکو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ۔ ابوسفیان کے کہا کہ میرے ماں باپ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر فدا ۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کتنے بردباد کتنے کریم اور قرابت کا کتنا خیال رکھنے والے ہیں ۔ میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور بھی الہ ہوتا تو اب تک میرے کام آ چکا ہوتا ۔ عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ابوسفیان گردن ماری جانے سے پہلے اسلام قبول کرلو ۔ اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں ۔ اس پر ابوسفیان نے اسلام کی شہادت قبول کر لی اور حق کی شہادت دی ۔

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا ۔ یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیان اعزاز پسند انسان ہے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کو کوئی خاص عزت بخش دیجئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اچھا جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا اس کو امان ہے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو بھی امان دی جائے گی جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اندر بیٹھے گا اس کو امان ہے ۔ جو شخص بغیر ہتھیار لگائے راہ میں ملے گا اس کو امان ہے ۔ اپنی عزت افزائی دیکھ کر ابوسفیان خوش ہو گئے ۔

3.146.6 ۔ اسلامی لشکر کا مکہ میں داخلہ

17 رمضان المبارک 8ھ ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) 17 رمضان المبارک 8ھ ہجری بروز منگل صبح سویرے مّر الظہران سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے ۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا تھا کہ ابوسفیان کو لے کر اس پہاڑی پر روک لیں تا کہ وہ مکہ کے اندر خدائی فوج کو داخل ہوتے ہوئے دیکھ لے ۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایسا ہی کیا پھر مختلف قبائل اپنے اپنے جھنڈے لئے ہوئے مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس قبیلہ کا نام بتاتے ابوسفیان حیرت سے پوچھتے اور لاتعلقی کا اظہار کرتے ۔ یہاں تک کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بڑی شان سے مہاجرین اور انصار صحابہؓ کے درمیان سبز دستے میں گزرے ۔ پھر ابوسفیان بولے بھلا ان سے محاذ آرائی کی جرأت کیسے

ہوسکتی ہے اور پھر حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بولے کہ تمہارے بھتیجے کی بادشاہت تو بڑی زبردست ہے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا۔ ابوسفیان۔ یہ نبوت ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ تو یہی کہا جائے گا۔ انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس تھا جب وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو بولے:

الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل ا لحرمة

ترجمہ: آج خونریزی اور مار دھاڑ کا دن ہے آج حرمت حلال کرلی جائے گی۔

آج اللہ نے قریش کی ذلت مقدر کردی۔ اس کے بعد جب وہاں سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) گزرے تو ابوسفیان نے کہا۔ یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وہ بات نہیں سنی جو سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کیا کہا ابوسفیان نے کہا کہ یہ اور یہ بات کہی ہے یہ سن کر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا۔

یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)! ہمیں خطرہ ہے کہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قریش کے اندر مار دھاڑ نہ کریں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا نہیں۔ بلکہ آج وہ دن ہے کہ کعبہ کی تعظیم کی جائے گی۔ آج کا دن وہ دن ہے کہ اللہ قریش کو عزت بخشے گا۔ اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے جھنڈا لے کر ان کے صاجزادے قیس بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حوالے کردیا۔

جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ابوسفیان سے کہا کہ دوڑ کر قریش کے پاس جاؤ اور ان کو اطلاع کرو۔ ابوسفیان نے بلند آواز سے قریش کو پکارا۔

اے قریش کے لوگو! یہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں یہ اتنا بڑا لشکر لے کر آئے ہیں کہ تم میں مقابلہ کی تاب نہیں۔ لہذا جو ابوسفیان کے گھر میں چھپ جائے اس کے لئے امان ہے۔ اس پر اس کی بیوی نے

مقابلہ کے لئے کہا جس پر ابوسفیان نے اسے ڈانٹ دیا۔ ابوسفیان نے پکار کر کہا جو اپنے گھر کا دروازہ اندر سے بند کرلے اس کے لئے بھی امان ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنے گھروں کی طرف اور مسجد حرام کی طرف بھاگے۔ کچھ بد معاش قسم کے لڑکوں نے کہا کہ ہم مقابلہ کریں گے۔ جن میں عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور بنوبکر کا ایک آدمی حماس بن قیس تھا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جب ذی طوی کے راستے سے مکہ میں داخل ہوئے تو اللہ کا شکر ادا کرتے داخل ہوئے اس اعزاز فتح پر تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سر جھکا ہوا تھا اور داڑھی کے بال کجاوے کی لکڑی سے لگ رہے تھے۔ ذی طوی میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لشکر کی ترتیب و تقسیم فرمائی۔

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میمنہ (داہنے طرف) رکھا اس میں قبیلہ بنو اسلم، بنوسلیم، بنوغفار، بنومزینہ، بنوجہینہ اور کچھ دوسرے قبیلہ کے لوگ تھے۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے زیریں حصہ سے داخل ہوں۔ اگر قریش میں سے کوئی آڑے آئے تو اسے ختم کردیں۔ یہاں تک کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے صفا پر آ کر ملیں۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میسرہ (بائیں طرف) رکھا ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ انہیں حکم دیا تھا کہ مکہ کے بالائی حصہ یعنی کداء سے داخل ہوں اور حجون میں جھنڈا گاڑ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا انتظار کریں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پیادہ فوج پر مقرر کیا انہیں حکم دیا کہ وہ بطن وادی کے رستہ سے جائیں یہاں تک کہ مکہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے پہنچیں۔

تینوں دستے اپنے راستوں پر چلے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے رستے میں جو بھی مقابلہ پر آیا اسے قتل کر دیا گیا۔ ان کے دو صحابہ حضرت زین جابر فہریؓ اور حضرت خنیس بن خالد بن ربیعہؓ لشکر سے بچھڑ کر دوسری طرف چلے گئے تھے جنہیں شہید کر دیا گیا خندمہ پہنچ کر حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) کی مڈبھیڑ کچھ بدمعاشوں سے ہوئی معمولی جھڑپ سے بارہ مشرک مارے گئے اور باقی فرار ہو گئے۔ حماس بن قیس جو بڑے جوش سے مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا تھا بھاگ کر گھر میں چھپ گیا۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جحون پر پہنچ کر مسجد فتح کے پاس رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا جھنڈا گاڑ دیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ایک قبہ نصب کیا اور وہاں ہی ٹھہرے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مہاجرین اور انصار صحابہؓ کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے حجر اسود کو بوسہ دیا اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ بیت اللہ کے اردگرد اور چھت پر تین سو ساٹھ بت تھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنی کمان سے اس پر ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَ هَقَ الْبَا طِلُ ط اِنَّ الْبَا طِلَ كَا نَ زَهُوْقًا (۸۱)

ترجمہ: اور اعلان کردے کہ حق آچکا اور ناحق نابود ہوگیا۔ یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔

(سورۃ بنی اسرائیل۔۸۱)

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَا طِلُ وَمَا يُعِيْدُ (۴۹) (سورۃ سبا۔۴۹)

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ حق آچکا باطل نہ تو پہلے کچھ کرسکا ہے اور نہ کرسکے گا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اونٹنی پر طواف کیا آپ طواف کے وقت احرام کی حالت میں نہیں تھے۔ طواف مکمل کرنے کے بعد حضرت عثمان بن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر کعبہ کی چابیاں لیں اور خانہ کعبہ کھولا گیا اندر حضرت ابراہیم علیہ سلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ سلام کی تصاویر تھیں۔ فال کے تیر تھے ایک لکڑی کی بنی ہوئی کبوتری تھی اس کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہاتھوں سے توڑ دیا دیواروں پر سے تصاویر مٹوا دی گئیں۔

3.146.7 ۔حرم کعبہ میں نماز اور قریش سے خطاب

رمضان المبارک 8 ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خانہ کعبہ کا دروازہ اندر سے بند کر دیا حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)اور حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی اندر موجود تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دروازے کے سامنے والی دیوار کی طرف منہ کر کے سامنے والی دیوار کے تین ہاتھ کے فاصلہ پر نماز پڑھی۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کے اندرونی حصہ کا چکر لگایا تمام کونوں میں تکبیر اور توحید کے کلمات کہے پھر دروازہ کھول دیا۔ مسلمان اور قریش مسجد کے صحن میں کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیا خطاب کرتے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر قریش سے مخاطب ہوئے۔

اللہ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور سارے گروہوں کو شکست دی۔ کسی شخص کو جو اللہ اور اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہے یہ جائز نہیں کہ وہ مکہ میں خونریزی کرے۔ کسی سرسبز درخت کا کاٹنا بھی اس میں جائز نہیں ہے۔ میں نے زمانہ جاہلیت کی تمام رسموں کو پاؤں سے مسل دیا۔

سنو! بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ سارا اعزاز یا کمال یا خون میرے ان قدموں کے نیچے ہے۔ یاد رکھو قتل خطا پر دیت ہے یعنی سو اونٹ۔
اے قریش کے لوگوں! تم کو اللہ نے جاہلیت کے تکبر اور اباؤاجداد پر فخر کرنے سے منع کیا ہے۔
کُل آدمی آدم علیہ السلام سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہوئے تھے۔

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

بیشک اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ خوب جاننے والا اور باخبر ہے۔ (۱۳) (سورۃ الحجرات۔۱۳)

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اے قریش کے لوگو! تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔

اس سوالیہ جملے کو سن کر قریش نے کہا کہ ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بھلائی کی توقع رکھتے ہیں کیونکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہمارے بزرگ بھائی اور بزرگ بھائی کے بیٹے ہیں ان کا جواب سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

اچھا تو میں وہی کہتا ہوں جو یوسف (علیہ سلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

ترجمہ: جواب دیا آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخشے وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔ (سورۃ یوسف۔۹۲)

3.146.8 ۔ کعبہ کی کنجی

رمضان المبارک 8 ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کے بعد مسجد حرام میں بیٹھ گئے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں کعبہ کی کنجیاں تھیں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں خواہش مند تھے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہ کنجیاں ان کو دینے کا اعلان کریں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! عثمان بن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں انہیں بلایا گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ لو اپنی کنجی آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔

طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کنجی دیتے ہوئے فرمایا! اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے لو۔ تم لوگوں سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔ اے عثمان! اللہ نے تم لوگوں کو اپنے گھر کا امین بنایا ہے۔ لہٰذا اس بیت اللہ سے تمہیں جو ملے اسے معروف کے ساتھ کھانا۔

3.146.9۔حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خانۂ کعبہ کی چھت پر اذان دینا

رمضان المبارک 8ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کعبہ میں موجود تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ اس وقت ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے کہا کہ اللہ نے اسید کو فوت کر کے اس پر کرم لیا ہے کہ وہ یہ اذان نہ سن سکا ورنہ ایسی ایک ناگوار چیز سننی پڑتی۔ اس پر حارث نے کہا سنو۔ واللہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ برحق ہیں تو میں ان کا پیروکار بن جاؤں گا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا کہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اگر میں بولوں گا تو یہ کنکریاں بھی میرے متعلق خبر دے دیں گی۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس تشریف لے کر آئے اور کہا کہ ابھی تم لوگوں نے جو باتیں کی ہیں مجھے معلوم ہوگئیں ہیں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی گفتگو دوہرائی۔ اس پر حارث اور عتاب بول پڑے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ خدا کی قسم! کوئی اور شخص ہمارے ساتھ تھا ہی نہیں کہ ہماری اس گفتگو سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو آگاہ کرتا اور ہم کہتے کہ اس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو خبر دی ہے۔

3.146.10۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد کا قبولِ اسلام

رمضان المبارک 8ہجری ، 630ء

آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے بوڑھے باپ

حضرت ابوقحافہ ؓ کو لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے بٹھا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر ؓ آپ ؓ نے ان بزرگ کو گھر پر ہی کیوں نہ رہنے دیا میں خود ان کے پاس آ جاتا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ بجائے اس کے کہ آپ ﷺ چل کر میرے باپ کے پاس آئیں بہتر یہی ہے کہ میرا باپ خود پاپیادہ چل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابوقحافہ ؓ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور اسلام کی تلقین کی۔ انہیں نے اسلام قبول کر لیا۔ بڑھاپے کی وجہ سے ان کا سر اور چہرہ سفید تھا۔ آپ ﷺ نے خضاب کے لئے ارشاد فرمایا اور تاکید کی کہ سیاہی سے بالکل دور رہنا۔ یعنی سیاہ خضاب ہرگز استعمال نہ کرنا۔

(سیرت ابن ہشام)

علامہ حلبی سیرتِ حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوقحافہ ؓ اسلام لے آئے تو انحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو مبارک باد دی۔ حضرت ابوبکر ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا۔ اگر حضرت ابوطالب اسلام لاتے تو میری انکھیں زیادہ ٹھنڈی ہوتیں۔

3.146.11 ۔ شکرانے کی نماز

رمضان المبارک 8 ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے غسل فرمایا اور ان کے گھر میں آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ حضرت ام ہانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے شوہر کے دو بھائیوں کو پناہ دے رکھی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔

3.146.12 ۔نومجرموں کے سواعام معافی کا اعلان

رمضان المبارک 8ھ ہجری ، 630ء

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا ۛ مَّلْعُوْنِیْنَ ۛ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ☆ (سورۃ الاحزاب:٦٢۔٦٠)

ترجمہ: اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو (مدینے کے شہر میں) بُری بُری خبریں اڑایا کرتے ہیں (اپنے کردار) سے باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو ان کے پیچھے لگادیں گے پھر وہاں تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔٦٠۔ (وہ بھی) پھٹکار کئے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار ڈالے گئے۔٦١۔ جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے اور تم اللہ کی عادت میں تغیر وتبدل نہ پاؤ گے۔

فتح مکہ کے موقعہ پر عام معافی کا اعلان کردیا گیا مگر نو (9) افراد ایسے تھے کہ حکم دیا گیا کہ اگر وہ کعبہ کے پردے کے نیچے بھی پائے جائیں تو انہیں قتل کردینا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

(1)۔ عبدالعزیٰ بن خطل

(2)۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

(3)۔ عکرمہ بن ابی جہل

(4)۔ حارث بن نفیل بن وہب

(5)۔ مقیس بن صبابہ

(6)۔ ہبار بن اسود

(8)(7)۔ابن خطل کی دو لونڈیاں کو جو نبی ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھیں۔

(9)۔سارہ۔ جو اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کی لونڈی تھی۔ اسی کے پاس حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خط پایا گیا تھا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کر کے اس کی جان بخشی کی درخواست کی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی پھر معاف کر دیا۔

عکرمہ بن ابی جہل نے یمن کی طرف بھاگنا چاہا۔ اس کی بیوی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کے لئے معافی اور امان طلب کی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے امان دے دی۔ پھر وہ اپنے شوہر کے پیچھے گئی اور اس کو لے کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر کر دیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے معاف فرما دیا۔

ابن خطل خانہ کعبہ کا کپڑا پکڑ کر لٹکا ہوا تھا کہ کسی صحابہؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا قتل کر دیا جائے تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

مقیس بن صبابہ کو حضرت نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا پھر ایک انصاری کو قتل کر کے مرتد ہو کر بھاگ گیا تھا۔

حارث بن نفیل۔ مکہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اذیت پہنچایا کرتا تھا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے قتل کر دیا۔

ہبار بن اسود وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی صاجزادی حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہجرت کے موقعہ پر ایسا کچوکا مارا تھا کہ وہ ہودج سے چٹان پر جا گری تھیں اور اس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ یہ شخص فتح مکہ کے روز بھاگ نکلا تھا لیکن بعد میں مسلمان ہو گیا اور امان پائی۔

ابن خطل کی دونوں لونڈیوں میں سے ایک قتل کر دی گئی دوسری نے امان طلب کر لی اور مسلمان ہو گئی تھی۔ اسی طرح سے سارہ نے بھی امان طلب کر لی تھی اور مسلمان ہو گئی.

اس طرح نو میں سے چار قتل کر دیے گئے اور پانچ کو امان مل گئی تھی۔

3.146.13۔صفوان بن امیہ اور فضالہ بن عمیر کا قبول اسلام

رمضان المبارک 8ھ ہجری ، 630ء

صفوان کو واجب القتل تو قرار نہیں دیا تھا یہ بڑے لیڈروں میں آتا تھا اسی لئے اپنی جان کا خطرہ ہوا تو بھاگ گیا۔

عمیر بن وہب جمحی نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کے لئے امان طلب کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اسے امان دے دی۔ اور یقین دھانی کے طور پر اپنی دستار جو فتح مکہ کے وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پہنی ہوئی تھی ان کو دیدی۔ عمیرؓ صفوان کے پاس پہنچے وہ جدہ سے یمن کے لئے سمندر سے سوار ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ عمیرؓ اسے واپس لے آئے۔ اس نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ مجھے دو مہینے کا وقت دیجئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہیں چار مہینے کا وقت ہے۔ اس کی بیوی پہلے مسلمان ہو چکی تھی تو وہ جلدی سے مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا نکاح برقرار رکھا۔

فضالہ ایک بہادر آدمی تھا۔ اس وقت رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) طواف کر رہے تھے تو وہ قتل کی نیت سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا لیکن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اس کے دل کی بات بتادی اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔

3.145.14 ۔ فتح کے دوسرے دن کا خطبہ

18 رمضان المبارک 8ھ ہجری ، 630ء

فتح کے دوسرے دن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

لوگو! اللہ نے جس دن آسمان کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام (حرمت والا شہر) ٹھہرایا۔ اس لئے وہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے

لئے حلال نہیں کہ وہ اس میں خون بہائے یا یہاں کوئی درخت کاٹے۔ اگر کوئی شخص اس بنا پر رخصت اختیار کرے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں قتال کیا تو اس سے کہہ دو کہ اللہ نے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اجازت دی تھی۔ لیکن تمہیں اجازت نہیں ہے اور میرے لئے بھی اسے صرف ایک دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا۔ پھر آج اس کی حرمت اسی طرح پلٹ آئی۔ اب چاہیے یہ جو حاضر ہے وہ غائب کو یہ بات بتادے۔

3.146.15 ۔ انصار مدینہ ؓ کے اندیشے

رمضان المبارک 8 ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جب مکہ فتح کر لیا اور اس کے تمام مراحل طے ہو گئے تو انصارؓ آپس میں خیال کرنے لگے کہ یہی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا شہر ہے یہی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا جائے پیدائش ہے اور وطن ہے۔ اللہ نے پھر سے اسے فتح کرا دیا ہے حرمت والا شہر ہے اب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہاں ہی قیام کریں گے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس وقت صفا پر دعا فرما رہے تھے۔ دعا سے فارغ ہو کر انصارؓ سے فرمایا کہ تم لوگوں نے کیا بات کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اصرار کیا تو پھر انہوں نے اپنے اندیشے کا اظہار کر دیا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! خدا کی پناہ۔ اب زندگی اور موت آپ لوگوں کے ساتھ ہے۔

3.146.16 ۔ بیعت

رمضان المبارک 8 ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) صفا پر بیٹھ گئے اور لوگوں سے اللہ اور رسول کی اطاعت پر بیعت لینے لگے۔ مردوں سے فارغ ہونے کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن خطاب کو عورتوں سے بیعت لینے پر مامور فرمایا۔ اور خود بنفس نفیس ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے۔

جب خانہ کعبہ کے بت گر گئے اور قریشِ مکہ کا غرور کا بت بھی ٹوٹ گیا کو آس پاس کے قبائل قریش کے خوف سے اسلام کے قریب نہیں آتے تھے۔ اب وہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے اور بہت ہی مختصر وقت میں آس پاس کے اور دور دراز کے تمام قبائل مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انیس (۱۹) دن مکہ میں رہے۔ پھر آس پاس کے بت توڑنے کے لئے سرایا روانہ فرمائے۔

3.147 ۔ اطراف کے بت ڈھانے کی مہم

رمضان المبارک 8ھ ہجری ، 630ء

3.147.1 ۔ عزیٰ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتح مکہ سے فارغ ہونے کے بعد 25 رمضان المبارک 8ھ ہجری کو حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں عزیٰ کے بت کو گرانے کے لئے سریہ بھیجا عزیٰ کا بت نخلہ میں تھا۔ قریش اور بنو کنانہ اس کی پوجا کرتے تھے۔ یہ ان کا سب سے بڑا بت تھا۔ بنو شیبان اس کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تیس (30) سواروں کے ساتھ جا کر اسے ڈھا دیا ۔ واپسی پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے پوچھا کہ کچھ دیکھا بھی۔ حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا۔ نہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ بت تو درحقیقت تم نے ڈھایا ہی نہیں۔ پھر سے جاؤ اور اسے ڈھاؤ۔ حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر سے غصہ میں بھرے تلوار نکال کر گئے۔

اب کی بار ان کی طرف سے ننگی، کالی، پراگندہ عورت نکلی۔ مجاور اسے چیخ چیخ کر پکارنے لگے لیکن اتنے میں حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس عورت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اسکے بعد حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ کر خبر دی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ عزیٰ تھی۔ اب وہ مایوس ہو چکی تھی کہ تمہارے ملک میں کبھی بھی اس کی پوجا ہو گی۔

3.147.2 ۔ سواع

رمضان المبارک 8ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سواع نامی بت ڈھانے کے لئے روانہ کیا۔ یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر رباط بنو ہذیل کا بت تھا۔ جب حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں پہنچے تو مجاور نے پوچھا۔ تم کیا چاہتے ہو، انہوں نے کہا۔ مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے ڈھانے کا حکم دیا ہے اس نے کہا کہ تم اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کیوں۔ اس نے کہا روک دیئے جاؤ گے۔ حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا۔ تم اب تک باطل پر ہو۔ تم پر افسوس ہے۔ کیا یہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس کے بعد بت کے پاس جا کر اس کو توڑ ڈالا کہ اس کے خزانے والا مکان ڈھا دیا لیکن اس میں کچھ نہ ملا۔ پھر مجاور سے کہا۔ کہو کیسا رہا۔ اس نے کہا میں اللہ کے لئے اسلام لایا۔

3.147.3 ۔ مناۃ

رمضان المبارک 8ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد بن زید اشہلی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بیس (20) سواروں کے ساتھ مناۃ کو ڈھانے کے لئے بھیجا۔ یہ قدید کے پاس مشلل میں اوس، خزرج اورغسان کا بت تھا، جب حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہاں پہنچے اس کے مجاور نے ان سے کہا تم کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا مناۃ کو ڈھانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا تم جانو تمہارا کام جانے۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مناۃ کی طرف بڑھے تو ایک کالی، ننگی پراگندہ سر والی عورت نکلی ۔ اپنا سینہ پیٹ کر ہائے ہائے کر رہی تھی۔ اس سے مجاور نے کہا۔ مناۃ۔ اپنے کچھ نافرمانوں کو پکڑ لے۔ لیکن اتنے میں حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر لپک کر بت ڈھا دیا۔ اسے توڑ پھوڑ دیا۔ خزانے میں کچھ نہ ملا۔

3.148 ۔ غزوۂ حنین

شوال 8ھ ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکہ فتح کرنے اور قریش کے مسلمان ہونے کی خبریں آس پاس کے قبائل کو مل رہی تھیں اس میں کمزور قبائل تو مطیع ہو رہے تھے البتہ اکھڑ قبائل ہوازن اور ثقیف جو طائف اور مکہ کے درمیان رہتے تھے۔ اور قریش کے حریف اور مد مقابل سمجھے جاتے تھے۔ ان کو یہ فکر ہوئی کہ مسلمان قریش کے بعد اب ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ بنو ہوازن کا سردار مالک بن عوف نے ہوازن اور بنو ثقیف کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور ان کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ قبائل نضر ، جشم اور سعد بھی شریک ہونے پر آمادہ ہو گئے۔ مقام اوطاس پر لشکر جمع ہونا شروع ہو گیا۔ یہ حنین کے قریب بنو ہوازن کے علاقے کی ایک وادی ہے لیکن وادی حنین سے الگ ہے۔ حنین ایک دوسری وادی ہے جو ذوالمجاز کے ساتھ واقع ہے وہاں سے عرفات سے گزرتے ہوئے مکہ کا فاصلہ دس میل ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں جب اس لشکر کے جمع ہونے کی خبر پہنچی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تحقیق کے لئے حضرت عبداللہ بن ابی حدود اسلمیؓ کو بھیجا کہ وہ جائیں اور ان لوگوں کے اندر جا کر ٹھیک ٹھیک خبر لے کر آئیں۔ انہوں نے آ کر بتایا کہ دشمن کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اور جنگ کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔آپ ﷺ نے فوراً جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دس ہزار مہاجرین اور انصار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے۔ دو ہزار اہل مکہ سے تیار کئے گئے اس طرح یہ بارہ ہزار کا لشکر تیار ہو گیا۔

ہفتہ 6 شوال 8ھ ہجری کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ سے کوچ کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ آئے ہوئے انیسواں دن تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صفوان بن امیہ سے سو (100) زرہیں اور ہتھیار ادھار لئے اور حضرت عتاب بن اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔

دو پہر کے وقت ایک سوار نے اطلاع دی کہ میں نے پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا ہے لگتا ہے بنو ہوازن

کے سب لوگ عورتیں بچے اور چوپائے میدان میں آگئے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! انشاءاللہ یہ سب مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت ہوگا۔ رات کو حضرت انس بن ابی مرثد غنوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پہرے داری کے فرائض انجام دیے۔ (سنن ابوداؤد)

دشمن کو جب اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ وادیٔ حنین میں اپنی کمین گاہوں میں چھپ گئے اور لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ مسلمان وادی کے پیچیدہ راستوں سے ہوکر نشیب کی طرف اترنے لگے تھے اور صبح کا ذب کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ اچانک دشمن مالک بن عوف کے آدمیوں نے کمین گاہوں سے نکل کر مسلمانوں پر تیروں کی بارش کردی اس اچانک پڑنے والی مصیبت اور غیر متوقع حملے کی وجہ سے مسلمان گھبرا گئے اور اہل مکہ سے جو دو ہزار لوگ آئے تھے۔ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وادی کی داہنی طرف تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت فضل بن حیانؓ، حضرت ابوسفیانؓ اور مختصر سی جماعت تھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خچر دُلدُل پر سوار تھے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ اس سخت افراتفری کے عالم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پکارا! لوگو! میری طرف آؤ میں عبداللہ کا بیٹا ہوں۔ اس وقت اس جگہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ چند مہاجرین اور انصار اور اہل خاندان کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ اس نازک موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شجاعت اور استقلال نے مسلمانوں کو کسی قدر ہمت دی۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اردگرد دشمن پوری طاقت سے حملہ آور تھے اور یہ مٹھی بھر صحابہؓ ان سے لڑ رہے تھے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو جن کی آواز بہت بلند تھی حکم دیا کہ مسلمانوں کو اس طرف بلاؤ۔ چنانچہ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہر قبیلہ کا نام لے لے کر آوازیں دینی شروع کردیں کہ اس طرف آؤ۔ ان کی آواز کو پہچان کر مسلمان اس طرف اس طرح دوڑے جیسے گائے کے بچھڑے اپنی ماں کی آواز سن کر اس طرف دوڑتے ہیں۔ مگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وسلم) کے قریب صرف سوافراد پہنچ سکے۔ باقی دشمن کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچ سکے اور وہاں ہی سے لڑنے لگے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ اکبر کہہ کر دُلدل کو دشمنوں کی طرف بڑھایا اور سو صحابہؓ کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ اپنے سامنے سے دشمن کو بھگا دیا اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سن کر باقی صحابہ اکرام ؓ نے بھی اللہ اکبر کہہ کر دشمن پر حملے شروع کر دیے اور ذرا سی دیر میں لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ دشمن کو بری طرح شکست ہوئی اس لڑائی میں مسلمانوں کو مشرکین اہل مکہ کی وجہ سے جو لشکر میں شریک تھے شروع میں پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے خود بھاگ کر دوسری قوموں کے پاؤں بھی ڈگمگا دیئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس مشکل صورتِ حال میں استقامت اور بہادری سے صورتِ حال کو قابو میں کیا۔

جب میدان میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا۔

شَاهَتِ الْوُجُوْه (چہرے بگڑ جائیں)

یہ مٹھی بھر مٹی اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا کہ اس کی آنکھ میں یہ مٹی نہ گئی ہو۔ اس کے بعد ان کی قوت ٹوٹتی چلی گئی اور وہ شکست سے دوچار ہوئے۔ بنوثقیف کے ستر آدمی مارے گئے۔ ان کے مال ہتھیار عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

اس بارے میں قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ (۲۵) ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ

جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ(٢٦) (سورۃالتوبہ-25-26)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہوگیا تھا، لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے (۲۵)

پھر اللہ نے اپنی طرف کی تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی۔ ان کفار کا یہی بدلہ تھا (۲۶)

دشمن کی فوج کا سپہ سالار مالک بن عوف میدان سے فرار ہوکر طائف کی طرف چلا گیا۔ وہاں کے سرداروں نے اسے محفوظ مقام پر چھپا لیا۔

ان کا ایک گروہ میدان چھوڑ کر مقام اوطاس میں جمع ہوا ایک گروہ بھاگ کر مقام نخلہ میں چھپ گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک دستہ ان کے تعاقب کے لئے بھیجا۔ وہاں ان سے جھڑپ بھی ہوئی اس میں حضرت ابوعامر اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہوگئے۔

دوسری جماعت نخلہ کی طرف بھاگنے والوں کے تعاقب میں گئی اور وہاں حضرت ربیعہ بن رفیع نے درید بن صمہ کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر دیا۔مسلمانوں نے ہر مقام پر دشمن کو شکست دے کر بھگا دیا اور مالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس ہوئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام جنگی قیدی اور مالِ غنیمت کو مقام جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت مسعود بن عمر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس کی حفاظت پر مقرر کیا۔

اس لڑائی میں چھ ہزار قیدی ، چوبیس (24000) ہزار اونٹ اور چوالیس ہزار (44000) سے زیادہ بھیڑیں اور بکریاں چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آئی یہ جنگ جنگِ حنین کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمان شہداء کی تعداد چار تھی۔ جنگ کے بعد بنوثقیف کے لوگ طائف میں جمع ہوگئے اور اہلِ طائف ان کے ہمدرد بن گئے تھے۔

3.149 ۔ غزوۂ طائف

شوال 8 ہجری ، 630ء

غزوۂ حنین میں شکست کے بعد بنو ہوازن اور بنو ثقیف کے لوگ اور ان کا سردار مالک بن عوف طائف میں آ کر قلعہ بند ہو گئے تھے اور طائف والے ان کا پورا پورا ساتھ دے رہے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایک ہزار فوج دے کر آگے روانہ کیا پھر خود بھی طائف کا رخ کیا۔ راستے میں لشکر نخلۂ یمانیہ سے پھر قرن منازل سے ہوتا ہوا لیہ سے گزرا۔ لیہ میں مالک بن عوف کا قلعہ تھا آپ ﷺ نے وہ قلعہ مسمار کروا دیا۔ پھر قلعہ اطم آیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ طائف کے قریب پہنچ کر اہل طائف کو مقابلہ پر آمادہ پایا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قلعہ طائف کے قریب خیمہ زن ہو کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ (۲۰) بیس دن جاری رہا اس دوران اردگرد کے قبائل وفود کی شکل میں آ آ کر اسلام قبول کرتے رہے۔ محاصرہ کے دوران دونوں طرف سے تیراندازی اور پتھر مارنے کے واقعات ہوتے رہے۔ پہلے پہل تو قلعہ میں سے شدید تیراندازی ہوتی رہی اس سے کافی مسلمان زخمی ہوئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیمپ اٹھا کر مسجدِ طائف کی طرف لے گئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے منجنیق نصب کی اور اس سے قلعہ کی دیوار پر گولے برسائے۔ جس قلعہ کی دیوار میں شکاف پڑ گیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت دبابہ کے ساتھ اندر گھس گئی لیکن تیروں کی بارش کی وجہ سے وہ صحابہؓ شہید ہو گئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کیا کہ قلعہ سے جو غلام اتر کر ہمارے پاس آ جائے گا وہ آزاد ہے۔ اس اعلان کے بعد قلعہ میں سے تیس (۳۰) غلام نکل کر مسلمان کی فوج میں شامل ہو گئے۔ ان ہی میں سے ایک صحابی ابوبکرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے۔ یہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر پانی نکالنے کی چرخی چلاتے تھے۔ عربی میں چرخی کو بکرہ کہتے ہیں۔ ان غلاموں کے مسلمان فوج میں شامل ہونے سے اہل طائف کو شدید دھچکا لگا۔

محاصرہ جب طول پکڑ گیا اور مزید محاصرہ کے لئے رکنے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی فائدہ نظر نہیں آیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محاصرہ ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ذریعہ یہ اعلان کروایا کہ انشاء اللہ کل ہم واپس جائیں گے۔ اس طرح واپس جانے پر کچھ لوگوں نے برا مانا۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر واپس آنے کے لئے تیار ہوگئے۔ لوگوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخواست کی کہ بنو ثقیف کے لئے بددعا کریں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

''اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو لے آ''

اس جگہ قبائل ہوازن کی طرف سے ایک وفد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا واسطہ دے کر معافی کی درخواست کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ظہر کے وقت نماز کے بعد جب سب لوگ اکٹھے ہوں گے تو اس وقت درخواست کرنا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہوازن کے وفد سے فرمایا جس قدر قیدی میرے اور عبدالمطلب کے خاندان کے حصے میں ہیں انہیں آزاد سمجھو۔ اس پر تمام مہاجر و انصار بولے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ہمارا ہے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے اس لئے بنو ہوازن کے تمام قیدی آزاد کردیے گئے۔ اس طرح مختصر سے وقت میں تقریباً چھ ہزار قیدی آزاد ہوگئے۔ ان قیدیوں میں حضرت شیما بنتِ حلیمہ سعدیہ بھی تھیں انہوں نے کہا کہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضائی بہن ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ کیا ثبوت ہے انہوں نے کہا کہ میری کمر پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دانتوں کے نشان ہیں۔ بچپن میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کاٹا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ٹھیک ہے پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی چادر بچھادی اور اس پر ان کو بیٹھایا اور فرمایا کہ یہاں رہنا ہے تو میں تمہیں عزت و احترام سے رکھوں گا اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے انہوں نے اپنے قبیلہ میں رہنا پسند فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کو ایک لونڈی اور ایک غلام ان کی ملک میں عطا کیا۔ حضرت شیماؓ نے دونوں کا نکاح کردیا جس سے ان کی نسل چلی۔

جنگ طائف میں مسلمانوں کے بارہ صحابہؓ شہید ہوئے۔

3.150۔ مالِ غنیمت کی تقسیم

شوال 8 ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس جعرانہ پہنچے اور وہاں مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ والوں کو جو مؤلف القلوب تھے زیادہ رقمیں دیں اور بعض کو کئی گنا ان کے حصہ سے زیادہ مالِ غنیمت ملا۔

حضرت ابوسفیان بن حربؓ کو چالیس اوقیہ (تقریباً چھ کلو) چاندی اور ایک سو اونٹ عطا کئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ میرا بیٹا یزیدؓ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اتنا ہی یزیدؓ کو دیا پھر انہوں نے کہا کہ میرا بیٹا معاویہؓ ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اتنا ہی حضرت معاویہؓ کو بھی دیا (یعنی تنہا حضرت ابوسفیان کو ان کے بیٹوں سمیت تقریباً اٹھارہ کلو چاندی تین سو اونٹ ملے)

حکیم بن حزامؓ کو سو اونٹ اور دے دیئے۔ اسی طرح صفوان بن امیہؓ کو سو اونٹ پھر سو اونٹ اور پھر سو اونٹ یعنی تین سو اونٹ دیئے۔ حارث بن کلاۃؓ کو بھی سو اونٹ اور کچھ مزید قریش کے لوگوں کو سو سو اونٹ عطا کئے۔ یہاں تک کہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح عطیہ دیتے ہیں کہ انہیں فقر کا اندیشہ نہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد میں بھی چوپائے ہوں تو میں تم پر تقسیم کر دوں گا پھر تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ بزدل نہ جھوٹا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں نے تمہارے مال (فے) میں سے کچھ نہیں لیا ہاں صرف خمس ہے وہ بھی تم پر لٹا دیا جاتا ہے۔ جب تقسیم کا حساب لگایا گیا تو تمام فوج میں تقسیم ہونے کے باوجود کم سے کم اگر کسی کے حصہ میں مالِ غنیمت آیا وہ چار اونٹ اور چالیس بکریاں تھیں۔

انصارؓ اس بات سے حیران تھے کہ حنین کے مال سے وہ بالکل محروم تھے۔ حالانکہ مشکل وقت میں ان ہی کو پکارا گیا تھا اور وہ ہی وقت پر کام آئے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مل کر جنگ کی تھی اور انہی کی وجہ سے شکست فتح میں بدل گئی تھی لیکن وہ دیکھ رہے تھے کہ بھاگنے والوں کے ہاتھ بھرے ہوئے

ہیں اوران کے خالی۔ انصارؓ کے بعض نوجوانوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رشتہ داروں اور ہم وطنوں کو بغیر حق کے مال ودولت عطا کی اور ہم کو معمولی حصہ سے زیادہ کچھ نہ دیا حالانکہ عطیات کے زیادہ ہم مستحق تھے۔

ابن اسحٰق نے حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قریش وقبائل عرب کو عطیات دیےاورانصار کو کچھ نہ دیا تو انصار نے دل ہی دل میں برا منایااور چہ میگوئیاں ہوئیں یہاں تک کہ ایک کہنے والے نے کہا۔ خدا کی قسم۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم سے جا ملے ہیں۔ اس کے بعد حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حاصل شدہ مالِ فے میں جو کچھ لیا اس پر انصار ناخوش ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی قوم میں تقسیم فرمایا۔ عرب قبائل کو بڑے بڑے عطیہ دیے لیکن انصار کو کچھ نہ دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اے سعد! اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اپنی قوم کا ایک آدمی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انصار کو جمع کرو۔ جب انصار جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

اے انصار کے لوگوں!

تمہاری یہ کیا چہ میگوئیاں ہیں جو میرے علم میں آئی ہیں اور یہ کیا ناراضگی ہے جو جی ہی جی میں تم نے مجھ پر محسوس کی ہے۔ کیا ایسا نہیں کہ میں تمہارے پاس اس حالت میں آیا کہ تم گمراہ تھے اللہ نے تمہیں ہدایت دی اور محتاج تھے اللہ نے تمہیں غنی کر دیا اور باہم دشمن تھے اللہ نے تمہارے دل جوڑ دیے۔

لوگوں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ اللہ اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بڑا فضل ہے۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا! انصار کے لوگو! مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے عرض کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھلا ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اللہ اوراس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فضل وکرم ہے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! دیکھو۔ خدا کی قسم اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور سچ ہی کہو گے اور تمہاری بات سچ مانی جائے گی۔ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس اس حالت میں آئے تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھٹلایا گیا تھا ہم نے تصدیق کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا۔ ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھتکار دیا گیا تھا۔ ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ٹھکانہ دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) محتاج تھے ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غمخواری اور غمگساری کی۔

اے انصار کے لوگو! تم اپنے جی میں دنیا کی اس عارضی دولت کے لئے ناراض ہو گئے۔ جس کے ذریعہ میں نے لوگوں کے دل کو جوڑا تھا تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تم کو تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا۔

اے انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر اپنے گھروں کو لوٹو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں بھی انصار کی راہ چلوں گا۔

اے اللہ رحم فرما انصار پر ان کے بیٹوں پر اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں پر۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خطاب سن کر انصار اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے ہم راضی ہیں کہ ہمارے نصیب اور حصے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس ہو گئے اور لوگ بھی بکھر گئے۔ (ابن ہشام)

3.151 ۔ صداء کا وفد

شوال 8ھ ہجری ، 630ء

یہ وفد 8ھ ہجری میں جعرانہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی واپسی کے بعد حاضر ہوا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چار سو صحابہؓ کا ایک لشکر تیار کر کے یمن کے علاقے قبیلۂ صدا کی طرف

بھیجا۔ یہ لشکر ابھی وادی قناۃ کے سرے پر خیمہ زن تھا۔ حضرت زیاد بن حارث صدائی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس کا علم ہو گیا۔ وہ بھاگم بھاگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں ان لوگوں کے نمائندگی کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ آپ ﷺ اس لشکر کو واپس بلا لیں میں اپنی قوم کی ضمانت دیتا ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وادی قناۃ سے لشکر واپس بلوا لیا۔ اس کے بعد حضرت زیاد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی قوم کو جا کر ترغیب دی اور پندرہ ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کر کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم میں تبلیغ کی۔ ان میں اسلام اور پھیل گیا۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک سو آدمیوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

3.152 ۔عمرہ کی ادائیگی اور مدینہ واپسی

ذوالقعدہ 8ھ ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب جعرانہ میں مالِ غنیمت تقسیم کر کے فارغ ہوئے تو وہاں سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عمرہ کا احرام باندھا اور جا کر عمرہ ادا کیا۔

مکہ میں حضرت عتاب بن اسید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو وہاں کا امیر مقرر کیا اور 24/ ذوالقعدہ 8ھ ہجری کو مدینہ منورہ واپس روانہ ہو گئے۔ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تعلیم القرآن اور احکام دین سکھلانے کیلئے مکہ میں چھوڑ دیا۔

حضرت عتاب بن اسید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیس سال کے نوجوان تھے انہیں دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ یہ اسلام کے آنے کے بعد مکہ کے پہلے امیر بنے۔ ان کا ایک درہم روز کا وظیفہ مقرر ہوا۔ انہوں نے امیر کی حیثیت سے حج کیا اس سال مسلمان اور مشرکین دونوں نے اپنے اپنے طریقہ سے حج کیا۔

حضرت عروہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعلق طائف سے تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے محاصرے کے وقت وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے واپس آئے تو واقعہ کا علم ہوا۔ ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ واپس جا چکے ہیں یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے مدینہ گئے اور اسلام قبول کر لیا اور فرمایا میں اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تمہاری قوم کو غرور ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں فتح نہیں کر سکے اگر تم نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میری قوم مجھ سے بہت محبت کرتی ہے میری بات مان جائے گی۔ جب انہوں نے اپنی قوم میں جا کر اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے انہیں شہید کر دیا۔

3.153 ۔ شاہ عمان کے نام خط

ذوالقعدہ 8ھ ہجری ، 630ء

یہ خط عمان کے والی جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام تھا ان کے باپ کا نام جلندی تھا۔

خط کا مضمون یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ کی جانب سے جلندی کے دونوں بیٹوں جیفرا اور عبد کے نام

اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

امابعد!

میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لاؤ سلامتی پاؤ گے کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول ہوں تا کہ جو زندہ ہے اسے انجام کے خطرے سے آگاہ کروں اور کافرین پر حق واضح ہو جائے۔

اگر تم اسلام کا اقرار کر لو گے تو تم ہی دونوں کو والی اور حاکم بنا دوں گا اگر تم دونوں نے اسلام کے اقرار سے گریز کیا تو تماری بادشاہت ختم ہو جائے گی تمہاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہوگی اور تمہاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آجائے گی۔

اس خط کو لے حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عاص شاہِ عمان کے پاس گے، آپ ؓ نے عبد سے ملاقات کی جو اپنے بھائی سے زیادہ دور اندیش تھا۔

اس سے حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عاص نے کہا کہ تم دونوں کی طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ایلچی بن کر آیا ہوں اس نے کہا کہ میرا بھائی عمر اور بادشاہت میں مجھ سے بڑا ہے اس لئے میں تم کو اس کے پاس بھیجتا ہوں کہ وہ تمہارا خط پڑھ لے اس کے بعد اس نے کہا کہ اچھا۔ تم دعوت کس بات کی دیتے ہو۔

حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ ہم ایک اللہ کی طرف بلاتے ہیں جو تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ جس چیز کی بھی پوجا کی جاتی ہے وہ چھوڑ دو اور گواہی دو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عبد نے کہا: اے عمرو! تم اپنی قوم کے سردار کے صاحبزادے ہو۔ تمہارے والد نے کیا کیا کیونکہ ہمارے لئے ان کا طرزِ عمل لائقِ اتباع ہے۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عاص: وہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے بغیر ہی وفات پا گئے، لیکن مجھے حسرت ہے کہ کاش انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہوتا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کی ہوتی اور خود میں بھی ان ہی کی رائے پر تھا لیکن اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت نصیب کی۔

عبد: تم نے کب ان کی پیروی کی۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): ابھی جلدی۔

عبد: تم کس جگہ اسلام لائے۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): نجاشی کے پاس اور نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

عبد: اس کی قوم نے اس کی بادشاہت کا کیا کیا۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): اسے برقرار رکھا اور اس کی پیروی کی۔

عبد: اسقفوں اور راہبوں نے بھی اس کی پیروی کی۔

حضرت عمرو بن عاص: ہاں

عبد: اے عمرو! دیکھو کیا کہہ رہے ہو کیونکہ آدمی کی کوئی بھی خصلت جھوٹ سے زیادہ رسوا کن نہیں۔

حضرت عمرو بن عاص: یہ میں نہ جھوٹ کہہ رہا ہوں اور نہ ہم جھوٹ کو حلال سمجھتے ہیں۔

عبد: میں سمجھتا ہوں کہ ہرقل کو نجاشی کے اسلام لانے کا علم نہیں۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): کیوں نہیں۔

عبد: تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عاص: نجاشی ہرقل کو خراج ادا کرتا تھا جب سے اس نے اسلام قبول کیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کی تو بولا خدا کی قسم اب اگر وہ ہم سے ایک درہم بھی مانگے گا تو میں نہ دوں گا اور جب اس کی اطلاع ہرقل کو ہوئی تو اس نے اپنے بھائی یناق سے کہا! کیا تم اپنے غلام کو چھوڑ دو گے کہ وہ تمہیں خراج نہ دے اور تمہارے بجائے ایک دوسرے شخص کا نیا دین اختیار کرے۔ اب میں اس کا کیا کر سکتا ہوں، خدا کی قسم اگر مجھے اپنی بادشاہت کی حرص نہ ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جو اس نے کیا۔

عبد: عمرو! دیکھو کیا کہہ رہے ہو۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): واللہ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں

عبد: اچھا یہ بتاؤ کہ وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں اور کس چیز سے منع کرتے ہیں۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی نافرمائی سے منع کرتے ہیں، نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، ظلم و زیادتی، زنا کاری، شراب نوشی، پتھر، بت، اور صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

عبد: یہ کتنی اچھی بات ہے جس کی طرف وہ بلاتے ہیں، اگر میرا بھائی بھی اس بات پر میری تائید کرتا تو ہم لوگ سوار ہو کر ان کی طرف چل پڑتے اور ان پر ایمان لاتے اور ان کی تصدیق کرتے لیکن میرا بھائی اپنی بادشاہت کا اس سے کہیں زیادہ حریص ہے کہ وہ چھوڑ کر کسی کا تابع اور فرمابردار بن جائے۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): اگر وہ اسلام قبول کر لیتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قوم پر اس اس کی بادشاہت برقرار رکھیں گے البتہ ان کے مالداروں سے صدقہ لے کر

فقراء پر تقسیم کریں گے۔

عبد: یہ تو بڑی اچھی بات ہے اچھا بتاؤ صدقہ کیا ہے۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): میں نے مختلف اموال کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کیئے ہوئے صدقات کی تفصیل بتائی، جب اونٹ کی باری آئی تو بولا!

عبد: اے عمرو! ہمارے ان مویشیوں میں سے بھی صدقہ لیا جائے گا جو خود ہی درخت چرَ لیتے ہیں۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): ہاں۔

عبد: واللہ میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اپنے ملک کی وسعت اور تعداد کی کثرت کے باوجود اس کو مان لے گی۔

حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عاص نے فرمایا کہ میں ان کے ساتھ چند دن ٹھہرا وہ اپنے بھائی کو ہماری باتیں بتاتا تھا، ایک دن شاہِ عمان نے مجھے اپنے پاس بلایا، اس کے وزیروں نے میرے بازو پکڑ لئے پھر شاہ کے کہنے پر چھوڑ دیئے۔ میں نے بیٹھنا چاہا لیکن وزیروں نے مجھے بیٹھنے نہیں دیا اور بادشاہ نے کہا کہ اپنی بات کہو۔

میں نے خط بادشاہ کے حوالے کر دیا، اس نے پڑھ کر بھائی کے حوالے کر دیا پھر بھائی نے بھی پڑھا!

بادشاہ نے پوچھا! مجھے بتاؤ کہ قریش نے ان کے ساتھ کیا روش اختیار کی، حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عاص نے فرمایا کہ سب ان کے اطاعت گزار ہو گئے۔ کوئی دین کی رغبت کی وجہ سے اور کوئی تلوار کے خوف سے بادشاہ نے پوچھا ان کے ساتھ کون لوگ ہیں۔

میں نے کہا کہ سارے لوگ ہیں اپنوں نے اسلام کو برضا ورغبت قبول کیا ہے اور اسے تمام دوسری چیزوں پر ترجیح دی ہے۔ انہیں اللہ کی ہدایت اور اپنی عقل کی راہ نمائی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ گمراہ تھے اب اس علاقے میں میں نہیں جانتا کہ تمہارے سوا کوئی اور باقی رہ گیا ہے۔

اگر تم نے اسلام قبول نہیں کیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی نہ کی تو تمہیں سوار روند ڈالیں گے

اور تمہاری ہر بالی کا صفایا کردیں گے، اس لئے اسلام قبول کرلو، سلامت رہو گے، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو تمہاری قوم کا حکمران بنادیں گے، تم پر نہ سوار داخل ہوں گے نہ پیادے،

بادشاہ نے کہا: مجھے آج چھوڑ دو کل پھر آنا۔

اس کے بعد اس کے بھائی کے پاس آیا،

اس نے کہا! اے عمرو! مجھے امید ہے کہ اگر بادشاہ کی حرص غالب نہ آئی تو وہ اسلام لے آئے گا۔

دوسرے دن پھر میں بادشاہ کے پاس گیا، لیکن اس نے اجازت دینے سے انکار کردیا، اس لئے میں اس کے بھائی کے پاس واپس آگیا۔ بھائی مجھے بادشاہ تک لے گیا۔

بادشاہ نے کہا کہ میں نے تمہاری دعوت پر غور کیا ہے۔ اگر میں بادشاہت ایک ایسے آدمی کے حوالے کردوں جس کے شہسوار ابھی یہاں پہنچے بھی نہیں تو میں عرب کا سب سے کمزور سمجھا جاؤں گا، اگر اس کے شہسوار یہاں پہنچ گئے تو ایسا مقابلہ ہوگا جس کا انہیں پہلے سابقہ نہ پڑا ہوگا۔

میں نے کہا کہ اچھا میں کل واپس جارہا ہوں۔

جب اسے حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عاص کی واپسی کا یقین ہوگیا تو اس نے اپنے بھائی سے مشورہ کیا اور بولا کہ یہ پیغمبر جن پر غالب آچکا ہے ان کے مقابلہ میں ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے اس نے جس کسی کے پاس پیغام بھیجا ہے اس نے دعوت قبول کرلی ہے لہٰذا دوسرے دن انہوں نے حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عاص کو بلایا اور دونوں نے اسلام قبول کرلیا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے کی تصدیق کی، صدقہ وصول کرنے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے حضرت عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عاص کو اختیار دے دیا۔

3.154۔ واجب القتل کعب بن زُہیر کا قبول اسلام

ذوالحجہ 8ھ ہجری ، 630ء

فتح مکہ کے موقعہ پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جن لوگوں کے قتل کا حکم دیا تھا اس میں کعب بن

زُہیر بھی تھا۔ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کہا کرتا تھا۔ فتح مکہ والے دن کعب اور اس کا بھائی بجیر دونوں مکہ سے بھاگ گئے۔ بجیر نے کعب سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں مکہ جا کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام اور ان کے بارے میں سچائی معلوم کر کے آتا ہوں وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام سننے کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ (سیرت ابنِ کثیرؒ)

جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ تشریف لائے تو بجیر بن زہیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کعب کو خط لکھا کہ جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کہتے اور لکھتے تھے سب قتل ہو گئے جو بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے۔ اگر تجھے اپنی جان عزیز ہے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لے وہ معاف کر دیں گے اور تائب ہو کر مسلمان ہو جا۔ جو مسلمان ہوتا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے قتل نہیں کرتے اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو دور دراز کے ملکوں میں چلا جا تا کہ تیری جان بچ جائے۔

بجیر کا یہ خط جب کعب بن زہیر کے پاس پہنچا تو اس کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے اسی وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مدینہ پہنچ کر صبح کی نماز کے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں اجنبی بن کر حاضر ہوا اور آ کر پوچھا کہ اگر کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو تو کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے امان دیں گے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ گنہگار میں ہی ہوں۔ اب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایئے۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ کعب بن زہیر کی گفتگو سن کر ایک انصاری صحابی اٹھے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حکم دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اسے چھوڑ دو تائب ہو کر آیا ہے۔ اس کے بعد کعب نے اپنا مشہور **قصیدہ بانت سعاد** پڑھا جس کی بہت ساری شرحیں اور ترجمہ لکھے جا چکے ہیں۔

من قصیدۃ بانت سعاد

لكعب بن زهير الصحابي رضي الله عنه

أُنْبِئْتُ أنَّ رَسُولَ اللهِ أَوْعَدَني   والعَفْوُ عَنْدَ رَسُولِ اللهِ مَأْمُولُ
وقَدْ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ مُعْتَذِراً   والعُذْرُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ مَقْبولُ
مَهْلاً هَداكَ الذي أَعْطاكَ نافِلَةَ الْـ   قُرْآنِ فيه مَواعيظٌ وتَفْصيلُ
لا تَأْخُذَنّي بِأَقْوالِ الوُشاةِ ولَمْ   أُذْنِبْ وقَدْ كَثُرَتْ فِيَّ الأَقاويلُ
لَقَدْ أَقُومُ مَقاماً لو يَقُومُ بِهِ   أرَى وأَسْمَعُ ما لم يَسْمَعِ الفيلُ
لَظَلَّ يَرْعُدُ إلاَّ أنْ يكونَ لَهُ   مِنَ الرَّسُولِ بِإِذْنِ اللهِ تَنْويلُ
حَتّى وَضَعْتُ يَميني لا أُنازِعُهُ   في كَفِّ ذِي نَقَماتٍ قِيلُهُ القِيلُ
لَذاكَ أَهْيَبُ عِنْدي إذْ أُكَلِّمُهُ   وقيلَ إنَّكَ مَنْسوبٌ ومَسْئُولُ
مِنْ خادِرٍ مِنْ لُيوثِ الأُسْدِ مَسْكَنُهُ   مِنْ بَطْنِ عَثَّرَ غِيلٌ دونَهُ غيلُ
يَغْدو فَيُلْحِمُ ضِرْغامَيْنِ عَيْشُهُما   لَحْمٌ مَنَ القَوْمِ مَعْفورٌ خَراديلُ
إذا يُساوِرُ قِرْناً لا يَحِلُّ لَهُ   أنْ يَتْرُكَ القِرْنَ إلاَّ وهَوَ مَغْلُولُ
مِنْهُ تَظَلُّ سَباعُ الجَوِّ ضامِزَةً   ولا تَمَشَّى بَوادِيهِ الأَراجِيلُ
ولا يَزالُ بِواديهِ أَخُو ثِقَةٍ   مُطَرَّحَ البَزِّ والدِّرْسانِ مَأْكولُ
إنَّ الرَّسُولَ لَسَيْفٌ يُسْتَضاءُ بِهِ   مُهَنَّدٌ مِنْ سُيوفِ اللهِ مَسْلُولُ
في فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قالَ قائِلُهُمْ   بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا أَسْلَمُوا زُولُوا
زالُوا فَمَا زالَ أَنْكاسٌ ولا كُشُفٌ   عِنْدَ اللِّقاءِ ولا مِيلٌ مَعازيلُ
شُمُّ العَرانِينِ أبْطالٌ لُبوسُهُمْ   مِنْ نَسْجِ دَاوُدَ في الهَيْجَا سَرابيلُ
بِيضٌ سَوَابِغُ قد شُكَّتْ لَهَا حَلَقٌ   كأنَّها حَلَقُ القَفْعاءِ مَجْدولُ
يَمْشونَ مَشْيَ الجِمالِ الزُّهْرِ يَعْصِمُهُمْ   ضَرْبٌ إذا عَرَّدَ السُّودُ التَّنابِيلُ
لا يَفْرَحونَ إذا نَالتْ رِماحُهُمْ   قَوْماً ولَيْسوا مَجازِيعاً إذا نِيلُوا
لا يَقَعُ الطَّعْنُ إلاَّ في نُحورِهِمُ   وما لَهُمْ عَنْ حِياضِ المَوتِ تَهْليلُ

قصیدہ کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

مجھے بتایا ہے کہ اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے دھمکی دی ہے حالانکہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درگزر کی توقع ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہریں چغل خوروں کی بات نہ لیں۔ وہ بات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی راہ نمائی کرے جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نصائح اور تفصیل سے پُر قرآن کا تحفہ دیا ہے۔ اگر چہ میرے بارے میں باتیں بہت کی گئی ہیں۔ لیکن میں نے جرم نہیں کیا۔ میں ایسی جگہ کھڑا ہوں اور وہ باتیں سن اور دیکھ رہا ہوں کہ ہاتھی بھی وہاں کھڑا ہوا اور ان باتوں کو سنے اور دیکھے تو تھرّا اتارہ جائے۔ سوائے اس صورت کے کہ اس پر اللہ کی اذن سے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نوازش ہو۔ حتیٰ کہ میں نے اپنا ہاتھ کسی نزاع کے بغیر اس ہستی محترم کے ہاتھ میں رکھ دیا ہے جسے انتقام پر پوری قدرت ہے اور جس کی بات بات ہے جب میں ان سے بات کرتا ہوں حالانکہ کہ مجھ سے کہا گیا کہ تمہاری طرف (فلاں فلاں) باتیں منسوب ہیں اور تم سے باز پرس کی جائے گی۔ تو میرے نزدیک اس شیر سے بھی زیادہ خوفناک ہوتے ہیں جس کا کچھار کس ہلاکت خیز وادی کے بطن میں واقع کسی ایسی سخت زمین میں ہو جس سے پہلے بھی ہلاکت ہی ہو۔ یقیناً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ کی تلوار میں سے ایک سونتی ہوئی ہندی تلوار ہیں۔

وہ قریش خوبصورت مٹکتے اونٹ کی چال چلتے ہیں اور شمشیر زنی ان کی حفاظت کرتی ہے جبکہ ناٹے کھوٹے کالے کلوٹے لوگ راستہ چھوڑ کر بھاگتے ہیں۔

جسے کریمانہ زندگی پسند ہو وہ صالح انصار کے کسی دستے میں رہتے ہیں۔انہوں نے خوبیاں باپ دادا سے پائی ہیں اور درحقیقت اچھے لوگ وہی ہیں جو اچھی اولاد چھوڑیں اور اچھوں کی اولاد ہیں۔

جب اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی چادر مبارک جو اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنے ہوئے تھے کعب کو دے دی جو بعد میں حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کے وارثوں سے بیس ہزار درہم میں خرید لی۔

3.155 ۔ حاکمِ بحرین کے نام خط

ذوالحجہ 8ھ ہجری ، 630ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کو بھیجا۔ علاء بن الحضرمیؓ فرماتے ہیں کی جب میں آپ ﷺ کی خط لے کر منذر کے پاس پہنچا تو میں نے اس سے کہا۔

اے منذر! دنیا میں تو بڑا عاقل اور ہوشیار ہے۔ آخرت کے بارے میں نادان اور ذلیل نہ بن۔ یہ مجوسیت بدترین مذہب ہے۔ نہ اس میں عرب کا سا شرف اور کرم ہے اور نہ اہلِ کتاب کا سا علم۔ اس مذہب والے ان عورتوں سے نکاح کرتے ہیں جن کے ذکر سے حیا اور شرم آتی ہے۔ اور ان چیزوں کو کھاتے ہیں جن کے کھانے سے سلیم طبیعتیں نفرت کرتی ہیں۔ دنیا میں اس آگ کی پرستش کرتے ہیں جو قیامت کے دن ان کو کھائے گی۔

اے منذر! تو بے عقل اور نادان نہیں۔ تو خوب سوچ لے اور غور کر لے۔ جو ذات کبھی جھوٹ نہیں بولتی اس کی تصدیق کرنے اور اس کو صادق اور سچا سمجھنے میں کیا تامل ہے۔ اور جو ذات کبھی خیانت نہیں کرتی اس کے امین سمجھنے میں اور جو ذات کہ جس کی بات میں کبھی خلاف نہیں ہوتا اس پر اعتماد کرنے میں تجھے کیا رکاوٹ ہے۔ اگر اس کی ذات بابرکت ایسی ہے اور یقیناً ایسی ہے تو سمجھ لے کہ وہ بلاشبہ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ﷺ ہیں اور ایسے رسول ہیں کہ جس چیز کے کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔ اس کے متعلق کوئی ذی عقل یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ کاش آپ ﷺ اس چیز سے منع فرماتے اور جس چیز کے کرنے سے منع فرمایا اس کے متعلق کوئی ہوش مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ کاش آپ ﷺ اس چیز کے کرنے کا حکم دیتے۔ یا جس چیز کو جس حد تک آپ ﷺ نے معاف فرمایا اس سے زائد معاف فرماتے یا جس چیز کی آپ ﷺ نے جو سزا تجویز فرمائی اس میں کوئی تخفیف یا کمی فرماتے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا ہر امر اور ہر نہی، آپ ﷺ کا ہر ارشاد اہلِ عقل اور اہلِ نظر کی انتہائی تمنّا اور آرزو کے مطابق ہے۔ (سیرت المصطفیٰ ﷺ)

روایت سے یہ تو ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے منذر بن ساوی کے نام دعوتِ اسلام کا خط تحریر فرمایا لیکن باوجود کوشش اور تلاش کے اس خط کے الفاظ معلوم نہ ہو سکے۔ (زرقانی)

3.155.1 ۔حاکم بحرین کا جواب

ذوالحجہ 8ھ ہجری ، 630ء

منذر نے کہا میں جس دین پر ہوں میں نے اس پر غور کیا تو اس کو فقط دنیا کے لئے پایا آخرت کے لئے نہیں اور تمہارے دین میں غور کیا تو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے پایا۔ پس مجھ کو اس دین کے قبول کرنے میں کوئی شے مانع نہیں۔ اب تک میں اس شخص پر تعجب کرتا تھا جو اس دینِ اسلام کو قبول کرے اور اب میں اس پر تعجب کرتا ہوں جو اس دینِ برحق کو رد کرے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خط کے جواب میں حاکم بحرین نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لکھا!

امابعد !

اے اللہ کے رسول! میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط اہل بحرین کو پڑھ کر سنایا بعض لوگوں نے اسلام کو محبت اور پاکیزگی کی نظر سے دیکھا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت کو قبول کرلیا اور بعض نے پسند نہیں کیا، میری زمین پر یہود اور مجوس بھی ہیں لہٰذا اس بارے میں حکم صادر فرمائیے۔

3.155.2۔اس خط کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے منذر بن ساوی کی طرف!

تم پر سلام ہو! میں تمہارے ساتھ اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

امابعد!

میں تمہیں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں، یادرہے کہ جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا۔ اپنے ہی لیے بھلائی کرے گا اور جو شخص میرے قاصد کی خیر خواہی کرے گا اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی اور میرے قاصد نے تمہاری اچھی تعریف کی ہے اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کر لی ہے۔ مسلمان جس حال پر ایمان لائیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور میں نے خطا کاروں کو معاف کر دیا۔ لہذا ان سے قبول کرلو اور جب تک تم اصلاح کی راہ اختیار کئے رہو گے ہم تمہیں تمارے عمل سے معزول نہیں کریں گے اور جو یہودیت اور مجوسیت پر قائم ہیں ان پر جزیہ ہے۔ (زاوالمعاد)

3.156 ۔ صاحبزادہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ولادت

ذوالحجہ 8ھ ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اولاد میں ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آخری تھے جو حضرت ماریہ قبطیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا ساتویں دن عقیقہ کیا جس میں دو مینڈھے ذبح کئے ان کا سر منڈوایا اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی، اور بال زمین میں دفن کئے ان کا ابراہیم نام رکھا اور عوالی میں ایک دودھ پلانے والی کے حوالے کر دیا، کبھی کبھی وہاں تشریف لے جاتے اور ان کو گود میں لے کر پیار کرتے تھے، سولہ مہینے زندہ رہ کر 10ھ ہجری میں انتقال کر گئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا انہیں جنت البقیع میں دفن کرو، جنت میں اپنی رضاعت پوری کرے گا۔ (سیرت ابن کثیرؒ)

3.157 ۔ صاحبزادی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال

ذوالحجہ 8ھ ہجری ، 630ء

حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال 8ھ ہجری میں ہوا۔ حضرت ام ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت زمعہ اور حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے غسل دیا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز پڑھائی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوالعاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ قبر میں اتارا۔ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی دو اولادیں تھی، ایک لڑکا حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور لڑکی حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھی۔ ابن عساکر کے مطابق ان کے بیٹے نواسۂ رسول حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابوالعاص نے جنگ یرموک میں شہادت پائی۔ فتح مکہ کے وقت جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اونٹی پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نواسے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابوالعاص سوار تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت ابوالعاص سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ محبت تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں اپنے کندھے پر بٹھاتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہدیہ میں کچھ چیزیں آئیں جن میں ایک ہار بھی تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہ ہار میں اپنے اہل میں سب سے محبوب کو دونگا پھر وہ ہار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بلا کر اپنے ہاتھوں سے ان کے گلے میں ڈال دیا۔ حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے انتقال کے بعد حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح کیا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے بعد حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح مغیرہ بن نوفلؓ سے ہوا ان سے ان کا ایک بیٹا ہوا جن کا نام یحییٰ تھا حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت مغیرہؓ کے ہاں وفات پائی۔ (زرقانی/شامی)

3.158 ۔ زکوۃ کی وصولی کے لئے عاملین کا تقرر

ذوالحجہ 8ھ ہجری ، 630ء

نمبر شمار	عمّال کے نام	قبیلہ (جن سے زکوۃ وصول کرنی تھی)
(1)	عیینہ بن حصن ؓ	بنو تمیم
(2)	یزید بن حصن ؓ	بنو اسلم و بنو غفار
(3)	عبادہ بن بشیر اشہلی ؓ	بنو سلیم و بنو مزینہ
(4)	رافع بن مکیث ؓ	بنو جہینہ
(5)	عمرو بن عاص ؓ	بنو فزارہ
(6)	ضحاک بن سفیان ؓ	بنو کلاب
(7)	بشیر بن سفیان ؓ	بنو کعب
(8)	ابن للتبیۃ ارزدی ؓ	بنو دیبان
(9)	مہاجر بن ابی امیہ ؓ	شہر صنعاء

(ان کی موجودگی میں ان کے خلاف اسود عنسی نے صنعاء میں خروج کیا)

(10)	زیاد بن لبید ؓ	علاقہ حضر الموت
(11)	عدی بن حاتم ؓ	بنو طی اور بنو اسد
(12)	مالک بن نویرہ ؓ	بنو حنظلہ
(13)	زبرقان بن بدر ؓ	بنو سعد (ایک شاخ)
(14)	قیس بن عاصم ؓ	بنو سعد (دوسری شاخ)
(15)	علاء بن الحضرمی ؓ	علاقہ بحرین
(16)	علی بن ابی طالب ؓ	علاقہ نجران (زکوۃ اور جزیہ دونوں وصول کرنے کیلئے)

یہ سب عمال اکٹھے نہیں گئے آگے پیچھے وقفہ کے ساتھ بھیجے گئے۔

3.159 ۔ سریہ عیینہ بن حصن فزاری

محرم 9 ہجری ، 630ء

یہ سریہ حضرت عیینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حصن کی قیادت میں پچاس صحابہؓ کا ایک دستہ بنوتمیم کے قبائل کی طرف روانہ کیا گیا تھا انہوں نے جزیہ کی ادائیگی روک لی تھی۔ اس قافلہ میں کوئی بھی مہاجر یا انصاری نہیں تھا۔ حضرت عیینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے یہاں تک کہ بنوتمیم پر ہلہ بول دیا وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے آپ نے گیارہ (11) مرد اکیس (21) عورتیں اور تیس (30) بچے گرفتار کرکے مدینہ آئے اور ان کو حضرت رملہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ حارث کے گھر پر ٹھیرایا۔

پھر بنوتمیم کے دس سردار، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بات چیت کی یہاں تک کہ ظہر کی نماز پڑھائی پھر مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے، انہوں نے فخر اور مہارات میں مقابلہ کی خواہش ظاہر کی انہوں نے خطیب اسلام حضرت ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن قیس بن شماس کو حکم دیا کہ جوابی تقریر کریں، اس کے بعد انہوں نے شاعر زبرقان بن بدر کو آگے کیا، انہوں نے کچھ فخریہ اشعار پڑھے، اس کے جواب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شاعر اسلام حضرت حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت نے اشعار کہے، جب فارغ ہوئے تو اقرع بن حابس نے کہا ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ پرزور ہے اوران کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ کلام کرتا ہے ان کی آواز میں ہماری آوازوں سے اونچی ہیں، ان کی باتیں ہماری باتوں سے بلند پایہ ہیں اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کرلیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو بہترین تحائف سے نوازہ اوران کے عورتیں بچے ان کو واپس کردیئے۔

3.160 ۔ سریہ قطبہ بن عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

محرم 9ھ ہجری ، 630ء

یہ سریہ تربہ کے قریب بنوخثعم کی ایک شاخ کی طرف بھیجا گیا حضرت قطبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عامر بیس (20) صحابہؓ کی جماعت لے کر روانہ ہوئے ان کے پاس دس (10) اونٹ تھے، وہ باری باری سفر کرتے تھے انہوں نے دشمن پر حملہ کیا کافی لوگوں کو زخمی کیا حضرت قطبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عامر خود شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھی مالِ غنیمت کے ساتھ واپس ہوئے۔

3.161۔ سریہ عبداللہ بن عوسجہؓ

صفر 9ھ ہجری ، 630ء

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عوسجہ ؓ کو بنی عمرو بن حارثہ کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے ایک خط دے کر روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور آپ ﷺ کے خط کو دھو کر ڈول کی تلی میں باندھ دیا۔ عبداللہ بن عوسجہؓ نے آ کر جب آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کیا ان کی عقل جاتی رہی ہے۔ اس وقت سے لے کر اِس وقت تک اس قبیلہ کے لوگ احمق اور نادان ہیں۔ تقریباً لوگ کم عقل اور گونگے ہیں۔ اعاذنا اللہ سبحانہ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ)

3.162 ۔ عذرہ کا وفد

صفر 9ھ ہجری ، 630ء

بنوعذرہ کا ایک وفد صفر 9ھ ہجری میں مدینہ آیا جس میں حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن نعمان شامل تھے یہ بارہ افراد پر مشتمل وفد تھا، انہوں نے کہا کہ ہم قصّیٰ کے اخیانی بھائی ہیں ہم نے ہی قصّیٰ کی تائید کی تھی اور بنوخزاعہ اور بنوبکر کو مکہ سے نکالا تھا، یہاں ہمارے رشتے اور قرابت داریاں ہیں اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا استقبال کیا اور ملک شام کی فتح کی بشارت دی۔ آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے کاہنہ عورت سے سوال کرنے سے منع کیا۔ ان کے ذبیحوں سے منع کیا۔ جو لوگ حالتِ شرک میں ذبح کیا کرتے تھے۔ اس وفد نے اسلام قبول کیا اور چندروز رہ کر واپس چلا گیا۔

3.163 ۔ سریہ ضحاک بن سفیان کلابی

ربیع الاول 9ھ ہجری ، 630ء

یہ سریہ بنو کلاب کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے گیا تھا لیکن اختلاف ہو کر جنگ چھڑ گئی۔ مسلمانوں نے انہیں شکست دی ان کا ایک آدمی بھی مارا گیا۔

3.164 ۔ بلی کا وفد

ربیع الاول 9ھ ہجری ، 630ء

یہ وفد ابونصیب کی قیادت میں آیا اور اسلام لا کر تین دن مدینہ میں ہی رہا۔ اس دوران وہ اسلام کے بارے میں تعلیم حاصل کرتے رہے ۔ وفد کے رئیس نے پوچھا کیا ضیافت میں بھی اجر ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں۔ کسی مالدار یا فقیر کے ساتھ جو بھی اچھا سلوک کرے کا وہ صدقہ ہے۔ اس نے پوچھا کہ ضیافت کتنی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تین دن اس نے پوچھا کسی لا پتہ شخص کی گمشدہ بھیڑ مل جائے تو کیا حکم ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! وہ تمہارے لئے ہے یا تمہارے بھائی کے لئے یا بھیڑئے کے لئے اس کے بعد اس نے گمشدہ اونٹ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تمہیں اس سے کیا واسطہ۔ اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پا جائے۔

3.165 ۔ سریہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ربیع الاول 9ھ ہجری ، 630ء

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب کو یہ سریہ دے کہ جس مشن پر بھیجا گیا تھا وہ بنو طے کا

ایک بت تھا جس کا نام قلس (کلیسا) تھا، اسے ڈھانے کے لئے یہ سریہ بھیجا گیا تھا۔ اس میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں 150 صحابہؓ کی جماعت تھی ان کے ساتھ 100 اونٹ اور 50 گھوڑے جھنڈیاں کالی اور علم سفید تھا مسلمانوں نے فجر کے وقت حملہ کر کے حاتم طائی کے محلّہ میں نصب بت قلس کو ڈھا دیا بہت سے مرد اور عورتوں کو قیدی بنالیا۔ لیکن حاتم طائی کے بیٹے عدی شام کی طرف بھاگ گئے مسلمانوں قلس کے خزانے میں تین تلوار تین زرہیں اور کچھ مال ملا۔

مدنیہ منورہ پہنچ کر حاتم طائی کی صاحبزادی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر رحم کی درخواست کی اور اپنے بھائی کے لئے امان طلب کی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی درخواست قبول کر کے ان کو آزاد کر دیا اور ان کے بھائی کو امان دے دی اس کے بعد وہ شام گئیں اور اپنے بھائی عدی بن حاتم کو لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عدی بن حاتم کو ایک انصاری صحابیؓ کے گھر عزت سے ٹھہرایا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حاتم سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر فاقہ کی شکایت کی پھر دوسرے نے آ کر چوری کی شکایت کی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! عدی تم نے حیرہ دیکھا ہے۔ اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر آئے گی خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اللہ کے سوا اور کسی کا خوف اسے نہ ہوگا اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی کہ تم دیکھو گے کہ آدمی چلّو بھر کر سونا چاندی نکلے گا اور ایسے آدمی کو تلاش کرے گا جو اسے قبول کرے تو کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

اس روایت کے آخر میں حضرت عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر مکہ مکرمہ آ کر خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے اور سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں ہوتا اور میں خود ان لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کئے اور اگر تم لوگوں کی زندگی

دراز ہوئی تو تم لوگ وہ چیز بھی دیکھ لوگے جو نبی ابوالقاسم ﷺ نے فرمائی کہ آدمی چلّو بھر سونا چاندی نکالے گا اور کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

3.166 ۔ سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ربیع الآخریٰ 9ھ ہجری ، 630ء

حضرت علقمہ بن مجزز مدلجی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تین سو صحابہؓ کی جماعت لے کر جدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں کچھ حبشی جمع ہو رہے تھے اور اہل مکہ کے خلاف ڈاکہ زنی کرنا چاہے تھے۔ حضرت علقمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سمندر میں اتر کر ایک جزیرہ تک پیش قدمی کی حبشی مقابلہ کئے بغیر فرار ہوگئے۔ (فتح الباری)

3.167 ۔ غزوہ تبوک

رجب 9ھ ہجری، 631ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے اب مسلمان خطۂ عرب کی واحد مضبوط طاقت بن کر ابھر رہے تھے جس کی وجہ سے روم کی حکومت کو ان سے خطرہ ہوگیا اور جنگِ موتہ میں رومی فوجیوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ قیصر روم نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کی مثال یہ تھی کہ شرجیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کو شہید کر دیا تھا جو حاکم بصریٰ کی طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط لے کر قاصد کے طور پر جا رہے تھے۔

اس کے بعد رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہؓ کو لشکر دے کر بھیجا تھا لیکن اس پر کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی اور وہ شہید ہوگئے تھے۔ لیکن آس پاس کے قبائل کے عرب باشندوں پر بہترین اثرات چھوڑے تھے ابھی جنگِ موتہ کو ایک سال کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ قیصر روم نے رومی باشندوں اور ماتحت عرب یعنی بنو غسان وغیرہ پر مشتمل ایک فوج تیار کی اور مسلمانوں کے ساتھ خونریزی اور فیصلہ کن معرکہ کی تیاری میں لگ گئے۔

جنگ موتہ کی ہزیمت کا انتقام لینے کے لئے غسانی بادشاہ نے ایک عظیم لشکر فراہم کر کے ہرقل روم سے مدد طلب کی۔ ہرقل نے چالیس ہزار کا لشکر غسانی بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور خود بھی ایک بڑی فوج لے کر پیچھے پیچھے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ ابو عامر راہب قیصر روم کے پاس چلا گیا تاکہ قیصر کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کرے۔ دوسری طرف اس کے مدینہ کے منافقین سے مسلسل رابطے تھے۔ انہی کے مشوروں کے مطابق منافقین نے مسجد ضرار کی تعمیر شروع کی تھی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہرقل کی تیاریوں کی مسلسل خبریں مل رہی تھیں اتنی اہم بات کو کسی طرح سے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عام طور پر قبائل کو اطلاع دی کہ ہرقل کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے آ کر لشکر میں شریک ہوں مسلمان مختلف اطراف کے قبائل سے آ کر مدینہ منورہ میں جمع ہونا شروع ہوگئے تھے۔ منافقین کی جماعت بھی اپنا کام کر رہی تھی یہ لوگوں کو بہکانے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں مصروف تھے۔

اس سے پہلے جب کبھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی طرف فوج لے جانے کا ارادہ فرمایا تو اسے پوشیدہ رکھتے پہلے سے نہ بتاتے تھے تاکہ منافقین کو مسلمانوں کو بددل کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ عین وقت پر منزل کی نشاندہی فرماتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ کیونکہ بڑا لشکر جمع کرنا تھا اور بڑے لشکر کیلئے اسباب جمع کرنا بھی آسان کام نہ تھا اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان فرما دیا کہ ہرقل کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے شام کی سرحد پر جانا ہے۔ گزشتہ سال خشک سالی رہی تھی اس لئے لوگوں کی مالی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہ تھی۔ اس سال فصل اچھی ہوئی تھی اور بالکل تیار کھڑی تھی ان کی کٹائی کا وقت آ گیا تھا۔ لہٰذا ایسی حالت میں جنگ پر جانا ایک بڑا مشکل فیصلہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ اکرامؓ کو لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا اور زادِ راہ، سواری، اسلحہ اور جنگ کیلئے رقم کے لئے عام اپیل کردی۔

حضرت عثمانؓ کا مالِ تجارت شام کی طرف روانہ ہونے والا تھا انہوں نے وہ تمام سامان جنگِ کی

تیاری کے لئے دے دیا۔ اس کی مقدار نوسواونٹ، سوگھوڑے مع سامان کے اور ایک ہزار دینار طلائی تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر کا تمام سامان مال واسباب کے لے کر آئے اور چندے میں دے دیا پوچھنے پر کہا کہ اپنے بال بچوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ اپنے تمام سامان کو آدھا آدھا کر کے آدھا گھر والوں کے لئے اور آدھا اللہ کی راہ میں دے دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دوسو اوقیہ چاندی (تقریباً ساڑھے انتیس کلو 29½ کلو) لے کر آئے۔

حضرت عباسؓ بہت سا مال لے کر آئے۔ حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ بھی بہت سا مال لائے، حضرت عاصم بن عدیؓ نوے وسق (ساڑھے تیرا ہزار کلو 13½ ٹن) کھجوریں لے آئے، عورتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، انہوں نے اپنے ہار بازوبند، پازیب، بالیاں، انگوٹھیاں وغیرہ تک اللہ کی راہ میں دے دیں، منافقین جو زیادہ صدقہ دیتا تھا اس کو ریا کاری کہتے تھے اور جو کم دیتا تھا اس کا مزاق اڑاتے تھے کہ یہ تین کھجوروں سے روم فتح کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے حال کو اس طرح بیان فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَ هُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ط سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ز وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ☆

ترجمہ: جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر نہیں۔ پس یہ ان کا مزاق اڑاتے ہیں۔ اللہ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے۔ انہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (سورۃ التوبہ۔۷۹)

جو لوگ بہت غریب تھے جو مزدور لوگ تھے جن کی جتنی استبداء تھی انہوں اللہ کی راہ میں لا کر جمع کروا دیا، منافقین نے اس چندے میں شرکت نہ کی۔

کوشش کر کے تیس ہزار (30000) کا لشکر تیار ہو گیا سخت گرمی کو موسم تھا دور کا سفر تھا سواریاں بھی

کم تھیں، راستہ، پیچیدہ اور دشوار تھا اور دشمن بھی سخت تھا۔ ان مشکل حالات میں آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے رومی مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر قبائل کو روندتے ہوئے آئیں اس سے ان کی ہمتیں ٹوٹنے کا خطرہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر رومیوں کو مسلمانوں کی طرف پیش قدمی کی مہلت دیئے بغیر خود ان کے علاقے اور حدود میں گھس کر ان کے خلاف نتیجہ خیز جنگ کا فیصلہ کیا۔

مدنیہ کے منافقین کے علاوہ تمام مسلمانوں نے لشکر میں شرکت کی سوائے تین اصحابؓ کے جو صحیح الایمان ہونے کے باوجود غزوہ میں شرکت نہ کر سکے اور کچھ وہ غریب و نادار لوگ رہ گئے تھے جن کے پاس کچھ نہ تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کا سوال کرنے اور آپ ﷺ معذرت کر لیتے اور وہ جنگ میں نہ جا سکنے کی وجہ سے افسردہ ہو جاتے تھے۔

ان کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ص تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ☆ (سورۃ التوبہ۔۹۲)

ترجمہ: ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو آپ (ﷺ) کے پاس آتے ہیں کہ آپ (ﷺ) انہیں سواری مہیا کریں تو آپ (ﷺ) جواب دیتے ہیں کہ میں تو تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا۔ تو وہ رنج و غم سے اپنی انکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نکل کر ثنیاۃ الوداع نام پہاڑی پر معسکر قائم کیا، حضرت محمد بن مسلمہ ؓ کو مدینہ منورہ کا عامل بنایا (بعض روایات میں سباع بن عرفطہؓ کا نام بھی آتا ہے)۔ حضرت علیؓ کو اپنی اہل و عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑا، منافقین نے حضرت علیؓ پر طعنہ زنی شروع کر دی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ کی کچھ پرواہ نہیں ان کو بوجھ سمجھتے ہیں اس لئے ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ یہ سن کر برداشت نہ کر سکے اور مسلح ہو کر مدینہ سے چل پڑے اور مقامِ الجرف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ منافقین میرے متعلق بری بری باتیں

کرتے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! وہ جھوٹے ہیں میں نے اپنے گھر بار کی حفاظت کے لئے تمہیں مدینہ میں چھوڑا ہے تم واپس جاؤ اور فرمایا! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ مجھ سے تمہیں وہی نسبت ہو جو موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام کو تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، حضرت علیؓ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمال کی جانب کوچ کیا یہ جمعرات کا دن تھا لوگوں کے اخلاص اور جذبہ کے باوجود لشکر کا سامان زیادہ نہ تھا، ایک ایک اونٹ پر اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں کا باری باری سواری کرنی پڑتی تھی۔ کھانے میں بعض اوقات درخت کی پتیاں تک کھانی پڑتی تھیں۔ جس سے ہونٹوں پر ورم آجاتا، اونٹوں کی قلت کے باوجود بعض اوقات کھانے کے لئے انہیں ذبح کرنا پڑتا اس لئے اس لشکر کا نام "جیشِ عسرت" پڑ گیا (یعنی مشقت والا لشکر)۔ تبوک کی راہ میں لشکر حجر کی وادی سے گزرا یہ قوم ثمود کا علاقہ تھا، قوم ثمود وہ قوم تھی جس نے وادیٔ القریٰ کے اندر چٹانیں تراش کر مکانات بنائے تھے، صحابہ اکرامؓ نے وہاں کے کنوؤں سے پانی لے لیا۔ لیکن جب چلنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا!

یہاں کا پانی نہیں پینا اور نہ نماز کے لئے وضو کرنا وہ تم نے اس پانی سے جو آٹا گوندھا ہے وہ خود نہ کھاؤ جانور کو کھلا دو آپ ﷺ نے فرمایا! یہاں سے توبہ استغفار کرتے ہوئے گزرو صرف اس کنویں سے پانی لو جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹی پانی پیتی تھی۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر (دیارِ ثمود) سے گزرے تو فرمایا! ان ظالموں کی جائے سکونت میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہ مصیبت نہ آن پڑے جو ان پر آئی تھی، ہاں مگر روتے ہوئے، پھر آپ ﷺ نے اپنا سر ڈھکا اور تیزی سے چل کر وادی پار کر گئے۔ (صحیح بخاری)

راستہ میں شدید گرمی کی وجہ سے پانی کی ضرورت پڑی لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کی آپ ﷺ نے دعا فرمائی، تو بارش ہوگئی لوگوں نے پانی پیا اور جمع بھی کر لیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ تم عنقریب تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے وہاں جا کر جب تک میں نہ آؤں کوئی شخص اس چشمے سے پانی نہ پیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے اپنا چہرہ اور ہاتھ دھویا اور پانی چشمہ میں انڈیل دیا اس کے بعد چشمہ میں خوب پانی آیا۔ صحابہ اکرامؓ نے خوب سیر ہو کر پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا! اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم اس مقام پر ہرے بھرے باغات دیکھو گے۔ (صحیح مسلم)

تبوک کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء اکٹھی کر پڑھیں، جمع تقدیم میں کرتے تھے اور جمع تاخیر بھی، جمع تقدیم کا مطلب یہ ہے کہ ظہر وعصر دونوں ظہر کے وقت میں مغرب وعشاء دونوں مغرب کے وقت میں اور جمع تاخیر کا مطلب ظہر وعصر دونوں عصر کے وقت میں اور مغرب وعشاء دونوں عشاء کے وقت میں پڑھی جائیں۔

تبوک میں خیمہ زن ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت بلیغ خطبہ دیا۔ جس سے فوج کے حوصلہ بلند ہو گئے دوسری طرف دشمن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی وجہ سے خوف کی لہر دوڑ گئی۔ ان کی ٹکر لینے کی ہمت نہ ہوئی، عیسائی اور غسانی لشکر مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر منتشر ہو گیا اور میدان خالی ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بیس (20) روز قیام کیا۔

ایلہ کا حاکم یحنہ بن روبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ کی ادائیگی منظور کی اور صلح کا معاہدہ کیا، جربا اور ازرخ کے باشندوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ دینا منظور کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک تحریر لکھوا دی جو ان کے پاس محفوظ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم ایلہ کو جو تحریر لکھ کر دی جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ امن کا پروانہ ہے اللہ کی طرف اور نبی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یحنہ بن روبہ اور باشندگان ایلہ کے لیے۔

خشکی اور سمندر میں ان کی کشتوں اور قافلوں کے لئے اللہ کا ذمہ ہے اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی کا ذمہ ہے اور یہی ذمہ ان شامی اور سمندری باشندوں کے لئے ہے جو یحنہ کے ساتھ ہوں، ہاں اگر ان کا کوئی آدمی گڑبڑ کرے گا تو اس کا مال اس کی جان کے آگے روک نہ بن سکے گا، جو آدمی اس کا مال لے گا وہ اس کے لئے حلال ہوگا۔ انہیں کس چشمہ پر اترنے اور خشکی اور سمندر کے راستے پر چلنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

3.168 ۔ سورۃ توبہ کا نزول

رجب/رمضان ۹ھ ہجری، 631ء

غزوہ تبوک سے متعلق سورۃ توبہ کی بہت سی آیات نازل ہوئیں کچھ روانگی سے پہلے کچھ روانگی کے بعد کچھ سفر کے دوران اور کچھ واپس مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد، جن سے غزوہ سے متعلق حالات کے بارے میں ذکر کیا گیا اور منافقین کا پردہ کھولا گیا، مخلص مجاہدین کی فضیلت اور تعریف کی گئی، سچے مومن کا ذکر کیا گیا اور جو سچے مومن جنگ میں شریک نہ ہو سکے ان کی توبہ کا ذکر کیا گیا۔

3.169 ۔ سریہ دومۃ الجندل

شعبان ۹ھ ہجری، 631ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں چار سو بیس (420) سواروں کا ایک رسالہ دومہ الجندل کے حاکم اکیدار بن عبدالمالک کے پاس بھیجا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے، حضرت خالد بن ولیدؓ تشریف لے گئے۔ جب اتنے فاصلہ پر پہنچے کے قلعہ نظر آنے لگا تو اچانک ایک نیل گائے نکلی اور قلعہ کے دروازے پر سینگ رگڑنے لگی اکیدار اس کے شکار کو نکلا چاندنی رات تھی، خالید بن ولیدؓ کے سواروں نے اسے گرفتار کر لیا اور لے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے اس کی جان بخشی کی، دو ہزار اونٹ اور آٹھ سو غلام چار سو زرہیں چار سو نیزے دینے کی شرط پر مصالحت ہوئی، اس نے جزیہ بھی دینے کا اقرار کر لیا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے یحنہ سمیت دومہ، تبوک، ایلہ اور تیماء کی شرائط کے مطابق معاملہ طے کرلیا۔

ان حالات کو دیکھ کر جو قبائل رومیوں کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے انہوں نے ان کی حمایت ختم کر کے مسلمانوں کے حمائتی بن گئے اور اسلامی سرحدیں رومی سرحد سے جا ملیں اور رومیوں کا اثر ورسوخ ختم ہوا۔

3.170۔صاحبزادی رسول اللہ ﷺ حضرت اُمِ کلثومؓ کی وفات

شعبان ۹ ہجری، 631ء

حضرت اُمِ کلثومؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شعبان ۹ ھ کو ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب اور حضرت اُمِ عطیہؓ، لیلہؓ بنتِ قائف اور حضرت اسماءؓ بنت عمیس نے حضور اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر غسل دیا۔ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کیلئے اپنے چادر مبارک دی اور خود آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابوطلحہؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ حضور اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے قبر میں اترے اور سیّدہ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت اُمِ کلثومؓ کو قبر میں اتار گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

سیّدہ اُمِ کلثومؓ سے کوئی اولاد نہ تھی۔

3.171 ۔ حدیثِ جبریل علیہ السلام

شعبان ۹ ہجری، 631ء

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور مسلمانوں کو دین

کے مسائل سکھلانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور علاماتِ قیامت کے بارے میں سوالات کئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اچانک ایک شخص نمودار ہوا نہایت سفید کپڑے بہت سیاہ بال سفر کا کوئی اثر یعنی گرد وغبار وغیرہ اس پر نمایاں نہ تھا اور ہم سے کوئی اسے جانتا ہی نہ تھا۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زانو برزانو ہوکر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رانو پر رکھ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی کیفیت بتایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم کلمہ توحید یعنی اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت (کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) کا اقرار کرو، نماز پابندی سے ارکان کی پابندی کرتے ہوئے ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر زادِ راہ ہو تو حج بھی کرو، آنے والے نے عرض کی کہ آپ (ﷺ) نے سچ کہا۔ ہم کو تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے، اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا ایمان کی حالت بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا! ایمان کے معنی ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اس کی کتابوں اس کے رسولوں کا اور قیامت کا یقین رکھو تقدیر الٰہی یعنی ہر خیر وشر کے مقدم ہونے کو سچا جانو، آنے والے نے عرض کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا! پھر کہنے لگا احسان کی حقیقت بتایئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! احسان کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو (کم از کم) اتنا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ آنے والے نے عرض کیا کہ قیامت کے بارے میں بتایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ اس بات سے واقفت نہیں اس نے عرض کی اچھا قیامت کی علامات بتایئے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے یہ بات ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں ننگے جسم تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتوں پر اترآئیں گے اس کے

بعد وہ آدمی چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے عمرؓ کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔ (صحیح مسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بعد آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ ۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ ۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ☆ (سورۃ لقمان ۔ ۳۴)

ترجمہ: بے شک اللّٰہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش نازل کرتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے وہ جانتا ہے۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل (کچھ) کرے گا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔

3.172 ۔ عبداللہ بن ابی کی موت اور جنازہ پڑھنے کی ممانعت

۹ہجری، 631ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مغفرت کی دعا کی حضرت عمرؓ کے منع کرنے کے باوجود نمازِ جنازہ پڑھی، جس پر حضرت عمرؓ کی تائید میں وحی نازل ہوئی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ☆ (سورۃ التوبہ۔۸۴)

ترجمہ: ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے منکر ہیں اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) مر گیا تو اس کا بیٹا عبداللہؓ بن عبداللہ خدمتِ عالی میں حاضر ہوا (جو خالص مسلمان تھے) اس نے کہا کہ میرے باپ کی موت ہوگئی ہے آپ ﷺ اپنا کرتہ عنایت فرمادیں جو اسے بطور کفن پہنایا جائے۔ آپ ﷺ نے اپنا کرتہ عنایت فرمایا پھر عرض کی کہ آپ ﷺ نمازِ جنازہ بھی پڑھائیں۔ آپ ﷺ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کا کپڑا پکڑلیا اور عرض کی کہ آپ ﷺ اس کی نماز پڑھاتے ہیں حالانکہ وہ منافق ہے۔ آپ ﷺ نے پھر بھی اس کی نماز پڑھادی اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی، اس کے بعد آپ ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

عبداللہ بن ابی کو جو آپ ﷺ نے اپنا کرتہ عطا فرمایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کو جب بدر کے قیدیوں میں لایا گیا تھا تو اس وقت آپؓ کے بدن پر کپڑا نہ تھا۔ قد آور اور بھاری ہونے کی وجہ سے کسی کا کپڑا ان کے جسم پر نہیں آتا تھا، اس وقت عبداللہ بن ابی نے اپنا کرتہ پہنا دیا تھا لہذا آپ ﷺ نے اس کے احسان کے بدلے میں اپنا کرتہ اس کے کفن کے لئے دے دیا۔ (روح المعانی)

3.173۔ مسجدِ ضرار کی تعمیر وانہدام

۹ ہجری، 631ء

ابو عامر راہب نے مدینہ کے منافقین کو اپنی ایک علیحدہ مسجد بنانے کا مشورہ دیا تاکہ وہاں بیٹھ کر اپنے منصوبے بناسکیں، اس لئے انہوں نے ایک مسجد کی تعمیر شروع کردی ابھی آپ ﷺ رومی فوج سے لڑنے کے لئے نکلے تھے کہ منافقین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم نے ایک مسجد بنائی ہے کیونکہ کمزور اور معمر حضرات کو دور جانے میں دشواری ہوتی ہے ان کے لئے سہولت ہوگی اور ہماری خواہش ہے کہ آپ ﷺ چل کر وہاں نماز ادا کریں تاکہ وہ مسجد بھی قابل تعظیم سمجھی جانے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اس وقت میں سفر کی تیاری میں مصروف ہوں واپسی کے وقت دیکھا جائے گا۔

تبوک سے واپسی پر جب آپ ﷺ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے اور مدینہ صرف ایک گھنٹے کی مسافت پر رہ گیا تھا تو آپ ﷺ نے حضرت مالک بن خشم سالمیؓ اور حضرت معین بن عدی عجلانؓ کو منافقین کی مسجد

گرانے اور جلانے کا حکم دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں تھیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ☆ (سورۃ التوبہ۔۱۱۰۔۱۰۷)

ترجمہ: اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں اُن کیلئے گھات کی جگہ بنائیں۔ اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔۱۰۷۔ تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اُس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو۔ اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔۱۰۸۔ بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اُس کی رضامندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اُس کو دوزخ کی آگ میں لے گری۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔۱۰۹۔ یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ اُن کے دلوں میں (موجب) خلجان رہے گی (اور اُن کو متردد رکھے گی) مگر یہ کہ اُن کے دل پاش پاش ہو جائیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

3.174۔تبوک سے مدینہ واپسی پر رسول اللہ (صل اللہ علیہ وسلم) پر منافقین کا قاتلانہ حملہ

۹ھ ہجری، 631ء

تبوک سے مدینہ واپس پر راستہ میں آپ ﷺ ایک جگہ گھائی کے پاس سے گزر رہے تھے۔آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عمارؓ اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ اونٹنی ہانک رہے تھے۔ باقی صحابہؓ دور وادی کے نشیب سے گزر رہے تھے۔ اس موقع پر منافقین جن کی تعداد بارہ تھی منہ چھپائے ہوئے تھے اور پہلے سے گھات لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اس موقع کو اپنے ناپاک مقصد کے لئے مناسب سمجھا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ کے دونوں ساتھی حسب معمول راستہ طے کر رہے تھے کہ قدموں کی چاپیں سنائی دیں۔ وہ بہت قریب آ گئے تھے اور منہ پر ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ آگے بڑھے اور ان کی سواریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے ضربیں لگائی شروع کیں جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مرعوب کر دیا او وہ تیزی سے بھاگ کر اپنے لوگوں میں جا ملے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو ان لوگوں کے نام بتائے اور ان کے ارادوں سے باخبر کیا، اس لئے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دان کہا جاتا ہے۔

اس موقع کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا،

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ☆ (سورة التوبه . ۷۴)

ترجمہ: یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پا سکے اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے

پیغمبر نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولتمند کر دیا ہے تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

3.175۔غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے تین صحابیؓ

رمضان ۹ھ ہجری، 631ء

حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت مُرارہ بن ربیعؓ اور حضرت ہلال بن امیہؓ۔ یہ صحابہ اکرامؓ صالحین میں سے تھے، مگر محض سستی کی وجہ سے آج کل کرتے رہے اور سامان سفر کی تیاری نہیں کی یہاں تک کہ اسلامی لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوگیا، اس کے بعد بھی سستی کی وجہ سے نہ جا سکے اب جب آپ ﷺ تبوک سے مدینہ تشریف لے کر آئے تو ان تینوں نے حاضر خدمت ہو کر اپنی غلطی کا صاف صاف اقرار کر لیا، ان کے لئے حکم صادر ہوا کہ ان سے کوئی کلام نہ کرے، صحابہ اکرامؓ نے ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا، زمین کشادہ گی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔ چالیس دن گزرے تو ان کی عورتوں سے کہا گیا کہ ان سے الگ ہو جاؤ۔

یہ کیفیت جب مشہور ہو کر غسانی بادشاہ کے کانوں میں پہنچی تو اس نے اپنا ایلچی خط دے کر حضرت کعب بن مالکؓ کے پاس بھیجا کہ تم ایک رئیس اور شریف آدمی ہو، تمہارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے برا سلوک کیا ہے، تم میرے پاس چلے آؤ میں تمہاری خوب عزت اور دلداری کروں گا، خط دیکھ کر حضرت کعبؓ نے اللہ سے اس نئی مصیبت کے لئے دعا مانگی کہ اب کفار بھی ان سے امیدیں لگانے لگے ہیں۔ حضرت کعب بن مالکؓ نے وہ خط پڑھ کر جلتے ہوئے تندور میں ڈال دیا اور کہا کہ یہ اس کا جواب ہے، جب بائیکاٹ کو پورے پچاس روز ہوئے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کئے جانے کی خوشخبری سنائی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا

رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ط ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ☆(سورۃ التوبہ۔۱۱۸)

ترجمہ: اوراُن تینوں پربھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے اُن پر تنگ ہوگئی اوراُن کی جانیں بھی اُن پر دوبھر ہوگئیں اور اُنہوں نے جان لیا کہ اللہ (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں پھر اللہ نے اُن پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے پر تمام صحابہ اکرامؓ خوشی سے کھل اٹھے اور جلدی سے ان تینوں کو خبر کرنے کے لئے بھاگے اس خبر کو سن کر انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا اور تمام مال انعام اور صدقہ کے طور پر دے دیا۔ کیونکہ ان کی زندگی کا سب سے باسعادت دن تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قرآن اتارا۔

3.176 ۔ اہل طائف کا قبول اسلام

رمضان ۹ھ ہجری، 631ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ تبوک سے واپس آنے کی خبر اہل طائف نے سنی تو ان کو یقین ہوگیا کہ اب ان میں مسلمانوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رہی، حضرت عروہ بن مسعودؓ جن کو طائف میں شہید کردیا گیا تھا ان کے لڑکے ابوالملیح اور چند دوسرے اہل طائف مدینہ منورہ آکر مسلمان ہوچکے تھے، تبوک سے واپس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبد یالیل بن عمرو طائف والوں کی طرف سے وکیل بن کر آئے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے لئے مسجد میں خیمہ نصب کردیا۔ عبد یالیل اور اس کے ساتھیوں نے اسلام قبول کرلیا اور اپنی قوم کی طرف سے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن العاصؓ کو طائف کا حاکم مقرر کردیا، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو لات کے بت اور مندر کو منہدم کرنے کے لئے روانہ کیا، انہوں نے طائف پہنچ کر لات کے

بت کومنہدم کیااور بت خانے کےخزانے سے جو مال ملا اس سے حضرت عروہ بن مسعودؓ کا قرضہ ادا کیا گیااور باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

3.177 ۔ بنوثقیف کاوفد

رمضان ۹ ہجری، 631ء

بنوثقیف میں اسلام اس طرح پہنچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ طائف سے واپس آئے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اس قبیلہ کے سردار عروہ بن مسعودؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ پھر واپس اپنے قبیلہ میں جا کر اسلام کی دعوت دی، آپ قوم کے سردار تھے آپ کی بہت عزت تھی لوگ آپ کی بات مانتے تھے قبیلہ کے لوگ اپنی عورتوں لڑکیوں سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے۔ اس لئے ان کا خیال تھا کہ وہ ان کی بات فوراً مان لیں گے لیکن انہوں نے جب دعوت دی تو لوگ ان کے خلاف ہوگئے، ان پر تیروں کی بارش کر کے ان کو شہید کر دیا، ان کے قتل کو چند ماہ گزرے تھے لیکن ان کو مسلسل خطرہ لگا رہتا تھا کہ مسلمان ان کا بدلہ لینے آگئے تو یہ مقابلہ نہ کرسکیں گے، لہٰذا انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں انہوں نے عبد یالیل سے بات کی لیکن وہ راضی نہ ہوا، اسے خطرہ تھا اس کے ساتھ بھی وہ ہی سلوک نہ ہو جو عروہ بن مسعودؓ کے ساتھ ہوا، اس نے کہا کہ میرے ساتھ اور آدمیوں کو بھی بھیجو، اس طرح چھ آدمیوں کا ایک وفد تیار ہوا جس میں حلیفوں میں سے دو آدمی اور بنی مالک میں سے تین آدمی لئے گئے، اس طرح سے چھ آدمیوں کا وفد تیار ہوا، اس وفد میں حضرت عثمان بن العاص ثقفیؓ سب سے کم عمر تھے۔

جب یہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے ایک گوشے میں ان کا خیمہ لگادیا کہ یہ قرآن سن سکیں۔ جولوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس آتے جاتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دیتے رہتے تھے، آخیر میں ان سردار نے سوال کیا کہ آپ ﷺ اپنے اور بنوثقیف کے درمیان ایک معاہدہ لکھ دیں جس میں ہمیں زنا کاری، سودخوری، شراب نوشی کی اجازت ہو اور نماز معاف

کردی جائے اور لات کا بت برقرار رکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تمام باتیں رد کردی پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ ہم لات کو اپنے ہاتھوں سے نہیں ڈھائیں گے باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام شرائط منظور ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو چند صحابہؓ کے ساتھ بھیج کر لات کو ڈھانے کا مشن دیا، ان کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بھی تھے جب وہ بت گرانے لگے تو لوگ جمع ہوگئے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے لات کو ایک گرز مارا اور خود نیچے گر گئے اور ایڑیاں رگڑنے لگے، لوگ خوش ہوگئے کہ ان کے دیوتا نے حضرت مغیرہؓ کو مار دیا، پھر حضرت مغیرہؓ مسکراتے ہوئے اٹھے اور کہا کہ یہ مٹی اور پتھر ہے اور اس زور سے گرز مارا کہ اس کے ٹکڑے کر دیے، اس کی بنیاد بھی کھود دی اور نیچے سے زیور اور مال نکالا، بنوثقیف حیرت سے دیکھتے رہے، حضرت خالد بن ولیدؓ تمام مالِ غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن تقسیم کر دیا۔ (ابن ہشام)

3.178 ۔ لعان کا حکم

رمضان ۹ھ ہجری، 631ء

لِعَان اور مُلَاعَنَہ کے معنٰی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا، شرعی اصلاح میں لِعَان اس کو کہتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا ہے اس کے بارے میں یہ کہے یہ میرا نہیں ہے معلوم نہیں کس کا ہے اور بیوی اس پر انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو پھر وہ قاضی یا شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے قاضی شوہر کو بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کو کہے اگر شوہر گواہوں کے ذریعہ ثابت کر دے تو قاضی اس کی بیوی پر زنا کی حد جاری کرے اور اگر شوہر چار گواہوں کے ساتھ الزام ثابت نہ کر سکے تو قاضی شوہر کو پہلے اس طرح کہلائے گا کہ "میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے جو زنا کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں میں سچا ہوں اور عورت کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ عورت کی طرف اشارہ کر کے یہ کہے کہ "اس عورت کی طرف زنا کی جو نسبت کی ہے اگر میں اس میں جھوٹا ہوں تو مجھ

پر خدا کی لعنت ہو"

جب شوہر پانچویں دفعہ کہہ چکے تو بیوی مرد کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ اس طرح کہے "میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے میری طرف جوزنا کی نسبت کی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے" پھر پانچویں دفعہ مرد کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ " اس مرد نے میری طرف زنا کی نسبت کی ہے اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے"

جب دونوں اس طرح ملاعنت کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کرادے گا اور طلاق بائن پڑ جائے گی اور وہ عورت اس مرد کے لئے ہمیشہ کو حرام ہو جائے گی اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو جھٹلائے یعنی یہ اقرار کرے کہ میں نے عورت پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حدِ تہمت جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لئے جائز ہو جائے گا، لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو جھٹلائے تب بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ حرام رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ ○وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ○

(سورۃ النور:۹۔٦)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود اُن کے سواء اُن کے گواہ نہ ہوں تو ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ پہلے تو چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بیشک وہ سچا ہے۔٦۔ اور پانچویں بار یہ (کہے) کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اُس پر اللہ کی لعنت۔٧۔ اور عورت سے سزا کو یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بیشک یہ جھوٹا ہے۔٨۔ اور پانچویں دفعہ یوں (کہے) کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب (نازل ہو)۔

تبوک سے واپسی پر عویمر عجلانی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان ہوا۔

حضرت سہیل بن سعد ساعدیؓ کہتے ہیں کہ ایک صحابی عویمر عجلانیؓ نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ مجھے اس شخص کے بارے میں بتایئے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور اسے یہ یقین ہو کہ اس مرد نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، اگر وہ اس مرد کو قتل کر ڈالے۔ اور اگر وہ اسے مار ڈالے تو مقتول کے وارث اس کو قتل کر دیں گے ایسی صورت میں وہ کیا کرے آیا اس عار پر صبر کرے یا کوئی اقدام کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس سے فرمایا کہ تم میاں بیوی کے قصے میں وحی نازل کی گئی ہے۔ جاؤ اپنی بیوی کو بلا لاؤ۔

حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ عویمرؓ اپنی بیوی کو بلا لائے اور میاں بیوی نے مسجد نبوی میں لِعان کیا اور میں بھی اس وقت دوسرے لوگوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود تھا چنانچہ جب یہ دونوں میاں بیوی لعان سے فارغ ہوئے تو عویمرؓ (یعنی میاں) نے کہا اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اور اس کے بعد انہوں نے اس عورت کو تین طلاق دیدیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ عورت اپنے موجودہ حمل سے ایسا بچہ جنے جس کا رنگ سیاہ، آنکھیں بہت کالی، کولہے بڑے اور دونوں پنڈلیوں کا گوشت بھرا ہوا ہو تو میں اس کے علاوہ کچھ نہیں سمجھوں گا کہ عویمرؓ نے اس عورت کے بارے میں جو کہا سچ کہا (کیونکہ عویمرؓ نے جس مرد کی طرف زنا کی نسبت کی ہے وہ اسی رنگ اور صورت کا ہے اور جب اس کی شباہت کا بچہ پیدا ہوگا تو یہی کہا جائے گا کہ وہ اسی کے نطفہ سے ہے اور اگر عورت نے ایسا بچہ جنا جس کا رنگ سرخ ہو اور اس کے علاوہ کچھ نہیں سمجھوں گا کہ عویمرؓ نے اس کے بارے میں جھوٹ کہا تھا۔ چنانچہ جب اس کی عورت کے بچہ ہوا تو وہ اسی رنگ و صورت اس کا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمرؓ کی تصدیق کے لئے ذکر کیا تھا، یعنی وہ بچہ ولد الزنا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو ماں کی طرف منسوب کیا جائے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

3.179 ۔ عورت کا بدکاری کا اقرار اور رجم کی سزا

۹ ہجری، 631ء

غامدیہ عورت کو جس نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بدکاری کا اقرار کیا، اس عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد جب دودھ چھڑا لیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔

ایک عورت جو قبیلہ ازد کے خاندان غامد میں سے تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھ کو پاک کر دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے واپس جا اور اللہ سے استغفار اور توبہ کر اس عورت نے عرض کیا آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ ﷺ نے ماعذ بن مالک ؓ کو پہلی دفعہ واپس کر دیا تھا اس طرح مجھ کو بھی واپس کر دیں گے، میں ایک عورت ہوں جو زنا کے ذریعہ حاملہ ہے لہٰذا اس اقرار کے بعد میرے انکار کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میرے حمل کا ظاہر ہونا ہی میرے جرم کا سب سے بڑا ثبوت ہے بخلاف ماعذ کے ان کے لئے انکار کی گنجائش تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے اپنے تغافل کو ظاہر کرنے اور اس کو اقرار زنا سے رجوع کرنے کا ایک اور موقعہ دینے کے لئے فرمایا) یہ تو کیا کہہ رہی ہے کیا تو زنا کے ذریعہ حاملہ ہے۔ اس عورت نے اس کے باوجود اپنے اقرار پر اصرار کیا اور کہا کہ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اچھا تو اس وقت تک انتظار کر جب تک تو اپنے بچے کی ولادت سے فارغ نہ ہو جائے۔

راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ایک انصاری نے (اس عورت کی خبر گیری اور کفالت کا) اس وقت تک کے لئے ذمہ لے لیا جب تک وہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے اور پھر (اس عرصہ کے بعد) اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی وہ غامدیہ عورت ولادت سے فارغ ہو گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہم اس کو سنگسار نہیں کریں گے اور اس کے کمسن بچے کو اس حالت میں نہیں چھوڑیں گے کہ کوئی اس کو دودھ پلانے والا نہ ہو، ایک اور انصاری کھڑا ہوا اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس بچہ کی ودودھ پلانے کا میں ذمہ دار ہوں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس عورت کو سنگسار کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دودھ پلانے کے لئے کہا تا آنکہ تو اس کا دودھ چھڑائے، پھر جب اس نے بچہ کو دودھ بھی چھڑا دیا تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی اس وقت اس بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے بچہ کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اب یہ روٹی کھانے لگا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ایک مسلمان کے حوالے کیا اور اس عورت کے لئے حکم فرمایا کہ ایک گڑھا کھودا جائے جب اس کے سینے تک گڑھا کھود دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، اس کو سنگسار کیا گیا (اس کی سنگساری کے دوران) جب حضرت خالید بن ولیدؓ نے ایک پتھر اس کو مارا اور اس کے سر کا خون حضرت خالد بن ولیدؓ کے منہ پر آ کر پڑا تو حضرت خالدؓ اس کو برا بھلا کہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! خالد اس کی بخشش ہو چکی ہے اس کو برا بھلا مت کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ کوئی ظلم سے ٹیکس لینے والا بھی کرے تو اس کی مغفرت اور بخشش ہو جائے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور اسے دفن کر دیا گیا۔ (صحیح مسلم)

3.180 ۔ نجاشی کی وفات

۹ھ ہجری، 631ء

اصحمہؓ نجاشی شاہِ حبشہ کی وفات ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عروہ بن زبیرؓ سے انہوں نے حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نجاشی بادشاہ کا انتقال ہو تو بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی قبر پر نور نظر آیا کرتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے انتقال کی خبر لوگوں کو اسی روز پہنچائی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ پھر صحابہ اکرامؓ کے ہمراہ عیدگاہ تشریف لے گئے وہاں سب کے ہمراہ نمازِ جنازہ کے لئے صف بندی فرمائی اور چار تکبیریں کہیں۔ (صحیح بخاری و مسلم)

3.181۔ بنی فزارہ کا وفد

رمضان ۹ھ ہجری، 631ء

ابو وجزہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک سے واپسی پر بنو فزارہ کا وفد آیا جس میں دس سے پندرہ کے درمیان لوگ تھے دبلی دبلی اونٹنیوں پر تھے۔ ان میں خارجہ بن حصن اور حر بن قیس بھی شامل تھے اور سب کے سب اسلام لا چکے تھے ان لوگوں نے اپنے علاقے میں قحط سالی کی شکایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر گئے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ان کے لئے بارش کی دعا کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے اللہ اپنے ملک اور اپنے چوپایوں کو سیراب کر اپنی رحمت پھیلا، اپنے مردہ شہر کو زندہ کر۔ اے اللہ! ہم پر ایسی بارش برسا جو ہماری فریاد رسی کر دے راحت پہنچا دے۔ خوشگوار ہو سب طرف پھیلی ہوئی اور جلدی نفع بخش ہو نقصان دہ نہ ہو۔ اے اللہ! رحمت کی بارش کر عذاب کی بارش نہیں، نہ ڈھانے والی اور نہ غرق کرنے والی نہ مٹانے دینے والی بارش۔

اے اللہ! ہمیں بارش سے سیراب کر اور دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔ (زادالمعاد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جونہی دعا سے فارغ ہوئے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور پورا ہفتہ آسمان بادلوں اور زوردار بارش کی وجہ سے نظر نہ آیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور دعا کرتے ہوئے اللہ کے حضور عرض کی۔

اے اللہ، اے اللہ یہ بارش ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا اے اللہ! ٹیلوں، پہاڑوں، وادیوں اور جنگلات پر بارش برستی رہے، جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو مدینہ کے اوپر سے بادل اس طرح ہٹ گیا گویا بچھا ہو کپڑا تھا جو تیزی سے لپیٹ دیا گیا۔

3.182 ۔ نجران کا وفد

9 ہجری ، 631ء

نجران مکہ معظّمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک بڑا اعلاقہ تھا جو تیہتر (73) بستوں پر مشتمل تھا ایک لاکھ جنگی مرد موجود تھے پورا اعلاقہ عیسائی مذہب کا پیرو کار تھا۔ ریاست حدود یمن میں واقع تھی۔ لیکن اس کا یمن کی حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یہ براہ راست قیصر روم کے ماتحت تھی، نجران کا علاقہ نہایت سرسبز وشاداب تھا اس کے باشندے جو عیسائی عرب تھے صنعت وحرفت اور تجارت کی بدولت بہت خوشحال تھے۔ یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان گرجا تھا جو کعبہء نجران کے نام سے مشہور تھا۔ ریاست کا نظم ونسق تین شعبوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ہر شعبے کا ایک الگ امیر تھا دینی معاملات کا افسر اعلیٰ "اسقف" کہلاتا تھا خارجی اور جنگی امور کا نگران "سیّد" اور داخلی امور کا نگران "عاقب" کہلاتا تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو ایک خط لکھا اور انہیں اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام نہیں قبول کیا انہوں نے ساٹھ افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا اس وفد میں اسقف، سیّد اور عاقب سمیت نجران کے بڑے بڑے معزز شامل تھے جن میں ان کے تین سردار اور (24) چوبیس اشراف شامل تھے۔ ان میں عبدالمسیح، اسید، ایلم یا شرجیل، جودینی اور ابو حارثہ بن علقمہ شامل تھے ان لوگوں کے لئے مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحن میں خیمے لگا دیئے گئے۔

انہوں نے وہاں قیام کیا، یہ لوگ غالبًا اتوار کا دن مدینہ منورہ پہنچے تھے جو ان کے عبادت کا دن تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے طریقے سے مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز پڑھنی چاہی تو صحابہ اکرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اعتراض کیا، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! پڑھنے دو۔

اجازت ملنے پر انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی نماز پڑھی ان لوگوں نے خاصی مدت مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اس دوران میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو برابر حق کی طرف بلاتے رہے، ان کے طرح طرح کے سوالات کا جواب وحی کی روشنی میں دیتے رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر سناتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) کے بارے میں

اسلام کا عقیدہ بیان کیا اور ان کو غور و فکر کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا لیکن انہوں نے اس کا ہر طرح سے انکار کیا اور اس دعوت کو قبول نہیں کیا۔ (سیرتِ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

3.183۔ نجران کے وفد کو مباہلہ کی دعوت

رمضان ۹ھ ہجری، 631ء

مفسرین نے لکھا ہے کہ آل عمران کی ابتدائی اسی (80) آیات نجران کے وفد کے قیام کے دوران نازل ہوئیں ایک دن حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگے ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم لوگ صلیب کے پجاری ہو اور حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) کو خدا کا بیٹا کہتے ہو۔ حالانکہ وہ اور انسانوں کی طرح مٹی سے پیدا کئے گئے تھے پھر وہ خدا کس طرح ہو گئے۔ اہل وفد نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی بات نہ مانی اور برابر اعتراضات کرتے رہے۔

تو یہ آیت نازل ہوئی۔

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَاجَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ☆ (سورۃ آلِ عمران۔٦١)

ترجمہ: پھر اگر یہ لوگ عیسٰی کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقتِ حال تو معلوم ہو ہی چلی ہے تو اُن سے کہنا کہ آ ؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آ ؤ، پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعا و التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو دعوت مباہلہ دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو

ساتھ لے کر عیسائیوں سے مباہلہ کے لئے تیار ہوگئے ، بعض روایات کے مطابق اس موقع پر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی اپنے ساتھ لیا تھا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے سیّدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھیں ان کے پیچھے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان چاروں کو ہدایت فرمادی تھی کہ میں دعا کروں گا اور تم لوگ آمین کہنا۔

اس وقت ان پاکیزہ ہستیوں کے چہروں سے حق کا ایسا رعب وجلال ظاہر ہورہا تھا کہ ان کو دیکھتے ہی نجرانی وفد کے ارکان کانپ اٹھے اور ان کے سرداروں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر یہ واقعی نبی (ﷺ) ہیں تو ہم مباہلہ کے نتیجے میں ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد اور ملعون ہوجائیں گے چنانچہ انہوں نے کہا کہ نہ ہم مباہلہ کرتے ہیں اور نہ اسلام قبول کرتے ہیں البتہ ہمیں جزیہ دینا منظور ہے۔ آپ (ﷺ) ہمارے ساتھ ایک دیانت دار آدمی کو بھیج دیں جس کو ہم خراج کی رقم جو آپ (ﷺ) مقرر کریں گے ادا کردیا کریں گے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی بات مان لی اور فریقین کے درمیان اسی کے مطابق معاہدہ صلح طے پاگیا، اس معاہدے کے مطابق ان کو دو ہزار جوڑے کپڑے ایک ہزار ماہِ رجب میں اور ایک ہزار ماہِ صفر میں دینا ہونگے اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ (ایک سو باون گرام) چاندی بھی ادا کرنی ہوگی۔ اس کے بدلے آپ ﷺ نے انہیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ میں قرار دیا۔ ان کو اپنے دین پر چلنے کی مکمل آزادی ہوگی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خراج کی وصولی کے لئے ان کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا! "یہ ہماری امت کے امین ہیں۔ "اس لئے ان کا لقب امین الامت پڑ گیا"۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو دنیا میں قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہتا، اس معاہدے کے بعد ان کے اندر اسلام کے اثرات پیدا ہونے لگے، ان کے خارجی اور جنگی امور کے نگران سیّد اور داخلی امور کے نگران عاقب دونوں بعد میں مسلمان ہوگئے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا، صدقات صرف مسلمانوں ہی سے لئے جاتے تھے۔ (فتح الباری)

3.184 ۔ بنی حنیفہ کا وفد اور مسیلمہ کذّاب سے گفتگو

رمضان ۹ ہجری، 631ء

اس وفد میں مسیلمہ کذّاب سمیت سترہ (17) آدمی تھے۔

مسیلمہ کا نسب یہ ہے مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب بن حارث۔

اس وفد میں جرجان بن عنہم، طلق بن علی، سلمان بن حنظلہ شامل تھے یہ وفد ایک انصاری صحابیؓ کے گھر پر اترا، پھر رسول اللہ صلی (اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسیلمہ کے علاوہ سب مسلمان ہو گئے۔ یہ پندرہ دن مدینہ منورہ میں ٹھہرے اور حضرت ابی ابن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قرآن پڑھتے اور سیکھتے تھے۔ لیکن مسیلمہ کذّاب نے اکڑ، تکبر اور امارت کی ہوس کا اظہار کیا، مسیلمہ اپنے وفد سے علیحدہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملا۔ آپ ﷺ نے بڑی محبت اور نرمی سے اسے اسلام کی دعوت دی لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محسوس کر لیا کہ اس کے اندر شر ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خواب دیکھ چکے تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس روئے زمین کے خزانے رکھ دیے گئے اس میں سے سونے کے دو کنگن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں آ پڑے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ بہت برے لگے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت رنج ہوا۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کی گئی کہ دونوں کو پھونک دیجئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھونکا تو دونوں غائب ہو گئے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ دو کذاب نکلیں گے۔ چنانچہ جب مسیلمہ کذاب نے اکڑ اور انکار کا اظہار کیا، وہ کہتا تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کاروبارِ حکومت کو اپنے بعد میرے حوالے کرنا طے کر لیا تو میں ان کی پیروی کروں گا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے پاس تشریف لے گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ خطیب حضرت ثابت بن قیس بن شماس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ مسیلمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سر پر جا کر کھڑے ہوئے گفتگو فرمائی، اس نے کہا! اگر آپ چاہیں تو حکومت کے معاملے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آزاد چھوڑ دیں لیکن اپنے بعد اس کو میرے لئے طے کر دیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کھجور کی شاخ

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اگر تم مجھ سے یہ ٹکڑا بھی چاہو تو میں تمہیں یہ بھی نہ دوں گا تم اپنے بارے میں اللہ کے کئے ہوئے فیصلہ سے آگے نہیں جا سکتے اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تمہیں توڑ دے گا۔

خدا کی قسم! میں تمہیں وہی شخص سمجھتا ہوں جیسے مجھے خواب میں دیکھایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں جو تمہیں میری طرف سے جواب دیں گے۔ (فتح الباری)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس بات اندازہ لگایا تھا آخر میں وہی ہوا، مسیلمہ کذّاب نے واپس جا کر یہ دعویٰ کیا کہ اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ساتھ نبوت میں شریک کرلیا ہے، چنانچہ اس نے نبوت کا دعویٰ کردیا، اپنی طرف سے باتیں گھڑنے لگا، اس نے زنا اور شراب کو حلال قرار دے دیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کو بھی تسلیم کرتا تھا، اس کی قوم نے بھی اسے نبی تسلیم کرلیا اس کو اتنا بڑھا دیا کہ وہ یمامہ کا رحمٰن کہلانے لگا، اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خط لکھا مجھے اس کام میں آپ کے ساتھ شریک کرلیا گیا ہے آدھی حکومت ہماری ہے اور آدھی قریش کی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں لکھا، زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کو وارث بناتا ہے اور انجام متقیوں کے لے ہے۔ (زادالمعاد)

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ابن نوحہ اور ابن اثال مسیلمہ کے قاصد بن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا! تم دونوں شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، اگر میں قاصد کو قتل کرتا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کردیتا۔ (مسند احمد)

مسیلمہ کذّاب نے 10ھ ہجری کو نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور 12ھ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دورِ خلافت میں یمامہ میں قتل کیا گیا اس کا قاتل وہی وحشی تھا جس نے حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کیا تھا اس طرح اب وہ حضرت وحشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوگئے تھے۔

3.185۔جھوٹا مدعی نبوت اسود عنسی

دوسرا جھوٹا دعویٰ کرنے والا مدعی نبوت اسود عنسی تھا۔ جس نے یمن میں فتنہ کھڑا کر رکھا تھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے صرف ایک دن ایک رات پہلے حضرت فیروز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے قتل کر دیا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اس کے متعلق وحی آئی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ اکرامؓ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا، اس کے بعد یمن سے حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس اس کے قتل کی باقاعدہ خبر آئی۔ (فتح الباری)

3.186۔طلیحہ بن خویلد کا دعویٰ نبوت

طلیحہ بن خویلد نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک کثیر جماعت نے اس کی اطاعت کی، اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف امن وآشتی سے رہنے کا باہمی عہد و پیمان کا خط لکھا پھر اپنے اس دعویٰ باطل سے تائب ہوکر مشرف بالاسلام ہو ااور نہاوند کے مقام پر جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا۔ (ابن ہشام)

3.187۔شاہان یمن کا خط

شوال ۹ہجری، 631ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تبوک سے واپسی کے بعد شاہانِ حمیر یعنی حارث بن عبد کلال، زعین اور معافر کے سربراہ نعمان بن قیل کا خط آیا، یہ خط مالک بن مرّہ رہاوی کے ہاتھ آیا ان بادشاہوں نے شرک اور اہل شرک سے علیحدگی اختیار کر کے اسلام لانے کی اطلاع دی تھی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو جوابی خط لکھا جس میں ان کو ان کے حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں بتایا، ان کے لئے جزیہ مقرر کیا۔ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو وہاں کا امیر مقرر کیا، اور ان کے ساتھ کچھ صحابہؓ کو بھی یمن بھیجا تا کہ ان کو دین سکھلائیں۔

3.188۔رسول اللہ ﷺ کا جوابی خط ملوک وسلاطینِ حمیر کے نام

شوال ۹ ہجری، 631ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حارث بن کلال، نعیم بن کلال اور نعمان کی طرف

بعد از سلام!

میں تم پر اس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، صورتِ حال یہ ہے کہ تمہارا قاصد اور سفیر ہمارے پاس اس وقت پہنچا جب کہ ہم ارض روم سے واپس ہوئے۔ اس نے مدینہ منورہ میں ہم سے ملاقات کر کے تمہارا خط پہنچایا اور یہ پیغام دیا کہ تم مشرف باسلام ہو گئے ہو اور مشرکین جو دین اسلام میں داخل ہونے سے انکاری تھے تم نے ان کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر خصوصی انعام واکرام فرمایا کہ تمہیں شرف اسلام سے مشرف کیا، اگر تم اصلاح وخیر پر کاربند رہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (علیہ سلام) کی اطاعت کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور مالِ غنیمت میں سے خمس ادا کرو جو اللہ تعالیٰ کا اور بطور نیابت اس کے رسول و نبی اور مصطفیٰ وصفی کا حق ہے اور صدقہ ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین پر لازم فرمایا ہے (تو تمہارے لئے دنیا وآخرت کے لئے بھلائی ہے اور امن وعافیت) اور جو شخص ملت یہود پر کاربند ہے یا نصرانیت پر اس کو وہ مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے اور نہ اس کو قتل وغارت کا نشانہ بنایا جائے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کرے۔

3.189۔ یمن میں تبلیغِ اسلام

۹ ہجری، 631ء

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ اور حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن کے لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینے کی غرض سے روانہ کیا مگر دونوں کو ایک جگہ نہیں بھیجا۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ کو یمن کی مشرقی سمت میں اور حضرت معاذ بن جبل ؓ کو مغربی سمت میں یعنی عدن اور جَند کی اطراف میں تعلیم اور تبلیغ کا حکم فرمایا۔ (سیرتِ المصطفیٰ ﷺ)

3.190 ۔ بنوعامر بن صعصعہ کا وفد

۹ھ ہجری، 631ء

ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کی ہے کہ اس وفد میں عامر بن طفیل، اربد بن قیس، خالد بن جعفر اور جبار بن اسلم شامل تھے، یہ سب قوم کے سردار اور بد خصلت انسان تھے۔ عامر بن طفیل وہی شخص ہے جس نے بئر معونہ پر ستّر (70) صحابہ اکرام کو شہید کیا تھا۔ ان دونوں نے جب مدینہ آنے کا ارادہ کیا تو عامر بن طفیل اور اربد بن قیس نے ایک سازش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ سے قتل کر دیا جائے۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے گدّا بچھایا، عزت کے ساتھ بٹھایا اور اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ اس شرط پر اسلام لاتا ہوں کہ سلطنت کے اختیارات میرے اور آپ (ﷺ) کے درمیان تقسیم ہو جائیں۔ اہلِ وبر میرے تسلط میں رہیں اور مدر یعنی دیہات اور شہر آپ (ﷺ) کے اختیار میں ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی شرط ماننے سے انکار کر دیا۔ عامر بن طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو میں باتوں میں لگانے کی کوشش کی اس دوران اربد بن قیس گھوم کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کی طرف چلا گیا تا کہ موقع ملے تو پیچھے سے وار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے۔ اس نے نیام سے تلوار نکالنے کی کوشش کی لیکن اللہ نے اس کا ہاتھ روک دیا وہ تلوار نیام سے باہر نہ نکال سکا، اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو محفوظ رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کیلئے بددعا کی جس کے نتیجے میں واپسی پر دونوں پر آسمانی بجلی گری جس سے اربد تو اسی وقت جل کر مر گیا اور عامر ایک سلولیہ عورت کے ہاں ٹھہرا اس کی گردن میں گٹھلی نکل آئی اور اسی میں اس کی موت ہوگئی۔

3.191 ۔ نجیب کا وفد

۹ھ ہجری، 631ء

حویرث سے روایت ہے کہ ہجرت کے نویں سال نجیب کا وفد صدقات لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا جو اپنے لوگوں کو دینے کے بعد بچ گئے تھے اس وفد میں تیرہ آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے

ان کو بہت اکرام سے ٹھہرایا۔ حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کی خوب مہمان نوازی کریں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی باتیں پوچھتے تھے۔ جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیگر تمام وفود کی نسبت زیادہ عطیات اور تحائف دیے۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کو کچھ نہ کچھ نہ ملا ہو۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی انعام سے رہ گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان کو اپنے سامان کی حفاظت کے لئے اپنے قیام پر چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس بھیجو۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس نے کہا کہ میں بنی ابذیٰ کے وفد کا فرد ہوں جو ابھی ابھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ ﷺ نے ان کو عطیات دیے ہیں میری بھی حاجت پوری فرمایئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا ضرورت اور حاجت ہے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ ﷺ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت، بخشش اور رحم وکرم کی دعا فرمائیں اور اس کے ساتھ یہ بھی التجا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو مستغنی کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خصوصی دعا فرمائی اور پھر اس کو بھی اسی قدر عطیات دے کر رخصت کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خصوصی دعا کی وجہ سے ارتداد کے دور میں یہ لوگ محفوظ ہے۔

ہجرت کے دسویں سال حج کے موقعہ پر منیٰ کے میدان میں اس قبیلہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان سے اس نوجوان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس سے زیادہ یا اس جیسا صبر اور قناعت کرنے والا نہیں دیکھا۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو رزق عطا ہوتا ہے اسی پر صبر اور قناعت کرتا ہے اور حرص اور طمع سے بالکل پاک ہے۔

(یہ سب رسول اللہ ﷺ کی دعا کے اثر سے ہوا) (الوفا)

3.192 ۔ بنوطے کا وفد

۹ھ ہجری، 631ء

بنوطے کی طرف سے یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس میں وہاں کے مشہور شہسوار زید الخیل بھی ساتھ تھے۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے دوران اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھ سے عرب کے جس کس شخص

کی خوبی بیان کی گئی پھر وہ میرے پاس آیا تو میں نے اس کو اس کی شہرت سے کمتر پایا۔ مگر اس کے برعکس زید الخیل کی شہرت ان کی خوبیوں کو نہیں پہنچ سکتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زید الخیرؓ رکھ دیا۔

3.193 ۔ بنوسعد کا اسلام لانا

۹ھ ہجری، 631ء

بنوسعد بن بکر قبیلہ نے ضمام بن ثعلبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ یہ بہت بہادر، وجاہت والے تھے اور لمبے بال رکھتے تھے۔ اس نے آکر خاص عرب کے انداز سے گفتگو کی۔ صحیح بخاری میں اس طرح سے آیا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ دربار رسالت میں حاضر تھے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور مسجد کے صحن میں اترا۔ پھر حاضرین سے پوچھا، محمد (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کس کا نام ہے لوگوں نے آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا، یہ گورے رنگ کے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ اس نے پاس آکر کہا اے عبدالمطلب کے بیٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں جواب دے چکا ہوں پھر وہ بولا میں نے کچھ باتیں پوچھنی ہیں لیکن میں سختی سے پوچھوں گا اس پر ناراض نہ ہونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا جو پوچھنا ہے پوچھو۔ بولا اپنے خدا کی قسم کھا کر کہو کیا خدا نے تمہیں تمام دنیا کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ پھر قسم دلا کر بولا کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے کہ صرف اللہ وحدہ لا شریک لہٗ کی عبادت کریں اور ان جھوٹے معبودوں اور بتوں کی عبادت کو ترک کر دیں جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہاں مجھے اللہ نے اسی کا حکم فرمایا ہے۔ وہ پھر قسم دلا کر بولا کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے کہ پانچ وقت کی نماز ادا کریں۔ اسی طرح سے زکوۃ، روزہ اور حج کی نسبت پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر ہاں کہتے رہے، جب سب احکام سن لئے تو کہا۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا کہ مجھے میری قوم نے بھیجا ہے۔ میں جاتا ہوں اور جو تم نے بتایا ہے اس سے ایک ذرہ نہ زیادہ کروں گا نہ کم۔ جب وہ جا چکا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس نے فلاح پائی۔

ضمام نے واپس جا کر اپنی قوم سے کہا کہ لات وعزیٰ کوئی چیز نہیں۔ لوگوں نے کہا کیا کہتے ہو تم کو جنون نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم وہ نہ فائدہ دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ میں خدا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہوں اور میں رسول اللہ ﷺ سے دین کے احکام سیکھ کر آیا ہوں۔ اس کی مختصر تقریر کا یہ اثر تھا کہ شام ہونے سے پہلے پہلے قبیلہ کے تمام مرد وعورتیں مسلمان ہو چکے تھے۔(الوفا)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی قوم کے وفد وقاصد کے متعلق نہیں سنا جو حضرت ضمام بن ثعلبہؓ سے افضل وبہتر ہو۔

3.194 ۔ بنواسد

9ھ ہجری، 631ء

یہ قبیلہ بھی قریش کا دستِ بازو تھا۔ ۹ھ میں یہ لوگ اسلام لائے۔ لیکن یہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری طرف کوئی لشکر نہیں بھیجا اور ہم مجبور ہو کر مسلمان نہیں ہوئے بلکہ خود آ کر مسلمان ہوئے ہیں۔

اس پر قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ط قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ج بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰئكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْن ☆ (سورة الحجرات . ١٧)

ترجمہ: یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا رستہ دکھایا بشرطیکہ تم سچے (مسلمان) ہو۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(آل عمران : 31)

اے نبیؐ، لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے"۔

ebooks.i360.pk

بسم اللہ الرحمن الرحیم
سورۃ الفجر
یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ
اے اطمینان پانے والی روح
اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

3.195 ۔ عدی بن حاتم کا قبول اسلام

9 ہجری، 631ء

عدی مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے تھے قبیلہ طے کے سردار اور عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے دوسرے عرب سرداروں کی طرح ان کو بھی قبیلہ کی آمدنی کا چوتھائی حصہ ملتا تھا۔ جب اسلامی فوجیں یمن پر حملہ آور ہوئیں تو یہ بھاگ کر شام چلے گئے تھے۔ ان کی بہن گرفتار ہوگئیں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بڑی عزت واحترام سے رکھا اور پھر ان کو آزاد کر دیا۔ یہ واپس سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئیں تا کہ ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں لے آئیں، عدی کی بہن ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لے کر گھر کی طرف چلے تو راستہ میں ایک بڑھیا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا اور دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معاملہ میں بات کرتی رہی، عدی بن حاتم خود بھی رئیس تھے اور رومیوں کا دربار بھی دیکھا تھا ان کو بے حد حیرت ہوئی کہ شہنشاہِ عرب ایک راستہ میں ملنے والی عورت کے ساتھ بھی مساوات کے ساتھ ملتے ہیں، اس وقت ان کو احساس ہوا کہ یہ بادشاہ نہیں کچھ اور ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پہنچے تو ایک چمڑے کا گدا بچھا ہوا تھا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور عدی کو بھی بٹھا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی سے فرمایا کہ تم اپنی قوم سے مرباع (آمدنی کا چوتھائی حصہ) لیتے ہو لیکن یہ تو عیسائی مذہب میں جائز نہیں۔ پھر فرمایا خدا کے سوا کوئی اور خدا نہیں، انہوں نے کہا، نہیں پھر پوچھا خدا سے کوئی بڑا ہے۔ بولے نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودیوں پر خدا کا غضب نازل ہوا اور عیسائی گمراہ ہوگئے۔

غرض عدیؓ نے اسلام قبول کرلیا اور دین پر ثابت قدم رہے۔

3.196 ۔ حج

ذو القعدہ یا ذوالحجہ ۹ ہجری، 631ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال مناسک حج قائم کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر مکہ بھیجا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ سے تین سو صحابہؓ روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ دس بدنے (یعنی اونٹ) روانہ کئے اور ان کی دیکھ بھال کے لئے حضرت نامیہ بن جندب اسلمی کو مقرر کیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ خود اپنی طرف سے پانچ بدنے لے کر گئے تھے۔ (طبقات)

بقول ابن اسحٰق کے حضرت ابوبکرؓ روانہ ہوئے تو ان کے بعد سورۃ برأۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جس میں مشرکین سے کئے گئے معاہدوں پر برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم آیا تھا۔ اس حکم کے آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حضرت علیؓ کو روانہ کیا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کا اعلان کریں۔ ایسا اس لئے کرنا پڑا کیونکہ خون و مال کے عہد و پیمان کے سلسلہ میں عرب کا یہ دستور تھا کہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کرائے۔ خاندان کے باہر سے کسی آدمی کا کیا ہوا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔

ابنِ سعد کے مطابق جب حضرت ابوبکرؓ مقام العرج پہنچے تو حضرت علیؓ جو رسول اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار تھے وہاں پہنچے، حضرت علیؓ نے بتایا کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ برأۃ پڑھ کر سنانے کے لئے بھیجا ہے اور جن لوگوں کے ساتھ جو عہد ہے ان کا عہد واپس کرنے لے لئے بھیجا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنا کر بھیجا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا! امیر آپؓ ہی رہیں گے میں صرف سورۃ برأۃ کا اعلان کروں گا۔

مکہ پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو حج کروایا۔ خطبہ پڑھا اور مناسکِ حج کی تعلیم دی پھر یوم النحر میں حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق جس کے ساتھ عہد تھا اس کا عہد واپس لینے کا اعلان کیا اور کہا! اے لوگوں! کوئی کافر جنت میں نہیں جائے گا اور اس سال کے بعد کوئی

کافر و مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے گا جس کا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقررہ مدت کے لئے ہے وہ عہد باقی رہے گا۔ (طبقات ابن سعد)

اس کے بعد حضرت علیؓ نے سورہ برأۃ کی 37-1 آیات پڑھ کر سنائیں۔

بَرَاءةٌ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (1)فَسِيْحُواْ فِيْ الأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُواْ أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِىْ اللّهِ وَأَنَّ اللّهَ مُخْزِىْ الْكَافِرِيْنَ (2)وَأَذَانٌ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الأَكْبَرِ أَنَّ اللّهَ بَرِىْءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُولُهُ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِىْ اللّهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ (3)إِلاَّ الَّذِيْنَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئاً وَلَمْ يُظَاهِرُواْ عَلَيْكُمْ أَحَداً فَأَتِمُّواْ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (4)فَإِذَا انسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُواْ الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَخَلُّواْ سَبِيْلَهُمْ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ (5)وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلاَمَ اللّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَعْلَمُونَ (6) كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِندَ اللّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلاَّ الَّذِيْنَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُواْ لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُواْ لَهُمْ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (7)كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لاَ يَرْقُبُواْ فِيْكُمْ إِلاًّ وَلاَ ذِمَّةً يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ (8)اشْتَرَوْاْ بِآيَاتِ اللّهِ ثَمَناً قَلِيْلاً فَصَدُّواْ عَن سَبِيْلِهِ إِنَّهُمْ سَاء مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (9)لاَ يَرْقُبُونَ فِيْ مُؤْمِنٍ إِلاًّ وَلاَ ذِمَّةً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ (10)فَإِن

تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (11)

وَإِن نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُواْ فِي دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُواْ أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ

لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ (12)أَلاَ تُقَاتِلُونَ قَوْماً نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّواْ بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَؤُوكُمْ

أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤُمِنِيْنَ (13) قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّهُ

بِأَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (14)وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ

وَيَتُوبُ اللّهُ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللّهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (15)أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُواْ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّهُ

الَّذِيْنَ جَاهَدُواْ مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُواْ مِن دُونِ اللّهِ وَلاَ رَسُولِهِ وَلاَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّهُ خَبِيْرٌ

بِمَا تَعْمَلُونَ (16)مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَن يَعْمُرُواْ مَسَاجِدَ الله شَاهِدِيْنَ عَلَى أَنفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ

أُوْلَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ (17)إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّهِ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ

وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلاَةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلاَّ اللّهَ فَعَسَى أُوْلَئِكَ أَن يَكُونُواْ مِنَ

الْمُهْتَدِيْنَ (18)أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ

الآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّهِ لاَ يَسْتَوُونَ عِندَ اللّهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (19)الَّذِيْنَ

آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيْلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّهِ وَأُوْلَئِكَ

هُمُ الْفَائِزُونَ(20) يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (21)

خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً إِنَّ اللّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيْمٌ (22)يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ آبَاءكُمْ

وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاء إَنِ اسْتَحَبُّواْ الْكُفْرَ عَلَى الإِيْمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ

الظَّالِمُونَ (23)قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ

اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (24)لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئاً وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ (25)ثُمَّ أَنَزلَ اللّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُوداً لَّمْ تَرَوْهَا وَعذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُواْ وَذَلِكَ جَزَاء الْكَافِرِينَ (26) ثُمَّ يَتُوبُ اللّهُ مِن بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (27)يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلاَ يَقْرَبُواْ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاء إِنَّ اللّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (28)قَاتِلُواْ الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَلاَ يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُواْ الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (29)وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّهِ وَقَالَتْ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ (30)اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ(31) يُرِيدُونَ أَن يُطْفِؤُواْ نُورَ اللّه بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّهُ إِلاَّ أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (32)هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (33)يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّ كَثِيراً مِّنَ الأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ

أَلِيمٍ (34)يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَـذَا مَا كَنَزْتُمْ لأَنفُسِكُمْ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ (35)إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِيْ كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيْهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُواْ الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ(36) إِنَّمَا النَّسِيْءُ زِيَادَةٌ فِيْ الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ يُحِلِّونَهُ عَاماً وَيُحَرِّمُونَهُ عَاماً لِّيُوَاطِؤُواْ عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّهُ فَيُحِلُّواْ مَا حَرَّمَ اللّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللّهُ لاَ يَهْدِيْ الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ(37) (سورہ التوبہ:۳۷۔۱)

ترجمہ: (اے اہلِ اسلام! اب) اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے۔۱۔ تو (مشرکو! تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ بھی کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔۲۔ اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی (ان سے دستبردار ہے) پس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو (اور اللہ سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے، اور (اے پیغمبر!) کافروں کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔۳۔ البتہ جن مشرکوں کیساتھ تم نے عہد کیا ہو اور انہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک اُن کیساتھ عہد کیا ہو اُسے پورا کرو (کہ) اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔۴۔ جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر اُن کی تاک میں بیٹھے رہو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو اُن کی راہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔۵۔ اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اُس کو پناہ دو یہاں تک کہ کلامِ الٰہی سننے لگے پھر اُس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو اس لئے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔ بھلا مشرکوں کیلئے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہے، ہاں جن لوگوں کیساتھ تم نے مسجد محترم (یعنی

خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی اپنے قول واقرار (پر) قائم رہو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔۷۔ (بھلا ان سے عہد) کیونکر (پورا کیا جائے جب اُن کا یہ حال ہے) کہ اگر تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔ یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن اُن کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔۸۔ یہ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں بُرے ہیں ۔۹۔ یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا اور یہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔۱۰۔ اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کیلئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔۱۱۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آجائیں۔۱۲۔ بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر (الٰہی) کے جلاوطن کرنے کا عزمِ مصمم کرلیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتداء کی کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ تعالیٰ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو ۔۱۳۔ ان سے (خوب) لڑو اللہ اُن کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رُسوا کرے گا اور تم کو اُن پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔۱۴۔ اور ان کے دلوں سے غصہ دُور کرے گا اور جس پر چاہے گا رحمت کرے گا اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔۱۵۔ کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ (بے آزمائش) چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تو اللہ نے ایسے لوگوں کو متمیّز کیا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیئے اور اللہ اور اُس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دِلی دوست نہیں بنایا اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔۱۶۔ مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں، ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔۱۷۔ اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں۔۱۸۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا اُس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو اللہ اور روزِ

آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔۱۹۔ جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں اُن کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔۲۰۔ اُن کا رب اُن کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں اُن کیلئے نعمت ہائے جاودانی ہے۔۲۱۔ (اور وہ) ان میں ابدالآباد رہیں گے، کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا اصلہ (تیار) ہے۔۲۲۔ اے اہلِ ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو اُن سے دوستی نہ رکھو اور جو اُن سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔۲۳۔ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔۲۴۔ اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہیں مدد دی ہے اور (جنگِ) حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر ناز تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔۲۵۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (اور تمہاری مدد کیلئے فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے (آسمان سے) اُتارے اور کافروں کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔۲۶۔ پھر اللہ اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی سے توجہ فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔۲۷۔ مومنو! مشرک تو پلید ہیں تو اس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں اور اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہو تو اللہ چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا بیشک اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔۲۸۔ جو لوگ اہلِ کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔۲۹۔ اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ اُن کے منہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی اُنہیں کی ریس کرنے لگے ہیں، اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔۳۰۔ انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح

ابنِ مریم کواللہ کے سوا معبود بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اُسکے سوا کوئی معبودنہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔۳۱۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کےنُور کواپنے منہ سے (پھونک مارکر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگر چہ کافروں کو بُرا ہی لگے۔۳۲۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگر چہ کافر ناخوش ہی ہوں۔۳۳۔ مومنو! (اہلِ کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) اللہ کے رستے سے روکتے ہیں اور جولوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے اُن کو اس دن کے دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔۳۴۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا پھر اُس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ وہی ہے جوتم نے اپنے لئے جمع کیا تھا سو جوتم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔۳۵۔ اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں (بارہ ہیں یعنی) اس روز (سے) کہ اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کتابِ الٰہی میں (سال کے) بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں اُن میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ یہی دین کا سیدھا رستہ ہے تو ان مہینوں میں (قتالِ ناحق سے) اپنے آپ پرظلم نہ کرنا۔ اورتم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیز گاروں کیساتھ ہے ۔۳۶۔ امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں، ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام، تا کہ ادب کے مہینوں کی جو اللہ نے مقرر کئے ہیں گنتی پوری کرلیں اور جو اللہ نے منع کیا ہے اس کو جائز کرلیں۔ ان کے بُرے اعمال ان کو بھلے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔۳۷۔

3.197 ۔ حج کی فرضیت

ذوالحجہ ۹ھ ہجری، 631ء

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا☆

ترجمہ: اورلوگوں پراللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا

مقدور رکھے وہ اُس کا حج کرے۔ (سورۃ آلِ عمران۔۹۷)

یہ حکم چونکہ سال کے آخیر میں نازل ہوا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اِفعال حج کی تعلیم میں مشغولیت اور آئندہ سال کے لئے حج کے سفر کے اسباب کی تیاری میں مصروفیت کی وجہ سے خود حج کے لئے تشریف نہیں لے جاسکے۔ لیکن اس سال یعنی ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حاجیوں کا امیر مقرر فرما کر مکہ مکرمہ بھیج دیا تا کہ لوگوں کو حج کرادیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود آئندہ سال یعنی ۱۰ھ ءاس حکم الٰہی کی تعمیل میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ اتفاق ہے کہ حج فرض ہونے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پہلا حج کیا جو آخری حج بھی ثابت ہوا۔ چنانچہ یہی حج حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اسی حج کے بعد آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ (مظاہر حق)

حج عمر میں ایک بار فرض ہے جبکہ وہ تمام شرائط پائی جائیں جن سے حج فرض ہوتا ہے ان شرائط کے پائے جانے کے باوجود جو شخص حج نہ کرے وہ فاسق اور گناہ گار ہے اور جو شخص حج کی فرضیت سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

3.198 ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے

ذوالحجہ ۹ھ ہجری، 631ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے جس کی وجہ سے پہلو اور پنڈلی میں چوٹیں آئیں۔

3.199۔رسول اللہ ﷺ کا ازواجِ مطہرات سے ایلاء وتخییر کرنا

۹ھ ہجری، 631ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دنیاوی لذّات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ دو دو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ آئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے۔ ساری زندگی خوب پیٹ

بھر کر کھانا کبھی نہیں کھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجِ مطہرات بھی اسی طرح کی زندگی گزارتی تھی۔ تاہم انسان ہونے کے ناطے سے کبھی کبھی اچھی چیزوں کی خواہش بھی ہوجاتی تھی۔ جب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور بے شمار مالِ غنیمت حاصل ہونے لگا تو ان کے دل میں بھی خیال آیا کہ صبر قناعت کے زمانے میں برضا ورغبت صبر کیا اب کشادگی کے زمانے میں ہمیں بھی کچھ کشادگی حاصل ہوجائے اوران کی یہ خواہش ناجائز بھی نہیں تھیں اور غیر فطری بھی نہیں بھی۔

دراصل ازواجِ مطہرات میں بڑے بڑے گھرانوں کی خاتون تھیں، حضرت امِ حبیبہؓ جو رئیس قریش حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی تھیں حضرت جویریہؓ جو قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس کی بیٹی تھیں، حضرت صفیہؓ کے والد خیبر کے رئیس اعظم تھے، حضرت عائشہ صدیقہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی صاحبزادی تھیں حضرت حفصہؓ کے والد فاروق اعظم حضرت عمرؓ تھے اوران تمام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی۔

ایک دفعہ کسی دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینبؓ کے پاس کہیں سے شہد آیا تھا۔ وہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا، اس کی وجہ سے دیر ہوگئی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو رشک ہوا، انہوں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تمہارے گھر آئیں تو کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے مغافیر کی بُو آرہی ہے۔

(مغافیر ۔ایک قسم کا پھول جس سے مکھیاں رس چوستی ہیں اوران میں سے ایک بُری سی بو آتی ہے جبکہ آپ ﷺ کو بو پسند نہ تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا۔

اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ☆ (سورۃ التحریم:۲۔۱)

ترجمہ: اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کردیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے

ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضا مندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کر دیا اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی (پورے) علم والا، حکمت والا ہے۔

مغافیر کی بُو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہ تھی۔ تمام روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لطیف المزاج تھے اور ذرا سی بھی بُری مہک برداشت نہیں فرما سکتے تھے، مغافیر کے پھولوں میں اگر کسی قسم کی کرختگی ہو تو تعجب کی بات نہیں۔ البتہ ازواج مطہرات کا ایکا کرنا بظاہر اعتراض کا سبب ہو سکتا ہے لیکن یہ کسی کا بھی عقیدہ نہیں ہے کہ ازواجِ مطہرات معصوم تھیں۔

اس زمانے میں ایک اور بات یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہؓ سے فرمائی اور تاکید کر دی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کریں انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہہ دی۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ج فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ج فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ط قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ☆ (سورۃ التحریم:۳)

ترجمہ: اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی، پس جب انہوں نے اس بات کی خبر کر دی، اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبی نے تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی ٹال گئے۔ پھر جب نبی نے اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگیں آپ (ﷺ) کو یہ کس نے بتایا؟ نبی (ﷺ) نے فرمایا کہ اس کی خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ وہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری۔

اسی دوران تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوٹیں آئیں تھی۔

چوتھی بات یہ تھی کہ تمام ازواجِ مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے نان ونفقہ بڑھانے کا مطالبہ کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکون کی خاطر اور ان مطالبات اور واقعات کی وجہ سے یہ عہد کیا کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات سے نہیں ملیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالا خانے میں تنہا رہنے کا فیصلہ کیا، واقعات کو دیکھتے ہوئے لوگ یہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج کو طلاق دے دی ہے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر ایک ماہ کے لئے ایک بالا خانے میں علیحدہ ہو گئے تھے۔ صحابہ اکرامؓ کو شروع میں حقیقت حال معلوم نہ ہوسکی، وہ یہ سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو طلاق دے دی ہر طرف شدید غم رنج پھیل گیا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میرے پاس خبر آجاتی تھی جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں نہ ہوتا تھا ان دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عوالی مدینہ میں تھے اور ہر وقت شاہِ غسان کا خطرہ لگا رہتا تھا کہ وہ حملہ کرنے والے ہیں، ایک روز اچانک ایک انصاری صحابی حضرت عمرؓ کا دروازہ پیٹنے لگے اور کہنے لگے دروازہ کھولو۔ میں نے کہا کیا غسانی آگئے۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس آیا تو دیکھا کہ بیٹھی رو رہی ہیں، میں نے کہا کہ تم سے پہلے ہی کہا تھا، حضرت حفصہؓ کے پاس سے اٹھ کر پھر مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آیا تو دیکھا کہ صحابہ اکرامؓ بیٹھے رو رہے ہیں میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا لیکن سکون نہیں آیا اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالا خانے آیا اور حضرت بلال بن رباحؓ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص) سے کہا کہ اطلاع کرو۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، میں اٹھ کر پھر مسجد میں آگیا، تھوڑی دیر بعد بیتاب ہو کر پھر بالا خانے کے نیچے آگیا اور دربان سے دوبارہ ملنے کی درخواست کی جب کچھ جواب نہ ملا تو میں نے پکار کر کہا! ابن رباحؓ میرے لئے ملنے کی اجازت مانگو۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہو کہ حفصہؓ کی سفارش کرنے آیا ہوں۔ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو (حضرت) حفصہؓ کی گردن اڑا دوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کھرّی چار پائی پر لیٹے ہیں اور جسم مبارک پر باندوں کے نشان ہیں۔ ادھر اُدھر نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہوئے ہیں اور ایک کونے پر کس جانور کی کھال کھونٹی پر لٹک رہی ہے میرے آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب پوچھا میں نے عرض کیا کہ اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا، قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لے رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت۔

میں (حضرت عمرؓ) نے عرض کی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! نہیں۔ میں اللہ اکبر پکار اٹھا پھر عرض کی کہ مسجد میں صحابہؓ مغموم بیٹھے ہیں اگر اجازت ہو تو جا کر خبر دوں کہ خبر غلط ہے۔ چونکہ ایلاء کی مدت یعنی ایک ماہ گزر چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانے سے اتر آئے اور عام ملاقات کی اجازت دی دے۔

اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی۔

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلاً ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا☆ (سورۃ الاحزاب:۲۹۔۲۸)

ترجمہ: اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت و آرائش کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔۲۸۔ اور اگر تم اللہ اور اُس کے پیغمبر اور عاقبت کے گھر (یعنی جنت) کی طلبگار ہو تو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں اُن کیلئے اللہ نے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواجِ مطہرات کو مطلع کر دیں کہ تمہارے سامنے دو چیزیں ہیں دنیا و آخرت۔ اگر تم چاہو تو آؤ میں تم کو رخصتی کے جوڑے دے کر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی زندگی کی طلب ہے تو خدا نے نیکوکاروں

کے لئے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

مہینہ ختم ہو چکا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانے سے اترے اور چونکہ ان تمام معاملات میں حضرت عائشہ ؓ پیش پیش تھیں ان کے پاس تشریف لے گئے اور مطلع فرمایا، انھوں نے کہا میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتی ہوں اور تمام دوسری ازواجِ مطہرات نے بھی یہی جواب دیا۔

3.200 ۔ فوج درفوج اللہ کے دین میں داخلہ

۹ھ ہجری، 631ء

فتح مکہ کے بعد لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ بے شمار وفود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاظر ہوتے رہے اور اسلام قبول کرتے رہے۔ ہم نے کچھ کی تفصیل لکھی ہے اور کچھ نام لکھنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

وفد ہوازن، وفد اشعریین 7ھ، وفد نہد، وفد سعد ھذیم، وفد آزر، وفد بنی الحارث، وفد ہمدان ، وفد مزنیہ، وفد بہرآء، وفد بنی مرّہ ، وفد خولان ، وفد کلاب ، وفد الداریین، وفد بنی البکاء، وفد زبید، وفد خولان، وفد غسان، وفد سلامان، وفد بنی عبس ، وفد غامد، وفد بنی المنتفق، وفد نخع (محرم 11ھ)، وغیرہ۔

3.201 ۔ عبدالقیس کا وفد

۹ھ ہجری، 631ء

اس قوم کا پہلا وفد 5ھ میں آیا تھا۔ دوسرے بار یہ عام الوفود میں 9ھ میں آیا۔ یہ وفد رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد آیا تھا جب اسے اسلام کے بارے میں معلوم ہوا تو مسلمان ہو گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ سے ایک خط لے کر اپنی قوم کے پاس گیا تھا اور ان لوگوں نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے، رمضان کے روزے رکھنے، اور مالِ غنیمت میں خمس کی ادائگی کا حکم دیا۔ ان کے چودھا آدمیوں کا ایک وفد حرمت والے مہینوں میں مدینہ منورہ آیا تھا۔ جن کا

سربراہ الاشج العصری تھا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔

(۱) دور اندیشی

(۲) بردباری

دوسری بار یہ وفد آیا تو ان کی تعداد چالیس (۴۰) تھی۔ ان میں علاء بن جارود عبدی تھا ان کا تعلق بحرین سے تھا اور نصرانی تھا پھر مسلمان ہو گئے۔(شرح مسلم)

3.202۔سریہ خالد بن ولید نجران کی طرف

ربیع الاخر یا جمادی الاولیٰ 10ھ، 631ء

آں حضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک سریہ کا سردار مقرر کر کے نجران اور اس کے اطراف کی طرف روانہ کیا۔ خالدؓ کو یہ حکم دیا کہ قتال سے پہلے تین بار دعوتِ اسلام دینا اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو تم بھی ان کو قبول کر لینا۔ اور وہ اگر دعوتِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تب ان سے قتال کرنا۔ لیکن خالد بن ولیدؓ جب نجران پہنچے اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو سب نے بلا چوں و چرا اسلام قبول کر لیا۔ خالد بن ولیدؓ ٹھہر گئے اور ان کو اسلام کی تعلیم دینے لگے اور ایک خط کے ذریعے انحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔

آں حضرت ﷺ نے جواب میں یہ تحریر کرایا کہ نجران کے قبیلہ بنی حارث بن کعب کا وفد ہمراہ لے کر مدینہ آئیں۔ آپ ﷺ کی تحریر کے مطابق حارث بن کعب کا وفد لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو بہت عزت و تعظیم کے ساتھ ٹھہرایا۔ شروع ماہ ذوالقعدہ 10ھ جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران واپس ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ان پر قیس بن حصن کو سردار مقرر کیا اور وفد کی روانگی اور واپسی کے بعد عمرو بن حزمؓ کو تعلیم کی غرض سے فرائض و سنن اور احکامِ اسلام سکھلانے کے لئے اور وصولیِ صدقات کے لئے عامل بنا کر روانہ کیا۔ اور ایک فرمان لکھ کے ان کو عنایت فرمایا جو کے یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا فرمان ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ یہ عہد نامہ ہے محمد رسول اللہ (ﷺ) کا عمرو بن حزمؓ کے لئے جب ان کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا۔ ان کو حکم دیا کہ تمام امور میں تقویٰ اور پرہیز گاری کو ملحوظ رکھیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ پرہیز کاروں کو اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔ اور ان کو حکم دیا کہ حق کو مضبوط پکڑیں جیسا کہ اللہ کا حکم ہے اور لوگوں کو خیر کا حکم دیں اور خیر کی بشارت سنائیں۔

اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور اس کے معنی سمجھنے کا طریقہ بتائیں اور لوگوں کو منع کر دیں کہ کوئی شخص قرآن کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے۔ اور لوگوں کو ان کے منافع اور ضرر سے باخبر کریں۔ حق اور راہِ راست پر چلنے میں لوگوں سے نرمی کرنا اور ظلم کرنے کی حالت میں ان پر سختی کرنا۔ تحقیق اللہ جل شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور اس سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے کہ لعنت ہو اللہ کی ظالموں پر اور لوگوں کو جنت کی بشارت دینا اور اعمالِ جنت سے خبر دینا اور جہنم سے ڈرانا اور اعمالِ جہنم سے اگاہ کرنا۔ اور لوگوں کو اپنے سے مانوس بنانا تا کہ لوگ تم سے دین سیکھیں۔ اور لوگوں کو فرائض وسنن اور احکام الحج وعمرہ کی تعلیم دینا۔ اور نماز کے متعلق یہ بتلا دینا کہ کوئی شخص چھوٹے کپڑوں میں اس کو پشت پر ڈال کر نماز نہ پڑھے مگر یہ اس قدر کشادہ ہو کہ اس کے دونوں کندھوں کو ڈھانک لیں اور لوگوں کو اس طرح کپڑے پہننے سے منع کر دیں کہ آسمان کے نیچے ان کی شرمگاہ کھلی رہے اور اس سے منع کر دیں۔ گردن کی جانب سے بالوں کا جوڑا نہ باندھیں۔

اس سے منع کر دیں کہ جب آپس میں لڑائی ہو تو قبیلہ، خاندان، قوم اور وطن کے نام پر نصرت اور حمایت کے لئے کوئی نعرہ نہ لگائیں بلکہ ایک خدا کی طرف اور اس کے حکم کی طرف آنے کی دعوت دیں۔ اور جو شخص اللہ کی طرف نہ بلائے بلکہ قبیلہ خاندان یعنی قوم و وطن کی طرف بلائے تو ان کی گردنوں کو تلوار سے سہلایا جائے۔ یہاں تک کہ ان کا نعرہ اور آواز اللہ واحد لاشریک کے دین کی طرف ہو جائے یعنی قبیلہ، خاندان، قوم اور وطن کے نعرہ سے بعض آجائیں اور لوگوں کو وضو کو پورا کرنے اور نماز کو اپنے وقت سے ادا کرنے کا حکم دیں اور نماز میں رکوع وسجود پوری طرح کریں اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کریں اور صبح

کی نماز تاریکی میں پڑھیں اور ظہر کی نماز زوال کے بعد پڑھیں یعنی زوال سے پہلے نہ پڑھیں اور عصر کی نماز اس وقت پڑھیں کہ جب آفتاب زمین پر اپنی دھوپ ڈال رہا ہو اور غروب کی طرف جا رہا ہو اور مغرب کی نماز رات کے آتے ہی پڑھیں اور اس قدر تاخیر نہ کریں کہ ستارے نکل آئیں اور عشاء کی نماز رات کے اول ثلث میں پڑھیں اور جمعہ کی اذان ہو جائے تو دوڑ کر مسجد پہنچیں اور جمعہ میں جانے سے پہلے غسل کریں۔

یہ حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے اللہ کا حق خمس نکال لیں اور مسلمانوں کی زمین کی پیداوار میں سے صدقہ وصول کریں جب زمین کو چشمہ کا پانی یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو۔ اس میں سے عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) واجب ہے۔ اور جس زمین کو کنویں کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔ یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہے۔ اور بیس اونٹوں پر چار بکریاں واجب ہیں اور تیس گاؤں پر ایک گائے اور چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوۃ واجب ہے۔ یہ اللہ کا فرض ہے جو اللہ نے اہلِ ایمان پر فرض کیا اور جو فریضہ سے زیادہ دیدے وہ اس کے لئے اور بہتر ہے۔ اور جو یہودی یا نصرانی سچے دل سے اسلام قبول کرے تو وہ اہلِ ایمان میں سے ہے اور اس کے حقوق اور احکام وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے اور اسلامی حکمت کی رعایا بن کر رہنا منظور کرے مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام ہر بالغ پر جزیہ کا دینا یا اس کے عوض کپڑے دینا ان پر لازم ہوگا۔ پس جو شخص جزیہ ادا کردے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری میں سے ہے یعنی اس کی جان و مال اور آبرو سب محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص جزیہ دینے سے انکار کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور تمام مؤمنین کا دشمن ہے۔ اللہ کی صلوٰۃ وسلام اور رحمتیں اور برکتیں ہوں محمد رسول اللہ (ﷺ) پر۔ (سیرتِ ابن ہشام)

3.203 ۔ سریہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

رمضان المبارک 10ھ، 632ء

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو تین سو صحابہؓ کا لشکر دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا اور خود اپنے دستِ مبارک سے حضرت علیؓ کے سر پر عمامہ باندھا جس کے تین پیچ تھے عمامہ کا ایک کنارہ بقدر ایک ہاتھ کے سامنے لٹکایا اور بقدر ایک بالشت پیچھے چھوڑا اور یہ فرمایا کہ سیدھے چلے جاؤ کسی اور جانب توجہ مت کرنا اور

وہاں پہنچ کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو پھر ان سے کوئی تعرض نہیں کرنا۔ خدا کی قسم تمہارے ہاتھ سے ایک آدمی ہدایت پا جائے تو یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ حضرت علیؓ تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور مقام قناۃ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور اسی جگہ سے صحابہؓ کی مختلف ٹولیاں مختلف جانب روانہ کیں۔ لشکر اسلام کے سوار سب سے پہلے مذجج میں داخل ہوئے اور بہت سے اونٹ، بکریاں، عورتیں اور بچے پکڑ کر لائے۔ ان تمام غنائم کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔

اس کے بعد ایک دوسری جماعت سے مقابلہ ہوا حضرت علیؓ نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے تب حضرت علیؓ نے ان پر حملہ کیا جس میں ان کے بیس آدمی مارے گئے اور یہ لوگ منتشر ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے کچھ وقفہ کے بعد ان کا تعاقب کیا اور دوبارہ ان کو اسلام کی دعوت دی ان لوگوں نے اسلام کی دعوت کو اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے بھی قبول کیا اور وعدہ کیا کی ہم صدقات جو اللہ کا حق ہے ادا کریں گے۔ بعد ازاں حضرت علیؓ نے مالِ غنیمت کو جمع کیا اور خمس نکال کر باقی لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنے بجائے کسی اور کو لشکر کا امیر مقرر کر کے عجلت کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے پہلے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ آں حضرت ﷺ مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے حضرت علیؓ یمن سے سیدھے مکہ مکرمہ پہنچے اور آں حضرت ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

(زرقانی۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ)

3.204۔صاحبزادۂ رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیمؓ کا انتقال

28/ شوال 10ھ، 27/جنوری 632ء

عرب کے دستور کے مطابق بچوں کے پیدا ہونے کے بعد ان کو رضاعت کے لئے مضافات میں بھیجا جاتا تھا تا کہ ان کی صحت اچھی رہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؓ کو بھی دودھ پلانے کے لئے آپ ﷺ نے ابو یوسف کی بیوی کو دے دیا۔ وہاں حضرت ابراہیمؓ کی طبعیت خراب ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ

ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے ساتھ پہنچے۔

حضرت قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ پکڑا اور ابو یوسف لوہار کے گھر پہنچے جہاں ان کی بیوی حضرت ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دودھ پلاتیں تھی۔ حضرت ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیمار تھے اور اس وقت ان کا آخری وقت تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اپنی گود میں لیا اور جب ان کی وفات ہوگئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنسو بہہ نکلے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی رو رہے ہیں۔ کیا آپ ﷺ نے رونے سے منع نہیں کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں نے نوحہ کرنے اور دو طرح کی احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے منع کیا ہے، ایک خوشی کے موقع پر لہوولہب اور گانے بجانے کی آواز اور دوسری مصیبت کے چہرے پیٹنے گریبان چاک کرنے اور شیطانی انداز سے رونے کی آواز۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جنت البقیع میں دفن فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے میت کی ایسی تعریف کرنے سے منع کیا ہے جس کا وہ حقدار نہ ہو اور فرمایا! یہ تو رحمت ہے اور جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ (شامی)

3.205 ۔ حضرت ابراہیم ؓ بن رسول اللہ ﷺ کا انتقال اور سورج کو گرہن لگنے کی بدشگونی

28/ شوال 10ھ، 27/جنوری 632ء

حضرت ابراہیم ؓ بن رسول اللہ ﷺ کا جس روز انتقال ہوا اسی روز سورج کو گرہن لگا۔ عربوں کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر کوئی بڑا آدمی مرتا ہے تو سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ اس لئے لوگوں نے مشہور کر دیا کہ

یہ ان کی موت کا اثر ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس غلط عقیدہ کو رد کرنے کے لئے خطبہ دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

بلا شبہ سورج اور چاند کو کسی کے پیدا ہونے اور کسی کے مرنے سے گرہن نہیں لگتا۔ بلکہ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جن سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اللہ سے دعا کرو۔ صدقہ دو اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو یہاں تک کہ گرہن کھل جائے۔ حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جس دن آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہوا سورج گرہن ہوا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔ (مسلم)

3.206 ۔ بنو کندہ کا وفد

10ھ، 632ء

حضر الموت (یمن) کے اضلاع میں ایک شہر کندہ تھا۔ یہاں کندہ خاندان کی حکومت تھی۔ اس وقت ان کا حاکم اشعث بن قیس تھا۔ 10ھ میں اسی (80) سواروں کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے حیرہ کی شال (ریشمی چادر) کندھے پر ڈالے دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کر چکے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کیا تم اسلام قبول کر چکے ہو تو انہوں نے کہا۔ ہاں۔ پھر یہ حریر کی چادر کیسی۔ اس پر انہوں نے فوراً وہ چادر پھاڑ کر زمین پر پھینک دی۔

3.207 ۔ محارب کا وفد

ذوالحجہ 10ھ، 632ء

ابو حزہ سعدی سے روایت ہے کہ وفدِ محارب دس ہجری کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر بارگاہِ نبوی میں

حاضر ہوا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا جن میں سوار بن حارث اور اس کا بیٹا خزیمہ بھی شامل تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بہت زبان دراز تھے لیکن اسلام کی صداقت اور حقانیت نے ان کے دل نرم کر دیئے اور اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

آپ ﷺ نے خزیمہ کے چہرے پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تو اس کے چہرے پر نور چمکنے لگا۔ اس وفد میں ایک شخص پہلے سے رسول اللہ ﷺ سے واقف تھا۔ اس نے عرض کیا کہ اس خدا بزرگ و برتر کیلئے حمد وثنا ہے کہ جس نے مجھے اتنے عرصہ باقی رکھا کہ میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کی نعمت حاصل کر سکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دل اللہ تعالیٰ کی دستِ قدرت میں ہے۔ جس کو جب چاہتا ہے اور جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وفد کو بھی دوسرے وفود کی طرح انعام و اکرام سے نوازا۔ (الوفا)

208 .3۔ بجیلہ کا وفد

ذوالحجہ 10ھ، 632ء

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے راوی ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ ہجرت کے دسویں سال مدینہ منورہ میں اپنی قوم کے ایک سو پچاس لوگوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ارشاد فرمایا! تمہارے پاس اسی رستہ سے اہلِ یمن سے افضل ترین شخص ظاہر ہوگا۔ جس کے چہرے سے نور ٹپک رہا ہوگا تو فوراً ہی حضرت جریر اپنی سواری پر آتے ہوئے دکھائی دیے اور ان کے ہمراہ ان کی قوم بھی تھی۔ وہ سب فوراً ہی آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مشرف با اسلام ہوگئے۔ (الوفا)

3.209۔ حجۃ الوداع

ذوالحجہ 10ھ، 632ء

9ھ کو عام الوفود کیا جاتا ہے اس سال کے آخیر میں قرآن کی آیت نازل ہوئی جس کو حج کی فرضیت کی آیت کہتے ہیں۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ o فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰھِیۡمَ وَمَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ☆

ترجمہ: پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کیلئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت اور جہان کیلئے موجب ہدایت۔۹۶۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پا لیا۔ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اُس کا حج کرے اور جو اُس کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہے۔۹۷۔

(سورۃ آلِ عمران: ۹۷۔ ۹۶)

رسول اللہ ﷺ نے 10ھ میں حج ادا کیا وہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اسے حجۃ الاسلام اور حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں۔ حجۃ الوداع اس لئے کہتے ہیں کہ حج فرض ہونے کے بعد یہ آپ ﷺ کا پہلا حج تھا۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد آپ ﷺ نے کوئی حج نہیں کیا۔

حجۃ البلاغ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے احکامات کی تعلیم دی اور عملاً کر کے دیکھا دیا۔ اس کو حجۃ التمام اور حجۃ الکمال اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس موقعہ پر آیت (الیوم اکملت لکم) نازل ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے جب حج کا ارادہ کیا تو لوگوں کو بتا دیا کہ اس سال میں حج کرنے جا رہا ہوں۔ جب لوگوں نے سنا تو ہر ایک کی کوشش تھی کہ آپ ﷺ کے ساتھ حج کو جائے۔ آس پاس کے قبائل کے لوگ بھی مدینہ منورہ آ کر جمع ہونا شروع ہوگئے۔ آپ (ﷺ) کے ساتھ حج کے سفر میں جانے کے لئے جس کی جیسی استطاعت تھی اس نے تیاری کر لی۔ کچھ پیدل اور کچھ سوار تھے۔ ان دنوں مدینہ میں چیچک کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے کچھ لوگ بیماری کی وجہ سے نہ جا سکے۔

3.209.1 ۔ مدینہ منورہ سے روانگی

ذوالحجہ 10ھ، 632ء

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو دجانہ ساعدیؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور 25 ؍ ذوالقعدہ 10ھ بروز ہفتہ مکہ مکرمہ کے لئے کوچ کی تیاری کی۔ آپ ﷺ نے بالوں میں کنگھی کی، تیل لگایا، تہبند پہنا چادر اوڑھی اور قربانی کے جانور کو قلاوہ پہنایا اور ظہر کی نماز کے بعد کوچ فرمایا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ روانگی کے روز مدینہ منورہ میں چار رکعت پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں آ کر دو رکعت پڑھیں اور رات بھر خیمہ زن رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب احرام باندھنے کا ارادہ کیا تو غسل کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کے سر اور جسم پر ذریرہ (ایک خوشبو) اور مشک لگائی پھر احرام کی دو رکعت سنت ادا کی۔ اس کے بعد سواری پر سوار ہو کر قبلہ رخ ہو کر بلند آواز میں تلبیہ پڑھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھتے ہوئے **لبیک** کی صدا بلند کی۔

تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

لبیک اللھم لبیک ط لبیک لا شریک لک لبیک

ان الحمد و النعمة لک و الملک ط لا شریک لک o

ترجمہ: میں حاضر ہوں۔ اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بلا شبہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ نعمت اور ملک بھی تیرے ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ جن کی تعداد مختلف کتابوں میں مختلف آئی ہے۔ روحاء تشریف لے گئے۔ روحاء مدینہ منورہ دو دن کے فاصلہ پر ہے۔ آجکل بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ چوہتر (۷۴) کلومیٹر ہے۔

روحاء سے چل کر آپ اُثایہ کے مقام پر پہنچے یہ رویثہ اور عرج کے درمیان ہے۔ یہ تیسری منزل تھی۔ یہ جحفہ کے راستے میں آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی چوتھی منزل عرج تھی جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے یہاں قافلے ٹھہرا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی پانچویں منزل ابواء تھی۔ ابواء اور جحفہ کے درمیان تیئیس (۲۳) میل کا فاصلہ ہے اور چھٹی منزل عسفان تھی جو رابغ سے بیاسی (۸۲) کلومیٹر اور مکہ مکرمہ سے ایک سو تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ اس وادی سے حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام گزرے تھے۔ دونوں دو سرخ اور جوان اونٹوں پر سوار تھے۔ (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ کی ساتویں منزل سَرف تھی یہ مکہ سے دس (۱۰) کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

سَرف سے چل کر رسول اللہ ﷺ 4 ذوالحجہ کو ذی طویٰ پہنچے۔ یہ آپ ﷺ کی آٹھویں اور آخری منزل تھی۔ یہ جگہ آجکل **آبارِزاہر** کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں آپ ﷺ نے فجر کی نماز ادا کی اور پھر غسل فرمایا۔ پھر چلتے ہوئے دن کے وقت **ثنیہ العلیاء** کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ آجکل یہ مقام معابدہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ یہی گھاٹی جبلِ جحون کو جاتی ہے۔

3.209.2 ۔ حرم میں داخلہ

4 / ذوالحجہ 10ھ، 632ء

رسول اللہ ﷺ چاشت کے وقت باب عبد مناف جس کا نام اب باب السلام ہے حرم میں داخل ہوئے اور جب بیت اللہ پر حضور ﷺ کی پہلی نظر پڑی تو آپ ﷺ نے اس طرف رخ کر کے تکبیر کہی اور یہ دعا پڑھی۔

اللّٰھم انت السلام و منک السلام فحینا ربنا بسلام اللّٰھم زد ھذا البیت تشریفاً و تعظیماً و تکریماً و مھابة و زد من عظمه و ممن حجۂ او اعتمرہ تکریماً و تشریفاً و تعظیماً و براًء o

ترجمہ: اے اللہ تو سلامتی کا مالک ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے۔ پس اے اللہ تو ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ تو اس گھر کی شرافت، عظمت، تکریم، اور ہیبت میں اضافہ فرما۔ اور حج اور عمرہ کرنے والوں میں سے جو شخص اس گھر کی تعظیم کرے تو اس کی تکریم، شرافت، عظمت اور بھلائی میں اضافہ فرما۔

رسول اللہ ﷺ نے طواف شروع کیا حجر اسود کے بلمقابل کھڑے ہو کر اس کو استلام کیا اور دائیں جانب سے طواف شروع کیا۔ آپ ﷺ نے پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور پورے طواف کے دوران احرام کا اصطباع کیا (یعنی احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا)۔ جب آپ ﷺ حجر اسود کے سامنے سے گذرتے تو اس کی استلام کرتے۔ آپ ﷺ نے اس کا بوسہ نہیں لیا۔ طواف کے اختتام پر مقامِ ابراہیمؑ کی جگہ دو رکعت نماز پڑھی اور پھر سعی کے لئے صفا کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں صفا سے شروع کر کے صفا اور مروہ کے سات چکر لگائے۔ ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوا۔ اس دوران جہاں آجکل سبز ستون بنے ہوئے ہیں اس جگہ تیز قدموں سے چلے اور پورے وقت دعائیں پڑھتے رہے۔

سعی کے بعد آپ ﷺ نے چار روز تک مکہ میں قیام فرمایا۔ صحابہ اکرامؓ بھی 8/ذوالحجہ تک وہاں ہی رہے اور اس دوران قصر نماز پڑھتے رہے۔ مکہ میں قیام کے دوران آپ ﷺ نے ایک روز بابِ کعبہ کو پکڑ کر خطبہ دیا۔

اے مسلمانوں کی جماعت! قیامت کی یہ علامت ہیں کہ نمازوں کا غارت کرنا، نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا، خیانت پیشہ حاکم اور بدکار روزیروں کا ہونا۔

3.209.3 ۔ مکہ سے منیٰ روانگی

8/ ذوالحجہ 10ھ، 632ء

8/ ذوالحجہ 10ھ، کو صبح طلوع ہونے کے بعد آپ ﷺ صحابہ اکرامؓ کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ جو لوگ حجِ تمتع کر رہے تھے۔ وہ عمرے کے بعد حلال ہو گئے تھے۔ جنہوں نے احرام کھول دیئے تھے یہاں سے انہوں نے پھر سے احرام باندھا۔ منیٰ میں آپ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور رات کو قیام کیا۔

3.209.4 ۔ یومِ الترویہ کا خطبہ

8/ ذوالحجہ 10ھ، 632ء

حضرت موسیٰ بن عقبہؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم الترویہ کو بھی ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس میں مناسک حج کی تعلیم دی گئی تھی۔

یوم الترویہ: 8/ ذوالحجہ کے دن کو ہم یوم الترویہ کہتے ہیں۔ اس دن حجاجِ اکرام منیٰ جا کر قیام کرتے ہیں اور وہاں پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور دوسرے دن کی فجر ادا کرتے ہیں۔ یہ حج کا پہلا دن کہلاتا ہے۔

3.209.5 ۔ منیٰ سے عرفات روانگی

9/ ذوالحجہ 10ھ، 632ء

9/ ذوالحجہ 10ھ، کو فجر کی نماز کے بعد جب سورج طلوع ہو گیا تو آپ ﷺ صنب کے راستے عرفات کو روانہ ہوئے۔ بعض لوگ تلبیہ کہہ رہے تھے اور بعض تکبیر۔ آپ ﷺ نے کسی کو منع نہیں کیا۔ عرفات کی مشرق کی جانب ایک چھوٹی سی بستی تھی جس کو نمرہ کہتے تھے۔ وہاں آپ ﷺ نے خیمہ نصب کیا سورج ڈھلنے کے بعد آپ ﷺ اونٹنی پر سوار عرفہ کے بطن وادی میں آئے اور اونٹ پر ہی وہ

تاریخی خطبہ دیا جس کو خطبہ حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

عرفات: حرمِ کعبہ سے تقریباً بیس (۲۰) کلومیٹر دور ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں حجاج اکرام 9/ ذوالحجہ کو فجر کے بعد سے مغرب تک قیام کرتے ہیں۔ ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اور گریہ زاری کرتے ہوئے دعائیں مانگتے ہیں۔ یہاں پر قیام کرنا حج کا رکنِ اعظم ہے جس کو وقوفِ عرفہ کہتے ہیں۔ قیام خواہ کتنا ہی مختصر ہو رکن ادا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی حاجی 9/ ذوالحجہ کو عرفات میں نہیں آیا تو اس کا حج نہیں ہوگا۔ میدانِ عرفات کے ایک کنارے پر مسجد نمرہ واقع ہے۔

3.209.6 ۔ خطبہ حجۃ الوداع

9/ذوالحجہ 10 ہجری، 632ء

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہمارے نفس کی شرارت اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور اس کی اطاعت پر ابھارتا ہوں اور جو خیر کی بات ہے اس سے شروع کرتا ہوں۔

امابعد!

اے لوگو! میری بات غور سے سنو! میں تمہارے سامنے کھول کر بیان کرتا ہوں کیونکہ میرا خیال ہے کہ شاید اس سال کے بعد میں اس موقف (میدان عرفات) میں تم سے کبھی نہ مل سکوں۔

اے لوگو! بلا شبہ تمہارا خون (جانیں) تمہارے اموال اور عزت وآبرو اپنے رب سے تمہاری ملاقات کرنے تک (قیامت تک) تم پر قابل احترام ہیں۔ جیسا کہ تمہارے اس دن (۹/ ذوالحجہ یوم عرفہ) کی حرمت تمہارے اس مہینہ (ذوالحجہ) میں تمہارے اس محترم شہر (مکہ مکرمہ) میں واجب ہے اور تم لوگ

عنقریب اپنے رب سے ملاقات کروگے ۔

پس وہ (قیامت میں) تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ کیا میں نے (اللہ کا پیغام) پہنچادیا۔

صحابہ اکرامؓ نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے تبلیغ کردی اور پیغام پہنچادیا اور خیر خواہی کا حق ادا کردیا۔

یہ سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا!

اے اللہ تو گواہ رہنا۔

پس جس کے پاس کوئی امانت ہو اس کو چاہیئے کہ وہ امانت رکھوانے والے کو دے دے اور یہ تحقیق سے طے شدہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کا ہر سود ختم کیا جاتا ہے مگر (سود کی رقم کے علاوہ) اصل مال تمہارا حق ہے۔ نہ تم ظلم کروگے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ اب کوئی سود نہیں ہوگا اور بیشک سب سے پہلا سود جس کو ختم کرنے کا آغاز میں کرتا ہوں وہ میرے چچا عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سود ہے۔ جو تمام کا تمام کالعدم ہوگیا اور تحقیق زمانہ جاہلیت تمام خون معاف کئے جاتے ہیں اور تمہارا سب سے پہلا خون جس کو معاف کرنے کی ابتدء کررہا ہوں وہ عامر بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے۔ اس نے بنی لیث میں دودھ پیا تھا اور اس کو ہزیل نے قتل کیا تھا۔ تمام مناصب (عہدے) سوائے سدانہ (بیت اللہ کی خدمت) اور سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) ختم کردیے ہیں۔ قتل عمد میں قصاص ہے اور جو لاٹھی اور پتھر سے قتل کیا جائے وہ قتل عمد کے مشابہ ہے اور اس میں سو اونٹ (دیت) ہے۔ پس جس نے زیادتی کی وہ اہل جاہلیت سے ہے۔

لوگو! بے شک شیطان ہمیشہ کے لئے اس بات سے مایوس ہو چکا ہے تمہاری اس سرزمین پر کبھی اس کی پرستش کی جائے گی لیکن وہ اس بات سے خوش ہے کہ عبادت کے سوا ان اعمال میں اس کی اطاعت کی جائے گی جن کو تم حقیر اور چھوٹا خیال کرتے ہو پس تم اپنے دین کو اس (کے شر) سے بچائے رکھنا۔

اے لوگو! بے شک مہینوں کو سرکا دینا کفر میں زیادتی کا سبب ہے۔ اس سے کافر گمراہ ہوتے

رہتے ہیں۔ وہ اس مہینے کو کسی سال (اپنی کسی غرض کے لئے) حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) اس کو حرام کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالی نے جو مہینے حرام کئے ہیں صرف ان کی گنتی پوری کر لیں پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور اللہ تعالی کے حلال کئے ہوئے مہینے کو حرام کر لیتے ہیں اور بلاشبہ زمانہ اب اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا ہے۔ جیسا کہ وہ اس دن تھا۔ جب اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور یقیناً شمار کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک (سال میں) بارہ مہینے ہیں اور جن میں سے چار مہینے خاص طور پر قابل احترام ہیں۔ تین مہینہ (ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) تو متواتر اور رجب کا مہینہ الگ ہے جو جمادی الاخرہ اور شعبان کے درمیان ہے کیا میں نے پہنچا دیا۔

صحابہ اکرامؓ نے شہادت دی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے اللہ گواہ رہنا۔

اے لوگو! تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے سوا کسی آدمی کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں اور وہ کسی ایسے آدمی کو جس کو تم پسند نہیں کرتے ان کو تمہاری اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور نہ وہ کوئی کھلی بے حیائی کا کام کریں۔ پس اگر وہ ایسا کریں تو بے شک اللہ تعالی نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کے ساتھ سختی کرو۔ ان کے سونے کی جگہ اپنے سے الگ کر دو اور ان کو ہلکی مار مارو۔ جس سے بدن پر نشان نہ پڑیں پس اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تم انہیں دستور کے مطابق کھانا اور لباس دو۔ تمہارے پاس عورتیں بطور مددگار کے ہیں وہ اپنی ذات کی کچھ بھی مالک نہیں اور تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر اپنے قبضہ میں لیا ہے۔ اور تم نے اللہ کے کلمات کے ذریعے ان کی شرمگاہ کو اپنے لئے جائز و حلال کیا ہے پس تم لوگ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور ان کے ساتھ ہمیشہ صبر کا سلوک کرو۔

''کیا میں نے پہنچا دیا''

صحابہ اکرامؓ نے شہادت دی کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پہنچا دیا

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے اللہ تو گواہ رہنا

اے لوگو! میری بات سنو اور سمجھو اور تمہیں ضرور جاننا چاہیئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں ہے مگر وہ جو

خوشدلی سے اس کو دے دے۔ پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرو

''کیا میں نے پہنچا دیا''

صحابہ اکرامؓ نے شہادت دی کہ ہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پہنچا دیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے اللہ تو گواہ رہنا

پس تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو پس بلا شبہ میں نے تمہارے اندر وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب (قرآن کریم) اور اس کے نبی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی سنت ہے۔

''کیا میں نے پہنچا دیا'' اے اللہ تو گواہ رہنا

اے لوگو! تمہارا باپ ایک ہے تم سب آدم علیہ سلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے تھے بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت نہیں مگر تقوی سے۔ کیا میں نے پہنچا دیا۔

صحابہ اکرامؓ نے شہادت دی۔ ہاں

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

اے اللہ گواہ رہنا

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جو حاضر ہے وہ غائب کو یہ باتیں پہنچا دے

اے لوگو! بے شک! اللہ تعالی نے ہر وارث کا حصہ میراث سے تقسیم (مقرر) کر دیا ہے۔ اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں اور (کسی اور کے لئے بھی) ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔

لڑکا صاحب فراش ہی کا کہلائے گا (یعنی جو اس عورت کا شوہر ہے اس کا بستر عورت کا بستر ہے اور بچہ اسی سے مانا جائے گا جب تک اس کے خلاف ثبوت نہ ملے) اور بدکار (زانی) کے لئے پتھر ہے۔ جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف دعوائے (نسبت) کیا یا اپنے آقا کے علاوہ دوسرے کی غلامی اختیار کی تو اس پر اللہ تعالی فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہو۔ اس سے توبہ اور فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور تم پر اللہ کی سلامتی ہو اور اس کی رحمت۔ (ابن ہشام)

خطبے کے بعد حضرت بلال ؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے حکم سے اذان کہی پھر اقامت کہی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی یہ جمعہ کا دن تھا۔ لیکن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جمعہ نہیں پڑھا۔ پھر دوسری اقامت ہوئی اور عصر کی دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے موقف میں تشریف لائے پہاڑ کے نیچے صخرات کے پاس قبلہ رو کھڑے ہو گئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اونٹ پر سوار تھے اور نہایت رقت و گریہ داری کے ساتھ غروب آفتاب تک دعائیں کرتے رہے۔ (زادالمعاد)

پھر فرمایا میں نے یہاں وقوف کیا مگر عرفات کا تمام میدان موقف ہے پھر فرمایا کہ حج یوم عرفہ ہے بہترین دعا یوم عرفہ کی دعا ہے۔

یہیں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 3 نازل ہوئی

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ لا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ☆ (سورۃ المائدہ۔۳)

ترجمہ: تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو۔ اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو۔ اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو۔ اور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو۔ اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو۔ اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو۔ لیکن اسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں ۔ اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔ اور یہ بھی کہ قرعہ کے تیروں کے ذریعے فال گیری کرو۔ یہ سب بدترین گناہ ہیں آج کفار تمہارے دین سے ناامید ہو گئے۔ خبردار! تم ان سے نہ ڈرنا مجھ سے ڈرتے رہنا آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر

رضامند ہوگیا۔ پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہوجائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو جس مقصد کے لئے بھیجا گیا تھا وہ پورا ہوگیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ جو احکام خداوندی آنے تھے وہ آگئے۔ اس لئے اب اس دنیا میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آپ ﷺ کا مشن پورا ہو گیا اور آپ ﷺ اب کسی بھی وقت دنیا سے رخصت ہو سکتے ہیں۔

3.209.7 ۔ مزدلفہ روانگی

ذوالحجہ 10 ہجری ، 632ء

سورج غروب ہونے کے بعد شفق کی زردی ختم ہونے کے بعد عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ اونٹ پر سوار تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) عرفات سے آہستہ آہستہ چلے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تیزی میں بھلائی نہیں۔ تمام راستہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اونٹ کی چال نہ بہت تیز ہوئی اور نہ بہت سست اور تمام رستہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تلبیہ کہتے رہے۔ (زادالمعاد)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰئكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْن ☆ (سورۃ البقرہ۔198)

ترجمہ: تم پر اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعرالحرام کے پاس ذکر الٰہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی، حالانکہ

تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے۔

مزدلفہ: عرفات اور منی کے درمیان منیٰ سے مشرق کی طرف حرم پاک سے تقریباً دس (۱۰) کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک میدان ہے جسے مزدلفہ کہتے ہیں اس میدان کی آخری حد پر ایک پہاڑ ہے جسے مشعرحرام کہتے ہیں یہاں پر مشعرحرام کے نام سے ایک مسجد واقع ہے یہاں پر حجاج اکرام (۹) اور (۱۰) ذی الحجہ کی درمیانی رات کھلے آسمان کے نیچے گزارتے ہیں اور مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی ادا کرتے ہیں یہاں ہی سے شیطان (جمرات) کو مارنے کے لئے کنکریاں جمع کرتے ہیں۔ صبح صادق ہونے کے بعد فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے سے پہلے وقوف کرتے ہیں۔ مزدلفہ کا رات کا قیام وقوفِ مزدلفہ کہلاتا ہے۔ جس میں کثرت سے دعائیں اور ذکر اللہ کیا جاتا ہے۔ وقوف مزدلفہ کے بعد حجاج اکرام منی کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

3.209.8۔ مزدلفہ میں قیام

ذوالحجہ 10ھ ہجری ، 632ء

مزدلفہ پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وضو کیا اور مؤذن کو اذان کا حکم دیا۔ مؤذن نے اذان واقامت کہی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پہلے مغرب کی نماز پڑھی اور پھر دوبارہ اقامت ہوئی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے عشاء کی نماز پڑھی اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سو گئے اور تہجد کی نماز کے لئے نہ اٹھے جیسا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا روزآنہ کا معمول تھا۔ بلکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) صبح کی نماز کیلئے اٹھے ویسے بھی عیدین کی شب میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا تہجد کی نماز کے لئے اٹھنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ فجر طلوع ہونے کے بعد اول وقت میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سوار ہو کر موقف میں مشعرحرام کے پاس تشریف لائے اور دعا، گریہ زاری اور تکبیر وتہلیل کہنے میں مشغول ہو گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تمام مزدلفہ موقف ہے۔ (زادالمعاد)

3.209.9 منیٰ روانگی

ذوالحجہ 10 ہجری ، 632ء

پھر جب خوب روشنی ہوگئی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے ۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت فضل بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سوار تھے۔ اورحضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیدل چل رہے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) راستہ میں تلبیہ کہتے رہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم دیا کہ یہاں سے میرے لئے کنکریاں چن لو۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کنکریوں کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اورفرمایا کہ اس طرح کی کنکریوں سے رمی جمار کرو اور دین میں غلو سے بچو۔ پہلی قومیں دین میں غلو کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئیں۔ (مسند احمد)

منیٰ: خانہ کعبہ سے تقریباً سات (7) کلومیٹر دور حدود حرم میں ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں حجاج اکرام یوم الترویہ میں اور عرفات اور مزدلفہ سے آنے کے بعد بقیہ ایام حج میں قیام کرتے ہیں۔ یہاں ایک بہت خوبصورت مسجد **مسجد خیف** واقع ہے جہاں ستر انبیاء اکرام نے نمازیں ادا کی ہیں۔

3.209.10۔ وادی محسر

ذوالحجہ 10 ہجری ، 632ء

جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بطن محسر میں پہنچے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اونٹ کو تیز کر دیا۔ جب کبھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کسی ایسی جگہ سے گزرتے جہاں کسی قوم پر عذاب آیا ہو تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے تیزی سے گزرتے جیسا کہ غزوہ تبوک جاتے ہوئے مقام حجر (قوم ثمود کا علاقہ) پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے چہرہ مبارک پر کپڑا ڈال لیا اور وہاں سے نکلنے میں جلدی کی۔ وادی محسر وہ جگہ ہے جہاں اصحاب الفیل تباہ وہلاک ہوئے تھے۔ یہ جگہ مزدلفہ اور منی کے درمیان ہے یہ نہ مزدلفہ کا حصہ ہے اور نہ منیٰ کا۔ (زادالمعاد)

3.209.11 ۔جمرہ کی رمی

10/ذوالحجہ 10ھ ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مزدلفہ سے منیٰ کے لئے درمیانی رستہ سے چلے جو جمرہ کبریٰ کی طرف جاتا ہے۔ جمرہ کبریٰ پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جمرہ کی طرف رخ اس طرح کیا کہ منیٰ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی داہنی طرف اور بیت اللہ بائیں طرف تھا۔ اس طرح آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اونٹ پر ہی سے سات کنکریاں ایک ایک کر کے جمرہ کو ماریں اور تکبیر کہتے رہے۔ رمی کرنے کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے تکبیر کہنی بند کر دی۔ رمی کرنے کے وقت حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھے ایک نے آپ ﷺ کے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر کپڑے سے سایہ کئے ہوئے تھے کیونکہ اس وقت بہت سخت دھوپ تھی پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) منیٰ تشریف لے گئے۔ جہاں اب مسجد خیف ہے وہاں قیام کیا۔

جمرات: جمار جمع ہے جمرۃ کی۔ جمرۃ کے معنی ہیں بڑا پتھر اور رمی کے معنی ہیں کنکریں مارنا۔ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان تین مقامات ہیں جہاں تھوڑے تھوڑے فاصلہ کے بعد تین بڑے پتھر کے بنے ہوئے مقامات ہیں۔ پہلے کو جمرۃ اولیٰ دوسرے کو جمرۃ وسطی اور تیسرے کو جمرۃ العقبیٰ یا جمرۃ الکبریٰ کہا جاتا ہے۔ ان تین جمرات پر تین دن 10, 11, 12, 13, تک کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ اس کو رمی کہتے ہیں۔

3.209.12 ۔ منیٰ

10/ذوالحجہ 10ھ ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے منیٰ میں مہاجرین کو قبلہ کے دائیں جانب اور انصار کو بائیں

جانب ٹھہرایا اور باقی لوگ ان کے ارد گرد ٹھہر گئے اس موقعہ پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مناسک حج کی تعلیم دی۔

حضرت ابوبکر صدیق کے روایت کے مطابق آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔
خبردار ہو جاؤ! زمانہ گھوم کر اپنی اصلی حالت میں اسی طرح لوٹ آیا ہے جیسے اس روز تھا جب اللہ نے آسمان اور زمین کو تخلیق کیا۔ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے اس میں چار ماہ احترام کے ہیں۔ تین تو مسلسل ہیں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) اور چوتھا مہینہ رجب ہے جو جمادی الاخرہ اور شعبان کے درمیان ہے۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

سنو! یہ کونسا مہینہ ہے۔ ہم (صحابہ اکرامؓ) نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ چپ رہے حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کا کچھ اور نام رکھیں گے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہ ذوالحجہ نہیں ہے پھر ہم نے کہا کیوں نہیں۔ پھر فرمایا یہ کونسا شہر ہے۔ ہم (صحابہؓ) نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ جانتے ہیں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) چپ رہے حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ بلدِ حرم نہیں ہے۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا آج کون سا دن ہے۔ ہم (صحابہ اکرامؓ) نے کہا اللہ اور اس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) بہتر جانتے ہیں اس پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کا کوئی اور نام رکھیں گے مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کیا یہ یوم نحر نہیں ہے (قربانی کا دن 10/ذوالحجہ) ہم نے کہا! کیوں نہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

بلا شبہ تمہارا خون اور مال تمہاری آبروئیں تم پر اس طرح حرام ہیں جیسے آج کے دن کی حرمت تمہارے اس مہینے اور اس شہر میں۔ اور عنقریب اپنے رب سے ملو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ خبردار تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

ایک روایت کے مطابق آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خطبہ میں یہ بھی فرمایا۔ یاد رکھو کوئی بھی جرم کرنے والا اپنے سوا کسی اور پر جرم نہیں کرتا۔ یعنی اس جرم کی پاداش میں کوئی اور نہیں بلکہ خود مجرم ہی پکڑا

جائے گا۔ یادرکھو! کوئی جرم کرنے والا اپنے بیٹے پر یا کوئی بیٹا اپنے باپ پر جرم نہیں کرتا یعنی باپ کے جرم میں بیٹے کو یا بیٹے کے جرم میں باپ کو نہیں پکڑا جائے گا۔

یادرکھو! شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمہارے شہر میں کبھی اس کی پوجا کی جائے گی لیکن اپنے جن اعمال کو تم حقیر سمجھتے ہو ان میں اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اس سے راضی ہوگا۔ (ترمذی)

''سنو میں نے پہنچا دیا''

خبردار جو لوگ حاضر ہیں وہ ان تک یہ پہنچا دیں جو موجود نہیں کیونکہ جن تک یہ باتیں پہنچیں گی ان میں بعض وہ ہوں گے جو سننے والوں سے زیادہ بات کو رکھنے والے ہوں گے۔ (مسند احمد)

یہاں پر ہی سورۃ النصر کا نزول ہوا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.

اِذَاجَآءَ نَصۡرُاللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ وَرَاَيۡتَ النَّا سَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنَ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَا نَ تَوَّابًا ۧ (سورۃ النصر: ۳۔۱)

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے۔ اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے۔
تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورۃ النصر: 3 - 1)

3.209.13 ۔ قربانی

10/ذوالحجہ 10ھ/ہجری ، 632ء

رمی کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) منیٰ کی قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور اپنی عمر کے مطابق تریسٹھ (63) اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کئے پھر باقی سو میں سے سینتیس (37) اونٹ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نحر کئے اور اس کا گوشت، چمڑا سب صدقہ کر دیا۔ تمام اونٹ منیٰ میں نحر کئے گئے۔ (زادالمعاد)

3.209.14 ۔ حلق

10/ذوالحجہ 10ھ ہجری ، 632ء

قربانی کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حلق کرنے کے لئے حلاق کو بلایا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت معمر بن عبداللہ بن حنظلہ بن عوف نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سر مبارک حلق کیا۔ مسلم کی روایت ہے کہ پہلے انہوں نے داہنی طرف کے بال کاٹے جو وہاں موجود لوگوں میں تقسیم کر دیے گئے پھر بائیں طرف کے بال کاٹے جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عطا فرمائے۔

حلق: سر کے بال صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ سر کے بال کٹوانا یا صاف کرنا یہ حج میں واجب ہے جو کہ قربانی کرنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد سے احرام کی پابندیاں تقریباً ختم ہو جاتی ہیں۔

3.209.15 ۔ طواف زیارت

10/ذوالحجہ 10ھ ہجری ، 632ء

اس طواف کو طواف افاضہ، فرض طواف، رکن طواف اور طواف یوم النحر بھی کہتے ہیں۔ یہ حج کا رکن اعظم ہے۔ اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا۔ حلق کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اونٹنی پر سوار ہو کر اسی روز یعنی ہفتہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے اور ظہر سے پہلے سواری پر طواف زیارۃ کیا۔ اس طواف میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے نہ رمل کیا اور نہ سعی کی۔ (زادالمعاد)

اس طواف کے لئے احرام کی شرط نہیں ہے۔

3.209.16 ۔ زم زم

10/ذوالحجہ 10ھ ہجری ، 632ء

طواف کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) زم زم کے پاس تشریف لائے۔ سقایہ کی ذمہ داری

حضرت عباسؓ اوران کی اولاد کے پاس تھی۔ زم زم کا ڈول آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے کھڑے کھڑے پانی پیا۔ (مسلم)

زم زم: زم زم وہ چشمہ ہے جو آج سے سالہا سال پہلے حضرت ہاجرہ علیہ السلام کے دودھ پیتے بچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیاس کی شدت سے زمین پر ایڑھیاں مارنے سے نکلا تھا۔

زم زم کا چشمہ خانہ کعبہ سے مشرق کی جانب تقریباً ستر (70) فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے یہ ایک زندہ معجزہ ہے کہ چار ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود اس سے پانی نکالا جاتا ہے اور لاکھوں لوگ روزآنہ پیتے ہیں۔ یہ ایک مکمل غذا ہے۔ اس میں وہ تمام اجزاء موجود ہیں جو انسانی جسم کے لئے مفید ہیں۔ آب زم زم کے کنویں کی گہرائی 98 فٹ اور قطر 8 فٹ ہے۔ زم زم کے معنی ٹھہرنے یا روکنے کے ہیں۔ جب حضرت ہاجرہؑ نے حضرت اسمٰعیل علیہ سلام کے پاس سے پانی کا چشمہ ابلتے ہوئے دیکھا تو آپؑ نے بے ساختہ فرمایا۔ زم زم۔ یعنی ٹھہر جا۔ اور پانی کے گرد مٹی سے منڈیر بنانے لگیں۔

حضرت ابراہیم علیہ سلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں یہی پانی استعمال کیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور چشمے کی مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے یہ چشمہ بند ہو گیا تھا اور اس کی جگہ کا نشان بھی مٹ گیا تھا پھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش سے پہلے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دادا حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ انہیں زم زم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا جارہا ہے اور خواب میں ہی ان کو جگہ کی نشاندھی بھی کی گئی انہوں نے کسی کو شریک لئے بغیر فوراً اس کام کو کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے بیٹے حارث کے ساتھ کھدائی شروع کی۔ کھدائی کے دوران وہ چیزیں برامد ہونی شروع ہوئیں جو بنو جرہم نے مکہ چھوڑتے وقت چاہ زم زم کے پاس دفن کیں تھیں ان میں تلواریں، ذرہیں اور سونے کے دو ہرن تھے۔

ان سامان کو ڈھال کر خانہ کعبہ کے دروازے کی تعمیر میں استعمال کیا گیا۔ کنویں کے گرد پتھروں کی منڈیر بنادی گئی۔ اور دو حوض بنائے گئے ایک پینے کے لئے اور دوسرا طہارت کے لئے تھا۔

پھر عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور نے 149 ہجری / 771ء میں کنویں کے اوپر ایک گنبد تعمیر کروایا

اورفرش سنگ مرمر کا بنایا۔ پھر 153ھ ہجری 775ء میں عباسی خلیفہ المہدی نے ٹیک کی لکڑی کی چھت بنوائی اور فرش کو بہتر کیا اور حاجیوں کے پانی پینے کے لئے سایہ دار جگہ بنوائی ۔ پھر عباسی خلیفہ معتصم باللہ نے 213ھ ہجری 835ء میں کنویں پر سنگ مرمر کا گنبد تعمیر کروایا۔ 795ھ ہجری 1417ء میں خانہ کعبہ میں آگ لگنے کی وجہ سے نقصان پہنچا تو اس کے ساتھ اس کنویں کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا جس کی مرمت کروائی گئی۔ اس کے بعد اس پر مزید تعمیر 808ھ ہجری 1430ء اور 877ھ ہجری 1499ء میں بھی ہوئی۔

موجودہ دور کی تعمیر میں سلطنت عثمانیہ کے خلیفہ سلطان عبدالحمید دوئم نے 1333ھ ہجری 1915ء میں کنویں کی عمارت کو گرا کر طواف کی جگہ میں اضافہ کیا اور خانہ کعبہ سے تھوڑا دور آب زم زم کے لئے خوبصورت تعمیر کروائی موجودہ سعودی حکومت نے بھی وقتاً فوقتاً پانی کی سہولت زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے میں بہت کام کیا اور اب حاجیوں کو طواف میں سہولت کی خاطر زم زم کا پانی زیر زمین پائپوں سے ایک پمپ اسٹیشن تک پہنچایا گیا جہاں سے تمام جگہ پانی کی ترسیل کی جاتی ہے اور مطاف کی جگہ کو بالکل برابر کر دیا گیا ہے۔ پہلے ٹینکروں کے ذریعہ مدینہ منورہ آبِ زم زم پہنچایا جاتا تھا اب پائپ لائن بچھا کر وافر مقدار میں پانی پہنچانے کی بہت بڑی سہولت مہیا کر دی گئی ہے۔

3.209.17 ۔ سعی

10رذوالحجہ 10ھ ہجری ، 632ء

رسول اللہ(صلّی اللہ علیہ وسلم) قارن تھے اس لئے آپ(صلّی اللہ علیہ وسلم) نے طواف زیارت کے بعد سعی کی۔ آپ(صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابن عباس(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت کے مطابق اونٹنی پر طواف کیا اور چھڑی سے حجر اسود کا استلام فرماتے تھے۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد زم زم پر آئے اور پانی نوش فرمایا پھر صفا اور مروہ کی طرف گئے اور سعی کی۔ (سیرت ابن کثیرؒ)

سعی: حضرت ابرہیم علیہ سلام اللہ کے حکم سے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہ سلام کو اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ کچھ کھجوریں اور پانی دے کر چلے گئے۔ جب پانی ختم ہوگیا تو بی بی ہاجرہ

بچے کے لئے پانی کی تلاش میں ان دو پہاڑیوں کے درمیان جو آج صفا اور مروہ کے نام سے مشہور ہیں بے چینی کی حالت میں دوڑتی رہیں اور دعا مانگتی رہیں کہ کہیں پانی مل جائے اور بچہ کی بھی فکر تھی۔

بی بی ہاجرہ کبھی ایک پہاڑی پر جاتیں اور بچہ کو بھی دیکھتی رہتیں اور جب بچہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا تو بھاگ کر واپس آتیں اور پھر دوسری طرف کی پہاڑی کی طرف جاتیں اور جب بچہ نظروں سے اوجھل ہوتا تو پھر بھاگ کر واپس آ جاتیں۔ اس طرح آپؑ نے سات چکر لگائے تو ساتویں چکر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوئی واپس آئیں تو دیکھا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ سلام کے پیروں کے نیچے سے ایک پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کے حکم سے پانی پہنچایا گیا اور چشمہ کی صورت میں بہایا گیا۔ یہ ماں کی تڑپ اور چکر کاٹنا اور بچے کے لئے دعائیں کرنا اللہ تعالیٰ کو اس قدر اچھا لگا کہ اسے ارکان حج کا ایک واجب رکن مقرر کر دیا گیا۔ اسی کو سعی کہتے ہیں۔ حجاج اکرام صفا سے شروع کر کے مروہ پر سات چکر مکمل کرتے ہیں۔

3.209.18 ۔ منیٰ واپسی

10 رذوالحجہ 10ھ رہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) طواف اور سعی کرنے کے بعد واپسی منیٰ آ گئے اور رات کو وہاں ہی ٹھہرے دوسرے روز زوال کے بعد پیدل ہی رمی کرنے کے لئے جمرہ اولیٰ گئے جو مسجد خیف کی طرف ہے وہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر پڑھی اور دعا مانگی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جمرہ وسطیٰ کے پاس گئے وہاں بھی سات کنکریاں اسی ترتیب سے ماریں پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جمرہ عقبہ کے پاس گئے۔ وہاں بھی آپ نے سات کنکریاں ایک ایک کر کے ماریں اور دعا کرے بغیر فوراً واپسی آ گئے۔ تیسرے روز بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی ترتیب سے تینوں جمرات کی رمی کی۔ (زادالمعاد)

3.209.19 ۔ مکہ واپسی

12/ذوالحجہ 10ھ /ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیسرے روز کی رمی کر کے مکہ مکرمہ واپسی کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ابطح کے مقام پر ٹھہر کر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں۔ پھر رات کو مکہ تشریف لائے تو طوافِ وداع کیا اس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رمل نہیں کیا۔

3.209.20 ۔ مدینہ منورہ روانگی

ذوالحجہ 10ھ /ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حج کے ارکان پورے ہوتے ہی مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

3.209.21 غدیرخم کا خطبہ

ذوالحجہ 10ھ /ہجری ، 632ء

غدیرخم رابغ کے قریب مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ یہاں ایک تالاب ہے جس کو غدیر کہتے ہیں یہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو جمع فرمایا اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔

اے لوگو! بے شک میں بھی ایک انسان ہوں شاید میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے گا (موت کا فرشتہ) اور میں قبول کرلوں گا اور میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم اللہ کی کتاب کو پکڑے رہو۔ اسی سے دلیل لیا کرو۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو اللہ کی طرف بہت رغبت دلائی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ (مسلم)

وہاں سے روانہ ہوکر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ذوالحلیفہ پہنچے اور وہاں رات بسر کی جب مدینہ نظر آیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین تکبیریں کہیں اور کہا۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اسے کے لئے تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ہم اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام لشکروں کو تنہا شکست دے دی۔ (زادالمعاد)

حضرت براءہ بن عازب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب غدیرِ خم میں پڑاؤ کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ اکرامؓ کو جمع کیا اور جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اونٹوں کے پالان کا منبر بنا کر اس پر کھڑے ہوئے اور پھر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا! اے میرے اصحابؓ! یہ تو تم جانتے ہو کہ اہل ایمان کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں۔ سب نے عرض کیا۔ جی ہاں ۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں ایک ایک مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز و محبوب ہوں۔ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا جی ہاں۔ تب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اے اللہ! جس شخص کا میں دوست ہوں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کا دوست ہے۔ یاالٰہی تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست رکھے اور تو اس شخص کو اپنا دشمن قرار دے جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دشمنی رکھے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملے تو ان سے بولے۔ اے ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مبارک ہو تم صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی (یعنی ہر آن ہر لمحہ) ہر مسلمان مرد و عورت کے دوست ہو۔ (مسند احمدؒ)

3.210 ۔ طائف کے سردار ذی الکلاع کے نام خط

محرم 11 ہجری ، 632ء

ذی الکلاع طائف کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ اس کا نام سمیفع تھا۔ وہ اکڑ تکبر اور فرعونیت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا ربوبیت کا دعویٰ کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ ایک خط مبارک روانہ کیا۔ حضرت جریرؓ جب خط پہنچانے کے بعد مدینہ واپس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا تھا۔

ذی الکلاع حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت تک اپنی بے دینی اور فرعونیت پر قائم رہا اور پھر اسلام کی طرف راغب ہوا۔ اپنے آٹھ سو غلاموں کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، خود اور اپنے تمام غلاموں کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا۔ حضرت عمرؓ سے عرض کرنے لگا کہ میرا کتنا بڑا گناہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اللہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اس نے کہا کہ ایک دفعہ میں ان لوگوں کی نظروں سے چھپ گیا جو میری پوجا کرتے تھے۔ پھر میں کافی عرصہ بعد ان کے سامنے ظاہر ہو گیا تو وہ لوگ جو اس کو ربوبیت اور الوہیت میں شریک سمجھتے تھے اس کے سامنے سجدے میں گر گئے جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا! جب اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی جائے تو بڑے سے بڑا گناہ کی بھی مغفرت سے ناامید نہیں ہوا جا سکتا بلکہ ربِ کریم سے مغفرت کی امید کرنی چاہیے۔ (الوفا)

3.211 ۔ جیشِ اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تیاری

صفر 11 ہجری ، 632ء

اسلام خطۂ عرب میں ایک مضبوط دین کی طور پر ابھر چکا تھا اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام میں داخل ہو رہے تھے لیکن یہ ترقی روم کے بادشاہ کو ناگوار گزر رہی تھی اس کے علاقے کے آس پاس اور ان کے ملک میں اگر کوئی مسلمان ہوتا تو وہ اس کو جینا دوبھر کر دیتے تھے اس کی مثال ان کے معاون گورنر حضرت فردہ

بن عمرو جزامی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ وہ ظلم کر چکے تھے ان کی اس بڑھتی ہوئی جارحیت اور دشمنی کو لگام دینے کے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بنایا اور حکم دیا کہ بلقاء کے علاقے اور داروم کی فلسطینی سرزمین میں جا کر ان کا عمل دخل ختم کر دو۔

اس کارروائی کا مقصد یہ تھا کہ رومیوں کو خوف زدہ کرتے ہوئے ان کی حدود پر واقع عرب قبائل پر اپنا اعتماد بحال کرنا تھا اور کسی کو یہ گمان نہ رہے کہ ان پر اگر نصرانیوں نے تشدد کیا تو ان کو کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے اور اسلام قبول کرنے کا یہ مطلب نہ ہو کہ اپنی موت کو دعوت دی جا رہی ہے۔

اس موقع پر کچھ لوگوں نے حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سپہ سالار بنانے پر اعتراض کیا کہ یہ کم عمر ہیں۔ اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کہ اگر تم لوگ ان کی سپہ سالاری پر طعنہ زنی کر رہے ہو تو ان سے پہلے ان کے والد کی سپہ سالاری پر طعنہ زنی کر چکے ہو حالانکہ وہ خدا کی قسم سپہ سالاری کے اہل تھے اور میرے محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور یہ بھی ان کے بعد میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری)

بہرحال صحابہ اکرامؓ حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گرد جمع ہو کر ان کے لشکر میں شامل ہو گئے اور لشکر روانہ ہو کر مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں خیمہ زن ہو گیا۔ لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیماری کے متعلق تشویشناک خبروں کے سبب آگے نہ بڑھ سکا بلکہ اللہ کے فیصلہ کے انتظار میں وہیں ٹھہرنے پر مجبور ہو گیا اور اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ لشکر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دورِ خلاف کی پہلی جوابی مہم قرار پائے۔ (صحیح بخاری، ابن ہشام)

3.212۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جدائی کے آثار

صفر 11ھ ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو اللہ کا آخری پیغام پہنچانے کی جو ذمہ داری ملی تھی وہ اپنی تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔ پورے عرب کی باگ ڈور اب مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گفتگو اور عمل میں بھی کچھ ایسی باتیں نمایاں ہونے لگیں کہ جیسے اب وہ ان سے جدا ہونے والے ہیں۔ اس کی ایک مثال۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رمضان 10ھ ہجری میں بیس دن کا اعتکاف کیا جبکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیشہ دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! کہ جبریل علیہ سلام نے دو بار قرآن کا دور کرایا جبکہ ہر سال ایک بار کراتے تھے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا! مجھے معلوم نہیں شاید میں اس سال کے بعد اپنے اس مقام پر تم لوگوں سے کبھی نہ مل سکوں۔

جمرہ عقبہ کے پاس فرمایا! مجھ سے حج کے اعمال سیکھ لو کیونکہ اس سال کے بعد غالباً حج نہ کر سکوں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایام تشریق کے وسط میں سورۃ النصر نازل ہوئی اور اس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سمجھ لیا کہ اب دنیا سے روانگی کا وقت آن پہنچا ہے اور یہ موت کی اطلاع ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ماہِ صفر کے شروع 11ھ ہجری میں دامنِ احد میں تشریف لے گئے اور شہداء کے لئے دعا فرمائی گویا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) زندوں اور مردوں دونوں سے رخصت ہو رہے ہوں واپس آ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر گئے اور فرمایا! تمہارے کارواں کا امیر ہوں اور تم پر گواہ ہوں۔ بخدا میں اس وقت اپنا حوض (حوض کوثر) دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں اور بخدا مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ اندیشہ اس کا ہے کہ دنیا طلبی میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو گے۔ (صحیح بخاری)

ایک روز نصف رات کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت البقیع تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لئے دعائے مغفرت کی اور فرمایا۔

اے قبر والو! تم پر سلام۔ لوگ جس حال میں ہیں اس کے مقابل تمہیں وہ حال مبارک ہو جس میں تم ہو۔ فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ایک کے پیچھے ایک چلے آرہے ہیں اور بعد والا پہلے سے برا ہے۔ اس کے بعد اہل قبور کو بشارت دی کہ ہم بھی تم سے ملنے آرہے ہیں۔

3.213 ۔ مرض کی ابتداء

صفر 11ھ ہجری ، 632ء

29 صفر 11ھ ہجری پیر کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک جنازے کے ساتھ جنت البقیع میں تشریف لے گئے واپسی پر راستہ میں ہی سے سر میں درد شروع ہو گیا اور تیز بخار کی کیفیت ہو گئی۔ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرض کا آغاز تھا اسی حالتِ مرض میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گیارہ روز نمازیں پڑھائی۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سر پر کپڑے کی پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے کپڑے کے اوپر سے ہاتھ رکھا تو بخار کی تپش سے اس پر بھی گرمی کے آثار محسوس ہوئے۔ اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قدر شدید بخار کسی کا نہیں دیکھا جس قدر شدید بخار میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مبتلا ہیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اسی طرح ہمارا اجر بھی زیادہ ہوگا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ تکالیف انبیاء پر آئی ہیں پھر صالحین پر۔ (شامی)

ابنِ سعد نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور بیہقی نے محمد بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیماری کا آغاز بدھ کو ہوا اور وفات تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کل تیرہ روز بیمار رہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب بیماری شروع ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ام المومنین حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر پر مقیم تھے۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس سات دن تک رہے جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرض نے شدت اختیار کی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرے میں تشریف لانے کی خواہش ظاہر کی۔ ان کی باری آنے کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بقیہ دن ان کے حجرے میں گزرے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر سے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر تک حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت فضل بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سہارا دے کر لائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) معوذات اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سیکھ کر حفظ کی ہوئی دعائیں پڑھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دم کرتی رہیں اور برکت کی امید میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہاتھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسم مبارک پر پھیرتی رہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مرض الموت میں فرمایا! کہ اسی زہر کا اثر ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب بیمار ہوئے تو یہ دعا پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیا کرتے تھے اور اپنے جسم پر پھیر لیتے تھے۔

اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَأءَ
اَلَّا شِفَأءُکَ شِفَأءً لَّا یُغَادِرُ سَقَماً

''اے انسانوں کے پالنے والے تکلیف کو دور فرما دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے اور اسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عطا فرماتا ہے۔ ایسی صحت عطا فرما کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے''۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

وفات سے پانچ دن پہلے بروز بدھ جسم کی حرارت میں بہت شدت آگئی جس کی وجہ سے بہت تکلیف محسوس ہونے لگی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! مجھ پر مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے پانی بہاؤ تاکہ میں لوگوں کے پاس جا کر وصیت کرسکوں۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک برتن میں بٹھا دیا

گیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر اتنا پانی ڈالا گیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بس بس کہنے لگے۔

اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ بہتر محسوس کیا تو مسجد تشریف لے گئے اور سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا۔ صحابہ اکرامؓ اردگرد جمع تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہود و نصاری پر لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کی مسجدگاہ بنا دیا۔

پھر فرمایا! تم لوگ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ (موطا امام مالکؒ)

3.213.1۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنے آپ کو قصاص کیلئے پیش کرنا

ربیع الاول 11 ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قصاص کیلئے پیش کر دیا اور فرمایا میں نے کسی کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہو تو وہ میری پیٹھ حاضر ہے بدلہ لے لے۔ کسی کی بے آبروئی کی ہو تو میری آبرو حاضر ہے وہ بدلہ لے لے۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ میرے تین درہم ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت فضل بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ انہیں ادا کردو۔ اس کے بعد انصار کے بارے میں وصیت فرمائی۔ اور فرمایا۔

میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے قلب وجگر ہیں۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کردی مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے نیکوکار سے قبول کرنا اور خطا کار کو درگزر کرنا۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! لوگ بڑھتے جائیں گے انصار گھٹتے جائیں گے یہاں تک کہ کھانے میں نمک کی طرح ہو جائیں گے لہٰذا! تمہارا جو آدمی کسی نفع اور نقصان ہی پہنچانے والے کام کا ولی ہو تو وہ ان کے نیکوکاروں سے قبول کرے اور خطا کاروں سے درگزر کرے۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا کہ وہ یا تو دنیا کی چمک دمک اور زیب وزینت میں سے جو کچھ چاہے اللہ اسے دیدے گا یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے

اختیار کرے تو اس بندے نے اللہ کے پاس والی چیز کو اختیار کیا۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رونے لگے اور کہنے لگے۔ میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ اس بوڑھے آدمی کو دیکھو۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک بندے کی بات بتا رہے ہیں تو یہ کہہ رہے ہیں میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان (لیکن چند دنوں بعد واضح ہوا کہ) جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہم سب سے زیادہ صاحب علم تھے۔ (صحیح بخاری)

پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! مجھ پر رفاقت اور مال میں سب سے زیادہ صاحب احسان ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی اور کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خلیل بناتا لیکن (ان کے ساتھ) اسلام کی اخوت اور محبت کا تعلق ہے۔ مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے لازماً بند کر دیا جائے سوائے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دروازے کے۔ شروع میں بعض گھروں کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے۔ (صحیح بخاری)

وفات کے چار روز قبل تکلیف کی حالت میں فرمایا۔ لاؤ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہوگے اس وقت گھر میں کئی لوگ موجود تھے جن میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے انہوں نے کہا! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس وقت تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس قرآن ہے اور اللہ کی یہ کتاب ہمارے لئے کافی ہے اس کے بعد گھر میں موجود لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور آوازیں بلند ہو گئیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ (صحیح بخاری)

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین وصیتیں فرمائیں۔

(1) یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔

(2) وفود کا اسی طرح احترام واستقبال کرنا جس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرتے تھے۔

(3) راوی نے کہا کہ تیسری بات یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ تھی کہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا یا لشکرِ اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو روانہ کرنے کی وصیت یا لونڈیوں اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت تھی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مرض کی شدت کے باوجود اس دن تک یعنی وفات سے چار دن پہلے جمعرات تک تمام نمازیں خود ہی پڑھاتے رہے تھے۔ اُس روز بھی مغرب کی نماز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہی پڑھائی اور سورۃ والمرسلاتِ عرفاً پڑھی۔ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آخری نماز تھی جو کہ جماعت کے ساتھ پڑھی گئی تھی۔ (صحیح بخاری)

3.213.2 ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت

8ر ربیع الاول 11ہ رہجری ، 632ء

عشاء کے وقت مرض اتنا بڑھ گیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجد جانے کی ہمت نہ ہوسکی۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے کہا۔ نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتظار کررہے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! غسل کا برتن لاؤ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غسل کیا اور اس کے بعد اٹھنا چاہا لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر افاقہ ہوا تو دریافت کیا۔ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے کہا نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتظار کررہے ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ اور تیسری بار ایسا ہی ہوا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غشی طاری ہوگئی۔ بالآخر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کہلا بھیجا کہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے باقی ایام میں نمازیں پڑھائیں۔ ان کی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات میں پڑھائی جانے والی نمازوں کی تعداد سترہ (۱۷) ہے۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طبعیت کو جانتے ہوئے فرمایا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی اور کہہ دیں نمازیں پڑھانے کو تو رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) نے سختی سے فرمایا کہ (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ (صحیح بخاری)

ہفتہ یا اتوار کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طبعیت قدرے بہتر ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دو افراد کے سہارے سے ظہر کی نماز میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نماز پڑھا رہے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اشارہ سے فرمایا کھڑے رہیں۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے بائیں طرف بیٹھ گئے پھر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اقتدا کر رہے تھے اور جماعت والے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی۔ وصال سے ایک دن پہلے اتوار کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے تمام غلام آزاد کر دیے۔ گھر میں سات دینار تھے وہ صدقہ کر دیے۔ اپنے ہتھیار مسلمانوں کو ہبہ کر دیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے پڑوس سے رات کو چراغ جلانے کے لئے تیل ادھار لیا۔

3.213.3 ۔ حیاتِ مبارکہ کا آخری دن

12/ ربیع الاول 11ھ/ہجری، 632ء

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ پیر کے روز مسلمان فجر میں مصروف تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امامت فرما رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرے کا پردہ ہٹایا اور صحابہ اکرام ؓ جو صفیں باندھے نماز میں مصروف تھے پر نظر ڈالی اور تبسم فرمایا۔ ادھر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنے لگے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آ کر نماز پڑھائیں لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اشارے سے فرمایا کہ نماز پوری کرو پھر حجرے کا پردہ گر گیا۔ مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ لگتا تھا کہ نماز توڑ کر مزاج پرسی کرنے لگیں گے۔ (صحیح بخاری)

اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔

3.213.4۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے سرگوشی

12/ ربیع الاول 11ہجری ، 632ء

پیر کے دن چاشت کے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بلوایا اور ان سے کچھ سرگوشی کی تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رونے لگیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر قریب بلایا اور کچھ سرگوشی کی تو آپؓ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بعد میں ان سے دریافت کیا۔ توانہوں نے بتایا کہ پہلی بار نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے بتا یا کہ میں اس مرض میں وفات پاؤں گا اس لئے میں رو پڑی دوسری دفعہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتایا کہ میرے گھرانے میں سب سے پہلے تم ملوگی تو میں اس پر ہنس پڑی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سخت تکلیف میں دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھیں ہائے ابا جان کی تکلیف تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تمہارے باپ پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں۔

(صحیح بخاری)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلایا اور چوما اور ان کے بارے میں خیر کی وصیت کی پھر ازواج مطہراتؓ کو بلایا اور انہیں وعظ ونصیحت اور کچھ ہدایات کیں۔ پھر تکلیف بہت بڑھ گئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ زہر کے اثر سے میری رگ جانِ کٹی جارہی ہے۔ پھر صحابہ اکرامؓ کو بلایا اور آخری وصیت نماز اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی کی۔

3.213.5 ۔ نزع کا وقت

12/ ربیع الاول 11ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پھر نزع کی کیفیت طاری ہوگئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا! اللہ کی نعمت مجھ پر یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے گھر پر میری باری

کے دن میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے وفات پائی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرا لعاب اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لعاب اکٹھا کر دیا۔

ہوا یوں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تشریف لائے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے دیکھا کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں میں سمجھ گئی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا لے لوں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اشارے سے فرمایا۔ ہاں میں نے مسواک لے کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سخت محسوس ہوئی میں نے کہا اسے نرم کر دوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں۔ میں نے اپنے دانتوں سے مسواک نرم کر دی اور پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اچھی طرح مسواک کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کٹورے میں پانی تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں ہاتھ ڈال کر چہرے پر ملتے تھے اور فرماتے۔

"**لا اله الا اللّٰه**" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)

موت کی سختیاں ہیں۔ (صحیح بخاری)

مسواک سے فارغ ہو کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہاتھ کی انگلی اٹھائی اور نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور دونوں ہونٹوں میں کچھ حرکت ہوئی حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کان لگا کر سنا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما رہے تھے۔

"ان انبیاء صدیقین، شہدا اور صالحین کے ہمراہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اے اللہ! مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے

اے اللہ! رفیق اعلےٰ"

یہ فقرہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین بار فرمایا اور اسی وقت ہاتھ جھک گیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

"انا للّٰه و انا الیه رٰجعون"

یہ واقعہ 12/ربیع الاول 11ھ بروز پیر کو چاشت کے وقت ہوا۔ اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمرِ مبارک تریسٹھ (63) سال ہو چکی تھی۔

3.213.6۔ غمناک خبر کا صحابہ اکرامؓ پر اثر

12/ ربیع الاول 11ھ/ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کی خبر سے صحابہ اکرامؓ کو ایسا نا قابلِ برداشت صدمہ ہوا کہ وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ عقلیں گم ہو گئیں آوازیں بند ہو گئیں۔ لوگ حیران و پریشان تھے کچھ لوگ جنگل کی طرف نکل گئے کوئی جہاں تھا وہیں بیٹھا رہ گیا۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر سکتہ طاری ہو گیا وہ آتے جاتے تھے لیکن کوئی بات نہیں کر پا رہے تھے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیٹھ گئے ان میں ہلنے کی سکت نہ رہی۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تلوار کھینچ کی اور کہا کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وصال ہو گیا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ تاریک دن ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے قیام گاہ سخ سے گھوڑے پر سوار آئے اور اتر کر سیدھے مسجد میں داخل ہوئے اور کسی سے بات نہیں کی۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرے میں گئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے۔ اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یمنی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے چہرہ مبارک کھولا اور جھک کر بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا۔ میری ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دو مرتبہ موت طاری نہیں کرے گا۔ جو موت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقدر میں تھی وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر طاری ہو گئی۔ زندگی میں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اچھے رہے اور موت بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خوشی سے قبول کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات پر وہ چیزیں منقطع ہو گئی جو انبیاء میں سے کسی کے وفات پر منقطع نہ ہوئی۔ (یعنی نبوت)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تعریف سے بڑھ کر ہیں۔ گریہ زاری سے بے نیاز ہیں۔ زندگی بھر برگزیدہ رہے اور ایسے عام تھے کہ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظروں میں برابر تھے۔ ہماری موت ہمارے اختیار میں ہوتی تو ہم اپنی جانوں کا نذرانہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موت کے بدلے میں پیش کر دیتے۔ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آنکھوں کا پانی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ختم کر دیتے۔ پس جس کو ہم خود سے دفع کرنے پر قادر نہیں ہیں وہ حالات کا تغیر اور فنا ہے۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں ٹلتے نہیں۔ (صحیح بخاری)

اے اللہ میری طرف سے ان کو سلام پہنچا دے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کے پاس ہمیں یاد رکھیے۔ ہمیں اپنے دل میں جگہ دیجئے جو قرار اور سکون آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چھوڑا ہے وہ اگر نہ ہوتا تو اس وحشت میں جو اس کے بعد لاحق ہوئی ہم حواس قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ اے اللہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارا سلام پہنچا دے اور ان کی یاد کو ہمارے دل و دماغ میں محفوظ رکھ۔

پھر آپ (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لوگوں کی طرف نکلے جو شدید اضطراب اور عظیم ملال میں تھے۔ آپ (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک خطبہ دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات نہیں ہوئی البتہ وہ ضرور لوٹ آئیں گے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ سلام لوٹ آئے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ پھر لوگ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف متوجہ ہو گئے اور انہوں نے فرمایا۔

3.213.7 ۔حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خطبہ

12/ ربیع الاول 11 ہجری ، 632ء

لوگو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلا شبہ ہمارے آقا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب ویسی ہے جیسے نازل ہوئی اور بلا شبہ دین بھی ویسا ہی ہے جیسا شروع ہوا اور حدیث بھی ویسی ہی ہے جیسا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیان کی اور قول وہی ہے جو اللہ نے کہا اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی واضح حق ہے۔

پھر فرمایا اے لوگو! جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ بلا شبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر آپؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَا ئِنْ مَّا تَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَا بِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ☆ (سورۃ آل عمران۔۱۴۴)

ترجمہ: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہیں کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا۔

پھر فرمایا!

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بارے میں پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے وہ چیز پسند کی جو اللہ کے پاس ہے (یعنی آخرت) نہ کہ وہ چیز جو تمہارے پاس ہے (یعنی دنیا) اور اس کے ثواب کے

لئے اپنے پاس بلایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد تمہارے لئے ہدایت کے لئے اپنی کتاب اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنّت کو باقی چھوڑا ہے پس جس نے ان دونوں کو مضبوط سے تھام لیا (یعنی اس پر پوری طرح عمل کیا) اس نے اچھا کیا اور جس نے ان دونوں میں فرق کیا یعنی کسی کو تسلیم کیا کسی کا انکار کیا تو اس نے برا کیا۔

اے ایمان والوں! تم انصاف قائم کرنے والے ہو جاؤ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے شیطان تمہیں گمراہ نہ کردے اور اپنے دین سے نہ پھیر دے۔ پس شیطان کے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے خیر کو جلد لے لو اور خیر میں سبقت کر کے شیطان کو عاجز اور لاچار بنا دو اور شیطان کو اتنی مہلت نہ دو کہ وہ تم سے آکر ملے اور تمہیں کسی فتنہ میں مبتلا کردے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ خدا کی قسم۔ ایسا محسوس ہوا کہ لوگوں کو پہلے سے یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کی تلاوت کی تو سب نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے یہ آیت سیکھی۔ اب لوگوں کا یہ حال تھا کہ جو بھی سنتا تھا وہ اس کی تلاوت کرنے لگ جاتا تھا۔

حضرت سعید بن میسّب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا۔ میں نے انہیں تلاوت کرتے سنا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہوگئی ہے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں اپنے پاؤں پر اپنا بوجھ نہ اٹھا سکوں گا اور زمین پر گر جاؤں گا۔ (صحیح بخاری)

3.213.8 ۔ غسلِ مبارک

12/ ربیع الاول 11 ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے غسل دیا اور حضرت فضل بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت قثیم بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کروٹ بدلنے میں مدد دیتے تھے۔ حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت شقران (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) پانی دیتے تھے۔ یہ لوگ پردے سے باہر تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تین بار بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دیا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے قباء کے عرس نامی کنویں سے پانی لایا گیا۔ یہ کنواں حضرت سعد بن خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ملکیت تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا پانی نوش فرماتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کپڑوں سمت غسل دیا گیا۔ کپڑوں کے اوپر سے ہی پانی ڈالا جاتا تھا اور اوپر سے ہی جسم اطہر کو ملا جاتا تھا۔ (بیہقی)

3.213.9 ۔ تکفین

12/ ربیع الاول 11ھ ہجری ، 632ء

بقول ابن اسحٰق کے غسل سے فارغ ہو کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ان میں قمیض اور عمامہ نہ تھا جس لباس میں غسل دیا گیا تھا وہ اتار لیا تھا۔ (بیہقی، البدایہ والنہایہ)

3.213.10 ۔ نمازِ جنازہ

13/ ربیع الاول 11ھ ہجری ، 632ء

حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ منگل کے روز جب لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک تخت پر گھر ہی میں رکھا گیا۔ پھر ایک گروہ حجرہ شریف میں جاتا تھا اور تنہا نماز پڑھ کر واپس آجاتا تھا۔ کوئی امامت نہیں کرتا تھا۔ جب مرد فارغ ہو جاتے تو عورتیں گئیں اور ان کے بعد لڑکے گئے۔ (ابن ماجہ)

3.213.11 ۔ تدفین

14/ ربیع الاول 11ھ ہجری ، 632ء

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عکرمہؓ سے روایتیں ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وسلم) کا وصال پیر کے دن ہوا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تدفین منگل اور بدھ کی درمیانی رات کو کی گئی۔

یہ سوال پیدا ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہاں دفن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ نبی اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں ان کی روح قبض کی جاتی ہے۔ لوگوں نے یہ سنتے ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرش کو جس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہوا تھا۔ اٹھا دیا اور اسی جگہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر بنادی۔ قبر بغلی کھودی گئی۔ جب قبر تیار ہوگئی تو بھی نماز جنازہ انفرادی طور پر پڑھی گئی۔ (موطا امام مالک)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شدید علالت اور پھر انتقال کی خبر سن کر حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس آ گئے تھے اور فوجی علم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دروازے پر نصب کر دیا تھا۔

حضرت ابوطلحہ زید بن سہیل انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لحد تیار کی تھی ۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے دونوں صاحبزادوںؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لحد مبارک میں اتارا۔ (البدایہ والنہایہ)

قبر ۔ سیدھی قبر گہری کر کے بنائی جاتی ہے۔

لحد ۔ پہلے سیدھی قبر کھود کر پھر بغلی زمین سے قبر بناتے ہیں

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر پر پانی چھڑکا گیا تھا اور وہ شخص کہ جنہوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا تھا حضرت بلال بن رباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے چنانچہ انہوں نے مشک لے کر سر کی طرف سے قبر پر پانی چھڑکنا شروع کیا اور پاؤں تک چھڑکتے ہوئے لے گئے۔

3.213.12 ۔ روضۂ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ربیع الاول 11 ہجری ، 632ء

حضورِ اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آخری آرامگاہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا حجرہ مبارک ہے۔ جو کہ پکّی اینٹوں کا بنا ہوا ہے اور قبرِ مبارک کچی حالت میں ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے بعد سب سے پہلے امیر المومنین حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حجرہ مبارک کی دیواریں اونچی کروائیں۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسے ازسرِ نو بنوایا اور دیواریں اور بلند کردیں۔ (طبقات ابن سعد)

88 ہجری اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں مدینہ کے امیر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرے کی مشرقی دیوار منہدم ہونے پر پردے ڈال دیئے اور پھر پتھروں سے ایک خمسی عمارت تعمیر کی جس سے حجرہ مبارک نظروں سے پوشیدہ ہوگیا۔ اسی کو خطار مزوّر کہا جاتا ہے اس پانچ کونوں کی عمارت میں نہ دروازہ تھا اور نہ اوپر چھت تھی۔ اسکی بلندی مسجد کے چھت برابر تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے مربع شکل میں اسی لئے نہ ہوایا کہ لوگ اسے خانہ کعبہ کی طرح سمجھ کر طواف کرنا نہ شروع کردیں۔ اب اس تمام عمارت کو کپڑے سے ڈھک دیا گیا۔ مقصورہ اور خطار کا درمیانی فاصلہ 7 فٹ سے 10 فٹ تک ہے۔ (وفاء الوفا)

سیدنا عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! قیامت کے قریب سیدنا عیسیٰ علیہ سلام آسمان سے اتریں گے 45 سال تک زندہ رہیں گے۔ شادی کریں گے اور اولاد بھی ہوگی۔ جب ان کا وصال ہوگا تو میرے ساتھ ہی ان کی تدفین ہوگئی اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ سلام اور حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اکٹھے اٹھیں گے۔ (مشکوۃ شریف)

193 ہجری 808ء میں عباسی خلیفہ ہارون رشید کے گورنر مدینہ ابوالبحر کے عہد میں مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چھت مرمت وتعمیر کے لئے اتاری گئی تو حجرۂ انور کی چھت بھی منہدم ہو

گئی۔ اس کی سات لکڑیاں خراب ہو گئیں تھیں ان کی جگہ نئی لکڑیاں لگا کر چھت کی اصلاح و مرمت کر دی گئی۔ (وفاءالوفا)

پھر خلیفہ متوکل کے حکم سے گورنر مکہ و مدینہ اسحاق بن سلمہ نے حجرۂ انور کی تعمیر تجدید اور تزئین کروائی اس کے بعد 548ھ ہجری 1153ء میں خلافت المقتضیٰ میں وزیر جمال الدین زنگی نے تجدید کروائی۔ دیواروں کے چاروں طرف قد آدم تک سنگِ مرمر لگایا۔ صندل، آبنوس، جیسی نفیس اور قیمتی لکڑی کی جالی بنوا کر مخمس احاطے کے باہر نصب کروائیں جالی کی بلندی مسجد کی چھت کے برابر تھی جس میں مختلف سورتیں و آیات لکڑی ہی میں کڑھی ہوئی تھیں تعمیر و تزئین کی خدمات ابوالغنائم البغدادی معمار نے انجام دیں ۔ دورانِ تعمیر صفائی کرتے ہوئے مٹی ادھر ادھر ہوئی تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پاؤں نظر آنے لگا جو بالکل زندہ انسانوں کی طرح تھا۔ جگہ کو درست کر کے مٹی ڈال دی گئی جس طرح مٹی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جسم نہیں کھا سکتی اسی طرح نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیں کے جسم بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھے ہیں۔ (اخبارِ مدینہ)

اسی سال 548ھ ہجری 1153ء میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ حجرہ مبارک میں دھماکے کی آواز سنائی دی مگر حقیقت معلوم نہ ہو سکی۔ چنانچہ امیر مدینہ قاسم بن مھنا الحسینی کو واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ واقعہ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی حجرے مبارک کے اندر اتارا جائے چونکہ حجرہ مبارک کا کوئی دروازہ نہ تھا اور چھت بھی نہ تھی۔ سب لوگ فکرمند ہو گئے کہ ایسا متقی پرہیزگار آدمی کہاں ملے گا جو یہ خدمت انجام دے سکے۔ پھر سب کی نظر شیخ المشائخ امام العارفین والاتقیاء الشیخ عمر نسائی پر پڑی۔ آپ موصل کے باشندے تھے لیکن عرصہ دراز سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ جب ان سے اس خدمت کے لئے کہا گیا تو انہیں نے چند دن کی مہلت مانگی تا کہ تیاری کر سکیں۔ انہیں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور پھر اندر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان کو رسیوں کے ذریعہ مسجد کی چھت سے حجرہ مبارک اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا تعمیر کردہ مخمسی احاطہ کے درمیان اتارا گیا۔ پھر وہ حجرے میں داخل ہوئے اور روشنی کے لئے شمع بھی لے گئے۔ انہیں نے اندر جا کے دیکھا کہ حجرہ شریف کی دیوار اور چھت کا کچھ حصہ

قبورِ مبارکہ پر گراپڑا ہے۔ چنانچہ انہیں نے اچھی طرح صفائی کی اور اپنی ریش مبارک سے قبورِ مقدسہ پر جھاڑو دی۔ (اخبارِ مدینہ)

557ھ/ 1162ء میں سلطان نورالدین زنگی کوخواب کے ذریعہ اشارہ ملا کہ روضہء رسول اللہ ﷺ میں کوئی دشمن انہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ سلطان نورالدین زنگی فوراً مدینہ منورہ گئے اوران دشمنوں کو تلاش کر کے قتل کروایا۔ اس کے بعد حجرہ مبارک کے چاروں طرف ایک مضبوط اور محفوظ دیوار بنوائی جس کی بنیادیں پانی تک کھود کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار سطح زمین تک بنوائی۔ اس پر مسجد کی چھت تک دیوار بنادی جس میں دروازہ نہیں تھا تاکہ قبورِ مقدسہ کو محفوظ رکھا جائے۔ (وفاءالوفا)

مقصورہ مبارک کے سامنے سب سے پہلے 667ھ/ 1268ء میں شاہِ مصر سلطان الظاہر رکن الدین بیبرس نے جالی کی احاطہ تعمیر کروایا۔ اس سے پہلے اندر ایک لکڑی کا بنا ہوا جنگلہ تھا۔ جس کی دوسری طرف خطارمزّ ورنظر آتا تھا۔

678ھ/ 1278ء میں ملک المنصو رقلادوں الصالحی نے پہلی مرتبہ روضہ مقدسہ پر گنبد تعمیر کروایا۔ جو چھت کے نیچے مربع شکل اوراوپر سے ہشت پہلو (آٹھ کونوں والا) تھا۔ لکڑی کے تختوں سے گنبد بنا کر اس پر لوہے کا پترہ چڑھایا گیا اور اس کا رنگ زرد تھا۔ پھر ملک ناصر بن محمد بن قلادوں نے گنبد کی تجدید کروائی۔

888ھ/ 1483ء میں حاکمِ مصر ملک قایتبائی کے حکم سے امیرِ مدینہ نفیر بن منصور نے گنبد کی تجدید کروائی۔ چاروں کونوں پر سنگِ مرمر کے بڑے ستوں بنائے جن پر گنبد بنایا گیا۔ یہ گنبد کالے پتھر سے تعمیر کر کےاس پر سفید رنگ کیا گیا۔جس کی وجہ سےاس گنبد کو" **قبة البيضاء** " کہا جانے لگا۔

سلطان قاتیبائی نے روضہ اقدس میں پیتل کی نئ جالی بنوائی جو بناوٹ کا نادر نمونہ تھی۔ اس میں چار دروازے بنائے گئے جو اکثر اوقات بند رہتے۔ مغرب کی سمت ریاض الجنۃ میں جو دروازہ رکھا گیا اسے بابِ رحمت یا باب الوفود، مشرق والے دروازے کو باب الفاطمہؓ اورشمال کی طرف دروازے کو باب التجد کہا جاتا تھا۔ جنوب کی طرف بھی ایک دروازہ اور ایک جھروکہ رکھا گیا۔

جالی کا طول شمالاً جنوباً سولہ میٹر اور عرض شرقاً غرباً پندرہ میٹر ہے۔ لیکن حضرت فاطمہ ؓ کے حجرے والی سمت کو جنوب ساڑھے چودھا میٹر، شمال چودھا میٹر، مشرق اور مغرب ساڑھے سات میٹر اور بلندی مسجد کی چھت تک ہے۔ حجرہ مقدسہ کے گنبد کے اوپر نصب چاند ستائیس (۲۷) فٹ بلند تھا۔ بعد میں 892ھ/ 1487ء میں اس گنبد پر ایک اور گنبد بنایا گیا۔ جو احاطہ خمسہ کے گرد بنائے گئے مضبوط ستونوں پر قائم تھا۔ (تاریخ المدینۃ المنورہ)

امام سمعودی المتوفیٰ 911ھ روضہ اقدس کے اندرونی حصہ کی چشم دید کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں نے روضہ اقدس کے اندرونی حصہ کو مربع شکل اور سیاہ پتھر سے تعمیر شدہ دیکھا۔ پتھر رنگ اور قسم کے اعتبار سے کعبۃ اللہ کے پتھروں سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ حجرہ عائشہ صدیقہ ؓ اور احاطہ خمسہ کی مغرب کی دیواریں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ ان کے درمیان فاصلہ نہیں ہے۔ البتہ مشرقی دیوار اور حجرہ شریفہ کی دیوار کے درمیان شمال کی طرف ڈیڑھ فٹ اور جنوب کی طرف ساڑھے چار فٹ کی فاصلہ ہے۔ اس طرح جنوب کی طرف دونوں دیواروں کے درمیان یکسانیت نہیں ہے۔ ان کے درمیان مشرق کی طرف ڈیڑھ فٹ کی قریب اور مغرب کی طرف موا جہ شریف سے آگے تقریباً نوانچ کا فاصلہ ہے۔ حجرہ شریف کے شمال میں مثلث شکل کی دیوار بنی ہوئی ہے جس کا مثلث زاویہ سے بارہ فٹ کا فاصلہ ہے۔ حجرہ مبارک میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ (وفاء الوفا)

980ھ/ 1572ء میں سلطان سلیم عثمانی نے گنبد کو بہت خوبصورت بنوایا اور رنگارنگ کے پتھروں سے سجایا۔ اس کے بعد اس گنبد کا نام " **قبة الازرق** " پڑ گیا۔

1228ھ/ 1813ء میں سلطان محمد علی پاشا نے پھر اس گنبد کی مرمت، تزئین اور آرائش کی۔ ایک سونے کا اور دو چاندی کے شمع دان لگوائے۔

تیسرا گنبد 892ھ میں سلطان قائتبائی نے بنوایا تھا۔ جس کا رنگ نیلا تھا۔ تیرویں صدی ہجری کے شروع میں گنبد میں شگاف پڑ گیا جس کی وجہ سے سلطان محمود بن سلطان عبدالحمید عثمانی نے 1232ھ/

1818ء میں ازسرِ نوتعمیر کروایا۔ پھر 1255ھ/ 1841ء میں گنبد کا رنگ سبز کر دیا گیا۔ اس سبز رنگ کی وجہ سے اس کا نام **گنبدِ خضراء** مشہور ہو گیا۔ (تاریخ المدینہ المنورہ)

موجودہ سعودی حکومت بھی روضہ رسول اللہ ﷺ کی تزئین و آرائش پر خطیر رقم خرچ کرتی ہے۔

3.214 ۔ حلیہ مبارک

ربیع الاول 11ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نہ طویل قامت تھے نہ پست قد تھے۔ مگر دوسرے لوگوں کے مجمع سب سے بلند معلوم ہوتے تھے۔ رنگ گندمی مائل بہ سرخی تھا۔ سر مبارک بڑا تھا داڑھی خوب بھری ہوئی تھی۔ بال سیاہ قدرے پیچ دار آنکھیں گول بڑی سیاہ پر رونق، سر کے بال سیدھے اکثر کانوں کی لو تک اور کبھی کندھے تک اور کبھی کانوں کی لو سے بھی اوپر رہتے تھے۔ بھویں باہم پیوستہ ایک باریک سی رگ درمیان میں فاصل تھی جو غصہ کے وقت اُبھر جاتی تھی۔ آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے تھے۔ رخسار نرم پُر گوشت تھے۔ سر میں تیل ڈالتے تھے اور آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے۔ دانت مثل مروارید سفید اور چمک دار تھے۔ تبسم کے سوا کبھی کھل کے نہ ہنستے تھے۔ آپ ﷺ نہایت خندہ رو، شیریں کلام، فصیح، شجاع، اور جامع کمالات انسانیہ تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپ ﷺ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ کسی سے سوال نہ کرتے تھے۔

چہرے مبارک میں قدرے گولائی تھی۔ آنکھیں سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں۔ شانہ چوڑا تھا ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی۔ ہتھیلیاں اور تلوے بھرے بھرے تھے۔ جب چلتے تو زمین پر پاؤں گاڑ کر چلتے تھے کہ گویا نیچے کی طرف اتر رہے ہیں۔ اگر کسی جانب دیکھتے تو پوری توجہ سے دیکھتے۔ آخیر عمر میں آپ ﷺ کے تقریباً بیس بال سفید ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ مونچھیں کتروانے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی معمولی اور کبھی قیمتی لباس پہنا۔ کپڑوں میں سفید رنگ پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی نعلین میں دوہرے تسمے ہوتے تھے۔ خطبہ ارشاد فرماتے وقت آپ ﷺ سیاہ عمامہ باندھتے تھے اور اس کا شملہ کو دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیتے تھے۔

3.215۔حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت

ربیع الاول 11 ہجری ، 632ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی جانشینی کا معاملہ بھی پیدا ہوا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے فورا بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اہل بیت حضرت فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر پر اکٹھے ہوئے باقی مہاجرین حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جمع ہوئے اور انصار حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے۔ اس دوران کسی نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بتایا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور خلافت کا معاملہ زیر بحث ہے۔ اس لئے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کوفوراوہاں پہنچنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی معاملہ طے کیا جائے اور امت مسلمہ کے لئے تفرقہ کا باعث بنے۔ (ابن ہشام)

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ہمیں اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلنا چاہئے تا کہ معاملہ کا جائزہ لیں۔ اس موقع پر امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی ان کے ہمراہ تھے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) چادر اوڑھے موجود تھے ان کی طبعیت ناساز تھی۔ ان کے وہاں پہنچنے پر انصار کے خطیب نے اپنا موقف بیان کیا اور اپنے فضائل بیان لئے اور خلافت کے لئے اپنا حق ظاہر کیا۔(ابن ہشام)

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے کھڑے ہو کر اپنا موقف بیان کیا۔ انہوں نے مہاجرین اول کے فضائل بیان لئے اور اس کے بعد انصار کی فضیلت اور اسلام پر ان کے احسانات کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ عرب سوائے قریش کے کسی اور کو تسلیم نہیں کریں گے اس لئے امیر قریش سے ہونا چاہئے اور تم ان کے وزیر ومشیر ہو گے اور اس لئے تمہیں اختیار ہے کہ تم ان دو افراد میں سے کسی ایک پر اتفاق کرلو۔ یہ کہہ کر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا ہاتھ پکڑ کر درمیان میں بیٹھ

گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ کسی کے لئے مناسب نہیں کہ آپ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) پر کسی کو فوقیت دے۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے یارِ غار ہیں، ثانی اثنین ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بیماری کے دنوں میں نماز کی امامت کرتے رہے ہیں۔ اس کام کے لئے بھی آپؓ سے زیادہ کوئی حقدار نہیں۔ (فتح الباری، ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انصار نے اس موقعہ پر کہا کہ ایک امیر تم میں سے اور ایک ہم میں سے ہو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے انصار کے لوگو! تم اس سے واقف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں کے لئے نماز کی امامت کے لئے حضرت ابوبکرؓ کو آگے کیا تھا سو تم میں سے کون یہ پسند کرے گا کہ ابوبکرؓ سے آگے بڑھے۔ یہ سن کر انصار نے کہا! ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آگے بڑھیں۔ (مسند احمد)

حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ ایک مرتبہ جب تم رسول اللہ ﷺ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قریش ہی اس امرِ خلافت کے والی ہوں گے۔ ان میں سے اچھے اچھوں کے تابع ہوں گے اور بُرے بُرا اس کے۔ یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہؓ بولے۔ آپؓ نے سچ فرمایا! ہم وزراء اور تم امراء ہو۔ (مسند احمد)

اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے کہا۔ اے ابوبکرؓ آپؓ اپنا ہاتھ بڑھایئے انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی پھر مہاجرین نے بیعت کی پھر انصار نے بیعت کی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیعت کی غرض سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہاتھ پکڑا تو حضرت اسید بن حضیر انصاریؓ اور حضرت بشر بن سعدؓ کھڑے ہوئے بیعت کرنے کے لئے ان میں حضرت عمرؓ سب پر سبقت لے گئے۔ جب تمام لوگوں نے متفقہ طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر لی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک بیعت سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوئی پھر بیعتِ عام مسجدِ نبوی ﷺ میں دوسرے روز ہوئی۔

کیا وہ وقت آ گیا ہے؟

''نبی ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ دنیا کی قومیں تم پر بلائیں گی کو کھانے پر بلاتا ہے۔ پوچھا گیا: اے رسول اللہ ﷺ کیا ہم اس زمانے میں کم ہوں گے؟ فرمایا: نہیں تم بہت کثرت سے ہو گے سمندر کے جھاگ کی طرح اور اللہ تعالی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ''وھن'' (کی بیماری) ڈال دے گا، پوچھا گیا: کیا وھن؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت۔'' (سنن ابو داود، کتاب لڑائی وجدل کا بیان، باب: مسلم پر اواقمم کا چڑھ آنا)

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ
عمر الفاروق رضی اللہ تعالی عنہ
عثمان رضی اللہ عنہ
علی رضی اللہ عنہ

3.215.1۔ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ

ربیع الاول 11 ہجری ، 632ء

اے لوگو! میں تمہارا ولی مقرر کیا گیا ہوں اور تم میں سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر تم مجھے حق پہ دیکھو تو تم میری مدد کرنا اور تم مجھے باطل پر دیکھو تو میری اصلاح کرنا۔ جب تک میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرنا اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کرنے لگوں تو میری ہرگز اطاعت نہ کرنا۔ تم میں سے قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ میں اس سے حق وصول نہ کرلوں اور تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ میں اس کا حق نہ دلا دوں۔ مجھے بس یہی کہنا ہے میں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے مغفرت کا طلب گار رہوں۔

لیکن اس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے انتخاب کو قطعی نہ سمجھا بلکہ شہر میں مسلسل تین روز تک اعلان کرایا گیا کہ لوگوں پر بیعت کی پابندی لازم نہیں ہے۔ وہ خلافت کے لئے کسی اور موزوں شخص کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ لیکن کوئی دوسرا امیدوار سامنے نہیں آیا۔ (انساب الاشراف)

دُرُود تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰٓ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاِخْوَانِہٖ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَیَ الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمَیْعِ الْخَیْرَاتِ فِي الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ ✦

یا قاضی الحاجات — یا مجیب الد عواۃ
یا شافی الامراض — یا دافع البلیّات
یا حل المشکلات — یا کافی المہمّات
یا رافع الد رجات — یا ارحم الرٰحمین

ترجمہ! اے اللہ! ہمارے سرداراور آقا حضرت محمدﷺ اوران کی آل اوراصحاب اور پیغمبروں پر درود بھیج اوراس کے ذریعے تو ہمیں تمام خوف و ہراس اور مصیبتوں سے نجات دیدے ہماری سب حاجتوں کو پورا فرمادے اورہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف کردے ہمیں اپنے نزدیک اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمادے اورہمیں زندگی میں اورموت کے بعد تمام بھلائیوں سے نوازدے۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعا برائے حفاظت

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِ یْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْ بِنَا وَ کَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَوَ
الْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّ شِدِیْنَ.
اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ
غَیْرَ خَزَایَا وَّلَا مَفْتُوْنِیْنَ O

☆☆☆

(۱۷/ شعبان ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۶/ جون ۲۰۱۳ء بروز اتوار)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سکندر نقشبندی صاحب کی دیگر تصانیف

HEARTS
IN THE LIGHT OF QUR'AN
English Version of Book
("Dil ki Iqsam")
Compiler:
Sikander Naqshbandi
English Translation & Arrangement:
Syed Ebad ur Rahman
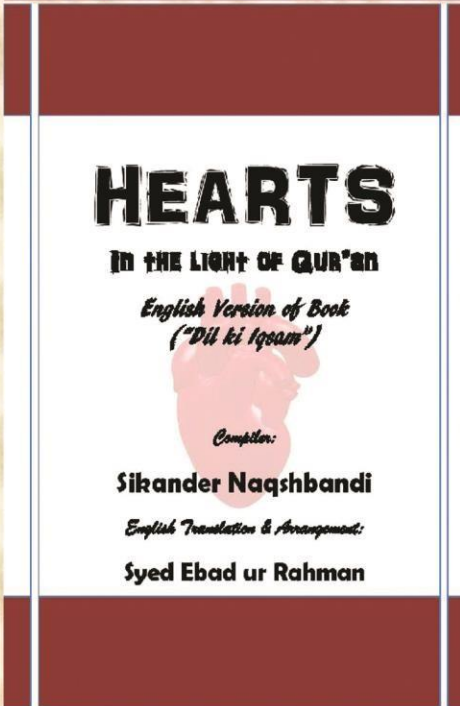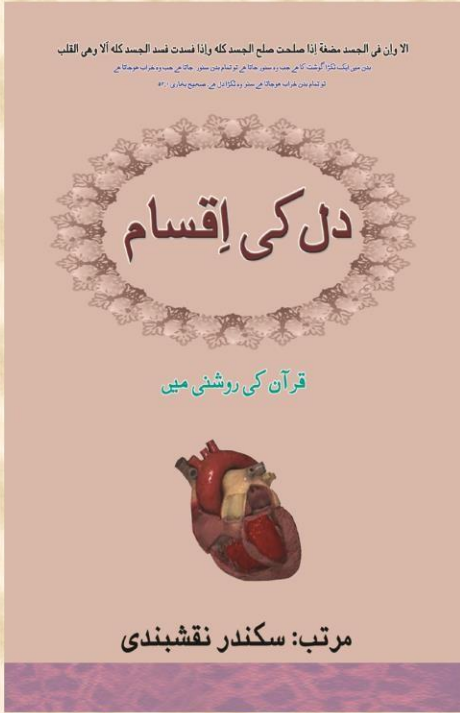
قرآنِ کریم میں دل سے متعلق تمام آیات کو یکجا
کر کے مستند علماء کی تفسیر کی بیان کردہ کتاب
دل کی اقسام
کا انگریزی ترجمہ
HEARTS
IN THE LIGHT OF QUR'AN
دل کی اصلاح کے لئے
ایک بہترین معلوماتی کتاب

سکندر نقشبندی صاحب کی دیگر تصانیف

نفس کی شرارتوں اور کیفیات کا بیان اور اسے قابو میں کرنے کے طریقے

نفس کا بیان

سکندر نقشبندی صاحب کے قلم سے بڑے دلکش انداز میں

سکندر نقشبندی صاحب کی دیگر تصانیف
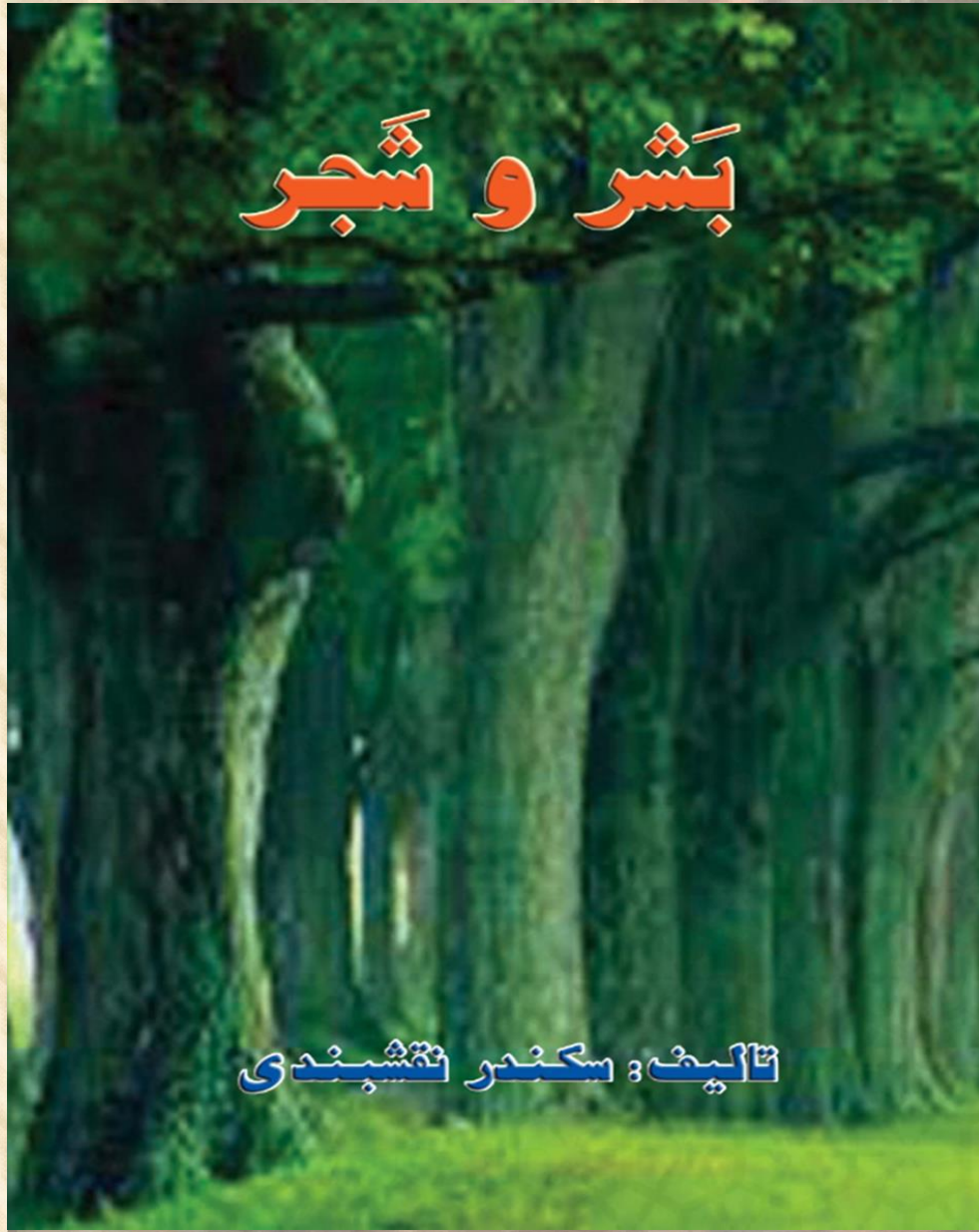
سیرت النبی ﷺ، تاریخ اسلام اور جنت و دوزخ کے مشہور درختوں کا تفصیلی بیان۔
اس کے علاوہ قرآن کریم میں مذکور درختوں، پھلوں اور پودوں کے متعلق تفصیل پر مشتمل کتاب

بَشر و شَجر

تالیف: سکندر نقشبندی